RARE BOOK
NOT TO BE ۸۳۶۹۲

اِخْسَئُوا فِیْہَا وَلَا تُکَلِّمُوْنِ

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD DN

اخساء

(مسمّیٰ بہ)

اجوب ۱۳۰۹

CHECKED
Checked 1987
CHECKED 1995

حسب خواہش عالی [illegible] حضرت ولایت حسین صاحب گیاوی حنفی جناب علی مرتضیٰ کے
ایمان و اسلام کے ثبوت مین ہر واقعہ نہایت تحقیق سے باسناد کتب اہلسنت لکھا گیا ہے

(مرتبہ)

جناب آغا عبد التقی صاحب قزلباش مرحوم و مغفور اڈیٹر رسالہ روشنی
بسرپرستی و کوشش بلیغ جناب آقای محترم سید محمد اصغر صاحب رئیس لکھنؤ

نور المطابع تھوئی ٹولہ لکھنؤ مین باہتمام سید نور الحسن صاحب مالک مطبع چھپا

اور

مرادآباد جامع مسجد سے ابو النقی آغا محمد زکی قزلباش نے شائع کیا

طبع دوم ۶۰۰ جلد

(حق تالیف محفوظ ہے)

قیمت (عہ)

التماس

⁂

جو کتاب اسوقت آپ کے پیش نظر ہے یہ وہی کتاب ہی جو ولایت حسین صاحب گیانی حنفی کی تحریر [illegible] امیر المومنین علیہ السلام کے ایمان اور اسکے ثبوت مین عرصہ ہوا کہ قریب اول مین [illegible] ہے۔ اس کتاب کو جسقدر اور وقعت کے ساتھ پبلک نے ملاحظہ فرمایا اُسکا شکریہ ادا کرکے عرض کیا جاتا ہے کہ چند سر برآوردہ و فخر قوم و ملت اصحاب کی تعمیل ارشاد مین بجائے اسکے کہ دوسرا حصّہ اول طبع ہوتا اول حصّہ ہی پیشکش کیا جاتا ہے۔ یقین ہے کہ اس کتاب کے ملاحظے کے بعد آپ کو ضرور حصہ دوم کے ملاحظے کا اشتیاق خود بخود پیدا ہو جائے گا اور وہ فی الحال اُسیوقت ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ حضرات

کم از کم

ایک ایک خریدار اور مرحمت فرمائین تا کہ جلد تر حصہ دوم طبع ہو سکے ۔

⁂

آپکا خادم

ابو النقی آغا محمد زکی قمی قزلباش عفی عنہ

اطلاع نورالمطابع پریس لکھنؤ محلہ تھوئی ٹولہ مین ہر قسم کا کام سادہ۔ رنگین اور میلان وغیرہ کا عمدہ سے عمدہ چھپ سکتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جیسے دام ملتے ہین ویسا ہی کام ہوتا ہے۔ امید کہ بروقت ضرورت فراموش نہ فرمائیے۔ الملتمس۔ سید نورالحسن مالک نورالمطابع پریس لکھنؤ تھوئی ٹولہ

STATE CENTRAL LIBRARY
HYDERABAD DN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اُحسن

انظر کیف فضلنا بعضهم علی بعض

حضرت شاہ محمد ولایت حسین صاحب ساکن دیورہ ضلع گیا نے ایک سوال علماء شیعہ سے کیا ہے۔ پہلے یہی سوال مولوی محمد ابوالقاسم صاحب ساکن الہ آباد نے پیش کیا تھا جسکی بنیاد ظاہر الکتاب ہدایت الرشید تصنیف مولوی خلیل احمد ساکن انبٹھہ ضلع سہارنپور پر ہے۔

اب شاہ محمد ولایت حسین صاحب نے اُسی سوال کو بطور خود مرتب کیا ہے جسکی نسبت وہ ظاہر کرتے ہین کہ اوسمین ترمیم کرکے وسعت دی گئی ہے۔

یہ سوال تین حصے مضامین پر شامل ہے۔ پہلے حصے کے مضامین مین اول حکایتًا نسبت شیعون کے لکھا ہے کہ۔

"ہمیشہ مذہبی چھیڑ چھاڑ رکھتے تھے اور وہی پُرانے دُہرانے سوالات کیا کرتے تھے اور جواب دینے پر امر حق کو بھی تسلیم نہ کرتے تھے"

"اگر بفرض محال مذہب تشیع حق ہو اور شیخین و دیگر صحابہ ایسے ہی ہون جیسے شیعہ کہتے ہین تو جناب امیرؑ کا ایمان بلکہ رسولؐ صلعم کی رسالت اور مذہب اِسلام کی حقیت بلکہ خدا تعالےٰ کی خدائی انشاء اللہ تعالےٰ قیامت تک بھی علماء شیعہ سے ثابت نہوگی"

"جن دلائل سے وہ (اہلسنّت) بزرگی اور افضلیت اور کمال ایمانی خلفاء ثلثہ

وغیرہم کا ثابت کرتے ہین اونہین دلائل سے جناب امیرؑ کا بھی فضل و کمال و قرب من اللہ بموجب اُن (اہلسنت) کے اعتقاد کے ثابت ہوتا ہے اور وہ (اہلسنّت) دعوے کے ساتھ کہتے ہین کہ یہ دلائل عقلیہ ونقلیہ جنکو وہ بیان کرتے ہین بفرض محال غلط اور باطل ہون تو پھر صرف ثبوت ایمان افضلیت جناب خلفاء ہی مین خلل نہین پڑتا بلکہ جناب امیرؑ کا بھی ایمان کسی طرح ثابت نہین ہو سکتا بلکہ ثبوت رسالت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحقیقتِ دین مین سخت رخنہ واقع ہوتا ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اِن حضرات بزرگان دین کا تو ایمان ثابت نہو اور جناب امیرؑ کا ایمان ثابت ہو جائے”

“جو دلائل کہ اہل سُنّت وجماعت اثبات ایمان وفضائل خلفاء وجملہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین پیش کرتے ہین اگر بالفرض غلط اور باطل ہین تو ایمان وفضائل جناب امیرؑ حضرات شیعہ کس دلیل سے ثابت فرماتے ہین ان دلائل مذکورہ کو اگر تسلیم کرینگے تو علے الزعم ایمان خلفاء بھی ثابت ہو جائے گا ورنہ ایمان جناب امیرؑ بھی کسی دلیل سے ثابت نہوگا”

“شیعون کو اختیار ہے خواہ دلائل عقلیہ سے ثابت کرین یا دلائل نقلیہ قطعیہ پیش کرین مگر یہ یاد رہے کہ اون دلائل مین کوئی احتمال مخالف اوس قسم کا پیدا نہوتا ہو جس قسم کے احتمالات حضرات شیعہ اون دلائل واقعیہ قطعیہ مین پیش کرتے ہین جو اہلِ حق اثبات فضائلِ جناب خلفاء مین بیان کرتے ہین اگر اُن دلائل مین کسی احتمال مخالف کی گنجائش ہو تو اوسکے پیش کرنے کا ہرگز قصد نہ فرمائین”

“اول مذہب خوارج کے اصول پر ثابت فرمائین کیونکہ جو نسبت حضرات شیعہ کو جناب شیخین و دیگر صحابہ سے ہے وہی حضرات خوارج کو جناب امیرؑ سے ہے پس ایسی دلیل ہونی چاہئیے جسکے مقابلہ مین خوارج کو گنجائش چون وچرا باقی نہے جیسے شیعہ کو بمقابلہ اہلسنّت باقی رہتی ہے ورنہ پھر انصاف کی رو سے اپنے آپ کو اثبات ایمان جناب

امیرؑ سے عاجز سمجھین ”

“ اور مذہب اہل حق (اہلسنّت) پر ثابت کرنے کا قصد ہو تو محض تسلیم اہلسنت کو اپنی حجت مین پیش نہ کرین کیونکہ اسکے یہ معنی ہونگے کہ اثبات ایمان جناب امیرؑ کے لئے ہماری پاس بجز تسلیم خصم باعتبار واقع کے کوئی دلیل نہین ہے ”

“ اوس قسم کے دلائل بھی پیش نہ فرمائین جس قسم کے دلائل اثبات فضائل جناب شیخین مین (جو اہلسنّت کیطرف سے پیش ہوئے) خود باطل و مجروح کر چکے کیونکہ اپنی مجروحہ دلائل کو بمقابلہ خصم پیش کرنا دلیل عجز ہے ”

“ اگر جناب امیرؑ کا ایمان اپنے ہی مذہبی اصول پر ثابت فرمائین مگر اون دلائل قطعیۂ عقلیہ یا نقلیہ یا اجماعیہ کے معارض و مخالف نہو جنسے بروے اصول مذہب شیعہ جناب امیرؑ کا (معاذ اللہ توبہ توبہ) خارج از ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اور اگر کسی امر کا مدار تقیہ پر رکھین تو پہلے اوسکو بدلائل خصم کو تسلیم کرا دین اور اگر امور متذکرۂ بالا مین سے کوئی نہ کر سکین (اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت نکر سکین گے) تو جناب امیرؑ کے ہی ایمان سے صرف ہاتھ نہ دھو بیٹھین بلکہ مذہب اسلام سے بھی دست بردار ہون ”

دوسرا حصہ مضمون سوال کا اون امور سے متعلق ہے جنکو سائل نے واسطے ثبوت ایمان اور فضیلت خلفاء ثلاثہ کے ظاہر کیا ہے۔

تیسرا حصہ سوال کا اوس مضمون سے تعلق رکھتا ہے جسمین ایمان اور افضلیت علی مرتضٰے پر قدح یا طعن کیا گیا ہے اور ثبوتِ ایمان اور افضلیت علی مرتضٰے کا مانگا گیا ہے۔

اس سوال کا پہلا حصہ ایسے اُمور پریشان اور پراگندہ پر مبنی ہے کہ جسکی نسبت بہت غور کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوسکا تعلق طرز یا آداب مناظرہ یا بحث سے ہے یا اوسکو قیود اور شرائط سے مقید یا مشروط کیا ہے یا اوسکی نسبت سائل نے اپنا ایک خاص نو ایجاد منشاء ظاہر کیا ہے لیکن جو کچھ وہ ہے کسی اصول کے مطابق نہین ہے اور

سائل نے جو کچھ اوسکے متعلق کہا ہے وہ خود اونکی ایک ایسی طبعزاد ہے جسکو کسی حکیمانہ اور محققانہ خیالات والے کی نگاہ مین وقعت نہین ہو سکتی اور اُس ایجاد کو جسقدر تعلی سے رونق دی گئی ہے اوسی قدر وہ ایک حکیم اور محقق کی نگاہ مین پستی کا وقار رکھتی ہے اسلئے سب سے پہلے عام طور پر دکھانا ضرور ہے کہ سائل نے جو کچھ اوسکے متعلق لکھا ہے وہ بے بنیاد ہے اور کسیطرح صحیح قرار نہین پا سکتا۔

شروع مین حکایتاً شیعونکی نسبت کہا گیا ہے کہ ”وہی پُرانے دُھرانے سوالات کیا کرتے تھے“ جس سے منشاء سائل کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیعہ جو کچھ کہین وہ پُرانی دُھرانی بات ہو لیکن سب سے زیادہ قدیم اور پُرانا خدا ہے اور حضرت آدمؑ ابو البشر جنکے نبیؑ ہونے سے کوئی فرقہ مسلمانون کا انکار نہین کر سکتا انسانون مین اور انبیاؑ مین سب سے زیادہ پُرانے دُھرانے ہین۔ اونکے بعد جو انبیا مشہور اور غیر مشہور جنکو ہر ایک گروہ مسلمانونکا قبول کرتا ہے سب پُرانے ہو گئے ہین یہانتک کہ پیغمبر آخر الزمانؐ کو بھی چودھوین صدی کا زمانہ شروع ہو گیا ہے وہ بھی ضرور ہے کہ اب ہمارے اس زمانہ مین جدید نہ سمجھے جائین۔ اونکے بعد ائمہ اہلبیت یا خلفاء ثلثہ کو جو کوئی جسکو مانے پُرانے ہونے کا لقب ضرور دیگا کہ اونکے زمانہ کو تقریباً ایک ہزار برس گذر گئے۔

حضرت آدمؑ سے لیکر پیغمبر آخر الزمانؐ تک جسقدر انبیا اور پیغمبرؑ آئے وہ اصول واحد ساتھ لائے جنکا تعلق توحید اور اخلاق سے تھا درمیان دو پیغمبرؑونکے جو زمانہ گذرا ہے اور جسکو ”فترت“ کہتے ہین اوسمین یہ کیفیت واقع ہوئی ہے کہ ایک نبیؐ کے دُنیا سے چلے جانیکے بعد اوسکے اصول تعلیم دیے ہوئے کو لوگ آہستہ آہستہ اپنی خواہشون اور اغراض نفسانی کے لحاظ سے اوسکا عمل اور برتاؤ اسطور پر کرتے رہے ہین کہ اوس اُصول سے ایسے الگ ہو جاتے ہین کہ جیسے نشانہ سے تیر۔ حالانکہ دیکھنے والے بظاہر یہی جانتے رہے ہین کہ تیر نشانہ کیطرف گیا ہے۔ لیکن اونکی خواہشات اور اغراض یہی اطمینان دلاتی رہتی ہین

کہ نشانہ سے تھوڑا جُدا ہو جانا کچھ مضائقہ نہین رکھتا۔

جب اوسی حالت پر کچھ زمانہ گذر جاتا ہے تب ایک دوسرا ہادی خواہ اوسکو نبیؐ کہو یا رسولؐ یا امام بتاتا ہے اور یقین دلاتا ہے کہ وہ لوگ نشانہ سے الگ ہو گئے ہین اور وہ اصل مقام نشانہ کو بتاتا ہے جسکو وے "صراط مستقیم" کہتے ہین۔

کسی نبیؐ اور پیغمبرؑ اور ہادی اور پیشوا کے اصول مین کبھی فرق نہین ہو سکتا ہان اگر فرق ہوگا تو یہ ہوگا کہ اوس اصول توحید اور اخلاق کے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے جو قواعد اور ضوابط ایک وقت مقرر کئے گئے ہین اور اونپر عمل کے وقت مختلف طبائع اور آرا کے سبب سے وہ مضمحل یا متغیر ہو گئے تو دوسرے پیغمبرؑ یا نبیؐ یا ہادی نے ایسے قواعد مقرر کئے کہ جس سے حفاظت اُس اُصول کی رہ سکے۔

وہ اصول توحید اور اخلاق۔ فرض کرو کہ ایک کشت زراعت ہے اور پہلی مرتبہ اوس کھیت کی حفاظت کے لئے صرف کانٹونکی باڑ لگائی گئی تا کہ کھیت مین سیکڑون راہین نہکر وہ تباہ نہو جاوے۔ جسکو زمانہ نے بہت آسانی سے ضائع کر دیا۔ پھر کسی نے اوس باڑ کی جگہ کچھ مٹی سے بلند کر دی۔ لیکن وہ بھی ہمیشہ کے لئے پائیدار نہین ہو سکتی تھی۔ اوسکے بعد پختہ دیوار تعمیر کرے۔ ایسی ہی ممکن ہے کہ انتہا کو کوئی ایسی بنیاد مستحکم ڈالے کہ جس کے نشان کو کوئی نابود نہ کر سکے۔

بس انبیاؑ اور پیغمبرون اور ہادیون کے باہم اگر کوئی اختلاف ہوا ہے تو وہ اختلاف اوسی طریقۂ اصلاح کا ہے نہ باہم مخالفت جس سے استحکام اصول توحید اور اخلاق کا مقصود تھا۔

جب کوئی واجب الوجود سے یا وجود کسی پیغمبرؑ یا نبیؐ یا ہادی سے اوسکے زمانہ مین یا بعد اوسکے انکار کریگا۔ یا بعد اقرار کے اپنی حالت سابق پر اولٹ جائیگا۔ اوسکے مقابلہ مین جو شہادتین اور دلیلین اور حجتین وجود باری تعالے یا کسی نبیؐ اور پیغمبرؑ اور ہادی

یا اثبات توحید اور نبوت اور منصب ہدایت کے لئے پیش کیجائینگی وہی دلیلین اور حجتین ہونگی جو کتب آسمانی مین موجود پائی جائینگی۔ یا وہ اونسے ماخوذ اور مستنبط کی ہوئی ہون گی یہ بالکل غیر ممکن ہے کہ وہ محض تازہ اور جدید ہون اس لئے کہ اوس سے علم اور تعلیم خدا مین نقصان لازم آتا ہے۔

البتہ جن لوگون کو بعد زمانہ کسی نبیؐ کے زمانۂ فترت اپنی روش پر چلانا چاہتا ہے وہ لوگ جدت پسند ہوتے ہین اور نوایجادون پر مرتے ہین۔ اور اسی جدید حالت پر جب ارث درارث زمانہ گذرجاتا ہے تو خود ہی پکارنے لگتے ہین کہ ہم مقلد اپنے آبا کے ہین اور اُنکے خلاف کہنے والیکا قول ”اساطیر الاولین“ ہے

شیعونکا خدا اور اوسکے پیغمبر اور اوسکا رسولؐ آخر الزمان اور اوس رسولؐ کے بنائے ہوئے ہادی ائمہ۔ سب پُرانے ہین اور بیشک اونکے دلائل اور اُونکی حجتین پُرانی ہین جو پُرانی کتب آسمانی مین مندرج ہین یا اونسے ماخوذ اور مستنبط ہین وہ سب پُرانی۔ اور پُرانی کتابون مین مندرج ہین۔ مگر یہ سب کچھ پُرانا ایسا پُرانا ہے کہ اپنے خلاف کوئی نیا رنگ جمنے نہین دیتا اور بمقابلہ اون لوگونکے جو مخالف اوسکے رنگ مین غوطہ کھائے ہوئے ہین اور جنکو اوس رنگ کا دھبّہ کھائے ہوئے دیر ہوگئی ہے اونکے مقابلہ مین بیشک تازہ ہین اگر وہ اصل حقیقت کو سمجھین۔

صرف یہی سب کچھ پُرانا نہین ہے بلکہ اس اصول کے ماننے والے شیعہ بھی ایسے ہی پُرانے ہین جیسے کہ ملت ابراہیمؑ پُرانی ہے اور جو در حقیقت مذہب اسلام ہے۔ آیات۔

”وان من شیعته لابراهیم“
”فاستغاثه الذی من شیعته علی الذی من عدوه“

ترجمہ ”اور تحقیق کہ پیروی کرنیوالے یا گروہ اوسکے (نوحؑ) مین سے البتہ ابراہیمؑ ہین“
”پس فریاد کی اوس (موسیٰؑ) سے اوس شخص نے کہ شیعہ اوسکے سے تھا اوپر اوس شخص کے کہ دشمنون سے اوسکے تھا“

اس میری تقریر سے اہل بصیرت کو یقین ہو جائیگا کہ سائل کا جو منشاء ہے کہ شیعہ کوئی پُرانی بات پیش نہ کر سکین کسیطرح سے صحیح قرار نہین پا سکتا۔ اور یہی وجہ ہے کہ خود سائل اپنے اسی سوال مین اوس منشاء پر جسکو وہ شیعون کی نسبت پسند نہین کرتے ہین قائم نہین رہ سکے۔ جہان اونہون نے اپنی دانست مین ثبوت ایمان یا فضائل خلفاء کے لئے دلیلین ظاہر کی ہین وہ سب پُرانی دُہرائی ہین کہ جنمین کچھ جدت نہین ہے اور جنکو شیعہ مقدوح و مجروح کر چکے ہین۔

بعد وفات پیغمبرؐ کے جسوقت کہ اُمت رسولؐ مین اختلاف ظاہر ہوا کہ جسکی بنیاد خود عہد آنحضرتؐ مین پیدا اور موجود ہو گئی تھی اوسیوقت سے سمجھنا چاہیے کہ ہر فریق کے لئے کچھ نہ کچھ حجت ہے خواہ وہ حجت اصلی ہو یا مصنوعی۔ اور اوسکے اصلی اور مصنوعی ہونیکا امتیاز خدا کی توفیق اور مکلف کے اذعان پر موقوف ہے۔

جس اختلاف کا کہ مین نے ذکر کیا وہ مذہب اسلام مین بعد وفات نبیؐ کے پہلا اختلاف ہے کہ جو امر خلافت مین کہ بعد نبیؐ کون اونکا جانشین قبول کیا جائے قبل تجہیز و تکفین نبیؐ کے پیش آیا۔ اور حضرت ابو بکر کے جانشین منتخب کرنے پر جو عین وقت پر ابتدا دو تین شخصون نے بیعت کی اور علی مرتضےٰؑ نے جس سے علانیہ مخالفت کی اوسیوقت سے اوس اختلاف نے اُمت رسولؐ مین دو فرقے ظاہر کر دیئے۔ ایک وہ کہ علی مرتضےٰؑ اور اہلبیت رسولؐ کیطرف رائے رکھنے والے تھے اور جو خلافت کو اونکا حق جانتے تھے اور دوسرے وہ کہ جو علی مرتضےٰؑ کے مخالف تھے۔

اب مجکو اس بات کا موقع آیا کہ مین یہ بیان کرون کہ کوئی سخن کس کی طرفسے پیش ہونا چاہیئے اور کس سخن کے پیش کرنیکی کسکو ضرورت ہوتی ہے اور جسکو ضرورت ہوتی ہے وہ ہی سخن پیش کرنیکا حق رکھتا ہے۔

زمانہ اسکا اصول ہمکو یہ ہی بتاتا ہے اور ابتداے خلقت انسانی سے یہ ہی

اصول مسلم چلا آتا ہے کہ حالت موجودہ کا جو کوئی تغیر چاہے وہ ہی بات پیش کرے مخلوق کو اختیار ہے کہ چاہے اوسکی بات کو مانے یا نہ مانے لیکن اگر وہ بات امر حق ہے تو ضرورت توفیق یزدانی کی تائید کی اوسکنے بالقلب ماننے والے کے واسطے بیشک ہے مگر اوسکی کثرت مخالفت پر گھمنڈ نہین کرنا چاہیئے اور نہ کثرت مخالفت محض دلیل امر حق کی ہوسکتی ہے جسکی کم سے کم یہ مثال ہے کہ دین پیغمبر آخر الزمان کے ماننے والون کو بمقابلہ اوسکے مخالفون کے شمار کر لیا جائے۔

اِس بنا پر جو خلافتین مخالف حضرت علی مرتضےٰ اور ائمہ اہلبیت کے جس حیثیت سے اور نوعیت سے وہ منعقد ہوگئین اور قرار پاگئین اون حالتون موجودہ کے متغیر کرنیکے لیے باتباع علی مرتضےٰ اور ائمہ اہلبیت اون (علی مرتضےٰ اور ائمہ اہلبیت) کے گروہ کو حق ہے کہ وہ اون خلافتون کو ناواجب کہین اور ناجائز ثابت کرین۔

اسی حق پر شیعہ خلفا پر طعن کرتے ہین اور ثبوت اون طعنونکا کتب اہلسنت سے دکھاتے ہین شیعون کے طعن خلفاء ثلاثہ کی نسبت یا اوسکی نوعیت گو محدود نہین ہے لیکن کلّیہ اونکی طعنون کا یہ ہے کہ ”خلفاء ثلثہ بالقلب یا کامل ایمان رکھنے والے نہ تھے اور بعد نبی کے اونسے ارتداد کلی یا جزوی ضرور واقع ہوا“

اوسکے جواب مین فرقۂ اہلسنّت کو اختیار ہے کہ وہ شیعون کے طعن کو خلفاء ثلثہ پرسے رفع کرین اور روایت مندرجہ اپنی کتب کی نسبت جو چاہین کہین اور جو چاہین بمقابلہ اونکے حجتین اور دلیلین لائین۔

اور جیسے کہ شیعونکو بہ نظر اصول متذکرہ کے خلفاء ثلثہ کی نسبت طعن کا حق ہے ویسے ہی خوارج یا جو کوئی ہو علی مرتضےٰ کی نسبت طعن کرنیکا حق رکھتا ہے اور اوسکو اون اپنی طعنون کا ثبوت دینا ہوگا یا دلیلین بتائید اپنی طعن کے پیش کرنی ہونگی شیعہ یا طرفدار علی مرتضےٰ کے اوسکا جواب دینے کا حق رکھین گے مگر امتیاز صحت دلیلون اور

حجتونکا اور حقیقت کا قبول کرنا نہ کرنا عقل سلیم اور توفیق ایزدی پر موقوف ہے۔

اس اصول کے ذہن نشین ہونیکے بعد یہ امر کسطرح صحیح قرار پا سکتا ہے کہ جن دلائل سے بزرگی اور افضلیت اور کمال ایمانی خلفاء ثلثہ وغیرہم کا ثابت ہو سکے تو اونھین دلائل سے جناب امیرؑ کا بھی فضل و کمال اور قرب من اللہ ثابت ہو۔

اس امر سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ عہد پیغمبر مین اصحاب رسولؐ اور مسلمان دو قسم کے تھے ایک مؤمن اور ایک منافق۔ اور ان دونون کے وجود کی خبر قرآن مین موجود ہے چنانچہ سائل نے بھی اپنے سوال مین ان دونون قسمون کے وجود کو قبول کیا ہے اور جیسے کہ قرآن مین مؤمن اور منافق کے وجود کی خبر ہے ویسے ہی اون اہل ایمانکی بھی خبر ہے کہ جو مرتے دم تک اوسی ایمان پر قائم رہنے والے ہین اور اون لوگون کی بھی خبر ہے کہ جو مرتد ہو جانیوالے اور فسق و فجور عمل مین لانیوالے تھے۔ اور ان اخبار قرآنیکی تائید مین احادیث نبوی بھی مذہب اسلام کے ہر فرقہ کی کتب مین موجود ہین۔

اس امر سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ منافق بظاہر پابندی اپنے ارکان اسلام پر ویسے ہی ظاہر کرتے تھے جیسے کہ مؤمن۔

اس موقعہ پر سمجھ لینا چاہیئے کہ جب کسی منافق کا نفاق ظاہر اور ثابت کرنا کسی کو مقصود ہوگا تو اوسکے بیان واقعات اور دلائل اوسکے اثبات کے جداگانہ ہونگے بمقابلہ کسی دوسرے منافق کے کہ جسکی نسبت بھی ویسا ہی ارادہ کیا جاوے۔

اور ایسے ہی جب کسی کا ارتداد ظاہر اور ثابت کرنیکا قصد ہوگا تو اوسکے بھی واقعات اور دلائل اثبات علیحدہ ہونگے بمقابلہ کسی دوسرے کے کہ جسکے ارتداد کا اظہار کیا جاوے اور اُسکے ثبوت کے لئے دلائل پیش ہون۔

گو بمقابلہ ہر کسی کے بیان ایمان یا ثبوت اور اوسکی دلیل واسطے رفع طعن نفاق اور ارتداد کے ایک نوع کے ہون مگر وہ بیان ایمان اور اوسکا ثبوت اور دلیل

یکسان بمقابلہ ہر ایک کے صحیح نہین قرار پا سکتا اور ضرور ہے کہ وہ بیان ایمان اور ثبوت اور دلیل اوسکی بمقابلہ ہر ایک کے جداگانہ منطبق کرنیکے قابل ہو گی۔

اس بنا پر یہ امر کسیطرح لازم نہین آسکتا ہے کہ اہلسنّت وجماعت جو دلائل اثبات ایمان اور فضائل خلفاء اور جماعہ صحابہ مین پیش کرین اور وہ غلط اور باطل قرار پائین تو ایمان اور فضائل جناب امیرؑ بھی کسی دلیل سے ثابت نہو سکے یا جن دلائل سے کہ ایمان وفضائل جناب امیرؑ ثابت ہو سکین تو اونسے خودبخود ایمان دیگر خلفاء بھی ثابت ہوجائے کیونکہ جبتک ذات وصفات مین دو شخصون کی اتحاد نہ ثابت کیا جاوے ایسا دعوے قائم ہی نہین رہ سکتا اور ایسا اتحاد قیامت تک ثابت نہین ہو سکتا۔ اور نہ بطور قاعدہ کلیہ کے جیساکہ سائل کا منشا ہے یہ امر تسلیم ہو سکتا ہے کہ شیعہ ایسے دلائل پیش کرین کہ جسمین احتمال مخالف اوس قسم کا پیدا نہوتا ہو جس قسم کے احتمالات شیعہ اون دلائل مین پیش کرتے ہین جو اہل سُنّت اثبات فضائل خلفاء مین بیان کرتے ہین۔

جو لوگ کہ خدا یا رسولؐ پر یقین نہین کرتے اور اوسکے اثبات مین جو دلائل پیش کئے جاتے ہین یہ غیر ممکن ہے کہ اونکا منکر اون دلائل اثبات پر احتمال نہ کر سکے اسلئے کہ یہ امر موقوف اذعان پر ہے۔

لاکھون منکر خدا اور کرورون منکر رسولؐ اسوقت موجود ہین جو اثبات وجود باری تعالٰے اور حقیت رسالت کے دلائل دیکھتے ہین کہ جو پیش کرنیوالے کے عندیہ مین یقینی اور قطعی ہوتے ہین لیکن اوس منکر کا دل کوئی نہ کوئی احتمال کرکے اونکو قبول نہین کرتا ہے۔

یہ امر اسی زمانہ پر موقوف نہین ہے بلکہ خود عہد ہر ایک نبیؐ مین ایسا ہی ظہور مین آیا ہے کہ کمتر لوگون نے انبیاؑ کی ہدایت کو قبول کیا اور بیشتر نے انبیاؑ کی حجتون اور دلیلون پر احتمال کرکے رد کردیا جب خود انبیاؑ اپنا ایسا اثر اون لوگون پر نہین ڈال سکے کہ جسکے سبب سے کسی کو احتمال نہو سکتا ویسے ہی اثر کی امید شیعون سے رکھنا منکران خدا اور رسولؐ کے

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD DN

درجہ سے بھی ترقی کرتا ہے۔ لیکن وہ احتمال جو مبطل استدلال ہوتا ہے نہ کبھی شیعون کی دلیلو نمین پیدا کیا گیا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

یہ فقرہ کہ "اگر وہ دلائل جو اہل سُنّت بیان کرتے ہین غلط اور باطل ہون تو پھر صرف ثبوت ایمان اور افضلیت خلفاء مین ہی خلل نہین پڑتا بلکہ جناب امیرؑ کا بھی ایمان کسیطرح ثابت نہین ہو سکتا اور ثبوت رسالت اور خدا کی خدائی اور حقیت دین مین سخت رخنہ واقع ہوتا ہے" عجب سفیہانہ فقرہ ہے۔

کجا دلائل ایمان خلفاء ثلثہ اور کجا دلائل ایمان علیؑ مرتضےٰ اور کجا اثبات رسالت وحقیت دین اسلام اور کجا خدا کی خدائی۔

ہر ایک کے لئے طعن اور قدح جداگانہ ہے اور اون کے دفع کے لئے حجتین علیحدہ۔

شاید سائل نے اس فقرہ کے پیرایہ مین اپنا اعتقاد منقولی ظاہر کیا ہے اور غرض سائل کی یہ ہے کہ اگر خلفاء ثلثہ مسلمان ثابت نہونگے تو علیؑ مرتضےٰ کا ایمان بھی ثابت نہو گا اور جس رسالت کو اونھون نے قبول کیا تھا وہ بھی قبول نہو گی اور جس رسولؐ نے جس خدا کو خدا بتلایا ہو وہ بھی مانا نجاویگا مگر یاد رکھنا چاہئے کہ شیعہ قائل اور عامل مسئلہ حسن وقبح اشیاء کے عقلی کے ہین نہ نقلی کے وہ خدا کی خدائی اور ضرورت نبیؐ اور پیغمبر آخر الزمان کی رسالت کو عقلی مانتے ہین نہ نقلی اور اُسکے ثبوت کے لئے دلائل عقلی پیش کرتے ہین نہ نقلی۔ گو استفادہ اوسکا نبیؐ یا ائمہ اہلبیت سے ہو۔ مگر بغیر اسکے کہ وہ میزان عقل مین جبتک تول نہ لین اوسکی قبول کرنیکے لئے دامن قلب نہین پھیلاتے۔

اونکا خدا اِس بات کا محتاج نہین ہے کہ کسی نبیؐ نے اوسکو بتایا نہ وہ خدا کی معرفت مین محض کسی نبیؐ کی حاجت رکھنے والے ہین نہ اونکا رسولؐ محتاج اسکا ہے کہ محض زید بکر نے اوسکو قبول کیا نہ اونکو احتیاج محض زید عمر بکر کے قبول کرنیکی ہے۔

علےٰ ہذا القیاس یہ قید کہ "وقت ثبوت ایمان جناب امیرؑ کے شیعہ محض تسلیم اہلسنّت کو

اپنی حجت مین پیش نہ کرین کہ اوسکے یہ معنے ہونگے کہ اثبات ایمان علیؑ مرتضےٰ کے لئے بجز تسلیم خصم باعتبار واقعہ کے کوئی دلیل نہین ہے" سائل کی کم نظری کی وجہ سے ہے۔ سائل کو بالکل اسکا علم نہین ہے کہ شیعہ ایمان اور اسلام علیؑ مرتضےٰ کی کسطرح اور کیونکر دکھاتے ہین۔

شیعہ علیؑ مرتضےٰ کا ایمان اور افضلیت قرآن اور احادیث نبوی اور خود سرگذشت علیؑ مرتضےٰ سے یقین کرتے ہین اور اوسی کو دوسرونکے مقابلہ مین پیش کرتے ہین جبکہ کوئی اونکے ایمان اور افضلیت پر قدح کرتا ہے۔

محض تسلیم خصم کو حجت نہین لاتے الا کتاب خدا اور احادیث پیغمبرؐ یا جو سرگذشت علیؑ مرتضےٰ کی قطعی طور سے کتب فریقین مین ہے اوسے حجت مین لاتے ہین لیکن آیات قرآنی ایسی عام ہین کہ جسمین خاص نام علیؑ مرتضےٰ کا مذکور نہین ہے اور کچھ علیؑ مرتضےٰ کی نسبت یہ امر نہین ہے بلکہ کسی صحابی کا نام عمل صالح اور غیر صالح کی جزا اور سزا کے لئے خاصۃً ذکر نہین کیا گیا ہے اور بموجب کتب مذہب شیعہ کے جن آیات کا نزول خاص شان اور حق علیؑ مین ہے یا جو احادیث نبویؐ تصریح کتب شیعہ مین منقول ہین اونکی حجت مین پیش کرنے کے وقت خصم کو اس امر کے احتمال کا موقع رہتا ہے کہ وہ حجتین خود۔ کتب شیعہ کی ہین اس نظر سے خصم کی زبان بند کرنے کے واسطے خصم کی کتب سے یہ دکھایا جاتا ہے کہ شان نزول اون آیات کا یا صدور اون احادیث نبویؐ کا ایسا نہین ہے کہ جو صرف شیعونکے یہان ہو بلکہ وہی سب کچھ خصم کے یہان بھی موجود ہے۔

اسکے یہ معنی نہین ہوسکتے کہ "بجز تسلیم خصم کے باعتبار واقعہ کی دلیل نہین ہے"

درحقیقت یہ امر نہین ہے کہ شیعون کے یہان باعتبار واقعہ کے کوئی شہادت نہو اور محض تسلیم خصم کی دکھائی جاوے بلکہ شان یہ ہے کہ شیعہ اپنے بیان کے ثابت کرنیکو

لیئے قرآن اور احادیث نبوی مندرجہ کتب اپنی کو پیش کرتے ہین اور خصم سے بھی اپنی شہادت کی صداقت کے لئے اظہار کراتے ہین۔

ایسی حالت مین وہ اظہار خصم ایک رُکن شہادت کا منجملہ شہادتون شیعہ کے ہوگا نہ تسلیم خصم۔

اور ایسے ہی یہ فقرہ محض مبالغہ اور دہوکہ ہے کہ جسکی رو سے شیعون کو ممانعت کیجاتی ہے کہ وے اس قسم کے دلائل پیش نہ کرین کہ جو اثبات فضائل شیخین مین اہلسنت کیطرف سے پیش ہوئے خود باطل اور مجروح کر چکے ہون کہ مجروحہ دلائل کو بمقابلہ خصم پیش کرنا دلیل عجز ہے“

مبالغہ اور دہوکہ اسمین یہ ہے کہ جو دلائل اثبات ایمان یا فضائل شیخین یا خلفاء ثلثہ مین اہلسنت پیش کرتے ہین شیعہ نفس دلائل پر کوئی جرح نہین کرتے ہین یعنی شیعہ یہ نہین کہتے ہین کہ وہ دلائل درحقیقت ایمان یا فضیلت کسی کی ثابت کرنیکے لئے نہین ہو سکتے بلکہ شیعہ یہ کہتے ہین کہ وہ دلائل ایمان یا فضائل شیخین یا خلفاء ثلثہ کی ذات پر منطبق نہین ہوتے اور اُنکے ایمان اور فضیلت پر صادق نہین آتے اور اس بناء پر اون دلائل شیخین یا خلفاء ثلثہ کے حقمین ایسا ناکافی قرار دیتے ہین کہ جو اونکے واسطے کچھ مفید نہین ہو سکتے ہین۔ اور ایک قسم اون دلائل کی ایسی ہے کہ جو فی الواقع کسی شخص کے لئے مثبت ایمان ہو ہی نہین سکتی مثل سیاست رعیت وحسن تدبیر فتح بلدان وغیرہ کے۔

یہ اصول درست نہین ہے کہ اگر کوئی شہادت کسی ایک پر کسی وجہ سے ناکافی ہو تو اوسکا وہان ناکافی ہونا مانع ہو کہ وہی شہادت کسی دوسرے کے حقمین بھی قبول نہ کیجائے خصوص جبکہ اہل خصومت جداگانہ ہون۔

بمقابلہ شیخین یا خلفاء ثلثہ کے ایک خصم ہے اور علیؑ مرتضٰے سے ایک دوسرا

خصومت کرنیوالا ہے - جن دلیلون کو خصم شیخین یا خلفاء ثلثہ اونکے مقابلہ مین رفع کروے تو یہ ضرور نہین ہے کہ وہی دلیلین بمقابلہ علی مرتضے کے اونکا خصومت کرنیوالا بھی اوٹھا سکے -

باعتبار اس صحیح اصول کے سائل دیکھین کہ اونکا یہ قول زیر بحث اس موقع پر صحیح قرار پا سکتا ہے یا مغالطہ اور دہوکا ہے؟

سائل نے جو کچھ نسبت طرز یا آداب مناظرہ یا بحث کے یا اوسکے قیود اور شرائط کے تحریر کیا تھا اور جسمین ایک خاص نوایجاد منشاء اپنا ظاہر کیا ہے اوسکی نسبت ہم خاص طور پر دکھا چکے کہ سائل کا عندیہ بہ نظر اصول کے کسی طرح صحیح قرار نہین پا سکتا - اور درحقیقت سائل کے سوال کا جواب یہی ہے کہ وہ اصول یا قواعد یا شرائط اور قیود بحث کو غلط قرار دیکر مباحثہ کرنا چاہتے ہین -

اول جبتک کہ اصول یا قواعد اور شرائط یا قیود طرز بحث کے صحیح نہ قرار پا جاوین تب تک کوئی مباحثہ نہین ہو سکتا - اور اس بنا پر ہمکو کچھ ضرور نہین ہے کہ اونکی بحث پر جیسا کہ وہ چاہتے ہین نظر کرین - لیکن اس خیال سے کہ سائل یہ تصور کرین گے کہ شیعونکی طرف سے کچھ جواب نہین ہو سکا ہم اُصول اور قواعد اور شرائط اور قیود بحث کو جیسا کہ ہمنے ظاہر کیا ہے پیش نظر رکھہ کے اون امور کی بابت جو سائل کیطرف سے پیش کئے گئے ہین اور جنکا تعلق تحقیق مذہب سے ہے نظر اور عام طور پر ہر ایک کلام سائل سے مواخذہ اور بحث شروع کرتے ہین -

وہ تحریر فرماتے ہین کہ ”مولوی محمد ابو القاسم الہ آبادی سے چند اونکے احباب شیعہ مذہب جنکو زبانی مناظرہ کا بڑا شوق ہے مذہبی چھیڑ چھاڑ رکھتے تھے اور وہی پرانے ڈھرانے سوالات کیا کرتے تھے اونمین سے بعض نے کتاب ”ہدایت الرشید

مؤلفہ مولوی خلیل احمد صاحب متوطن انبہٹہ ضلع سہارنپور" کو دیکھکر سکوت اختیار کیا مگر پھر بھی جنمین مادّہ تعصب اور ہٹ دھرمی بہت زیادہ ہے وہ اپنی رائے سے نہ ہٹے لہذا مولوی صاحب موصوف نے مجبور ہوکر ایک سوال تمام دُنیا کے علماء شیعہ کو مخاطب کر کے شایع کیا"

غالبًا۔ ذی علم سائل مخاطب کا منشاء اس سے یہ ہے کہ جو اعتراضات شیعونکی طرف سے وارد ہوئے ہین ہمارے بھائیون اہلسنت کیطرف سے اون سب کے جوابات ہو چکے ہین لیکن محققین علم مناظرہ سے اگر کوئی دریافت کرے گا تو وہ یہ ضرور فرماوینگے کہ متاخرین مین سب سے پہلے دہلی سے تحفہ اثنا عشریہ رد مذہب شیعہ مین نکلا اور اوسکے شایع ہونیکے کچھ ہی دنون بعد مرزا محمدؐ صاحب حکیم نے دہلی سے ہی نزہہ اثنا عشریہ اوسکے جواب مین لکھکر شاہ صاحب مولف تحفہ اثنا عشریہ کیخدمت مین بھجوا دیا اور علاوہ اوسکے تقلیب المکائد اور تشئید المطاعن اور عبقات الانوار کے مجلدات وغیرہ وغیرہ اوسکے جواب مین شائع ہوئے جو الحمدللہ آجتک لاجواب ہین اور ہم مضبوطی کے ساتھ دعوے کرتے ہین کہ انشاء اللہ وہ کتابین لاجواب ہی رہینگی۔

ہمارے ذیعلم سائل نے زبانی مناظرہ کو بھی بُری نظر سے دیکھا ہے لیکن اوسکی وجہ یہ ہے کہ تحریری مناظرہ مین چونکہ ایسی وسعت وطوالت ہے کہ آجتک وہ اختلاف جو وفات پیغمبرؐ سے پڑگیا ہے یک لخت دور نہوا مگر برخلاف اسکے زبانی مناظرہ قطعی فیصلہ کرنیوالا ہوتا ہے اور بہت سی مثالین ملین گی کہ زبانی مناظرہ نے اوسوقت اور اوس مجمع کے لئے قطعی فیصلہ کئے ہین۔

چنانچہ اسی شروع سال سنہ ۹۴ مین بمقام بیڑھ سادات ضلع مظفر نگر ایک خوشنما مجمع علماء فریقین کا ہوا تھا جسمین واسطے مناظرہ کے بانیان مناظرہ نے

چند شرائط مقرر کرکے عہدنامہ پر اپنے اپنے دستخط ثبت کر دئے تھے۔

اس مناظرہ کی گورنمنٹ سے اجازت لے لیگئی تھی پولیس موقع پر انتظام کو موجود تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ سُنّی بانی مناظرہ کے علماء موجودہ نے تبدل مذہب کی شرط مندرجہ عہدنامہ کو قبول نہین کیا حقیقت مین ایسی شرط کو قبول نکرنا اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ اعتقاد متعلق بہ قلب ہے نہ بہ لسان بغیر تصدیق جنان کے محض اقرار باللسان اور عمل بالارکان شان نفاق دکھانیوالا تھا مگر غالب کا مطیع ہونا فقمندی کا ضرور نشان تھا۔

الغرض جب علماء شیعہ نے دیکھا کہ وہ شرط ہی منظور نہین کیجاتی جو جان مناظرہ اگر نہ تھی تو نتیجہ مناظرہ ضرور تھی تو اونہون نے حسب درخواست علماء اہلسنت مناظرہ کو موقوف رکھا۔

یہ قصہ اس غرض سے لکھا گیا ہے کہ درحقیقت تحریر کو وسعت وطوالت ہوتی ہے اور تقریر مین بشرط تحریر معاہدہ فیصلے کے لئے بہت آسانی ہوجاتی ہے جسکو ہمارے سائل مخاطب نے بھی بری نظر سے دیکھا اور اونکے ہم خیال علماء بھی علماء شیعہ یا یون سمجھئے کہ سادات بٹرہ کے مقابلہ سے باوجود عہد گریز کر گئے۔ لیکن مین اونکی گریز کو ہرگز بُری نظر سے نہین دیکھتا ہون اونمین شان اقتدا اونکے ممدوحین کی ثابت ہوگئی یعنی اپنے ممدوحین کی تقلید گریز مین ثابت قدمی دکھلائی کہ اونکے ممدوحین بھی بعد بیعت۔ بیعت توڑ توڑ کر گریز کر جاتے تھے جس وجہ سے پیغمبر کو اون پر اطمینان نہین رہتا تھا اور تازہ بیعت اون سے لینی پڑتی تھی۔

ایسی ہی اس واقعہ سے نہ علمائے شیعہ یا سادات بٹرہ کو زیادہ خوشی اور شیخی کا موقع ہو سکتا ہے۔ اونکے عمل سے اونمین بھی شان اقتدا اونکے ممدوحین کی ظاہر ہوگئی کہ جو عہد اونھون نے کیا تھا اوسپر ثابت قدم رہے اور ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔

کتاب ہدایت الرشید کا تذکرہ اس موقعہ پر۔ ہم نہین سمجھتے کس غرض سے کیا گیا ہے ظاہرا تو یہی پایا جاتا ہے کہ محض اوسکے اعلان سے مقصود ہے جیسا کہ حاشیہ پر کتاب کی قیمت اور جہان سے وہ ملتی ہے خریدارون کی اطلاع کے لئے پتہ لکھا ہے اور پھر اسی پر اکتفا نہین کیگئی ہے آخر مین منجانب عبد الحق ایک طولانی اشتہار بھی اوسی کتاب کا دیا گیا ہے۔

ایسے ہی وہ فائدہ بھی ہماری سمجھ مین نہین آیا جو اوسکے تذکرہ سے مرتب کیا گیا ہے یعنی "بعض شیعون نے اوس کتاب کو دیکھکر سکوت کیا اور بعض نے ہٹ دھرمی اور تعصب سے امر حق کو تسلیم نہین کیا"

جنھون نے نہین تسلیم کیا تھا اونکا نام ظاہر کرنا ضرور تھا کہ اندازہ اوس سکوت کی وقعت کا ہو سکتا۔

ہم جہانتک خیال کرتے ہین فقرہ کے دونون پارٹ نتیجہ مین متحد ہین۔ یعنی اوس کتاب کی دلیلون کو اپنے اعتراضات کے جواب مین ناکافی تصور کرکے شیعون کا اوسے نہ قبول کرنا۔ خواہ محض خاموشی سے جواب ظاہر کیا جاوے خواہ اون دلائل کے مجروح اور مقدوح ہوجانیکے باعث اوسکو تسلیم نہ کیا جاوے نتیجہ دونون کا برابر وہی عدم تسلیم ہے۔

ایسی کتاب کی بنیاد پر جو مولوی صاحب الہ آبادی نے پہلے سوال قرار دیا تھا اوس سوال کو بھی شیعہ لوگون نے اوسی نگاہ سے دیکھا جیسا کہ اوس کتاب کو۔ اور شیعہ چاہتے تھے کہ فاش غلطی اوس سوال کی ظاہر کرکے فائدہ ذلت کا اپنے بھائیون اہلسنّت کو نہ پہونچاوین لیکن سوال ثانی نے جو تعلّی سے لبریز ہے مجبورانہ اونکو برانگیختہ کیا۔

اسکے بعد ذیعلم مخاطب نے اپنی طرف سے تحریر فرمایا ہے کہ "اکابر علماء شیعہ نے بجواب اوس سوال کے یہ کہلا بھیجا کہ اگر سائل سُنّی ہے تو اوسکی کتب مذہبی فضائل

علیؑ سے مالامال ہین اور اگر ناصبی اور خارجی ہے تو اوسکو ہمسے تعلق گفتگو نہین"۔ اِس سے سائل شیعونکا عجز ظاہر کرکے خود افسوس کرتے ہین کہ "بجائے اسکے اگر یہ کہلا بھیجتے کہ ہمکو جواب نہین آتا مگر مذہبی پابندی سے مجبور ہین تو ہزار درجہ بہتر تھا"

ذیعلم سائل اسی بنا پر یہ فرماتے ہین کہ "ہم مولوی صاحب کے سوال کو ترمیم کرکے مکرر شایع کرتے ہین" اور اسی مقام پر جواب کے لئے چھ ماہ کی مہلت دی گئی ہے۔

سائل کے اِس بیان کا کہ "شیعون کو دلائل اہلسنّت کی قدر و قعت معلوم ہوجائے" شیعہ معیار اسی سے کر سکتے ہین کہ سب سے پہلے ہمارے ذی علم مخاطب صاحبنے ہی اوسکو مرمت کرکے مکرر شایع کرایا۔ پہلی خطا تو مؤلف کتاب ہدایت الرشید کی مولوی صاحب الہ آبادی نے ظاہر فرمائی کہ شیعون سے "مجبور ہوکر" استدلال کتاب کو اصلاح کرکے بصورت سوال شایع کیا اور مولوی صاحب موصوف الہ آبادی کی خطا ہمارے سائل صاحب ممدوح نے ظاہر فرمائی یعنی باوجودیکہ شیعون کا جیسا کہ وہ خود کہتے ہین اوس سوال کے جواب مین جب عجز ظاہر ہوگیا تھا تو پھر اونکو اِس سوال کی مرمت کرکے شایع کرانیکی کیا ضرورت تھی۔

بیشک ذیعلم سائل کے نزدیک وہ سوال ایسا ناکافی تھا کہ جواب لکھے جانے سے پہلے اوسکی مرمت ہوکر مکرر شایع کیا جاوے۔

ذیعلم سائل نے سوال کے جواب مین جو زبانی پیغام کہلا بھیجنا علماء شیعہ کیطرف منسوب کیا ہے وہ بالکل خلاف عقل ہے۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اون شیعون نے جنکی نسبت احباب کا لفظ استعمال کیا ہے اور جنکے ذکر سے مخاطب صاحب نے اپنے سوال کی پیشانی کو مزیّن کیا ہے وہ جواب دیا ہو جسکو وہ عجز تصور فرما رہے ہین لیکن اوسکو علماء شیعہ کیطرف منسوب کرنا خود ہمارے سائل صاحب مخاطب غور فرماوین کسقدر قابل وقعت ہے۔

علماء ایسے امور پر کہ جو مبتدیون کے قہقہہ اوڑانے کی بھی قابلیت نہین رکھتے توجہ نہین فرمایا کرتے۔ علماء شیعہ جب کبھی قلم اوٹھاتے ہین تو اہم مسائل اور مقدمات پر نہ ایسے مقدمات پر کہ جسپر مین ایسا شخص کہ مبتدی بھی نہین ہون ہنس رہا ہون۔

اور اگر کبھی کسی مجہا ایسے آزادمنش نے توجہ کی بھی ہے تو محققانہ طور پر کسی واقعہ کی نسبت اپنی تحقیق کو ضبط تحریر مین لائے ہین۔ یہ کبھی نہین ہوا ہے کہ کسی تحریری اور شائع شدہ مسئلہ کا جواب زبانی کہلا بھیجا جاوے بلکہ تحریر کا جواب تحریرا اور تقریر کا جواب تقریرا اور وہ بھی تُرکی بتُرکی۔ یعنی جسمین زبانمین سائل پوچھتا ہے اوسی زبانمین جواب دیا جاتا ہے اور یہ ایسا قدیمی اصول ہے جسکو طرفین خوشی سے قبول کرتے آتے ہین۔

سائل مخاطب دو مین جگہ دعوے کرتے ہین کہ شیعون سے قیامت تک جواب نہ دیا جاوے گا تو پھر چھ مہینے کی غیر ضروری میعاد کو قیامت کی میعاد ہی تصور کرنا چاہئے۔

سائل اپنے علم ویقین کی بنا پر شیعون کے جوابون کا نکلنا اپنے سر پر قیامت کا آنا تصور فرماوین اور یہ جواب ضرور اون پر قیامت ڈھاویگا۔

سائل صاحب نے جو یہ ظاہر کیا ہے کہ "یہ بہ فرض محال مذہب شیعہ حق ہو اور شیخین اور دیگر صحابہ ایسے ہی ہون جیسا کہ شیعہ کہتے ہین تو جناب امیرؑ کا ایمان بلکہ آنحضرت کی رسالت اور مذہب اسلام کی حقیت بلکہ خدا کی خدائی انشاء اللہ قیامت تک بھی علماء شیعہ سے ثابت نہوگی!!" جسکا مقصود یہ ہے کہ ایمان خلفاء ثلثہ اگر قبول ہے تو سب کچھ ہے ورنہ کچھ بھی نہین۔

یاد رکھنا چاہئے کہ یہ عقیدہ سُنیون کا ہے اور شیعون کے نزدیک یہ عقیدہ فاسد ہے جو قائل اور عامل مسئلہ حُسن قبح اشیاء کے عقلی کے ہین نہ نقلی کے۔

جو قومین خدا کی قائل نہین ہین یا بہت سے خداؤن کے قائل ہین اونکے مقابلہ مین خدا کا وحدہ لاشریک ہونا ثابت کیا گیا ہے جسکو نبوت سے کچھ تعلق نہین ہے

یعنی خدا کا وحدہ لاشریک لہ ہونا عقلاً بغیر سند حدیث نبیؐ کے ثابت کیا جاتا ہے ایسے ہی بمقابلہ دیگر امم کے جب کبھی آنحضرت کی رسالت یا حقیت دین اسلام ثابت کیجاتی ہے تو اوس سے مسئلہ امامت علیؑ مرتضٰے خواہ اونکے ایمان کو کچھ واسطہ یا رابطہ نہین ہوتا ہے یعنی نبوت بغیر تذکرہ امامت ثابت ہوجاتی ہے۔

ایسے ہی علیؑ مرتضٰے کے ایمان و اسلام کو خلفاء کے ایمان و اسلام سے کچھ تعلق نہین ہوسکتا جیسا کہ خود حضرت عمرؓ نے بھی اوس موقعہ پر جبکہ اونکے عہد مین حضرت عباس اور علیؑ مرتضٰے میراث کے متعلق جھگڑتے ہوئے حضرت عمرؓ کے پاس آئے تھے اپنی بابت اور نیز حضرت ابوبکرؓ کی بابت حضرت عباس اور علی مرتضٰے سے یہ اقرار کیا تھا کہ "تم دونون کے نزدیک ہم دونون "**آثم- خائن- غادر**- اور **کاذب** ہین" یعنی بعد وفات پیغمبرؐ جسوقت کہ ابوبکرؓ نے کہا کہ مین ولی پیغمبرؐ ہون اوسوقت بھی تم دونون آئے تھے۔ اور تم (عباسؓ) نے اپنے بھتیجہ کی میراث مین سے اپنا حق۔ اور تم (علیؑ) نے اپنی زوجہ کیطرف سے میراث پدری چاہی تھی جسپر ابوبکرؓ نے کہا کہ رسولخداؐ فرما گئے ہین۔

"**لانورث ماترکناہ صدقہ**" یہ سنکر تم دونون نے اونکو کاذب- آثم- غادر- اور خائن جانا- مگر خدا خوب جانتا ہے کہ وہ صادق اور پرہیزگار اور تابع للحق تھے۔

اور جب ابوبکر مرگئے تو مین اونکا اور پیغمبرؐ کا ولی ہوا تو اوسوقت بھی تمنے مجکو کاذب- آثم- غادر- اور خائن جانا"[1] ..

جب علیؑ مرتضٰے سے حضرت عبدالرحمن ابن عوف نے جو "**پریسیڈنٹ سلیکٹ کمیٹی مجوزہ مسٹر عمرؓ**" کے تھے شیخین کی سیرت پر عمل کرنے کو کہا تو

---

[1] یہ روایت صحیح مسلم کتاب الجہاد مین زہری سے ہے اور ہمنے جن فقرات کو کہ ہماری بحث سے تعلق تھا لکھا ہے۔ اور اسی حدیث کو کتاب سقیفہ ابوبکر جوہری سے ابی الحدید معتزلی نے بھی لکھا ہے۔

علیؑ مرتضٰے نے اوس سے صاف انکار کر دیا اور کہا کہ مین اپنے مبلغ علم اور طاقت سے عمل کرونگا[1]

ان واقعات سے صاف ظاہر ہے کہ علیؑ مرتضٰے کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام کو اون حضرات کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام سے کچھ لگاؤ نہین تھا۔

اسکے علاوہ حضرت حذیفہ سے بھی جو رازدار پیغمبرؐ تھے اکثر حضرت عمرؓ قسم سے اسطرح فرمایا کرتے تھے۔ **باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین**[2]

اس سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ علیؑ مرتضٰے کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام کو اون حضرات کے اعتقاد اور ایمان اور اسلام سے کچھ لگاؤ نہین تھا۔

پس ایسی حالت مین ہم نہین سمجھ سکتے کہ وہ سلسلہ اور التزام جو سائل مخاطب نے باہم ایک دوسرے کے ساتھ باندہا ہے کیسے قائم رہ سکتا ہے۔ اور کچھ شک نہین ہے کہ یہ التزام جسکو عقیدتاً ہمارے مخاطب صاحب نے ظاہر فرمایا ہے عقیدتاً التزام فاسد ہے۔

سائل مخاطب نے مکرر اس امر پر زور دیا ہے کہ خلفاء ثلثہ کے قبول کرنے پر خدا کی خدائی پیغمبرؐ کی رسالت علیؑ کے ایمان کا مدار ہے ورنہ کچھ بھی نہین۔ اور اسکو وہ شیعون کے لئے سخت تر سمجھتے ہین لیکن وہ نہین جانتے کہ جن خلفاء کے نہ قبول کرنے سے جس خدا کی خدائی سے اور جس پیغمبرؐ کی پیغمبری سے اور جس علیؑ کی ولایت یا امامت اور ایمان سے شیعہ محروم رکھے جاتے ہین درحقیقت شیعونکا نہ وہ خدا نہ شیعہ اوس خدا کے بندے۔ نہ وہ نبیؐ شیعون کا پیغمبرؐ نہ شیعہ اوس پیغمبرؐ کی اُمت اور نہ وہ علیؑ شیعون کا علیؑ اور نہ ہم شیعہ اوسکے شیعہ۔

---

[1] مورخین نے یہ لکھا ہے "ارجوان اجتہد بل ان افعل بمبلغ علمی وطاقتی" دیکھو کامل صفحہ ۳۰ جزو ثالث و عبرد ابو الفدا۔

[2] دیکھو مغنی مؤلفہ امام ذہبی۔

وہ خدا سُنّیون کا ہے اور سُنّی اوسکے بندے۔ وہ پیغمبر سنیون کا ہے اور سُنّی اوسکی اُمت۔ وہ علیؑ سُنّیون کا چوتھا خلیفہ ہے اور سُنّی اوسی حیثیت سے جسطرح وہ مانتے ہین اوسکی امامت اور ایمان کے معتقد۔

شیعون کا خدا اور ہے اور سُنّیون کا خدا اور۔ شیعون کا پیغمبرؐ اور ہے۔ اور سُنّیون کا پیغمبرؐ اور۔ شیعون کا علیؑ اور ہے اور سُنّیون کا علیؑ اور۔ اب ہم مختصراً بتلاتے ہین کہ سُنّیون کا خدا کیسا ہے اور شیعون کا خدا کیسا؟ سُنّیون کا پیغمبرؐ کیسا ہے اور شیعون کا پیغمبرؐ کیسا؟ اور سُنّیون علیؑ کیسا ہے اور شیعون کا علیؑ کیسا؟

سُنّیون کا خدا

"کتاب العرش والعلو" مین علامہ ذہبی نے چند احادیث سنیون کے دوسرے خلیفہ (حضرت عمرؓ) اور اُنکے بیٹے اور دیگر صحابہ سے نقل کی ہین جنسے سُنیون کے خدا کے اوصاف خوب ظاہر ہوتے ہین جنکو بطور خلاصہ ہم اِس مقام پر خاص "کتاب العرش والعلو" سے کہ جو اسوقت ہماری میز پر موجود ہے لکھتے ہین۔

(۱) خدا عرش پر بیٹھا ہے اور چار چار اُنگل عرش سے باہر ہے۔ اور عرش اوسکے بوجھ سے چرچراتا ہے۔

(۲) ہر شب جمعہ کو خدا آسمان اول سے جھانکتا ہے اور قبل خلقت دنیا جب عرش وغیرہ کچھ نہ تھا تب ایک نور کی مچھلی پر رہتا تھا۔

(۳) "جہنم مین جب گنہگار بھر دیے جائینگے خدا سے جہنم پھر شکایت اپنے پیٹ نہ بھرنیکی کریگا اوسوقت خدا اپنی ٹانگ دوزخ مین ڈالدیگا"لہ

لہ دیکھو تفسیر معالم التنزیل بغوی روایت انس ابن مالک تحت تفسیر آیت یوم نقول لجہنم ھل امتلئت و تقول ھل من مزید پارہ ۲۶ سورہ ق

‟حالات خدائے سنیان از کتاب ملل ونحل“

‟**مُضَر۔ کَہمَس۔ واحمد الہجیمی** وغیرہ جو اہلِ سُنّت سے ہین اونکا عقیدہ ہے کہ اونکا خدا صورت رکھتا ہے اور صاحب اعضا اور اجزا ہے۔

اور اون مین سے روحانیہ اور جسمانیہ جائز رکھتے ہین کہ خدا اون کا ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے اور اوپر سے نیچے اوترتا ہے اور نیچے سے اوپر جاتا ہے اور مستقر اور متمکن ہوتا ہے۔

‟مضر وکہمس واحمد الہجیمی وغیرهم من السنه قالوا معبودهم صورة ذات اعضاء وابعاض۔ اما روحانیه وجسمانیه یجوز علیه الانتقال والنزول والصعود والاستقرار والتمکن“

مضر کہمس واحمد الہجیمی (شیخ مسلم وبخاری) فرماتے ہین خدا مصافحہ کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت مین خالص مسلمانون سے معانقہ کرتا ہے۔

اور کعبی نے بعض سے روایت کی ہے کہ وہ دنیا مین رویت خدا کو جائز جانتا تھا اور اس بات کو بھی کہ خدا اونکی زیارت کرے اور وہ خدا کی زیارت کرین۔

داؤد الجواری کا عقیدہ ہے کہ خدا کے عضو مثل انسان کے ہین اور مجھے جس عضو کی بابت چاہو پوچھ لو۔ لیکن اوسکی فرج اور داڑہی سے معاف رکھو۔

‟انه قال اعفونی عن الفرج واللحیة واسئلونی عما وراء ذلک“

اور کہا اوسنے کہ معبود اونکا جسم وخون اور گوشت سے مرکب ہے اور اوسکے ہاتھ اور پاؤن اور سر اور زبان اور دو آنکھین اور دو کان ہین اور پھر اوسکا جسم اور خون مانند اور اجسام اور لحوم اور دماء کے نہین ہے اور اسیطرح سب صفتین اوسکی۔ اور وہ کسی مخلوق کے مانند نہین ہے اور نہ مخلوق مین اوسکے کوئی مانند

ہے۔ اور اوسکی داڑہی سیاہ رنگ ہے اور بال گھونگھر والے۔

اور چونکہ قرآن مین لفظ استوا اور یدین اور وجہ اور جنب اور مجی یعنی آنیکے وارد ہین تو ان سبکو ظاہری معنی پر حمل کر لیا ہے۔

"قالوا اشتکت عیناہ فعادتہ الملیکۃ وبکے علےٰ طوفان نوح حتے رمدت عیناہ"

یہانتک کہتے ہین کہ خدا کی آنکھین دُکھین اور فرشتے عیادت کو آئے اور خدا طوفان نوحؑ پر اسقدر رویا کہ اوسکی آنکھین دُکھنے لگین۔

اور عرش چرچرائیگا نیچے اوسکے۔ اور ہر طرف اوسکا گوشت چار چار انگشت نکلا ہوگا۔

(۷) امام ابن تیمیہؒ اور اونکے اصحاب قائل خدا کے جسم کے ہین[۲] شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل انصاری اور امام علامہ ذہبی بھی مجسمہ تھے کچھ یہی لوگ نہین بلکہ امام احمد حنبل صاحب اور اونکے مقلدین بھی[۳]۔ اور نیز مقاتل ابن سلیمان وتقع ابن حماد شیوخ حدیث بھی[۴]

(۸) علامہ جلال الدین شرح عقائد عضدی مین صاف یہ تحریر کرتے ہین "واکثر المجسمۃ هم الظاهریون المتبعون بظواهر الکتاب والسنۃ واکثرهم محدثون" جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اکثر مجسمہ اہل ظاہر ہین۔ پیروی کرتے ہین ظاہر کتاب و سُنت کی اور اکثر اونمین سے محدث ہین۔ اور تلبیس ابلیس مین ابن جوزی نے بھی یہی تحقیق کیا ہے۔

---

[۱] کابلی صاحب صواقع انجعین کے خوشہ چین ہین اور صواقع کا ترجمہ تحفہ شاہ صاحب دہلوی ہے اور سوال سائل اور کتاب ہدایت الرشید بظاہر ماخوذ از تحفہ ہے [۲] شرح عقائد عضدی ملا جلال الدین دوانی [۳] طبقات سبکی ہدایت العلیا محسن کشمیری [۴] میزان الاعتدال و تلبیس ابلیس ابن جوزی۔

STATE CENTRAL LIBRARY
HYDERABAD DN

(۹) اشاعرہ اہلسنّت ۱۰۔ خدائونکو مانتے ہین یعنی ایک تو خود خداکو اور نو خدا کی صفتونکو جنکو وہ خدا کی ذات سے زائد اور مثل خدا کے قدیم ہی جانتے ہین[لہ]

قائل ہین جس خداہین ان اوصاف کے حضور		وہ آپ کا خدا ہے ہمارا خدا نہین

شیعون کا خدا

برخلاف اسکے۔ موجود ہر جگہ ہے پھر کھین نہین۔ نہ وہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے نہ چار چار اونگل عرش سے باہر نکلا ہوا ہے اور نہ عرش اوسکے بوجھ سے چرچراتا ہے نہ وہ ہر شب جمعہ پہلے آسمان سے جھانکتا ہے۔ اور نہ قبل خلقت دنیا و عرش نور کی مچھلی پر رہتا تھا نہ اوسکی ٹانگ ہے جسے وہ دوزخ مین ڈالیگا۔ نہ وہ کسی سے مصافحہ کرتا ہے اور نہ معانقہ نہ دنیا مین اپنا دیدار دکھاتا ہے اور نہ حشر مین کسیکو دکھائیگا اور نہ وہ بلا داڑھی اور فرج کا مخنث انسان ہے۔ نہ اوسکے صفات اوسکی ذات سے جدا ہین۔ اور جس خدا مین اسکے خلاف وہ صفتین ہون جو سُنیونکے خدا مین ہین وہ نہ ہمارا خدا اور نہ ہم اوسکے بندے۔

سُنّیون کا پیغمبر

(۱) بخاری اپنی صحیح مین عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہین کہ پیغمبر خدا سے اور زید ابن عمرو ابن نفیل سے مقام بلدح مین اوس زمانہ مین جبکہ آنحضرت پر وحی نازل نہین ہوتی تھی ملاقات ہوئی حضرت کے سامنے دسترخوان بچھایا گیا (بعض نسخو نمین یہ ہے کہ خود رسولِ خدا نے یہ دسترخوان بچھایا تھا اور زید سے کھانیکی درخواست کی تھی) زید نے اوسکے کھانیسے انکار کیا اور یہ کہا کہ مین اوس شئے مین سے نہین

[لہ] ملل ونحل وشرح مواقف ونہایت العقول۔

کھانا جو تم لوگ اپنے نصاب[1] پر ذبح کرتے ہو۔ اور نہین کھاتا ہون مگر وہ چیز کہ جسپر خدا کا نام لیا گیا ہو[2]۔

(۲) امام سُدی سے امام رازی تحت آیت "وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ" لکھتے ہین کہ پیغمبر قبل بعثت بُت پرستی کرتے تھے (دیکھو تفسیر کبیر)

(۳) علامۂ سیوطی نے مختلف حوالون سے اور مولوی عبد الحیٔ صاحب نے نہایت شرح وبسط اور وثوق وزور کے ساتھ اِس حدیث کو قبول کیا ہے کہ۔ رسولخدا وقت تلاوت سورۃ والنجم۔ جب اس آیت پر پہونچے "افرایتھم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخری" تو اوسکے بعد شیطان نے یہ کلمات اونکی زبان پر جاری کردئے "تلك الغرانیق العلی وان شفاعتھن لترتجی" بعدہ پیغمبر نے سجدہ کیا اور کفار بھی سجدے مین جُھک گئے کفار نے یہ کہا کہ پیغمبر ہمارے خداؤنکی تعریف کرتا ہے[3]

(۴) مولوی شاہ عبد الحق صاحب دہلوی "فضیح" کی وجہ تسمیہ مین بحوالۂ مسند امام احمد حنبل یہ تحریر فرماتے ہین کہ پیغمبر صلعم نے اوسمین فضیح (شراب) پی تھی۔ جب ہی سے اوسکا نام مسجد فضیح ہوگیا (دیکھو مدارج النبوۃ)

(۵) پیغمبر صلعم ناچ گانا سُنتے تھے یا دیکھتے تھے اور اپنی بی بی کو بھی دکھاتے تھے (دیکھو بخاری وترمذی شریف)

(۶) رسولؐ خدا سے گناہ کبیرہ ہونیکے اکثر اشاعرہ قائل ہین اور صغیرہ گناہ عمداً صادر ہوتے تھے اسکا جمہور اشاعرہ عقیدہ رکھتے ہین اور سہواً

---

[1] انصاب سے مراد وہ پتھر ہین جو کعبہ کے گرداگرد لگے ہوتے تھے اور اونپر بتونکی قربانی کیجاتی تھی۔
[2] دیکھو صحیح بخاری صفحہ ۵۴۰۔ مطبوعہ محمدی پریس بمبئی سنہ ۱۳۰۶ھ
[3] دیکھو تفسیر دُرِ منثور وکتاب ظفر الامانی فی شرح مختصر الجرجانی مؤلفہ مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی)

صغیرہ گناہ کے صادر ہونے مین سب کا اتفاق ہے۔ اور فرقہ حشویہ اشاعرہ اسکا بھی عقیدہ رکھتے ہین کہ اونکے پیغمبر عمدًا بھی گناہ کبیرہ کرتے تھے۔ اور قاضی اونکے یہ فتوے دیتے ہین کہ انبیاؑ کی عصمت محض اوسوقت جبکہ وہ احکام خدا کی تبلیغ کرے ضروری ہے اور اوسکے علاوہ دیگر اوقات پر عصمت اونمین قبول کرنا غیر ضروری ہے[لہ]

(۷) سُنیون کا پیغمبرؐ قریب وقت وفات حواس باقی نہ رہنے کی وجہ سے ہذیان مین مبتلا ہوگیا تھا اور اوسکے ہذیان کی حالت کو حضرت عمرؓ نے جو اپنے قوت بازو سے آیندہ اونکے جانشین ہونیوالے تھے لوگونپر ظاہر کیا تھا۔ دیکھو صحیح بخاری

انصاب پر ذبیحہ کا جو گوشت کھاتا ہو
آگے بتونکے جو سر و گردن جھکاتا ہو
ابلیس ہم زبان جسے اپنا بتاتا ہو
زوجہ کو ناچ رنگ کی صحبت دکھاتا ہو
ایسے نبیؐ کو ہمتو نبیؐ جانتے نہین
ہان آپ مان لین مگر ہم مانتے نہین

شیعون کا پیغمبرؐ

برخلاف اسکے اوسنے نہ کبھی بتون پہ قربانی کی نہ بتون کی قربانی کا گوشت خود کھایا نہ کسی کو کھلایا نہ شراب پی اور نہ پلائی نہ قبل بعثت خواہ بعد بعثت اوسنے یا اوسکے باپ دادون نے تا حضرت آدمؑ بلکہ کسی نبیؐ نے بھی نہ بُت پرستی کی اور نہ بتون کو سجدہ کیا نہ کبھی اوسپر شیطان مسلط ہوا اور نہ ہوسکتا ہے نہ اوسنے کبھی ناچ گانا دیکھا اور نہ زوجہ کو دکھایا۔ وہ معصوم ہے اوس سے کوئی خطا کوئی گناہ سرزد نہین ہوا نہ وہ کبھی مبتلائے ہذیان ہوا اور جو ان سب افعال کا مرتکب ہو وہ نہ ہمارا پیغمبرؐ اور نہ ہم اوسکی اُمت۔

لہ دیکھو شرح مواقف معہ متن باب پنجم ہیڈنگ عصمت انبیاؑ۔

سنیون کا امام

بارہ جانشین خلفاء پیغمبر ائمہ اہلسنت کے ہین جنکے یہ نام ہین۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ معاویہؓ۔ یزید۔ عبدالملک بن مروان۔ ولید۔ سلیمن۔ یزید۔ ہشام۔ عمر بن عبدالعزیز[۱]

(۱) قبول کیا گیا ہے کہ خلفاء خاطی۔ غیر معصوم۔ اور مجتہد تھے۔ شیطان اونپر تسلط کر لیتا تھا۔ وہ بُت پرست تھے۔ بعد اسلام بھی شرابخواری مین مصروف رہے۔ کل مسائل شرعیہ سے پوری واقفیت نہ رکھتے تھے۔ اونکا منصوص من اللہ ہونا ضروری نہین ہے (دیکھو نہایۃ العقول امام فخرالدین رازی)

(۲) حضرت ابوبکر پہلے خلیفہ یا امام نے جو اپنی شروع خلافت مین پہلا خطبہ فرمایا ہے اوسمین اپنی نسبت ظاہر کرتے ہین کہ مین تم مین کسی ایک سے بھی بہتر نہین ہون میری نگرانی کرتے رہو جب دیکھو کہ مین لغزش کرتا ہون تو میری کجی کو سیدھا کردو اور یہ خوب سمجھ لو کہ میرا ایک شیطان ہے جو مجھپر مسلط رہتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مین غصہ مین ہون[۲] تو مجھ سے پرہیز کرو[۳]

(۳) ابن حجر عسقلانی نے حضرت عمرؓ اور ابوبکرؓ کی نسبت یہ قبول کیا ہے کہ "بعد اسلام اونھون نے شراب پی"[۴]

(۴) جب آیت "یسئلونک عن الخمر" نازل ہوئی اوسپر بھی

---

[۱] تاریخ الخلفاء سیوطی باب حدیث اثنا عشر تحقیق ابن حجر۔ [۲] یہ پتہ بتلایا ہے شیطان کے مسلط ہونیکی پہچان کا۔ [۳] دیکھو تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی صفحہ ۴۹ مطبوعہ محمدی پریس لاہور سنہ ۱۳۱۴ھ)۔ [۴] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری بروایت ابن مردویہ فی تفسیرہ من طریق عیسیٰ ابن طہمان عن انس۔ ونوادر الاصول مؤلفہ ابوعبداللہ محمد علی ابن الحسن بن بشیر المؤذن الحکیم الترمذی

مسلمانون نے اپنی دیرینہ عادت جاہلیت کو ترک نہ کیا پھر یہ آیت نازل ہوئی لاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاری اوسپر بھی ان ائمہ نے یہ اجتہاد کیا کہ عین وقت نماز کے ممانعت ہے یا نشہ کی حالت مین نماز نہ پڑھنا چاہیئے اسی اجتہاد کے بموجب اسس آیت کے نزول کے بعد بھی اونھون نے عمل رکھا۔ چنانچہ ایک موقع پر نشہ کی ترنگ مین حضرت عمرؓ نے عبدالرحمن ابن عوف کے سرکو ایک اونٹ[1] ہڈی سے زخمی کیا اور پھر اسود ابن یعفر کے اشعار بطور یادگار کشتگان بدر پر دلفریب ادا مین پڑھنے لگے جنمین سے یہ دو شعر مقبول بھی ہوئے ہین جنکو ہم لکھتے ہین۔

ألاعن يبلغ الرحمن اعنى بانى تارك فرض الصيام
فقل لله يمنعنى شرابى وقل لله يمنعنى طعامى

ترجمہ آیا کوئی ہے کہ خدا کو میرا یہ پیغام پھونچا وے کہ مین روزون کے فرض کو چھوڑتا ہون۔ کہدو خدا سے کہ مجھے شراب پینے سے منع کرے؟ اور کہدو خدا سے کہ مجھے کھانے سے باز رکھے؟

ان اشعار کی مقبولیت کی یہ وجہ ہے کہ پیغمبر خدا کو اوسکی اطلاع ہوگئی جیسا کہ اوسی روایت مین قبول کیا گیا ہے کہ جسوقت وہ یہ اشعار پڑھتے تھے کہ پیغمبرؐ انکے قریب آئے اور جو کوئی چیز وہ ہاتھ مین لئے ہوئے تھے وہ اونکے سر پر ماری اور اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی انما یرید الشیطان الخ الایتہ[2]۔

(۵) اہلسنت کے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ صاحب نے جنکے ہندوستان مین لوگ کثرت سے مقلد ہین جو فتویٰ حضرت ابوبکر کے ایمان کے متعلق دیا ہے اوسکو ہم

---

[1] اونٹ کی ہڈی سے زخمی کرنا اس واقع کی صحت پر یقین دلاتا ہے کیونکہ عرب مین سوائے استخوان شتر کے دوسری چیز کا نہ ملنا بعید بھی نہین ہے۔

[2] دیکھو ربیع الابرار علامہ زمخشری وکتاب مستطرف مؤلفہ ابن الخطیب شہاب الدین احمد جزری۔

Checked
1987

بجنسه عربی مین لکھے دیتے ہین بظاہر ترجمه کی ضرورت بھی نہین ہے "ان ایمان ابی بکر الصدیق رضی الله عنه وابلیس واحد"[1]

(٦) وہی امام ابوحنیفه صاحب حضرت عمرؓ کے بھی قول کی نسبت یه فتوے دیتے ہین "عن عبد الصمد عن ابیه قال ذکر لابی حنیفه قولؓ قاله عمر فقال قول شیطان (جامع صغیر)

(٦) حضرت عثمانؓ اموی تیسرے خلیفه سے جو اعمال وافعال ہوئے اس سے کتب اہلسنت گنہگارونکے اعمال نامه کے مانند سیاہ ہین۔

اور یہی وجه ہے که اونکے پیغمبرؐ اس خیال سے که وہ تو (عثمان) زمانه خروج دجال تک زندہ نہین رہ سکتے دجال کی متابعت کرنیوالونمین اونکے دوستون کی نسبت حدیث ذیل جسکو علامه ذہبی نے نہایت تحقیق کے ساتھ قبول کیا ہے بطور پیشین گوئی فرما گئے ہین جسکا ترجمه یه ہے " فرمایا آنحضرتؐ نے

"عن حذیفه انه قال رسول الله صلعم اذ اخرج الدجال متبعه من کان یحب عثمان"	جب دجال خروج کریگا تو اُسکی پیروی وہ لوگ کرین گے جو عثمان کو دوست رکھتے ہین"

(٧) سُنیون کے چوتھے خلیفه فرماتے ہین که " میرے لئے عبد الرحمٰن

"عن علیؑ ابن ابیطالب قال صنع لنا عبد الرحمن ابن عوف طعاما فدعانا فسقانا من الخمر منا وحضرت الصلوٰة فقدمو لی فقرأت - قل یایها الکفرون لا اعبد	ابن عوف نے کچھ کھانا پکوایا اور دعوت کی اور شراب پلائی جب وقت نماز آیا تو مین نے نماز پڑھائی اور " سورہ قل یایها الکفرون" مین بجا لائے " لا اعبد

---

[1] دیکھو تاریخ بغداد مؤلفه خطیب بغدادی وخلاصه تاریخ مذکور مسمی مختصر تاریخ بغداد مؤلفه ابن جزله

ما تعبدون ونحن نعبد ما تعبدون فانزل اللہ یایھا الذین امنوا لاتقربوا لصلوة وانتم سکاری” (صحیح ترمذی)۔	ما تعبدون کے نحن نعبد ما تعبدون” پڑھ گیا کہ جسپر آیت “لاتقربوا الصلوٰة وانتم سکاریٰ” نازل ہوئی”

(۸) سُنیون کے چوتھے خلیفہ علیؑ فرماتے ہین کہ “ایک دفعہ پیغمبرؐ نماز شب کے لئے جو اوٹھے تو میرے پاس بھی تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ تم اوٹھو اور نماز پڑھو مین نے اونکو یہ جواب دیا کہ “لانصلے الا ما کتب علینا” ہم سوائے واجب کے اور کوئی نماز نہ پڑھین گے” اور ایک روایت مین علی کا اسطرح سے جواب وارد ہوا ہے۔ کہ “ہماری روحین خدا کے ہاتھ مین ہین۔ جب چاہتا ہے ہمکو جگاتا ہے” سُنیون کے پیغمبر نے یہ سُنکر زانو پر ہاتھ مارا اور یہ آیت پڑھتے ہوئے وہان سے لوٹ گئے “کان الانسان اکثر شیٔ جدلا” (دیکھو صحیحین)

(۹) سنیون کے چوتھے خلیفہ نے رسولؐ کی بیٹی کو اوسپر سَوت لانیکا ارادہ ظاہر کرکے ناراض کیا جب یہ خبر اونکے پیغمبرؐ کو پہونچی کہ علی ابوجہل کی بیٹی سے خطبہ کرتے ہین تو وہ ناراض ہوے اور فرمانے لگے کہ بنت نبیؐ خدا اور بنت عدوے خدا جمع نہین ہوسکتین مگر یہ کہ علیؑ فاطمہؑ کو طلاق دین” (دیکھو صحیحین)

(۱۰) سُنیون کا چوتھا خلیفہ پیغمبر کی اس حدیث کے بموجب “ان آل ابی طالب لیسوا الی باولیاء[1]” خلیفہ اونکے پیغمبرؐ کا ہو نہین سکتا۔ اور کیسے خلیفہ ہوسکتا ہے جبکہ اونکے پیغمبرؐ اونکی نسبت یہ ارشاد فرمائین کہ آل ابوطالب نہ ہمارے ولی ہین نہ دوست نہ ناصر نہ معین نہ وارث نہ کوئی نہ کوئی”

برخلاف۔ اسکے شیعون کے امام یا خلفاء پیغمبر ایک سے لیکر ۱۲ تک مثل پیغمبرؐ

---

[1] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری۔

رجس وخطا اور عمل فواحش سے طیب وطاہر۔ نہ شیطان اونپر تسلط کر سکا نہ انہون نے اور نہ اونکے آبا رکرام علیہم السلام نے تاحضرت آدمؑ مثل ابا پیغمبرؐ (شیعون کے پیغمبرؐ اور اُنکے امامونکے باپ دادا تاحضرت آدمؑ ایک ہی ہین) کبھی کسی بُت کو سجدہ کیا نہ بتون پر قربانی کی نہ ایسی قربانی کا گوشت کھایا۔ وہ کل مسائل شرعیہ پر مثل پیغمبرؐ واقف اور منصوص من اللہ تھے۔ نہ اونکے اور ابلیس کے ایک ایمان کے ہونیکا کوئی اونکا پیرو (گنوار سا گنوار اور عالم سا عالم) قائل ہے نہ کوئی اونکا پیرو اونکے قول کو شیطان کا قول بتلاتا ہے نہ اون سے محبت رکھنے والے دجال کی متابعت کرنیوالے ہین نہ وہ اپنے علی کو چوتھا خلیفہ اپنے نبی کا جانتے ہین بلکہ بلافصل خلیفہ رسولؐ مانتے ہین نہ اونکے علیؑ سے کبھی کوئی نماز ترک ہوئی نہ اونسے یا کسی امام نے یا اونکے باپ دادؤن نے برغبت ذاتی یا کسی کے یہان دعوت مین شراب پی اور نہ کسی کو پلائی نہ اُن کا پیغمبرؐ اُنکے علیؑ سے کبھی خفا اور نہ ناراض ہوا نہ اونسے کبھی پیغمبرؐ کی بیٹی (اپنی زوجہ) پر ابو جہل کی بیٹی یا کسی کی بیٹی کو بیاہ لانیکا ارادہ ظاہر کیا۔ اور نہ شیعونکے پیغمبرؐ کا بجز علیؑ اور اولاد علیؑ جو آل محمدؐ ہونیکے علاوہ آل ابوطالب بھی ہین کوئی دوسرا ولی اور وارث ہو سکتا ہے۔ اور انھین کو ہم قبول کرتے ہین۔ اور جنمین یہ اوصاف نہ ہون نہ ہم اونکو خلفاء پیغمبرؐ قبول کرتے ہین اور نہ اونکی امامت وخلافت وایمان کے قائل ہین۔ ہمارے سُنی بھائیون کو اپنے خلفاء کی امامت وخلافت اور ایمان جیسا تھا ویسا اور وہ جیسے تھے ویسے مبارک مبارک باشد۔

سُنّی اور شیعہ کے خدا اور رسولؐ اور ائمہ کے مقابلہ کرنیکے بعد غور کرنا چاہئیے کہ شیعونکا خدا اور اوسکا رسولؐ اور اوسکے بارہ نائب قابل قبول ہین یا سُنیون کے؟

میرا یقین ہے کہ کسی مذہب کا بلا تعصب محقق کبھی سُنیون کے خدا اور رسولؐ اور خلفاء کو پسند نہین کریگا اور ایسی حالت مین دیکھنا چاہیے کہ اہلسُنت کی کوشش بمقابلہ شیعون کے کیا کارگر ہوسکتی ہے کہ شیعہ اپنے ایسے خدا اور رسول اور ائمہ کو ترک کرین اور اہل سُنّت کے جیسے خدا اور رسولؐ اور خلفاء کو قبول کرین اور اہلسُنّت کی دلی غرض یہ ہے کہ اونکے جیسے خدا اور رسولؐ اور خلفاء ہین اونہین کے اعتقاد کے بموجب شیعہ اپنا اعتقاد قرار دین تو خدا اور رسولؐ کی نسبت تو نہین ہوسکتا مگر۔ اونکے خلفاء کی نسبت درحقیقت سُنّی اور شیعون کے اعتقاد مین کچھ فرق نہین ہے۔

اہلسُنّت اپنے خلفاء کی عصمت کے قائل نہین ہین شیعہ بھی اونکو معصوم نہین جانتے۔ سُنّی اپنے خلفاء سے کسی گناہ کبیرہ اور صغیرہ اور افعال قبیحہ اور شنیعہ کے ارتکاب یا کسی خطا کا سرزد ہونا عیب نہین جانتے شیعہ بھی اونکی نسبت ایسے ہی قائل ہین۔

باوصف اسکے اہلسُنّت جو اپنے خلفاء کی ایسی خطاؤن اور غلطیون کو جو آسمان مسلمات فریقین پر ستارون کیطرح چمک رہی ہین قبول کرکے یا تاویل اور تحریف کرکے اونکو رفع کرنا چاہتے ہین تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اہلسُنّت جو عقیدہ اپنے خلفاء کی نسبت رکھتے ہین اوسمین وہ کچے ہین۔ اور شیعون کو جو اعتقاد اونکے خلفاء کی نسبت ہے اوسمین وہ پختہ ہین۔ شیعہ اوس حکایت تمثیلی کے پیچھے کبھی نہ آوینگے۔

”ناک کٹائے سوہر کو پائے“

اس تمہید کے بعد ذی علم سائل نے ایک التماس لکھی ہے جسمین جواب کیواسطے

چند شرائط قرار دیتے ہین (۱) یہ کہ ”کوئی کلمہ خلاف تہذیب استعمال نہو“

اگرچہ ہم اون لوگو نمین ہین جو اس زمانہ مین ایسے نالائق طریقہ کو بند کرنیوالے ہین مگر افسوس ہے کہ ہمارے ذی علم سائل نے خود اسکا لحاظ نہین کیا۔ ایک جگہ اُنھون نے شیعون کو سادہ لوح اور ناعاقبت اندیش لکھا ہے ایک جگہ روافض کے لقب سے اونکو یاد کیا ہے ایک جگہ کفار و منافقین سے اونکو تشبیہ دی ہے۔ کہین اونکو ہٹ دہرم تبلایا ہے۔ ممکن تھا کہ اِس شرط کی پابندی کیواسطے اونسے ہم یہ کہدیتے کہ ”آنچہ برخود نہ پسندی بر دیگران ہم نہ پسند“ مگر غالباً اونکے نزدیک ایسے الفاظ سخت کلمات مین داخل اور خلاف تہذیب نہونگے بہرحال مین اونکو اطمینان دلاتا ہون کہ شیعہ خلاف تہذیب کلمات کے استعمال کرنے یا کسی کے دل کُڑھانیکو اوصاف رذیلہ مین جانتے ہین اور نہ اونکی تعلیم مذہبی جو اونکو اپنے پیغمبر اور پیغمبر کے جانشینون سے ہوئی ہے اونکو اوصاف حمیدہ سے برگشتہ کرنیوالی ہے۔

میرے خیال مین وہ بھی مثل عام سُنّیون کے مسئلہ لعن یا تبرّا کو غلط سمجھے ہوئے ہین۔ تبرا کے معنی ہین کسی سے ناخوشی یا بیزاری ظاہر کرنا نہ یہ کہ کسی کو گالیان دینا یا فحش کا استعمال کرنا۔

خلفائے ثلثہ مین جن اوصاف کے شیعہ بربنائے مسلمات فریقین قائل ہین اون اوصاف کی وجہ سے وہ اونکو قبول نہین کرتے اور بیزاری اور ناخوشی اونسے ظاہر کرتے ہین اور اسی کے معنی مذہب شیعہ مین تبرا کرنیکے ہین اور لعن کے معنی دعاے بد کرنیکے ہین جو اوصاف حمیدہ مین داخل ہے۔ خدا نے بھی کاذب اور ظالم پر لعن کی ہے تو کیا خدا نے فحش بکا؟ ”لعنت اللہ علی الکاذبین“ تبرا اور لعن کے معنی فحش بکنے کے نہین ہین۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ”ہم اہلسنّت خلفا اربعہ کو مساوی التعظیم

جاتے ہین اگر ہمارے دلائل قبول نہ کئے جائینگے اور حضرات شیخین کو ویسا ہی تصور کیا جائیگا جیسا کہ شیعہ اپنی سادہ لوحی سے سمجھتے ہین تو پھر جناب امیرؑ کا بھی ایمان کسیطرح ثابت ہوگا۔ اور نہ ثبوت رسالت کا"

اور بعد تمام شرطون کے فضائل خلفاء مقدمہ مین یکجائی لکھے ہین اس غرض سے کہ ان دلائل پر اگر قدح ہوگی اور فضائل و اسلام و ایمان خلفاء ثلثہ کا ثابت نہوگا تو جناب امیرؑ کا بھی ایمان ثابت نہوگا۔ مگر ہم نہین سمجھتے کہ معزز سائل نے کیون اسکو شیعون کے لئے سخت تصور کیا ہے جبکہ شیعہ نہ اونکے خدا کے بندے نہ اونکے پیغمبرؐ کی امت اور نہ اونکے خلفاء کے معتقد نہ اونکا وہ دین و اسلام کہ جو سائل کا ہے تو وہ فضائل جو لکھے گئے ہین اگر ہم شیعہ دکھلا دینگے کہ اونکا انطباق ذات خلفاء پر نہین ہوتا جیسا کہ ہمیشہ سے شیعہ دکھلاتے آئے ہین تو اوس سے شیعونکو کیا مضرت پہونچ سکتی ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہین کہ علیؑ بھی اونمین داخل ہے لیکن جبکہ وہ اوس علیؑ کے (کہ جسمین صفت شرابخواری موجود ہو یا جو پیغمبرؐ کا چوتھا خلیفہ ہو یا جسنے پیغمبرؐ کے حکم کو رد کردیا ہو یا نماز پڑھنے سے انکار کردیا ہو) شیعہ ہی نہین تو پھر اونکو اوس علیؑ کو اونھین خلفاء کا ساتھی قبول کرلینے مین کچھ پس و پیش نہین ہوسکتا۔

ہمارے سائل صاحب مخاطب کو چاہئے تھا کہ وہ اون اوصاف کو جو اونھون نے اپنے علیؑ مین قبول کئے ہین پہلے کتب شیعہ سے اونکی تطبیق کردیتے۔ لیکن ہمارے علیؑ کے بطور واقعہ جو اوصاف ہماری کتب مین مندرج ہین اور ہمارے علیؑ کے اون واقعات کی تائید کتب اہلسنت مین کی گئی ہے پس ہم اپنے علیؑ کے وہی اوصاف جو بطور واقعہ کے ہماری کتب مین درج ہین اور جنسے اونکا کامل الایمان ہونا ثابت ہوتا ہے آپ کی شہادت سے اون واقعات کو دکھلا کر بمقابلہ

خلفائ ثلثہ کے اونکو با ایمان ثابت کر دینگے۔

اسکے بعد سائل چاہتے ہین کہ ”جو کوئی شیعہ ایمان علیؑ کا ثابت کرنا چاہے تو پہلے اصول خوارج پر ثابت کرے“ اور جو شرط بربناے اصول خوارج قرار دی ہے اوسکو ہم بہ سلسلہ دیگر شرائط تمہید مین غلط ثابت کر آئے ہین لیکن اس مقام پر بھی یہ کہتے ہین کہ۔

بانی مذہب اسلام عرب مین پیدا ہوئے۔ وہین سے اسلام کی نعمتین جابجا پہونچین۔ وہین بانی مذہب اسلام نے وفات پائی۔ وہین کی سرزمین سے مخالفت کا درخت اوگا۔ وہین سے مناظرہ کی بنا قائم ہوئی۔ وہین اوسکے قواعد مقرر ہوے اور جن پر آجتک علمائ فریقین کا عمل تالیفات مناظرہ مین رہا ہے اور جو توڑا نہین جا سکتا چنانچہ صاحب تحفہ نے بھی اسی اصول کو قبول کیا ہے اور اونکے شاگرد رشید شوکت عمریہ مین یہ تحریر فرماتے ہین ”بسا اوقات روات یک فرقہ نزد اہل آن مامون ونزد غیر آن مطعون می باشد لہذا ہر فرقہ روایات مرویہ را در طریق خود مسلم می دارد و روایات مرویہ را در فرقہ مخالف خود مقدوح می انگارد“ اور عرب کا بھی یہ مشہور مقولہ ہے ”قول المرء فی حقہ حجتہ لا فی شان غیرہ“۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جب کوئی خصم مخالف کے اقوال کو مخالف کے مقابلہ مین استدلالاً پیش کرتا ہے اور مخالف اپنے اقوال مین تاویل کرتا ہے جس سے یہ غرض ہوتی ہے کہ وہ اپنی کتب کی تحریف یا تاویل کر کے اونکی اصلاح کرے۔ لیکن خصم کو یہ حق باقی رہتا ہے کہ وہ اوس تحریف یا تاویل یا اصلاح کو دکھادے کہ وہ صحیح ہے یا نہین؟

اسمین کچھ شک نہین کہ ذی علم سائل نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ قواعد غلط بطور دھوکہ کے قرار دئے ہین اور جنکو مین بہت صراحت سے بطور یکجائی تمہید

مین بتلا آیا ہون اور اگر شرائط قرارداده سائل گی پابندی کیجاوے گی تو جو دعوے سائل کا قیامت تک ہے ضرور وہ اونکو کامیاب کرنیوالا ہے۔ لیکن شیعون کو کسی صورت مین بھی کوئی اندیشہ نہین ہے جبکہ اونکے نزدیک وہ چارون بزرگوار ایک ہی وصف کے مثل مین مطابق کتب اہلسنّت تھی پائے جاتے ہین اور جن سے شیعون کو نہ دین مین واسطہ اور نہ دنیا مین۔ لیکن ہمارے ذی علم سائل کو ضرور متوقع رہنا چاہئے کہ جہان دنیا کی تاریخین مورخین دیگر علماے مناظرہ کا تذکرہ درج کرینگے وہان اونکا بھی نام سُرخی سے لکھکر اٹھارھوین صدی انگریزی مین وضاع اصول جدیدہ مناظرہ بمنسوخی اصول قدیمہ مناظرہ لکھین گے۔

اب مین یہ بتلانا چاہتا ہون کہ حالت موجودہ علیؑ مرتضٰے کی عموماً مذہب اسلام مین یہ قرار پائی ہے کہ وہ مومن مسلمان سمجھے جاتے ہین اب جو کوئی اونکی اِس حالت کا تغیّر کرنا چاہے خارجی ہو یا ناصبی وہ اونکے مطاعن ظاہر کرے اور اونکے ایمان واسلام کے متعلق جو کچھ قدح ہو اوسکو بیان کرے اوسکا جواب شیعون کے ذمہ ہوگا جسمین وہ طعن اور قدح ایمان واسلام علیؑ مرتضٰے کو رفع کرینگے۔

اس بناء پر سائل کو چاہیے کہ وہ اپنے سوال کو اور وسیع کرین اور جو کچھ طعن اور قدح ایمان واسلام علیؑ پر خوارج کیطرف سے ہو اوسکو مفصل قائم کرین تب اُسکو شیعہ رفع کرینگے۔ اور چونکہ مطابق اس اصول صحیح کے اونھون نے مطاعن اور قدح ایمان واسلام علیؑ پر منجانب خوارج ظاہر نہین کئے ہین اور پہلے وہ اصول خوارج پر ہی ثبوت ایمان واسلام علیؑ مرتضٰے کا چاہتے ہین اسواسطے پہلے ایک عالم کی روح اِس امر کے سمجھنے کے لئے کہ مسلمان خارجی کہتے کسکو ہین؟ شہادت مین پیش کیجاتی ہے اور اوس شہادت کی رو سے جو لوگ کہ خارجی قرار پاوینگے تو ہم اونھین کے اقوال سے علیؑ مرتضٰے کا ایمان واسلام ثابت کرینگے لیکن یہ گذارش ہے

کہ صرف اسی بحث مین اونکے نام مع لفظ خارجی شناخت کی غرض سے لکھے جائینگے تاکہ سمجھنے مین لوگونکو آسانی ہو اور آیندہ کسی بحث مین جو دیگر اصول کے موافق ہو گی تو وہان اون خوارج کے نام کے ساتھ اگر وہ صحابۂ رسولؐ ہونگے تو لفظ خارجی لکھا جائیگا بلکہ "حضرت" لکھا جائیگا۔

"روح اور اوسکی شہادت"

سوال معمولی۔ آپکا نام کیا ہے؟

جواب۔ نام میرا ابو الفتح محمد۔ باپ کا نام عبدالکریم ابن احمد۔ سکونت ملک عرب وطن اصل شہرستان۔ پیشہ ملل ونحل کی تحقیق کرنا۔

"**سوال**۔ فرمایئے کہ خارجی کسکو کہتے ہین؟"

"**جواب**۔ کلُّ من خرج علی الامام الحق الّذی۔ اتفقت الجماعتہ علیہ یسمی خارجیا" "جو شخص کہ امام برحق پر خروج کرے۔ اور وہ ایسا امام ہو جسپر جماعت نے اتفاق کرلیا ہو اوسی کو خارجی کہتے ہین"

"**سوال**۔ یہ آپ کی تحقیق زبانی ہے یا کسی اپنی تصنیف مین بھی آپنے اسکو شایع کیا ہے؟"

"**جواب**۔ ہان مین نے اس تحقیق کو اپنی کتاب ملل ونحل مین الخوارج کی سرخی سے لکھا ہے"

"**سوال**" آپ کی بابت کسقدر لوگ اس بات کو ظاہر کرسکتے ہین کہ آپکی تحقیق قابل سند ہے؟"

"**جواب**۔ متاخرین علماء نے مجھے امام المتکلمین کا معزز خطاب دیا ہے اور میری تحقیقاتون کو سرمایہ اپنی تالیفات کا سمجھا ہے اور اونسے بہت کچھ لیا ہے"

"**سوال**" دو ایک نام بتلا دیجئے؟"

"**جواب**" تاریخ مراۃ الجنان مؤلفہ علامہ یافعی۔ تاریخ علامہ ابو الفدا تاریخ

علامہ خلکان وغیرہ وغیرہ"

چونکہ اول حضرت عائشہ اور پھر حضرت معاویہ نے معہ اپنے اپنے ہمراہیوں کے علی مرتضٰے پر خروج کیا اور پھر جنگ نہروان واقع ہوئی لہذا یہ سب لوگ طبقہ اعلائے خوارج سے ہوئے۔ پس ہم انہین خوارج کے اقوال سے اپنے علیؑ کا کامل الایمان ہونا ثابت کرتے ہین جو بطور واقعہ دیگر راویون سے کتب شیعہ مین بھی درج ہین۔

اقوال عائشہ خارجیہ سے علی کا با ایمان ہونا

ابن مردویہ نے اپنی مناقب مین اور اخطب خوارزم نے اپنے مناقب مین باسانید مختلفہ اور نیز سبط ابن جوزی نے اپنے تذکرہ "خواص الائمہ" مین اور نیز جامعین صحاح ستہ نے یہ واقعہ لکھا ہے کہ "جب مسروق جنگ نہروان سے بھمراہی علیؑ مرتضٰے واپس مدینہ آئے تو عائشہ (خارجیہ) سے ملے اور جنگ کی حالت بیان کرکے پوچھا کہ اگر آپنے کچھ پیغمبرؐ سے خوارج کی نسبت سُنا ہو تو وسے تبلائیے اونھون (خارجیہ) نے کہا کہ "مین نے پیغمبر کو کہتے ہوئے سُنا ہے کہ وہ (خوارج) اشرار اُمت میری سے ہین اور اخیار اُمت میری اونکو قتل کرینگے" اس شہادت عائشہ (خارجیہ) سے علیؑ کا اخیار امت سے ہونا اور اشرار اُمت کو قتل کرنا ثابت ہوگیا اور اخیار اُمت کا اطلاق کسی ناقص الایمان پر ہو نہین سکتا بجز کامل الایمان کے۔

"انی سمعت من رسول اللہؐ صلعم یقول انھم اشرار امتی یقتلھم اخیار امتی"

سید علی ہمدانی اپنی کتاب مودۃ فی القربے مین عائشہ (خارجیہ) سے روایت کرتے ہین کہ "خارجیہ مذکورہ نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ خدانے مجھسے عہد کیا ہے کہ جو شخص علیؑ ابن ابی طالب پر خروج کریگا وہ کافر ہے

اور وہ جہنمی ہے اور مین اس حدیث کو بروز جنگ جمل بھول گئی تھی بصرہ مین مجکو یاد آئی[1] پس مین خدا سے طلب مغفرت کرتی ہون اور امید ہے کہ وہ میری توبہ قبول کریگا[2]

بہرحال یہ علم خارجیہ بھی علیؑ مرتضےٰ کے کامل الایمان ہونیکو ثابت کرتا ہے ظاہر ہے کہ کافر جہنمی وہی ہوسکتا ہے جو کسی کامل الایمان خدا کے نیک بندے پر خروج کرے

عائشہ (خارجیہ) سے دیلمی نے روایت کی ہے جسکو صواعق محرقہ مین ابن حجر مکّی نے بھی قبول کیا ہے کہ وہ اوس (خارجیہ) سے پیغمبرؐ نے فرمایا سبقت لیجانے والے تین شخص ہین۔ ایک یوشع ابن نون۔ جو سب سے پہلے حضرت موسیٰؑ پر ایمان لائے۔ دوسرے صاحب آل یٰسین (حبیب نجار) جو سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے تیسرے علیؑ جو سب سے پہلے اپنے پیغمبرؐ پر ایمان لائے اور یہ اون دونوں سے افضل ہین[3]

اس سے بھی علیؑ کا سابق الایمان ہونا اور دیگر امم کے سابق الایمانوں سے افضل ہونا ثابت ہے

سعد ابن ابی وقاصؓ خارجی کی شہادت سے علیؑ مرتضےٰ کا کامل الایمان ہونا۔

مسلم اپنی صحیح مین بسلسلہ متصل بیان کرتے ہین کہ وہ معاویہ ابن ابی سفیان (خارجی) نے سعد ابن ابی وقاص (خارجی) سے پوچھا کہ تجکو ابو تراب پر سب کرنیکو کون وجہ مانع ہے۔ کہا اگر مین نے پیغمبرؐ سے اونکی نسبت تین امر نہ سُنے ہوتے تو مین ضرور سب کرتا

---

[1] وچیزے کہ بعد جنگ یاد آید چہ باید کرد سائل و ناظرین خود تجویز فرمایند۔!! [2] دیکھو کتاب مودۃ القربیٰ مؤلفہ سید علیؑ بن شہاب الدین ہمدانی صفحہ ۱۲ مطبوعہ بمبئی۔ [3] علامہ شہرستانی گواہ نے خوارج متقدمین مین بسلسلۂ اعتزال اسکو فہرست مین نمبر دوم پر خارجی لکھا ہے اور عبد اللہ ابن عمرؓ کو اول نمبر پر۔

اور اگر وہ تینون فضیلتین میرے لئے ہوتین تو مین اونکے مقابلہ مین حمر نعم (شتر سرخ مو کو بھی بہتر نہ جانتا۔

پہلی فضیلت تو یہ ہے کہ جب ایک غزوہ پر علیؑ کو پیغمبرؐ ساتھ نہین لے گئے اور اونکو مدینہ مین اپنا قائم مقام کر گئے اور انھون نے اوسکی نسبت پیغمبرؐ سے جب عرض کیا تو اونھون نے یہ فرمایا "ما ترضیٰ ان تکون منی بمنزلته هارون من موسیٰ۔ الا انه لا نبیؐ بعدی"

دوسری فضیلت یوم فتح خیبر پہ نصیب اونکے ہوئی کہ پیغمبرؐ نے جب فرمایا کہ "اب یہ علم اوس شخص کو دونگا جو خدا اور رسولؐ کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسولؐ اوسکو" لوگون نے خواہش ظاہر کی مگر باوجودیکہ درد رمد مین علیؑ مبتلا تھے مگر اونھین کو بلا کر اور اپنے آب دہن سے اونکی شکایت آشوب چشم کو رفع کر کے علم عطا کیا اور اونھین کے ہاتھ پر خیبر فتح ہوا۔

تیسری فضیلت یہ ہے کہ جب "آیت مباہلہ" نازل ہوئی اور پیغمبرؐ معہ اپنے ہمراہیون کے تشریف لے چلے تو بنی نجران کے دریافت پر اپنے چارون ساتھیونکو بتلایا کہ یہی میرے اہلبیت ہین اور علیؑ کو کہا کہ یہ نفس رسولؐ ہے[له] چنانچہ سب کا اتفاق ہے کہ معاویہ خارجی نے یہ فضائل علیؑ سنکر سعد کو سب علیؑ سے معذور رکھا جس سے ثابت ہوگیا کہ ایک خارجی کی دلیل کو دوسرے خارجی نے قبول کر لیا۔ جو قطعی دلیل علیؑ کی کامل الایمانی کی ہے اور کسیطرح مقدوح نہین ہو سکتی۔ اور خود اوسکا عمل سب کو ترک کرنا تائید توفیق ایزدی پر موقوف تھا مگر دوسرے کو مجبور نکرنا علیؑ مین اون اوصاف کا قبول کرنا ضرور ہے۔

اگرچہ پہلی اور تیسری فضیلت مین بھی کوئی گنجایش تاویل نہین ہو سکتی ہے نبیؐ نہ کسی ناقص الایمان کو اپنا نفس قرار دے سکتے تھے اور نہ اسکو مثل موسیٰ کے ہارون کے

[له] دیکھو شرح صحیح مسلم از علامہ نووی صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ۔

اپنا ہارون فرما سکتے تھے۔ لیکن دوسری فضیلت کو جو ایک خارجی نے دوسرے خارجی سے بیان کیا ہے وہ قطعی فیصلہ اس امر کا کرنیوالی ہے کہ علیؑ کامل الایمان ہین یعنی علیؑ کا تو اپنے خدا و رسولؐ کو دوست رکھنا اور خدا و رسولؐ کا علیؑ کو دوست رکھنا کیونکہ خدا ورسولؐ کا ہرگز کوئی ناقص الایمان دوست نہین ہو سکتا اور نہ وہ اوسکو اپنا دوست بنا سکتے ہین۔

معاویہ خارجی کا فضائل علیؑ سُنکر اونمین اون فضائل کا قبول کرنا

علامۂ سبط ابن جوزی اپنے جد ابو الفرج اصفہانی سے اپنے تذکرہ خواص الائمہ ہین تحریر کرتے ہین کہ وہ معاویہ (خارجی) نے ضرار ابن ضمرہ سے علیؑ کے فضائل بیان کرنیکو کہا اوسنے عذر کیا معاویہ نے تاکیداً کہا کہ نہین تمکو ضرور بیان کرنا ہونگے تب ضمرہ نے ایک پُرجوش اسپیچ مین اس طرح فضائل شروع کئے۔ کہ قسم خدا کی وہ قوت مین بہت سخت تھے اور ایسی بات کہتے تھے جو فیصلہ کر دیتی تھی۔ اور فیصلہ اونکا عدالت کے ساتھ ہوتا تھا۔ اونکے پہلوؤن سے علم کی نہرین اوبلتی تھین۔ اور اونکی ہر ہر بات سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دُنیا اور اوسکی سرسبزی سے وہ گھبراتے تھے۔ شب تاریک اور اوسکی وحشت سے اونکو اُنس تھا۔ آنسو بکثرت جاری رہتے تھے۔ امر آخرت مین اونکی فکر نہایت طولانی ہوتی تھی۔ لباس اونکو موٹا اور گندہ پسند تھا۔ غذا درشت و بدمزہ کھاتے تھے۔ برتاؤ ہر کسی سے سادہ تھا جب ہم اونسے کچھ پوچھتے تھے فوراً بتلا دیتے تھے۔ جب کبھی اونکو بُلاتے تھے فوراً چلے آتے تھے۔ باینہمہ اونھون نے ہمین اپنا مقرب اور گستاخ بنا لیا تھا تاہم اونکی ہیبت ایسی تھی جو بات نہین کرنے دیتی تھی۔ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے۔ اور مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ اور کبھی کسی زبردست کو

ایسا موقع ہی نہ دیتے تھے کہ وہ اپنے امر باطل پر رجوع کر سکے۔ اور نہ کسی ضعیف کو اپنے عدل سے مایوس رکھتے تھے۔ یہ واقعہ مین چشم دید اپنا بیان کرتا ہون کہ بعض حالتونمین مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہی جبکہ رات اپنے پردونکی لپیٹنے والی ہوتی تھی اور ستارہ بھی شمع سحر کیطرح جھلملانے لگتے تھے تو وہ اپنے محاسن کو پکڑے ہوئے اسطرح بلبلاتے تھے اور تڑپتے تھے کہ جیسے کسی مارگزیدہ کی حالت ہو۔ اور ایسے روتے تھے جیسے کہ درد رسیدہ او محزون روتا ہو۔ اور فرماتے تھے کہ اے دنیا میرے غیر کو دھوکہ دے۔ مجھسے کیا معترض ہوتی ہے۔ کیا تجھے مجھسے رغبت پیدا ہوئی ہے۔ لیکن مجھسے دور ہو مجھسے دور ہو۔ مین تو تجھے تین مرتبہ طلاق دے چکا ہون تیری عمر بہت کم ہے۔ اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ اور لطف زندگی تیرا بہت حقیر و کم ہے۔ آہ!! من قلت الزاد وبعد السفر“ افسوس کہ ”زاد راہ تھوڑا اور سفر دور“

اس مقام پر جب ضرار پہونچا معاویہ بے اختیار رونے لگا ایسا رویا کہ تار آنسوؤنکا اوسکی داڑہی پر جاری تھا۔ چاہتا تھا کہ ضبط گریہ کرے مگر ہرگز ضبط نہ کر سکا اور نہ دیگر حضار مجلس ضبط گریہ کر سکے معاویہ کہنے لگا کہ ”خدا ابو الحسنؑ پر رحمت نازل کرے ابو الحسنؑ ایسے ہی تھے“

معاویہ خارجی کا ان اوصاف کو ابو الحسنؑ مین نہ صرف تسلیم کرنا بلکہ اوسکی تائید ان الفاظ سے کرنا کہ ”یہ حقیقت مین وہ ایسے ہی تھے“ علی مرتضےٰؑ کی کامل الایمانی کی پوری شہادت ہے جو کسیطرح مجروح نہین ہو سکتی اور یہ اوصاف ہرگز کسی ناقص الایمان مین جمع نہین ہو سکتے۔

اور یہ علیؑ مرتضےٰ کے ہی ایمان کی سچائی تھی کہ معاویہ سا اونکا دشمن اونکے فضائل کو سُنکر اور بمقابلہ ہر فضیلت کے اپنی تشددونکو جو بعد شہادت بھی اوسنے اون پر جاری رکھی تھین یاد کرکے ضبط گریہ نہ کر سکا اور تمام اوسکی صحبت ماتم سرا ہو گئی۔

عمرو عاص خارجی کی شہادت

جب علیؑ مرتضےٰ کا فرمان گورنر شام یعنی معاویہ خارجی کو پہونچا تو اسکو تفکرات پیدا ہوئے۔ عتبہ ابن ابوسفیان نے اوسکو یہ صلاح بتلائی کہ "ایسے وقت مین تجکو عمرو عاص کا ملالینا ضرور ہے۔ کہ اوس سے بڑھکے آج کوئی دوسرا حیلہ نہین ہے۔ مردمان شام مین اوسکی وجاہت ہے۔ تجکو نفع پہونچے گا" معاویہ نے کہا کہ "مجکو علیؑ کی دوستی کا خدشہ ہے" عتبہ نے کہا "یہ سب صحیح لیکن وہ بہت ہی بڑا لالچی ہے اگر مصر کی حکومت کی طمع دوگے وہ فوراً تمہارا ساتھی ہوجائیگا" چنانچہ رائے قرار پاگئی اور معاویہ نے اوسے خط لکھا۔ یہ واقعات مفصلاً کتاب مناقب اخطب خوارزم مین لکھے ہین ہم معاویہ کے خط کو بنظر طوالت اس مقام پر نہین لکھتے لیکن اوسکا جواب جو عمرو عاص نے بھیجا ہے اوسکو بجنسہ لکھتے ہین اور اوسی سے معاویہ کے خط کے مضامین کا پتہ مل سکتا ہے۔

نقل خط منجانب عمرو عاص خارجی بنام گورنر شام معاویہ خارجی

(کمپ فلسطین)

"تمہارا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ تم مجھے اس امر کیطرف دعوت کرتے ہو کہ قلادہ اسلام اپنی گردن سے نکال ڈالون۔ اور تمہارے ساتھ اندھا دھند گمراہی مین کود پڑون اور امر باطل مین تمہاری مدد کرون۔ علیؑ ابن ابیطالب جو برادر رسولؐ اور وارث اور وصی اور قاضی دین۔ اور اونکی طرف سے وعدہ وفا کرنیوالے اور اونکی دختر کے شوہر جو سردار نسوان اہل جنت ہین اور پدر حسنؑ و حسینؑ جو سرداران جوانان بہشت ہین اونپر تلوار کھینچون۔ تمنے جو لکھا ہے کہ خلیفہ عثمانؓ کامین ہون یہ صحیح نہین ہے۔ تم اونکی خلافت سے آج معزول ہوگئے ہو اور اب اور شخص کی بیعت ہوئی ہے۔ تمہارا عہد حکومت جاتا رہا۔ خط مین جو میری مدح و ثنا لکھی ہے کہ مین رسول خدا کے لشکر کا سردار ہون تو مین ایسی تعریف سے دھوکہ مین نہین آونگا اور ملت اسلام سے منحرف نہونگا

اور یہ جو علیؑ مرتضےٰ برادر رسول خدا کی نسبت خط مین ذکر ہے کہ وہ عثمانؓ سے حسد رکھتے تھے اور اونسے بغاوت کی تھی۔ کیسے تم صحابہ کو فاسق کہتے ہو۔ اور گمان کرتے ہو کہ علیؑ مرتضےٰ نے اونکے قتل پر لوگونکو ورغلایا تھا۔ یہ بڑی گمراہی کی بات ہے۔ وائے ہو تجھپر اے معاویہ کیا تو نہین جانتا کہ ابوالحسنؑ وہ شخص ہین کہ انھون نے اپنی جان سے رسول خدا کے سامنے کبھی دریغ نہین کیا۔ اور اونکے فرش خواب پر آرام کیا۔ اور وہ سبقتِ اسلام اور ہجرت کیطرف سب سے سابق تھے اور انھین کی شان مین رسول خدا فرما گئے ہین کہ مین اونسے ہون اور وہ مجھسے ہین۔ وہ مجھسے بمنزلۂ ہارون کے ہین موسےٰ سے۔ مگر فرق اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہوگا۔ اور اونھین کی شان مین رسول خدا نے بروز غدیر فرمایا کہ جسکا مین مولےٰ ہون اوسکا علی مولےٰ ہے۔ خدایا دوست رکھ اوسکو جو اوسے دوست رکھے۔ اور دشمنی رکھ اوس سے جو اوس سے دشمنی رکھے۔ اور مدد کر اوسکی جو اوسکی مدد کرے ترک نصرت کر اوس شخص کی جو ترک نصرت کرے اونکی۔

اور اونھین کی شان مین بمقام خیبر فرمایا تھا کہ مین اوسکو علم جنگ دون گا کہ خدا اور رسول خدا کو وہ دوست رکھتا ہے اور اوسکو خدا اور رسول دوست رکھتے ہین

اور اونھین کی شان مین روز طیر فرمایا تھا خداوندا جو شخص تیرے نزدیک محبوب ترین خلق ہو میرے پاس بھیجدے جب علیؑ مرتضےٰ آئے تو رسول خدا نے فرمایا میرے پاس آؤ میرے پاس آؤ۔

اور روز احد فرمایا تھا کہ علیؑ مرتضےٰ پیشوا اور امام پرہیزگارونکے ہین اور قاتل فاجرونکے ہین۔ فتحمند ہے وہ شخص جو اونکی مدد کرے ذلیل ہے جو اونکی تذلیل کرے۔

اور اونھین کی شان مین رسول خدا نے فرمایا تھا کہ علیؑ میرے بعد تم لوگونپر حاکم ہین اور یہ وہ بات ہے کہ مجھپر اور سب مسلمانون پر حاوی ہے۔

اور یہ بھی فرمایا تھا کہ مین تم مین دو گران قدر چیزونکو چھوڑتا ہون ایک کتاب اللہ

دوسرے میری عترت۔

اور یہ بھی رسولؐ خدا نے فرمایا تھا کہ مین شہر علم ہون اور علیؑ اوسکا دروازہ ہے۔ اور اے معاویہ تو خوب جانتا ہے کہ خدا نے اونکی شان مین وہ آیات نازل کی ہین کہ جنمین دوسرا شریک نہین ہے خدا فرماتا ہے کہ "یوفون بالنذر انما ولیکم" الخ الایۃ اور فرماتا ہے "افمن کان علے بیّنۃ من ربہ" الخ اور یہ بھی فرماتا ہے "قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربیٰ" اور انھین کی شان مین رسولؐ خدا نے فرمایا ہے کہ اے ابوالحسنؑ کیا تم پسند نہین کرتے ہو کہ تمھاری صلح میری صلح اور تمہاری جنگ میری جنگ ہے اور تم میرے بھائی ہو۔ میرے ولی ہو۔ دنیا و آخرت مین اور اے ابوالحسنؑ جسنے تمھین دوست رکھا اوسنے مجھے دوست رکھا۔ اور جسنے تمسے دشمنی کی اوسنے مجھسے دشمنی کی۔ اور جو تمھین دوست رکھیگا خدا اوسے جنت مین داخل کریگا اور جو تمسے دشمنی رکھیگا خدا اوسے جہنم مین رکھیگا۔ اور یہ میرا خط اے معاویہ ایسا نہین ہے جسکے بعد کوئی صاحب عقل دھوکہ کھائے والسلام"۔

اگرچہ عمرو عاص نے معاویہ کو یہ جواب بھیجدیا ہے لیکن عقبہ ابن ابی سفیان کی تدبیر ایسی نہ تھی کہ جسکا اثر عمرو کے دل پر نہوتا۔ مصر کی حکومت کے لالچ نے اُسے معاویہ خارجی کا دوست بنا ہی دیا اور وہ علیؑ مرتضٰے کے مقابلہ مین بحمایت معاویہ سر میدان آہی گیا جسے معاویہ خارجی نے اپنا ندیم خاص مقرر کیا تھا۔

ہماری مراد اس جواب کے لکھنے سے صرف یہ ہے کہ عمرو خارجی کی شہادت سے جو اوصاف علیؑ کے ثابت ہوتے ہین آیا وہ کسی ناقص الایمان مین جمع ہوسکتے ہین؟

مجھے اس مقام پر کل خط کے مضامین کے اعادہ کرنیکی ضرورت نہین صرف ابتدائی فقرات کو یاد دلاکر کہتا ہون کہ علیؑ کی مخالفت سے قلادہ اسلام کا گردن سے نکلنا اور اندھا دھند گمراہی مین کود پڑنا اور امر باطل کی مدد کرنا ہے اور جس شخص کی مخالفت سے

یہ نتائج حاصل ہون کہ قلادۂ اسلام بھی گردن سے نکلجائے۔ گمراہی مین بھی ڈوب جائے اور امر باطل کی بھی مدد کرنے لگے وہ کون ہوسکتا ہے؟ وہ وہی شخص ہوسکتا ہے کہ جو کامل الایمان ہے۔ پس اس خارجی کی یہ شہادت قطعی دلیل کامل الایمان ہونے علیؑ مرتضےٰ کی ہے۔ کیا خوارج اپنے ان اقوال مین کہ جنمین وہ علیؑ مرتضےٰ کے ایمان کی صداقت کررہے ہین چون وچرا بھی کرسکتے ہین؟

البتہ وہ لوگ کہ جو خوارج تو نہین ہین مگر مذہب اہلسنّت وجماعت کے بُرقع مین اپنا اصلی جمال دکھارہے ہین۔ لیکن ہمکو اونسے شکایت نہوگی نہ اونکی چون و چرا کے جواب کے ذمہ دار ہونگے۔ مگر اوسوقت جبکہ وہ اقرار کرلین کہ درحقیقت ہم خارجی ہین اور ہمکو اپنے ان اقوال کے قبول کرنے مین یہ عذر ہے۔

یہانتک جن خوارج کے اقوال سے علیؑ مرتضےٰ کا کامل الایمان ہونا ثابت ہوا یہ وہ افسران طبقۂ اعلےٰ خوارج کے تھے کہ جنکے زیر کمان جنگ جمل اور صفین مین بمقابلہ علیؑ مرتضےٰ فوجین تھین اب یہانسے خوارج نہروان نے جس بنا پر علیؑ مرتضےٰ کو چھوڑدیا اور اونسے جنگ کی۔ دکھلایا جاتا ہے کہ آیا وہ بنا کسقدر مستحکم تھی اور آیا جسوقت اون لوگون نے حالت موجودۂ علیؑ مرتضےٰ کو متغیر کرنیکے لئے دلائل بیان کئے ہین اور اونکے جوابات اونکو بالمواجہ موقع جنگ پر ہی جو دیے گئے ہین تو وہ کہانتک اپنے اعتراض پر قائم رہے ہین اور جس سے صاف اندازہ اس بات کا ہوسکے گا کہ وہ دلائل ہرگز ہرگز علیؑ مرتضےٰ کو اونکی موجودہ حالت سے کہ وہ عموماً مذہب اسلام مین مؤمن مسلمان قرار پائے ہین متغیر نہین کرسکتے۔

لیکن قبل اسکے کہ ہم اون اعتراضات کو اور اُنکے جوابات کو شروع کرین پہلے ہمکو ان خوارج نہروان کی اصل بتانا چاہئے کہ یہ لوگ کون تھے کہان سے پیدا ہوگئے تھے؟

علامۂ ابو الفدا و رعلامۂ ابن خلدون نے اپنی اپنی کتب تواریخ مین بدین خلاصہ لکھا ہے ”جبکہ بمقام صفین اخیر معرکہ لیلۃ الہریر کے روز کہ جمعہ کا دن تھا اور شب جمعہ سے جنگ آغاز تھی اور ایسی شدید جنگ ہوئی کہ۔

علیؑ مرتضےٰ نے اپنی عادت قدیم کے موافق کہ وہ جب کسی کافر کو قتل کرتے تھے نعرہ ”اللہ اکبر“ بلند فرماتے تھے۔ صرف اوس رات تین چار سو تکبیرین کہی تھین اور ایسے ہی حضرت مالک اشتر بھی جو نہ صرف ایک سپہ سالار ہی علی مرتضےٰ کے لشکر کے تھے بلکہ علیؑ مرتضےٰ کی قوت لشکر ایسے ہی تھے جیسے کہ خود علی مرتضےٰ پیغمبر کے لشکر کی قوت تھے۔ لڑائی مین جان لڑائے ہوئے تھے۔ آثار فتح نمایان ہو چکے تھے۔ قریب تھا کہ لشکر مخالف کے قدم میدان سے اوکھڑ جائین کہ ناگاہ مخالف فوج کے علمون پر قرآن بلند ہوئے۔ یہ تدبیر عمرو عاص وزیر معاویہ خارجی کی تھی جس سے مقصود اوسکا علیؑ مرتضےٰ کے لشکر مین اختلاف ڈلوانے کا تھا چنانچہ اوسکا یہ خنجر فریب کارگر ہوگیا۔ مسعود ابن فدک تمیمی و زید ابن حسن طائی و اشعث ابن قیس و دیگر عراقی (یہ لوگ منجملہ خوارج نہروان اکبر الخوارج سے تھے) علیؑ مرتضےٰ سے مصر ہوئے کہ یہ لوگ ہمکو اب کتاب خدا کیطرف بلاتے ہین اگر اب آپ جنگ موقوف نہ کرینگے اور مالک اشتر کو مورچہ سے واپس نہ بلالین گے تو بیشک آپکے ساتھ بھی وہی کیا جائیگا جو عثمان بن عفان کے ساتھ کیا گیا۔ علیؑ مرتضےٰ نے لاکھ سمجھایا صاف کہا کہ دیکھو معاویہ۔ عمرو عاص۔ ابن ابی معیط۔ ابن ابی سرج۔ اور ضحاک ابن قیس وغیرہ وغیرہ یہ لوگ اصحاب دین سے نہین ہین۔ یہ لوگ مکار ہین۔ اِن کا یہ قرآن نہین ہے۔ مین اس قرآن کا جاننے والا ہون اور حلم کرنیوالا ہون۔ لیکن اونھون نے کسیطرح قبول نہ کیا۔ چنانچہ علیؑ مرتضےٰ نے مالک اشتر کو واپس بلالیا اور اونھون نے بھی آکر بتائید ارشاد اپنے آقا امیر المومنینؑ کے ظاہر کیا کہ مین تو اوسیوقت جبکہ قرآن علمون پر بلند کئے گئے۔ سمجھ چکا

تھا کہ یہ بہت بڑا فریب کیا گیا۔ جب مالک اشتر مورچہ سے واپس آچکے لڑائی تھم چکی اُنھین سرد پا قافون نے جنپر عمرو عاص کی تدبیر کے خنجر فریب نے اپنا کام کر دیا تھا معاویہ سے سبب علمون پر قرآن کے بلند کرنیکا پوچھا تو کہا مطلب یہ ہے کہ ایک حکم (پنچ) ہماری طرف سے مقرر ہو اور ایک آپکی طرف سے اور مطابق کتاب خدا کے فیصلہ کردے یہ سُنکر اس امر کو علی مرتضےٰ نے نامنظور فرما کر ارشاد فرمایا کہ مین قرآن ناطق ہون لیکن وہ لوگ اپنی رائے پر مصر رہے اور طالب تعین حکم ہوئے۔ اشعث ابن قیس نے (یہ اکبر الخوارج نہروان سے تھا) کہا کہ ہماری طرف سے ابو موسےٰ اشعری حکم مقرر ہو۔ پھر جناب امیر علیہ السلام نے اس انتخاب سے بھی بیزاری ظاہر کی اور ارشاد فرمایا کہ ابو موسےٰ ہرگز ثقہ نہین ہے۔ وہ مجھسے جدا ہو گیا تھا مجھسے لوگونکو پھیرتا تھا بلکہ ابن عباس یا مالک اشتر حکم مقرر کیے جائین مگر اسکو بھی کسی نے نہ مانا اور ابو موسیٰ کی نسبت بتائید رائے اشعث جو لوگ ووٹ دے چکے تھے وہ اپنی رائے سے ہرگز نہ ٹلے چنانچہ ادھر سے ابو موسے اور ادھر سے وہی عمرو عاص حیلہ جو مقرر ہوا اور کتاب لکھی گئی جسمین علی مرتضےٰ کے نام کے ساتھ امیر المؤمنین کا بھی لفظ لکھا گیا۔ عمرو عاص نے کہا کہ یہ امیر تمھارے ہین نہ کہ ہمارے یہ لفظ نہین لکھا جائیگا۔ اخنف نے اسپر اصرار کیا کہ ضرور یہ لفظ لکھا جائیگا۔ لیکن وہی اشعث ابن قیس بولا کہ اسکا لکھا جانا بھی کچھ ضرورت نہین یہ سُنکر علی مرتضےٰ نے اپنے ہاتھ سے لفظ امیر المؤمنین کو محو کر دیا اور یوم صلح حدیبیہ مین پیغمبر کے ساتھ جو کفار قریش سے ظہور مین آیا تھا اور اُسیوقت وہ پیشین گوئی جو علی مرتضےٰ کی نسبت آنحضرت نے مخصوص اسی دن کے لئے فرمائی تھی۔ سب کو یاد دلائی جسپر عمرو عاص نے کہا کہ آپ ہمکو کفار سے نسبت دیتے ہین۔ آپنے فرمایا کہ کب تو فاسقونکا دوست اور مسلمانونکا دشمن نہ تھا۔ بعد کتابت علی مرتضےٰ کوفہ مین رونق افروز ہوئے اور یہ لوگ کوفہ مین داخل نہین ہوے اور اُسیوقت سے یہ اعتراض علی مرتضےٰ پر قائم کر دیا کہ "لا حکم الا للہ" بجز خدا کے کسیکا حکم نہین[1]۔

---

[1] دیکھو تاریخ ابو الفدا و عبر ابن خلدون۔

صاحب ملل ونحل اعنی فاضل شہرستانی ان خوارج کی تعداد بارہ ہزار لکھتے ہین جو علی مرتضےٰ سے پھر گئے تھے اور نہروان مین بمقابلہ علی مرتضےٰ شریک جنگ تھے۔ اور جنمین سے صرف نو نفر فرار کر گئے تھے اور باقی سب قتل ہو گئے تھے۔ فراریونمین سے دو سمت کرمان دو سمت سجستان دو سمت جزائر اور ایک یمن کو بھاگا تھا۔ اور آیندہ خوارج کے مختلف فرقونکے یہی مورثان اعلےٰ ہوئے۔

ان سب کا علی مرتضےٰ پر یہ الزام ہے کہ "گناہ کبیرہ کا کرنیوالا کافر ہوتا ہے اور حکمین کا مقرر کرنا گناہ کبیرہ ہے" لیکن عقلاً خواہ جو کفر کی تعریف مختلف فرقون اسلام مین کی گئی ہے اُن سب کی رو سے حکمین کا مقرر کرنا نہ داخل گناہ کبیرہ ہے اور نہ داخل کفر ہے۔ اور ذی علم سائل نے جو کہ خود کچھ قدح منجانب خوارج ایمان واسلام علی پر کی نہین ہے۔ پس اس مقام پر صرف ہم وہ گفتگو حضرت عبداللہ ابن عباس اور خود علی مرتضےٰ امیر المؤمنین کی لکھدینا کافی سمجھتے ہین کہ جو روبروے خوارج نہروان سے ہوئی تھی اور جس سے وہ مطاعن جو خوارج موجودہ حالت علی مرتضےٰ کے تغیر کرنیکے لئے کافی سمجھتے تھے وہ بھی معلوم ہون گے اور اُنکے جوابات بھی۔

تقریر حضرت عبداللہ ابن عباس باخوارج نہروان

امام ابی عبداللہ احمد ابن شعیب النسائی صاحب صحیح اپنی کتاب خصائص مین عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتے ہین کہ "جب فرقہ حروریہ ہمسے جدا ہو گیا جنکی تعداد چھ ہزار تھی وہ ایک مکان مین جمع ہوئے اوسوقت مین نے علی مرتضےٰ سے کہا کہ یا امیر المؤمنین نماز کو ٹھنڈے وقت پڑھیے گا تاکہ مین اس گروہ سے کچھ بحث کر لون۔ علی مرتضےٰ نے فرمایا کہ مجکو خوف ہے کہ تمکو اُنکے ہاتھ سے کہین گزند نہ پہونچے۔ مین نے اُنسے کہا کہ ایسا نہوگا چنانچہ مین نے کنگھی کی اور لباس پہنا اور اُن (خوارج) کے پاس پہونچگیا۔

دوپہر کا وقت تھا اور وہ لوگ کھانا کھا رہے تھے۔ اُن سب نے کہا کہ اے ابن عباس تمہارے آنیکا کیا سبب ہوا؟

مینے کہا کہ اصحاب نبیؐ مہاجرین و انصار اور پسر عم رسولؐ خدا اور داماد جنکے حقمین قرآن نازل ہوا ہے اور تمسے تاویل قرآن کے زیادہ عالم ہین اُن لوگون کے پاس سے آیا ہون اور تم مین کوئی بھی شخص ایسا نہین ہے کہ جو کچھ وہ کہین وہ تم تک پہونچا دے۔ یہ سُنکر اُن مین سے چند لوگ اُٹھکر علیحدہ میرے پاس آگئے مین نے پوچھا کہ اصحاب رسولؐ اور اُنکے ابن عم پر تم کیا الزام لگاتے ہو اُنھون نے کہا کہ ہمارے تین الزام ہین[1] مین نے پوچھا کہ وہ کون کون ہین لوگون نے کہا۔

اول یہ کہ علیؑ مرتضےٰ نے امر خداوند عالم مین دو شخصون کو حکم (پنچ) مقرر کیا اور خداوند عالم فرماتا ہے۔ لاحکم الا للہ اور بھلا اُن دونونکا حکم کیا چیز ہے؟

ثانیاً یہ کہ علیؑ مرتضےٰ نے جنگ[2] کی اور بندی اور لوٹ سے منع کیا پس اگر وہ لوگ کافر تھے تو اُنکی بندی ہمکو حلال تھی اور اگر مومن تھے تو نہ اُنکی بندی حلال تھی اور نہ قتل؟

ثالثاً یہ کہ علیؑ مرتضےٰ نے اپنی ذات کو امیر المؤمنینؑ سے محو کیا پس اگر وہ امیر المؤمنینؑ نہین ہین تو امیر الکافرین ہین۔

جب وہ تینون الزامونکی تصریح کر چکے تو مین نے پوچھا کہ کوئی اور الزام ہے؟ تو اُنھون نے کہا کہ یہی کافی ہین۔ تب مین نے کہا کہ اگر کتاب خدا اور سُنت رسولؐ سے ایسی چیزین دکھاؤن جس سے تمہارے شُبہات کا بطلان ہو جاوے تو آیا تم اپنے فعلون سے باز آؤگے؟ اُنھون نے کہا کہ بیشک۔

جواب شُبہہ نمبر۔ ا حرف الف

---

[1] دیکھو ابتدائے سخن طاعن یا قادح کیطرف سے ہوتی ہے یعنی اُسکی طرف سے جو کسی حالت موجودہ کا تغیر چاہے۔ مؤلف عفی عنہ

[2] جنگ جمل سے مراد ہے۔

“نسبت اعتراض اول بابت تقرری حکمین کے مین تمہارے لئے کتاب خدا کو پڑھتا ہون تحقیق که خدا نے اوس چیز مین که جسکی قیمت چوتھا حصّہ درہم کا ہے دو شخصونکو حکم کرنیکے لئے مقرر فرمایا ہے اور یہ حکم کیا که اسمین دو شخص حکم کرین خدائے بزرگ کا وہ حکم یہ ہے

“یایها الذین امنوا لاتقتلوا
الصید وانتم حرم ومن قتله منکم
متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم
یحکم به ذوا عدال منکم”

حاصل ترجمہ آیت: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو نہ قتل کرو شکار کو اُسوقت که تم احرام باندہے ہو۔ اور جس شخص نے که عمداً قتل کیا پس اُسکی جزا مثل اُس چیز کے ہے که اُس نے قتل کیا چوپاؤن سے۔ اُسکا حکم کرینگے دو صاحب عدل تم مین سے”

پس خداوند تعالے نے اپنے حکم کرنیکو دو شخصونکے حکم کرنے پر گردانا تھا که وہ اسمین حکم کرین۔ اگر خدا چاہتا تو اسمین خود کچھ حکم کر دیتا اور خدا نے دو شخصونکے حکم کرنیکو جائز رکھا ہے پس مین تمکو خدا کی قسم دیتا ہون که اصلاح ذات البین اور خون بہانے مین دو شخصون کا حکم افضل ہے یا حکم کرنا لوگون کا خرگوش کے لئے سب نے باتفاق کہا که نہین بلکہ خون بہانے مین ہی حکم کرنا بہتر ہے”

جواب شبہہ نمبر-۱-حرف-ب-

“خدا نے زن وشوہر مین اگر اُنمین کچھ جھگڑا ہو دو شخصونکو مقرر کرنے کو کہا ہے۔ جسکا مأخذ یہ آیت ہے”

آیت “وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکمًا من اهله وحکمًا من اهلها ان یریدا اصلاحًا یوفق الله بینهما”

پس تمکو قسم خدا کی دیتا ہون که آیا دو شخصون کا حکم واسطے اصلاح درمیان مسلمانونکے اور اُنکے خون بہانیکے بہتر ہے یا حکم اُنکا درمیان نکاح زن و

شوہر کے بہتر ہے کہ جسکو نکاح سے شوہر خارج بھی کر سکتا ہے" جب خوارج ان نظائر حقہ کو سُنکر جواب اول کے مقر ہو چکے تو پھر ابن عباس نے کہا کہ۔

جواب شبہہ نمبر دوم۔

"بابت اعتراض لڑنے اور بندی اور لوٹ کی اجازت نہ دینے کے مین پوچھتا ہون کہ "کیا تم اپنی مان عائشہ کو بندی مین لیتے اور کیا اونکے ساتھ بھی وہ حلال کرتے جو غیرون کے واسطے ہے حالانکہ وہ تمہاری مان ہین[1]" پس اگر تم یہ کہوگے کہ اُنسے بھی وہ چیز حلال ہے جو غیرون سے حلال ہے پس تم کافر ہوگے اور اگر یہ کہوگے کہ وہ ہماری مان نہین ہے تو بھی تم کافر ہوگے اسواسطے کہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ "النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم و ازواجه امھاتھم" پس درمیان دو گمراہیون کے تھے پس تمھین ایسا راستہ بتلاؤ کہ اس خرابی سے کیونکر بچیے" سب نے کہا آپ صحیح فرماتے ہین۔

جواب شبہہ نمبر سوم

بابت تمہارے تیسرے اعتراض یعنی اپنے نفس سے لفظ امیر المومنین کے محو کرنیکے بھی مین ایسی چیز بیان کرتا ہون کہ تم راضی ہو جاؤ۔

"مین شہادت دیتا ہون کہ رسول خدا نے روز حدیبیہ جبکہ مشرکین سے صلح کر لی تھی علیؑ ابن ابیطالب سے کہا کہ لکھو یا علیؑ "ماھذا اصالح علیه محمد رسول اللهؐ" پس جب یہ لکھا گیا تو مشرکین نے کہا کہ اگر ہم یہ جانتے کہ آپ رسول الله ہین تو آپ سے نہ لڑتے پس محمدؐ ابن عبدالله لکھا گیا اور رسولؐ خدا نے علیؑ مرتضے سے فرمایا کہ لفظ رسول الله

---

[1] علیؑ مرتضے نے اپنی تقریر مین جو جواب فرمایا ہے شیعہ اُسکے قائل ہین۔

کو محو کردو اور یہ لکھو کہ ھذا ما صالح علیہ محمدؐ ابن عبد اللہ اور درگاہ خدا مین عرض کی کہ بار الہا تو جانتا ہے تحقیق کہ مین تیرا رسول ہون۔

قسم ہے خدا کی کہ رسولؐ علیؑ مرتضٰے سے بہتر تھے۔ پس رسولؐ خدا نے اپنے نفس سے لفظ رسول خدا محو کردیا تھا لیکن اس سے رسالت سے جدا ہو جانا نہین ہے پس مین نے تمہارے اعتراضات سے فراغت حاصل کی سب نے کہا کہ ہان[۵۱]

پس اونمین سے دو ہزار جدا ہوگئے اور باقی سب لوگ اوسیطرح رہے اور حالت ضلالت مین مہاجرین و انصار کے ہاتھ سے قتل ہوگئے[۵۲]

اب ہم جناب علیؑ مرتضٰے نے جو بنفس نفیس ان خوارج سے بمقابلہ نہروان گفتگو فرمائی ہے اور جس سے خوارج کو کوئی گنجائش کا پہلو نہین ملا ہے اُسکو لکھتے ہین۔ گو اس گفتگو کو علامہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ موسوم کامل مین اور علامہ ابن طلحہ شافعی نے اپنی کتاب موسوم مطالب السؤل مین اور علامہ سبط ابن جوزی نے اپنی کتاب تذکرہ خواص الامہ مین بھی لکھا ہے لیکن ہم اسکو اپنے بزرگ برادر میرزا محمدؐ تقی خان لسان الملک کی ناسخ التواریخ سے کہ وہ جامع ہے لکھتے ہین۔

تقریر جناب علیؑ مرتضٰے با خوارج نہروان

علیؑ مرتضٰے جب نہروان مین داخل ہوئے تو پھر ابن عباسؓ کو خوارج کے پاس بھیجا انھون نے کہا کہ اب ہم آپ سے گفتگو نہ کرینگے خود علیؑ مرتضٰے سے گفتگو کرینگے چنانچہ آپ خود تشریف لیگئے اور صدا دی کہ اے گروہ خوارج جو تمہارے مطاعن ہون بیان کرو۔ خوارج نے جواب دیا کہ[۵۳]

---

[۵۱] یاد کرو ہمارا وہ قول کہ امتیاز صحت دلیلون اور حجتون کا قبول کرنا نہ کرنا توفیق ایزدی پر موقوف ہے۔

[۵۲] دیکھو یہان بھی جیسا کہ ہمنے اصول صحیح بتلایا ہے اُسی کے موافق قادح اور طاعن کیطرف سے ابتدا سخنِ طعن اور قدح ہوئی۔

طعن اول۔ آپ نے جب کتاب صلح لکھی تو اپنے نام کے ساتھ سے امارت مؤمنین کی محو فرمائی۔ پس جب آپ امیر المؤمنین نہین ہین اور ہم مؤمنین ہین تو ہم یہ نہین چاہتے کہ آپ ہمارے امیر ہون آپ امیر کافرونکے رہیئے۔

دفع طعن۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ "تم سب جانتے ہو کہ عہد رسولخدا مین مین کاتب وحی اور قضا اور کاتب شروط ضمان تھا۔ جبکہ حدیبیہ مین ابوسفیان اور سُہیل ابن عمر سے کتاب صلح لکھی گئی تو مین نے بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا ما اصطلح علیہ رسولؐ اللہ ابا سفیان و سُہیل ابن عمرو لکھا۔ اُسوقت سہیل نے کہا کہ مین رحمٰن اور رحیم کو نہین جانتا اور تمکو رسولخدا بھی نہین مانتا۔ اگر تمکو رسولخدا مانتا تو تمسے نہ لڑتا اور نہ زیارت مکہ سے تمکو باز رکھتا یہی تمہاری خوشی کے لئے کافی ہے کہ اپنے نام کو ہمارے نام سے مقدم لکھ لو ورنہ تم مجھسے کم سن ہو اور تمہارے باپ میرے باپ سے کم سن تھے چنانچہ رسولؐ خدا نے مجھسے برسم قانون جاہلیت باسمک اللھم ھذا ما اصطلح علیہ محمدؐ بن عبد اللہ لکھنے کو ارشاد فرمایا لیکن مین نے لفظ رسول اللہ کا ادباً محو نہین کیا اور خود آنحضرت نے محو فرماکر مجکو پیغمبرؐ نے اُس روز کی خبر دی تھی کہ وہی واقعہ مجکو معاویہ اور عمرو عاص سے پیش آیا۔ مین نے اُسکے محو کرنے مین رسولؐ خدا کی متابعت کی۔" یہ سُنکر خوارج نے کہا کہ اچھا پہلے امر کا تو آپ نے جواب دیا دوسرا امر سُنئے کہ۔

طعن دوم :

"آپ نے حکمین سے فرمایا کہ امر خلافت مین نظر کرو۔ اگر معاویہ سزاوار تر ہے تو اُسے قبول کرین ورنہ میری اطاعت کرین۔ اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ امر خلافت مین اپنے حق مین آپکو شک تھا پس ہمارا شک آپکے اوپر بدرجہ اولےٰ ہے"

رفع طعن ۔ جناب امیرؑ نے فرمایا کہ “مین اپنے حق مین شک نہین کرتا مینے جو یہ کہا کہ اگر معاویہ کو لائق زیادہ پاؤ تو اُسے قبول کرو۔ تو یہ میرا قول ازروے عدالت تھا اسواسطے کہ اگر حکمین سے مین یہ کہتا کہ معاویہ کو دفع کردو اور مجکو مقرر کردو تو کسیطرح ایسے موقع پر ٹھیک نہین ہے خدا فرماتا ہے “قل من یرزقکم من السموٰت و الارض قل اللّٰہ وانا وایاکم لعلی ھدی او فی ضلالٍ مبین”

خدا خود جانتا تھا کہ پیغمبر اُسکا برحق ہے “توانا وایاکم لعلی ھدی او فی ضلالٍ مبین” کہنے سے خدا اِس شک مین نہ تھا کہ رسولؐ حق پر ہے یا ناحق”

یہ سُنکر خوارج نے کہا کہ اچھا اِسکو بھی جانے دیجیے اور یہ فرمائیے کہ۔

طعن سوم

“ہم آپ کو اقضا اور احکم الناس جانتے تھے اور آپنے دوسرے شخصونکو حکم کرنیکو فرمایا اور خود اُنکے حکم کے مطیع ہو گئے”

رفع طعن “جناب امیرؑ نے فرمایا کہ تم رسولؐ خدا کو احکم الناس جانتے ہو یا نہین” کہا “بیشک وہ ایسے ہی تھے” پھر آپنے یہ آیت پڑھکر “لقد کان فی رسول اللہ اُسوۃ حسنہ” فرمایا کہ “مین نے اسمین بھی پیغمبر خدا کے عمل کے موافق عمل کیا۔ یعنی یوم بنی قریضہ رسولؐ خدا نے سعد ابن معاذ کو حکم مقرر کیا۔ اور اُنکے حکم سے بنی قریضہ کی گردن ماری گئی اور اُنکی عورتین بندی مین لائی گئین” اِسکو بھی تسلیم کرکے پھر خوارج نے یہ اعتراض کیا کہ۔

طعن چہارم

“ہم آپ کے ساتھ بصرہ مین لڑے جب فتح ہوئی اور اُنپر آپکو قدرت

حاصل ہوئی تو اُنکی عورتون اور بچون کو ہمسے باز رکھا پس جن لوگونکا خون بہانا حلال ہے تو زن و فرزند کیونکر حرام ہو سکتے ہین"؟

رفع طعن "جناب علیؑ مرتضےٰ نے ارشاد فرمایا کہ "بصرہ والے خود چڑھکر مجھپر آئے اور ابتداء جنگ کی اُنکا دفع کرنا مجھپر واجب ہوا جب مین نے فتح پائی تو مناسب نہ جانا کہ اُنکے زن و فرزند کو اُنکے مردونکے گناہ مین ماخوذ کرون اور اِس کام مین بھی مین نے پیغمبرؐ کی متابعت کی۔ یعنی یوم فتح مکّہ رسول خدا نے مشرکون پر احسان کیا کہ اُنکی عورتون اور بچون سے باز رہے اُسیطرح مین نے بصرہ والونپر احسان کیا اور اُنکی عورتون اور بچون کو چھوڑ دیا اور بندی مین نہ لیا پس مجھپر کسیطرح تمہارا یہ اعتراض بھی وارد نہین ہو سکتا" چنانچہ اِسکو بھی قبول کرکے پھر خوارج نے کہا کہ۔

طعن پنجم

"خدا نے تمہارے لئے یہ حکم نہین دیا ہے کہ جس کسی کو چاہو دین خدا مین حکم مقرر کردو اور آپنے دین خدا مین لوگونکو حکم مقرر کر دیا"؟

رفع طعن ۔ آپ نے فرمایا کہ "مین نے لوگون کو دین خدا مین حکم مقرر نہین کیا بلکہ قرآن کو حکم مقرر کیا تھا اور قرآن کو خدا نے حکم مقرر کیا ہے مین نے یہ کہا کہ حکم خدا کو قرآن سے استخراج کرین۔ نہ کہ اپنے ہواے نفس سے کچھ حکم کرین چنانچہ خود خدا اپنے کلام مین جہان کہ لوگون کو خون طائر کی بابت حکم کیا ہے یہ فرماتا ہے "ومن قتله منکم متعمدا فجزاء مثل ما قتل من النعم یحکم به ذوا عدل منکم" یہ ظاہر ہے کہ خون مسلمانون کا خون طائر سے بزرگ ہے جب خون طائر کے لئے حکم مقرر کرنا جائز ہے تو خون مسلمانونکے لئے بدرجۂ اولےٰ جائز ہے اور اُسیطرح

اصلاح ذات البین مرد و زن کے لئے بھی خدا فرماتا ہے کہ ایک شخص مرد کیطرف سے اور ایک شخص عورت کیطرف سے حکم مقرر ہو "وان خفتم" الخ الایہ "

یہ سُنکر خوارج نے کہا کہ اچھا اِس اعتراض کا کیا جواب ہے کہ "

طعن ششم

"آپ وصی رسوؐل خدا تھے اور آپ نے حق وصیت ادا نہین کیا اور اُسکو ضایع کیا" ؟

رفع طعن۔ آپ نے فرمایا کہ " تم لوگ اُسوقت بھی کافر ہو گئے تھے اور تمنے دوسرون کو مجھپر فضیلت دی اور میرے ہاتھ سے امر خلافت کو نکال لے گئے اور اوصیا پر یہ لازم نہین ہے کہ لوگون کو اپنی طرف بلا وین کیونکہ یہ کام انبیا کا ہے اور اوصیا دعوت سے مستغنی ہین اسواسطے کہ اوصیار کو نبیون نے مقرر کیا ہے جو شخص کہ خدا و رسول پر ایمان رکھتا ہے اُسکو اوصیار کی بھی اطاعت کرنا چاہئے کیونکہ اوصیار حکم رسول سے ہوتے ہین۔ اوصیار کی اطاعت نہ کرنا رسوؐل کی اطاعت نہ کرنا ہے اور رسوؐل کی اطاعت نہ کرنا خدا کی اطاعت نکرنا ہے خدا ارشاد فرماتا ہے " وللّٰہ علے الناس حج البیت من الستطاع الیہ سبیلاً "

اگر کوئی شخص ترک حج بیت اللہ کرے تو بیت اللہ کا کوئی نقصان نہین ہے وہ خود کافر ہو گیا کیونکہ خدا نے کعبہ کو واسطے مسلمانون کے علامت مقرر کیا ہے اور ایسے ہی پیغمبر خدا نے مجکو درمیان اُمت کے علامت مقرر کیا ہے آنحضرت فرماتے ہین " یا علیؑ انت منی بمنزلتہ الکعبتہ تو تی و لا تاتی "[۵۹] یا علیؑ تم میرے۔ مثل کعبہ خدا

---

[۵۹] اِس پوری حدیث کو علامہ حافظ ابن اثیر الجذری نے اپنی سند متصل سے کتاب اسد الغابہ فی معرفتہ الصحابہ مین بھی نقل کیا ہے۔ دیکھو رسالہ روشنی مطبوعہ فروری حدیث نمبر ۱۹۔ حرف (ب) صفحہ ۲۔

کے ہوکہ لوگ اُسکے پاس آتے ہین اور وہ کہین نہین جاتا۔‘‘

جب علیؑ مرتضےٰ اس مقام تک پہونچے۔ دیکھا کہ کل خوارج خاموش ہین جب عرصہ تک کوئی اور طعن و قدح کسی نے نہین کی اُسوقت آپ نے خطبۂ ذیل سے اُن کو خوف دلایا۔

علی مرتضےٰ کا خطبہ ‟ہم اہل بیت نبوت اور جائیگاہ رسالت اور محل آمد و شد فرشتگان و خمیر آب رحمت اور معدن علم و حکمت ہین۔ ہمین ہین افق حجاز کہ ام القری و قبلتہ البلاد ہے ہماری ہی طرف سب لوگون کی بازگشت ہے۔ ہماری ہی طرف ہر نیکوکار و بدکار رجوع کرنیوالے ہین[1]

اب مین بالعموم خوارج کو اور بالخصوص ذی علم سائل صاحب مخاطب وکیل خوارج کو مخاطب کر کے پوچھتا ہون کہ کیا آپکے جملہ اعتراضات جو قدمائے خوارج نے کئے تھے اور جنکے مقلدین خواہ نسل والون کی آپ نے وکالت فرمائی ہے غائب نہین ہوگئے۔ اور کیا اب بھی آپ کو اپنے موکلون کے اصول پہ علیؑ کی قدح کی کوئی آرزو باقی رہتی ہے؟

اور کیا اب بھی آپ اپنے موکلون کو یہ جرءت دلانا پسند فرماوینگے کہ آئندہ پھر وہ بے سود ندامت کی زیر باری کے متحمل ہووین۔؟

ہان اسکا مضائقہ نہین ہے بلکہ ہم اجازت دیتے ہین کہ دنیاوی عزت اور نمود حاصل کرنیکے لئے اپ شوق سے اپنے ہارے ہوے موکلین کو وکلا کے اصول پر تسکین دیدیجئے کہ یہ رائے مقدوح ہوجاوے گی اور اگر آئندہ بحث کرین تو مہربانی فرما کے موجبات کفر علیؑ بخوبی تصریح کے ساتھ تحریر کردین تاکہ شیعونکو معلوم ہو کہ یہ دلائل کفر کے ہین اور لائق وکیل کے موکل ان طعن اور قدح کی

---

[1] دیکھو ناسخ التواریخ جلد سوم کتاب دوم صفحہ ۵۹۳ ولغایت ۵۹۵۔

بنا پر اثبات ایمان علیؑ چاہتے ہین اور لائق وکیل اپنے دعوے کے انہین دلائل پر لڑتے ہین۔

اصول اہلسنّت پر علیؑ مرتضٰے کے ایمان و اسلام کا ثبوت

بعد طلب ثبوت اسلام بر بناے اصول خوارج سائل اصول اہلسنت سے اسلام و ایمان کا ثبوت چاہتے ہین اور جو شرایط قرار دیے ہین اُنکو ہم تمہید مین غلط ثابت کر آئے ہین اور یہان بھی اُن سے پوچھتے ہین۔ کہ اگر کوئی پیغمبر آخر الزمان کی نبوت کو دیگر کتب آسمانی سے ثابت کر دے تو کیا خصم یہ کہہ سکتا ہے کہ تم تو اپنے پیغمبرؐ کی پیغمبری ثابت نہین کر سکتے ہو۔ ہان ہمارے مسلمات سے ثابت ہے یعنی ہم اُنکو پیغمبر تسلیم کرتے ہین اور تم نہین۔ آپ بہ قسم شرعی بتلائے کہ کیا اُنکا یہ دعوے صحیح ہوگا؟ اور اگر آپ اِسے نہ قبول کرینگے تو پھر آپ کو یہ بھی قبول کرنا پڑیگا کہ جو جو پیشین گوئیان پیغمبر آخر الزمان کی دیگر کتب سماوی مین موجود ہین اور اُنکی روسے پیغمبر آخر الزمان کے برحق نبی ہونے پر بمقابلہ خصم حجت لائی جاتی ہے وہ غلط ہین اور امم سابق پیغمبرؐ کو پیغمبرؐ تسلیم کرتے ہین۔ اور آپ اُن کو پیغمبرؐ نہین تسلیم کرتے۔

مگر ہمارے نزدیک وہی بات ہے کہ جو ہم لکھ آئے ہین یعنی دیگر اُمم کی کتب مین وہ پیشین گوئیان ایک رکن شہادت واقعات مندرجہ کتب اسلام کی ہین نہ یہ کہ بجز تسلیم خصم باعتبار واقعہ کتب مذہب اسلام مین کوئی دلیل نہو۔

اب مین علیؑ مرتضٰے کے ایمان کو بنا بر اصول مذہب اہل سنت و الجماعۃ ثابت کرتا ہون۔ اُس اصول صحیح پر جو تمہید مین ظاہر کیا گیا ہے اور سائل کو ضرور تہا کہ وہ جو کچھ طعن اور قدح بموجب مذہب اہل سُنّت کے ہوتین اُنکو اول ظاہر کرتے

لائق سائل کو یہ بات ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہیے جو مین ابتدًا بیان کر آیا ہون کہ ہم اُس علیؑ کے جسکی شرابخواری پر روایت صحیح ترمذی اور پیغمبر کی عدول حکمی کرنے پر اور پیغمبرؐ کو ناخوش کرنے پر روایت صحیح مسلم و بخاری شہادت دے رہی ہین۔ اور جو آپکا علیؑ ہے۔ ایمان کے قائل نہین ہین اور جسکا ایمان و اسلام ثابت کرتے ہین وہ ہمارا علیؑ ہے جس کے ایمان و اسلام کے دلائل ہماری کتب مین بطور واقعہ درج ہین اور جنکی شہادت آپکی کتب سے دینگے کہ ہمارے علیؑ مین وہی اوصاف آپکی کتب مین بھی قبول کئے گئے ہین جو ایک رکن شہادت واقعات مندرجہ کتب شیعہ ہے لیکن پہلے مین یہ بتلانا چاہتا ہون کہ وہ تمام دلائل جن سے علیؑ مرتضےٰ کا کامل الایمان و اسلام ہونا کتب شیعہ مین درج ہے اور جنکا ماخذ قرآن اور حدیث پیغمبرؐ ہے کتب اہل سُنت مین کمی کے ساتھ اُنکی تائید کیون کی گئی ہے؟۔

علامۂ ابو جعفر اسکافی جو عالم متبحر معتزلہ کے ہین وہ بجواب حافظ عثمانی کے یہ تحریر کرتے ہین کہ ”اگر خیال غلبہ جہل نہوتا تو اس عثمانی کے جواب دینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ سب جانتے ہین دولت اور سلطنت اُنھین کے موافق ہوتی ہے جو ارباب سلطنت کے ہم آواز ہون[1]

اور سب آگاہ ہین کہ قدر و منزلت اُنہین علماء و شیوخ کی پہلے زمانہ مین ہوتی تھی جو فضائل ابوبکر بیان کرتے تھے۔ بنی امیہ کی اس باب مین کسقدر تاکید اور سختی تھی اور بدون اِسکے کسیطرح دنیا سے تمتع ممکن نہ تھا پس محدثین نے بھی کوئی دقیقہ ایسے روایات کے بتلانے مین اُٹھا نہ رکھا تھا۔ چونکہ یہ امر بدون اخفاے مناقب علیؑ ابن ابی طالب ممکن نہ تھا لہذا ہر طرح درپے اس امر کے ہوے کہ ذکر علیؑ

---

[1] شمس العلماء شبلی نعمانی بھی سیرۃ النعمان مین اسی راے کا پہلو دباے ہوے نسبت امام ابوحنیفہ صاحب کے لکھتے ہین کہ ”امام صاحب کا مذہب اصول سلطنت سے بہت موافقت رکھتا ہے“

اور اولادِ علیؑ کو محو کرین اور اُنکے فضائل اور مناقب اور سابق الایمانی کو مٹائین چنانچہ اس لئے سبکو برانگیختہ کیا کہ سب وشتم علیؑ کرین اور منبرون پر لعن کرین۔ اولاد علیؑ کی یہ حالت تھی کہ اُنکے دشمنونکی قطار روز بروز بڑھتی جاتی تھی اور اُنکے دوستونکی یہ حالت تھی کہ تلوارین اُنکے خون سے رنگی جاتی تھین اور روز بروز تعداد اُنکی کم ہوتی جاتی تھی۔ کوئی کہین قتل ہوا کوئی کہین اسیر ہوا باقی لوگ پوشیدہ ہوگئے غرضکہ عجب حالت خوف وبیم وترس تھی یہانتک کہ فقیہ ومحدث اور قاضی اور متکلم سبکے سب لوگون کو عقوبت سلطانی سے ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ علیؑ کے فضائل نہ بیان کرو اُنکی اولاد کے پاس تک نجاؤ۔ یہانتک نوبت پہونچی کہ محدثین مارے خوف کے جناب امیرؑ کا نام نہین لے سکتے تھے اگر کسی حدیث مین حضرتؑ کا ذکر ہوتا تھا تو اسطرح بدل دیتے تھے کہ "یون کہا ایک مرد قریش نے یا ایسا کہا کہ ایک مرد قریش کے لئے" مگر نام نہین لیتے تھے انکی تو یہی حالت رہی لیکن اہل مذہب جتنے ہین وہ سب اسپر تلے بیٹھے ہین کہ فضائل ومناقب کو علیؑ کے باطل کرین۔ تاویلات بعیدہ اور حیلہ ومکر سے کام لین خارجی ہون یا ناصبی عثمانی ہون یا معتزلی۔ یا کوئی فرقہ جو پیدا ہوا سب کی یہی خواہش رہی کہ کسیطرح علیؑ کے فضائل اور مناقب کو مخفی کرین[لہ]

حتے کہ زمانۂ معاویہ اور یزید سے مابعد والے سلاطین بنی امیہ تک کہ اسّی سال تک اُنکی سلطنت رہی کوئی دقیقہ سب وشتم اور اخفاے فضائل مین باقی نہین رہا"

پھر اُسی کتاب مین دوسرے مقام پر ابو جعفر لکھتے ہین کہ "تم خوب جانتے ہو کہ سلاطین وملوک کوئی دین یا کوئی بدعت اگر قائم کرتے ہین تو اپنی رعایا کو اُسکی تعمیل پر ایسا مجبور کرتے ہین کہ سواے اُس دین اور بدعت کے دوسرے سے واقف

[لہ] ابن وجیہ کہتے ہین کہ بخاری کی عادت ہے کہ فضائل علیؑ کو کاٹ کر حدیث بیان کرتا ہے۔ دیکھو کتاب شرح اسماء النبی مولفہ ابن وجیہ۔

بھی نہین ہونے دیتے چنانچہ حجاج ابن یوسف کہ عامل عبدالملک ابن مروان کا تھا۔ علاوہ اُن ظلم وستم کے جو اولاد علی پر اُسنے کئے لوگون کو اِس امر پر بھی مجبور کیا کہ قرآن کو بہ قرارت عثمان کے پڑہین اور قراءت ابن مسعود او رابی ابن کعب کو ترک کرین[1]۔

کل بیس برس اُسکی سلطنت رہی مگر اُسکی زندگی مین ہی تمامی ملک عراق قرارت عثمان پر متفق ہوگیا اور اُنکی نسلین تو سوائے قرارت عثمانی کے دوسری قرارت سے بالکل ناواقف ہوئین خواہ اس وجہ سے کہ اُنکے ماں باپ مانع ہوتے تھے خواہ اسوجہ سے کہ معلمون نے اسکی تعلیم موقوف کردی تھی تا اینکہ اگر کوئی عبداللہ ابن مسعود یا ابی ابن کعب کی قرارت پڑھتا تو ہکو لوگ قرآن نہین جانتے تھے بلکہ پڑھنے والے کی تالیفات وموضوعات سے قرار دیتے تھے۔ یہ حال تو اُن سلاطین اور اُنکی رعایا کا اس قرارت کے بارہ مین تھا جسکے خلاف کے رواج سے نہ خوف زوال سلطنت تھا اور نہ کسی فساد کا اندیشہ۔ برخلاف اظہار فضائل علیؑ اور اُنکی اولاد کی بزرگی ظاہر ہونے مین ہر طرحکا خوف تھا اسلیے اِسمین اور بھی کد کیگئی[2]۔ واضح ہو کہ یہ حالات اسّی سال تک کی خلافت عہد بنی اُمیہ کے بیان ہوئے اب حالات آئندہ خلافتون بنی عباس کے لکھے جاتے ہین۔

علامہ ابن اثیر جامع الاصول مین بذیل طبقات مجروحین لکھتے ہین کہ[3] بدترین طبقات جرح سے رسولؐ مقبول پر افترا کرنا ہے جسکے بارہ مین آنحضرتؐ نے

---

[1] علیؑ مرتضیٰ کا جمع کیا ہوا قرآن جسکا ذکر استیعاب اور تاریخ الخلفا و دیگر کتب مین ہے وہ تو عہد خلافت اولین مین ہی ساکت کردیا گیا تھا اور اُسکی بابت صاحب استیعاب یہ رائے نقل کرتے ہین کہ وہ ہمکو نہایت مفید ہوتا تھا ان دونوں کی قرارت سے بھی فضائل مرتضوی چونکہ ظاہر ہوتے تھے یہی وجہ اونکے ترک کرانیکی ہے۔

[2] دیکھو شرح نہج البلاغہ مؤلفہ ابن ابی الحدید و عبقات الانوار۔

فرمایا ہے کہ جان بوجھکر مجھپر تہمت باندہے گا اُسکی جگہ جہنم ہے۔ مگر اس بلا مین بہت بڑی جماعت مبتلا ہوئی جنکے مقاصد و مطالب جداگانہ تھے مثل جعفر ابن سعد کوفی اور محمد ابن سعید شامی جنھون نے اس غرض سے احادیث وضع کین کہ لوگونکے دلونمین شک پیدا کردین بعضون نے اپنی خواہش کے مطابق احادیث گڑہ لین جنمین سے بعض نے تو توبہ بھی کی اور اپنی وضع احادیث کے مترجی ہوئے چنانچہ ایک شیخ نے شیوخ خوارج سے بعد توبہ کہا کہ یہ حدیثین وہی ہین جنکو ہم نے وضع کیا تھا۔ دیکھین اب کون اسکو پہچانتا ہے ہم لوگ جب کوئی بات چاہتے تھے تو اُسکے لئے حدیث بنا لیتے تھے۔

ابو العینہ کہتا ہے کہ ہمنے اور جاحظ نے حدیث فدک بنائی اور شیوخ بغداد کے سامنے پیش کی سب نے قبول کر لی مگر ابن شیبہ علوی پہچان گیا اور کہا کہ اول حدیث آخر سے نہین ملتی[لہ]۔

سلیمان ابن حارث کہتے ہین کہ مین ایک شیخ کی خدمت مین گیا دیکھا کہ وہ رو رہا ہے دریافت پر یہ وجہ تبلائی کہ چار سو حدیثین بنا کر مین نے داخل کر دین بعضون نے بغرض خوشنودی خدا حدیثین بنائین تاکہ لوگونکو فضائل اعمال کی طرف رغبت دلائین مثل ابی عصمة نوحؑ ابن مریم مروزی اور محمد ابن عکاس کرمانی اور احمد ابن عبداللہ وغیرہ۔ چنانچہ ابی عصمة سے پوچھا گیا کہ تم اسقدر حدیثین ہر ہر سورة کی فضائل مین ابن عباس سے بذریعہ عکرمہ روایت کرتے ہو حالانکہ دوسرے شاگردان عکرمہ اُس سے واقف بھی نہین۔ اُس نے کہا چونکہ مین نے دیکھا کہ لوگ فقہ ابو حنیفہ اور مغازی ابن اسحاق مین مصروف ہین۔ قرآن سے بالکل روگردانی کئے ہوئے ہین اسلئے مین نے قربةً الی اللہ یہ احادیث بنائین بعضون نے بادشاہونکی خوشامد مین احادیث بنائین چنانچہ غیاث ابن ابراہیم محدث نے مہدی خلیفہ کے واسطے ایک حدیث بنائی اُسکو

[لہ] بخاری کے باب فرض الخمس مین جو تیسری حدیث متعلق فدک ہے اُسکا بھی اول آخر سے نہین ملتا شاید یہی حدیث ہو۔

کبوتر اوڑانے کا بڑا شوق تھا دور دور از مقامات سے منگاتا تھا۔ اسلئے اُسنے ایک حدیث جو اُسکے شوق کی جائز رکھنے والی تھی بنائی۔ جسکے صلہ مین مہدی خلیفہ نے اُسے دس ہزار درہم دیے۔ اکثر ایسے لوگ تھے جو دروازون پر سوال کرتے پھرتے تھے اور بازارون مین کھڑے ہوکر آنحضرت کی طرف موضوعات کی نسبت کرتے تھے چونکہ سندین صحیح یاد کرلی تھین اُنھین اسناد صحیحہ کے ساتھ موضوعات بیان کردیتے تھے[1]

یہ آرا ایسے صاف و صریح ہین کہ جنپر ہمکو کوئی راے لکھنے کی ضرورت نہین معلوم ہوتی ہے۔ کل ۶۰۰ برس بنی اُمیہ اور بنی عباس مین خلافت رہی یعنی ۸۰ برس بنی اُمیہ ۵۲۰ برس عباسیہ مین لیکن ۶۰۰ برس کامل یہی کوشش رہی کہ فضائل سردار خاندان پیغمبر کے نیست و نابود کیے جاوین۔ مین ایک خاص روایت اِس مقام پر مروج الذہب سے لکھتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ اِس کوشش کے نتیجہ مین خلفاے بنی اُمیہ کے عہد مین ہی کہانتک کامیابی ہوگئی تھی۔

صاحب مروج الذہب بہ سلسلہ حالات بنی اُمیہ تحریر کرتے ہین کہ "اُسی زمانہ مین ایک شخص متوطن شام بغداد مین آیا اُسکو وہان معلوم ہوا کہ اقرباے نبیؐ اور اہلبیت نبیؐ سے مراد بنی ہاشم ہین تو اُسنے قسمیہ بیان کیا کہ مین نے اِسوقت تک یہ سُنا ہی نہ تھا اور نہ مین ایسا جانتا تھا بلکہ یہ جانتا تھا کہ سواے بنی اُمیہ کے کوئی شخص رسولؐ خدا کا قرابت دار ہی نہین ہے"

ہمارے ذیعلم سائل صاحب مخاطب غور فرماوین جبکہ ۸۰ برس کے زمانہ مین تو یہ حالت ہوچکی تھی کہ لوگ یہ جانتے بھی نہ تھے کہ بنی ہاشم قرابت دار پیغمبرؐ کے ہین پھر

---

[1] شمس العلماء پروفیسر نعمانی نے بھی سیرۃ النعمان مین قبول کیا ہے کہ چودہ ہزار حدیثین صرف ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کی تھین اور عبدالکریم ایک وضاع نے قبول کیا ہے کہ اُسمین چار ہزار محض اوسکی موضوعات سے تھین۔ مؤلف عفی عنہ۔

اُسکے بعد ۵۲۰ برس تک جبکہ برابر فضائل علیؑ کے نیست و نابود کرنیکی کوشش جاری رہی تو کیا رنگ زمانہ کا ہوگیا تھا۔

ایسی حالت مین جبکہ خود بزرگان و اکابر علماء اہلسنت پکار پکار کر اس بات کی تائید کر رہے ہین کہ فضائل علیؑ ابن ابیطالب کے نیست و نابود کرنیمین ۶۰۰ برس کامل تک کوشش بلیغ رہی اور اہلبیت کے ہاتھ مین سلطنت ظاہری نہونیکی وجہ سے اُنکے غیرونکو حسب دلخواہ کامیابی ہوئی اور اُنکے غیر (خلفاے بنی امیہ و عباسیہ) اپنے فضائل و مناقب کی احادیث کے وضع کرانیمین کوشان رہے۔ وضاعونکی قدر و منزلت کیجاتی تھی اور چونکہ بغیر اسکے دنیاوی تمتع ناممکن تھا۔ محدثون نے بھی موضوعات کے پل باندھ دیئے اور فضائل شیخین یا خلفاے ثلثہ کے موضوعات کا ایک دفتر بے پایان ہے[ع]۔

تو ایسی حالت مین ذیعلم سائل مخاطب کو شرم کرنی چاہئے۔ کیا وہ فضائل اہلبیت اور علیؑ مرتضےٰ کے جو کٹ کٹا کر اور چھٹ چھٹا کر باقی رہ گئے ہین اور جنکو آپکے مستند علماء نے بطور رکن شہادت منقولات مذہب شیعہ اپنی اپنی تصانیف مین داخل کیا ہے آپکی آنکھ مین کھٹکتے ہین؟

یاد رکھنا چاہیئے باوجودیکہ بعد وفات پیغمبرؐ چھ سو برس تک جیسا کہ ثابت کیا گیا ائمہ اہلبیت کے فضائل مین کاٹ چھانٹ رہی تاہم اُنکی تائید و تصدیق کتب اہلسنت سے بہت کچھ ہوتی ہے اور مین اس مقام پر بہت اختصار کے ساتھ علیؑ مرتضےٰ کا ایمان و اسلام جیسا کہ سائل چاہتے ہین ثابت کرتا ہون۔

دلائل اثبات ایمان و اسلام علیؑ مرتضےٰ مندرجہ کتب شیعہ کی کتب اہلسنت سے شہادت

(۱) آیة "السابقون	"آیۃ السابقون السابقون کی تفسیر مین ابن
السابقون" قال ابن عباس	عباس کہتے ہین کہ جس شخص نے سب سے پہلے
اول من صلے مع رسول اللہ	رسول خدا کے ساتھ نماز پڑہی وہ علیؑ ہین

[ع] سیرۃ النعمان ،،

صلعم علی کرم اللہ وجہہ } اور اُنھین کیطرف خدا نے اس آیت مین
وفیہ نزلت ھذہ الایۃ" } ارشاد فرمایا ہے[1]"

(۲) جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور حضرت مباہلہ کیواسطے تشریف لے چلے تو اُنکے آگے آگے علیؑ مرتضےٰ تھے اور داہنی جانب امام حسنؑ اُنگلی پکڑے ہوے اور گود مین امام حسینؑ اور پسِ پشت جناب سیّدہ۔ آنحضرتؐ نے علیؑ مرتضےٰ کیطرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ "انفسنا" ہین حسنؑ اور حسینؑ کیطرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ "ابنائنا" ہین اور جناب سیّدہ کیطرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ یہ "نسائنا" ہین[2]

(۳) جب آیت تطہیر نازل ہوئی پیغمبرِ خدا نے اپنی عبا مین علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ کو داخل کرکے فرمایا کہ خداوندا یہی میرے اہلبیت ہین اور اُن سے رجس کو دور کر"

(۴) ابن اسحق اپنی کتاب سیرۃ مین اور ابن ہشام اپنی سیرۃ مین لکھتے ہین کہ "اول جو شخص مردون مین رسولؐ خدا پر ایمان لایا اور اُنکے ساتھ نماز ادا کی اور جو کچھ کہ وہ خدا کیطرف سے لائے تھے اُسکی تصدیق کی وہ علیؑ ابن ابیطالب ہین اور اُسوقت انکا سن دش برس کا تھا اور جو کچھ کہ نعمات آلہی خدا نے علیؑ کو عطا کی تھین منجملہ اُنکے ایک یہ ہے کہ اونھون نے آغوشِ نبویؐ مین پرورش پائی"

(۵) علیؑ مرتضےٰ فرماتے ہین کہ "مین بندہ خدا اور برادر رسولؐ خدا اور صدیق اکبر ہون میرے سوا کوئی دعوےٰ صدیق اکبر ہونیکا نہ کریگا بجز کذاب اور مفتری کے۔ اور مین نے تمام آدمیون سے سات برس پیشتر رسولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑہی ہے۔

واضح ہو کہ اس حدیث کو ابن اثیر نے تاریخ کامل مین۔ اور ابن ماجہ نے اپنی سُنن مین اور حاکم نے مستدرک مین بشرط شیخین (بخاری اور مسلم) صحیح کہا ہے اور شیخین

---

[1] [2] دیکھو تذکرہ خواص الامہ [3] مناقب احمد ابن حنبل و تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی۔

کی شرط حاکم کے نزدیک یہ ہے کہ دو صحابی عادل اور ثقہ روایت کرین۔ اسیطرح دو تابعین عادل و ثقہ اور اسیطرح تبع تابعین یہانتک کہ کل سلسلہ رواۃ اسیطرح پر ہون یہ حدیث انہین شرائط کے ساتھ ہے۔

اِسی حدیث کو نسائی نے اپنی کتاب خصائص مین بھی نقل کیا ہے۔ اور نسائی کے حال مین علماے رجال لکھتے ہین کہ یہ جب شام مین پھونچے تو وہان ناصبی بہت تھے پس اونھون نے کچھ احادیث ایسی مستند لکھین جسمین ناصبی پر حجت قاطع ہوا اور اُسکا نام خصائص رکھا پس یہ حدیث وہ ہے کہ جسپر علاوہ خوارج اور اہل سنت کے نواصب بھی کان نہین ہلا سکتے۔

اسی حدیث کو کشف الغمہ مین بھی مسند امام احمد ابن حنبل سے روایت کیا گیا ہے اور صاحب کشف الغمہ کی نقل کی توثیق علماے رجال کر چکے ہین۔

(۶) علامہ سبط ابن جوزی تذکرہ مین ابو الفرج اصفہانی سے بروایت عبد اللہ ابن عمر نقل کرتے ہین کہ مین نے رسول خدا سے سُنا کہ آنحضرت نے علی مرتضےٰ سے فرمایا "یا علی انت فی الجنتہ" واضح ہو کہ علی مرتضےٰ کا مبشر بالجنتہ ہونا متواترات فریقین سے ثابت ہے۔

(۷) "خطب خوارزم" عمر بن الخطاب سے روایت کرتے ہین کہ کہا انھون نے مین شہادت دیتا ہون کہ رسول خدا سے مین نے سُنا ہے کہ اگر ساتون آسمان ساتون زمین ترازو کے ایک پلہ مین رکھے جاوین اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلہ مین تو علیؑ کا ایمان ہی بھاری ہوگا"

اب سائل صاحب مخاطب ان جملہ آیات اور انکی تفاسیر اور ان احادیث و روایات کو جو سب بطور واقعہ کتب مذہب شیعہ مین موجود ہین اور جسکی شہادت اہلسنت کی تحقیقاتون سے دی گئی کافی طور پر غور فرما کے ارشاد فرماوین کہ "کیا ان

اوصاف سے ایک نبیؐ برحق کسی ناقص الایمان کو موصوف کر سکتا ہے۔ کیا آپکے نزدیک کسی ناقص الایمان کا ایمان زمین و آسمان سے گران تر ہو سکتا ہے۔؟

کیا ایسا شخص کہ جسنے بچپن سے آغوش نبوئ مین پرورش پائی ہو نبیؐ نے جسے اپنی زبان چوسائی ہو اور جس وجہ سے اُسکا خون گوشت پوست پیغمبرؐ کا خون گوشت و پوست ہوا اور جو روز پیدایش سے تا وفات پیغمبرؐ اور بعد وفات تا دفن ایک دم کے لیئے بھی پیغمبرؐ سے جدا نہ ہوا ہو ناقص الایمان ہو سکتا ہے؟

کیا پیغمبرؐ کسی ناقص الایمان کو اپنا نفس فرما سکتا تھا اور کیا خدا بھی کسی ناقص الایمان کو اپنی آیت مین بتائید ارشاد پیغمبرؐ "انفسنا" مین گن سکتا تھا؟ حالانکہ خدا بوجہ عالم الغیب ہونیکے اور نبیؐ بذریعہ اُس خاص قوت ملکوتیہ کے جو نبیوں مین خدانے ودیعت فرمائی ہے ہر شخص کے حالات زندگی پر عبور رکھنے والے ہوتے ہین۔

کیا جسکو خدا سابق الایمان اپنی آیت مین فرما دے وہ ناقص الایمان بھی ہو سکتا ہے؟

کیا کسی ناقص الایمان کو پیغمبرؐ بوقت نزول آیت تطہیر اپنی عبا مین داخل کر سکتے تھے اور فرما سکتے تھے کہ یہی میرے اہلبیت ہین بارالٰہا انسے رجس کو دور کر؟

ذی علم سائل اُس روایت کو بخوبی غور فرماوین جسمین علی مرتضےٰ نے بجز اپنے ہر کسی شخص کو جو لقب صدیق اکبر کا دعوےٰ کرے کذاب اور مفتری بتلایا ہے جو بطور واقعہ کتب مذہب شیعہ مین درج ہے اور اُسکی تائید آپ کی کتب سے ہوتی ہے۔

مین نہین جانتا جبکہ یہ زمانہ مثل زمانۂ خوارج اور نواصب کے اپنی طرف کھینچنے والا نہین ہے تو پھر لوگ اپنے چہرہ پر مذہب اہل سُنت وجماعت کے نقاب ڈال کر اُسکی جالی سے جو اپنا اصلی جمال دکھاتے ہین وہ کیون اس آزادی کے زمانہ مین تقیہ

(راز) جو اُنکے دل مین ہے ظاہر نہین کر دیتے۔ کون وجہ مانع ہے؟

اسکے بعد سائل چاہتے ہین کہ اصول مذہب شیعہ سے ہی علیؑ کا ایمان ثابت کیا جاوے اور مین بہت خوش ہوا کہ جس بات کی تلاش مجھکو تھی وہ ذیعلم سائل مخاطب نے اصول مذہب شیعہ مین کتب مذہب شیعہ سے دکھلادی یعنی قدح ایمان یا افضلیت علیؑ مرتضےٰ کی لہذا ہم اُسکو اُسی مقام پر جہان کہ قدح کی گئی ہے غور کرینگے کہ آیا اُنکی رو سے علیؑ مرتضےٰ خارج از ایمان ثابت ہوتے ہین یا نہین؟

اگر وہ ایسے ہی ثابت ہوئے جیسا کہ ذیعلم سائل کا دعوے ہے تو مجکو ذیعلم سائل کا متحد الخیال نجانیمین کوئی عذر نہوگا اور اگر کوئی ذیعلم سائل مخاطب کی راے کے خلاف نتیجہ نکلا تو مین ایسا غیر مہذب اور بد خلق تو ہون نہین کہ اپنے لائق دوست مخاطب کو کسی وصف رذیل سے موصوف کرون لیکن مین اُنسے بیزاری ضرور ظاہر کرونگا کہ جیسے خدا نے جھوٹونسے بیزاری ظاہر کی ہے اور مین اس مقام پر صرف مسئلہ تقیہ کو لکھتا ہون کہ جسکو بدلائل خصم ذی علم سائل نے تسلیم کر دینے کو شرط قرار دیا ہے۔

رسالہ روشنی جسکا مین اڈیٹر ہون اور جو اُس مذہبی حملہ کی دفاع مین جاری کیا گیا ہے جو مذہب شیعہ پر قاضی احتشام الدین صاحب فریاد کرتے ہین اُسکے نمبر اول اکتوبر سنہ ۹۲ مین اس مسئلہ پر بحث کی گئی ہے لہذا مین اس مقام پر بقدر ضرورت اُس سے انتخاب کرتا ہون۔ اور امید کرتا ہون کہ سائل صاحب مخاطب اس مسئلہ کے وجوب اور اُسپر علماء اہلسنت کے عمل کو شوق سے ملاحظہ کرینگے۔

مسئلہ تقیہ:

(ماخوذ از رسالۂ روشنی)

تقیہ کے معنی ہین پوشیدہ رکھنا کسی چیز کا بسبب خوف کے یا پرہیز کرنا کسی چیز سے

بسبب خوف کے۔ یہ مسئلہ دراصل ایک مسئلہ رازداری کا ہے جسکی ضرورت ہر انسان کو پیش آتی ہے اور اسکا پوشیدہ رکھنا یا اُسکے فاش کرنے سے پرہیز ایک امر لازمی اور ضروری ہے۔ قرآن مین جو حرف مقطعات نازل ہوئے ہین۔ جیسے "الم" ضرور ہے کہ وہ بے معنی نہین ہین بلکہ وہ علامات ہین کسی احکام اور اخبار کے۔ مگر خدا کا راز اور بھید ہے اور خدا نے چاہا کہ اُسپر کوئی آگاہ نہو لیکن رسول اوس کا ضرور خبردار تھا اور شیعہ اس بات کے بھی قائل ہین کہ بموجب تعلیم پیغمبرؐ علیؑ مرتضٰے اور تمام ائمہ اہلبیتؑ اُسپر آگاہ ہوتے چلے آئے بہرحال رسول خدا نے اُس راز کو غیر پر فاش نہین کیا نہ علانیہ کسی کو بتلایا کہ اُنسے کیا مطلب ہے پیغمبرؐ کا غیر پر نہ ظاہر کرنا یہی مسئلہ رازداری ہے۔

یہ مسئلہ راز وہ ہے جسکو نجوے (راز) کہتے ہین اور اُسکی بابت آیت نجوے نازل ہوئی جو سورۂ مجادلہ مین ہے (دیکھو آیات) (۱) "یا ایھا الذین اٰمنوا اذا ناجیتم الرسولؐ الخ" (۲) "ءاشفقتم ان تقدموبین یدی نجوٰکم" (۳) "لاخیر فی کثیر من نجوٰہم" واذا اسر النبیؐ الیٰ بعض ازواجہ الخ"

پیغمبرؐ سے راز کی بات کرنا ایسا امر اہم اور اعظم قرار دیا گیا تھا کہ قبل راز کی بات کرنیکے صدقہ دیا جاوے۔ اور اس آیت نجوے کی تعمیل بجز علیؑ مرتضٰے کے اور کسی نے نہین کی تھی۔ اور آیت اذا اسر النبیؐ الیٰ بعض ازواجہ الخ الایتہ پر غور کرنیکے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر کے راز کا پوشیدہ رہنا نہین چاہیے اور فاش کرنا اُسکا مذموم بلکہ باعث عتاب الٰہی نہین ہے؟

اُن آیات کے سوا اور واقعات بھی شہادت دے رہے ہین جس سے مسئلہ رازداری کے وجوہ اور ضرورت پر یقین ہوتا ہے۔ جیسے کہ بعد فتح طائف قوم ہوازن وبنو ثقیف کے بتون کو توڑ کر اور اُسکے دیار کو مسمار کر کے علیؑ مرتضٰے پیغمبرؐ خدا کی خدمت مین جب واپس آئے اور پیغمبر نے اُنسے تادیر راز کی باتین کین اور اوس پر

اہلسنت کے مقبولین صحابہ کو شاق گذرا اور پیغمبر سے شکوہ کیا جسکے جواب مین آنحضرتؐ نے صاف الفاظ مین فرمایا کہ مین نے خود باتین نہین کین بلکہ بحکم خدا باتین کین[1]

مرض الموت مین بھی پیغمبر خدا نے فرمایا کہ میرے بھائی کو بلاؤ لوگون نے حضرت ابوبکر کو بلایا جب اُنکو دیکھکر پیغمبرؐ نے مُنہ پھیر لیا تو حضرت عمر بلائے گئے اِنکے ساتھ بھی وہی عمل پیغمبرؐ نے کیا پھر حضرت عثمان بلائے گئے یہ بھی پیغمبر کی خاموشی دیکھکر واپس گئے پھر حضرت اُم سلمہ نے کہا کہ مقصود پیغمبرؐ کا بھائی کے بلانے سے ۔ پدر حسنؑ وحسینؑ ۔ علی مرتضےٰ سے ہے اور سوائے اُنکے اور اُنکا کوئی بھائی نہین ہے چنانچہ علیؑ مرتضےٰ بلائے گئے اور پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ ہان مین تمھین کو بلاتا تھا چنانچہ سب لوگ ہٹا دیئے گئے اور دروازہ پر روک دیئے گئے اور پیغمبرؐ نے علیؑ مرتضےٰ کو اپنے سینہ پر جھکا لیا اور اوپر سے چادر اوڑھ لی دیوار کیطرف کو کروٹ لیکر تا دیر راز کی باتین کین چنانچہ جب علیؑ مرتضےٰ باہر آئے اور لوگون نے استفسار کیا کہ آیا کچھ آپ سے آنحضرتؐ نے راز بیان فرمائے ؟ آپ نے فرمایا کہ ہان ایک ہزار دروازے علم کے مجھپر کھولدیئے کہ ہر دروازہ سے ہزار در دروازہ علم کے کشادہ ہوتے ہین[2]

حضرت حذیفہ بھی صاحب سرّ رسولؐ تھے اور اُنکو علم منافقون کا تھا جو آنحضرتؐ نے اُنکو بتایا تھا اور حضرت عمرؓ انسے کبھی صفات نفاق کو اور کبھی اُسکے مصداق کو پوچھا کرتے تھے اور در حقیقت جس قابل پیغمبرؐ نے حذیفہ کو سمجھا تھا وہ اُسی قابل ثابت ہوئے یعنی وہ جواب مین حضرت عمر سے کچھ اس عنوان سے کہا کرتے تھے کہ راز بھی فاش نہوتا تھا اور حضرت عمر کو تسکین بھی ہوجاتی تھی اور اُس جواب سے یہ نتیجہ خود نکالا کرتے تھے کہ ”یا اللہ یا حذیفہ انا من المنافقین“[3]

---

[1] دیکھو مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق ومعارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ [illegible] مطبوعہ لکھنؤ وترمذی شریف ۔ [2] زین الفتی عاصمی ۔ [3] دیکھو مغنی مؤلفہ امام ذہبی ۔

صحیح بخاری مین ابوہریرہ سے روایت ہے کہ "یاد رکھے مین نے پیغمبر سے دو ظرف علم، لیکن اُنہین کا ایک ظاہر کیا مین نے اُسکو درمیان تمہارے۔ اور لیکن دوسرا اگر ظاہر کرون مین تو کٹ جائے گلا"

"قال حفظت من رسول اللہ
وعاءین فاما احدهما فبثثته فیکم
واما الاخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم"

شاہ عبدالحق دہلوی شرح مشکوۃ مین فرماتے ہین کہ "علم اول سے مراد احکام اور اخلاق ہے جو خواص اور عوام کو مشترک ہے اور دوسرا علم اسرار ہے کہ غیرون سے محفوظ اور مصئون ہے اور عوام کا فہم علم باطن اور حقایق اسرار کو نہین پہونچتا۔ اور اُسکا افشا مصلحت وقت اور صلاح روزگار نہین ہوتا ہے اور اُسکا اشارہ بعض مخاطبین سے کلام نبوت اور ارباب ولایت مین بہت ہے اور کلموا الناس علی قدر عقولهم بھی اُسی پر اشارہ کرتا ہے۔ اور ضرور ہے کہ ہر ظاہر کو باطن اور ہر شریعت کو حقیقت ہو کہ جسکے بیان مین دقت اور دشواری ہو۔ جب وہ عوام کی سمجھ مین نہین آتا ہے کہنے والے کو برا بھلا کہنے لگتے ہین۔ اور افشاء اور اظہار اسی وجہ سے منع کیا گیا ہو نہ اس سبب سے کہ امر دین اور علم شریعت کے مخالف ہو"

صحیح مسلم مین ابوبکر بن شیبہ سے روایت کی گئی ہے کہ "پیغمبر خدا نے معاذ سے یہ دریافت کیا آیا تم جانتے ہو کہ خدا کا بندونپر اور بندونکا خدا پر کیا حق ہے۔ معاذ نے کہا کہ خدا اور اُسکا رسول بہتر جاننے والے ہین۔ آپ نے فرمایا کہ معاذ خدا کا حق تو بندونپر یہ ہے کہ خدا کی پرستش کرین اور اُسکا شریک کسی کو نہ بنائین۔ اور حق بندونکا خدا پر یہ ہے کہ اُسکو عذاب نہ کرے جو شخص اسکا شریک کسی کو نہ گردانے۔ معاذ کہتا ہے کہ مین نے پیغمبر خدا سے اجازت اِسکے ظاہر کرنیکی چاہی تو آپنے فرمایا ہرگز مت بشارت دو اسکی تاکہ لوگ اسپر بھروسہ نکرلین اور ترک عمل نہ کرین"

"جب پیغمبر خدا نے عزیمت فتح مکہ کی مصمم فرمائی اور لوگونکو منع فرمایا کہ کوئی

افشاء راز نہ کرے چنانچہ حاطب ابن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کو لکھ بھیجا تھا کہ آنحضرتؐ کو اطلاع ہوئی اور وہ قاصدہ بذریعہ علیؑ مرتضےٰ گرفتار ہو کر آئی اور پیغمبرؐ نے حاطب پر ناخوشی ظاہر کی اور مسجد سے نکلوا دیا اور بعد کو اسکی خطا معاف کی گئی[1]

کیا اس سے انکار ہو سکتا ہے کہ رازداری کا مسئلہ دین سے متعلق نہین اور کیا اُسکا افشاء بے محل مذموم نہین ہے؟

جبکہ آنحضرت نے ہجرت مکہ سے فرمائی اور علیؑ مرتضےٰ کو اپنے بستر پر اپنی سبز ردا اوڑھا کر سُلا گئے[2] اور کفار جب بارادہ قتل گھس آئے اور علیؑ مرتضےٰ کو دیکھا اور پوچھا کہ پیغمبر کہان گئے آپنے فرمایا کہ کیا تم مجکو سونپ گئیے تھے جو مجھسے پوچھنے آئے ہو مجکو نہین معلوم وہ کہان ہین اور کدہر گئے۔[3]

چنانچہ پیغمبرؐ کا علی مرتضےٰ کو اپنی جگہ سُلا کر پوشیدہ ہونا ایک راز کی تدبیر تھی کہ دشمن غافل اور آنحضرت اُنکے ہاتھونسے محفوظ رہین اور علیؑ مرتضےٰ نے جو جواب دیا ہے ایک ایسا اعلیٰ درجہ رکھتا ہے کہ جس سے مخالف بھی ساکت ہو گئے اور راز بھی پیغمبرؐ کا فاش نہوا حالانکہ اس سے کوئی انکار نہین کر سکتا کہ علیؑ مرتضےٰ کو علم تھا۔ تو مین اب پوچھتا ہون کہ علیؑ مرتضےٰ نے (معاذ اللہ) جھوٹھ بولا۔

حضرت ابراہیمؑ سے جب کفار نے اپنے ساتھ عید مین چلنے کو کہا کہ کفار کے بتون کی شان و شوکت دیکھین حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے دستور کے موافق نجوم دیکھکر بیماری کا عذر کر دیا[4]۔ حالانکہ حضرت ابراہیمؑ علیل نہ تھے۔ تو کیا حضرت ابراہیمؑ نے (معاذ اللہ) جھوٹھ بولا۔ ہرگز نہین بلکہ مقصد یہ تھا کہ جب وہ لوگ اُنکو چھوڑ کر چلے گئے آپ نے یہان اُنکے بتونکو توڑ ڈالا

---

[1] دیکھو سیرت ابن ہشام و عبر ابن خلدون جزو ثانی۔ [2] دیکھو ابو الفدا مطبوعہ مصر ص۱۲ و ۱۲۶ و خمیس نسخہ قلمی ورق ۱۹۰۔ [3] کامل جلد ثانی ص۴۵ طبع مصر۔ [4] دیکھو آیت انی سقیم

حضرت ابراہیمؑ کی تدبیر محض دین سے متعلق تھی جسکا تعلق رازاور مصلحت سے ہے کہ کفار کے ساتھ اُنکی عیدگاہ کو نہ گئے کہ تجانہ ایسے موقعہ پر کفار سے خالی رہیگا اور بت شکنی کا موقع اچھا ملیگا۔

ایسے ہی حضرت یوسفؑ نے خود اپنے بھائی کے اسباب مین پیالہ رکھدیا اور خود اُنکو چور بتایا حالانکہ اُنکے بھائی نے کوئی چیز چرائی نہ تھی مگر یہ تدبیر اُنکی محض دنیا سے متعلق تھی کہ اپنے حقیقی بھائی کو وہ اپنے علاتی بھائیون سے علحدہ کرنا چاہتے تھے مفسرون نے قبول کیا ہے کہ حضرت یعقوب کی شریعت یہ تھی کہ چور مالک مال کا ایک سال تک غلام رہے (غلام سے مراد شاید قید رہنے سے ہو) اور بادشاہ مصر کا مذہب سزاے تازیانہ اور نیز تاوان لینے کا تھا چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ "یوسفؑ اپنے بھائی کو بموجب مذہب بادشاہ کے نہین لے سکتا تھا" اور یہ تدبیر حضرت یوسفؑ وہ تدبیر تھی کہ اُنکے خاندان پدری مین خود اُنپر آزمائی گئی تھی اور جسکی تعلیم اُنھون نے اپنی پھوپھی سے پائی تھی یعنی مفسرون نے قبول کیا ہے کہ "بعد وفات مادر یوسفؑ حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کو اپنی بہن کو پرورش کے لیے دیدیا جب وہ پانچ برس کے ہوئے اور اُنکی پھوپھی کو اُنسے نہایت محبت ہوگئی تھی اور وہ اُنکو جدا کرنا نہین چاہتی تھین اور حضرت یعقوبؑ نے اُنکو لینا چاہا تو اُنھون نے وہ پٹکہ جو ترکہ حضرت اسحٰق سے اُنکو ملا تھا حضرت یوسفؑ کی کمر سے خود باندھ دیا اور حضرت یعقوب سے کہا کہ میرا پٹکہ نہین ملتا گھر بھر مین سب کی خانہ تلاشی لی تو یوسفؑ کی کمر سے بندھا ملا یہ سُنکر حضرت یعقوبؑ نے فرمایا کہ بموجب شریعت حضرت ابراہیمؑ کے تم یوسفؑ کو جبتک چاہو اپنے پاس رکھو"

مسئلہ رازداری ایک امر ضروری ہے کہ جس سے ہر کوئی فائدہ اُٹھاتا ہے خواہ خلیفہ ہو یا منتظم یا سلطان یا حاکم وقت یا کوئی متنفس انسان۔ اور خود اُسی پر اور اُنپر جو اُسکے مطیع و فرمانبردار یا مشیر اور صلاحکار جو شریک راز ہوتے ہین اُنپر فرض ہے

کہ وہ اُس راز کو غیرون اور مخالفون یا دشمنونپر فاش نکرین اور اگر وہ راز فاش ہوجاتا ہے تو جس غرض کے حاصل کرنیکے لئے کوئی راز قرار دیا جاتا ہے تو وہ غرض فوت ہوجاتی ہے اور صرف غرض ہی فوت نہین ہوتی بلکہ اکثر اُس راز کے فاش ہوجانیسے ذلت اور مصیبت نازل ہوجاتی ہے۔ اسکی بہت سی مثالین مذہبی شان سے اور علم تاریخ کی شان سے ملین گی اور کوئی ملک مہذب یا کوئی قوم مہذب یا کوئی سلطان یا حاکم اسی زمانہ کا ہو یا کسی زمانۂ گذشتہ کا۔ ایسا نہین ہے کہ جس نے مسئلہ راز کو نہ قبول کیا ہو۔ دیکھو اس زمانہ کی گورنمنٹ انگریزی نے بھی قانون و قواعد جاری کئے ہین کہ راز فاش نہ کیا جاوے اور بذریعہ ڈیمی افیشل کارروائی کیجاتی ہے۔ پس تقیہ وہی راز اور اُسپر عمل کی تاکید کا مسئلہ ہے۔

یہ ایک مسلمہ مسئلہ حکماء کا ہے کہ جو علم اور حقیقت کہ کسی کے فہم اور ذہن مین نہ آسکنے کے قابل ہو وہ اُسکو بتانا نچاہئے کہ وہ اُس سے فائدہ نہ حاصل کرسکے گا ایسے ہی مخالف جو مکابرہ کی شان رکھنے والا ہو ضرور ہے کہ سخن واجبی کی تکذیب کریگا اور استخفاف کی نگاہ سے دیکھے گا اور قائل کو احمق کہیگا اسلئے نااہلونپر ظاہر کرنا اُسکا ضروری لایق ممانعت کے ہے کیا موتی کسی ایسے جانور کے گلے مین ڈالنا پسند کیا جاسکتا ہے جو قابل نفرت ہو اور کسی مصرف کا نہو۔

امام بیہقی نے کثیر حضرمی سے روایت کی ہے کہ "حکمت کی بات بیوقوفونسے نہ کہنا چاہئے کہ وہ جھٹلاوینگے اور امر باطل حکماء سے نہ کہنا چاہئے کہ وہ دشمن ہوجاوینگے اور علم کا روکنا اسکے اہل سے بُرا ہے اور غیر اہل کو بتایا جاوے تو وہ بتلانے والے کو احمق بتاویگا عالم کو اپنے علم مین ویسا ہی حق ہے جیسے کہ مالدار کو اپنے مال مین" اور جامع صغیر مین علامہ سیوطی روایت کرتے ہین کہ "علم کے لئے نسیان آفت ہے اور غیر اہل سے علم کی بابت کہنا علم کا ضایع کرنا ہے" اور علامہ مناوی نے فیض القدیر

مین تشریح کی ہے کہ "ضائع کرنا علم کا اُس کا مہمل کرنا اور تلف کرنا اور ہلاک کرنا ہے اگر علم کی بات نااہل سے کہی جاوے ایسا کہ وہ اُسکو نہ سمجھ سکے یا اُسپر نہ عمل کر سکے پس وہ علمی بات مہمل ہو جاوے گی اور بہ سبب اُسکی سمجھ مین نہ آنے کے اور اُس سے فائدہ نہ اُٹھانے کے ہلاک ہو جاوے گی۔ اور مثل نااہل اور نافہم کے غفلت کرنے والا اور بہک جانے والا اُسی کا ہے۔ لقمان نے کہا ہے کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اُٹھا لیجانا بڑے بھاری پتھرون کا اُن کی جگہ سے آسان ہے نافہم کے سمجھانے سے"

اور اسی مسئلہ رازداری کے متعلق یہ صورت بھی ہے جبکہ زمانہ جور ہو اور جس مین بہ سبب ہونے تسلط اور غلبہ پائے ہوے لوگون کے دوسرا فریق جس کے وہ لوگ دشمن یا مخالف یا آزار دینے والے ہون آزادی سے نہ مسائل اپنے دین کے جاری کر سکتا ہے اور نہ اُسکی جان و مال و آبرو کی حفاظت ہو سکتی ہے۔ بلکہ گروہ غالب اور تسلط کے اندیشہ سے کہ تدوین مذہب اُس دوسرے فریق کی باعث گرویدگی مخلوق کا ہو کر خلافت یا حکومت کی بنیاد اُکھاڑ دیگی تیزی اور تندی سے درپئے تخریب اور بربادی اُس فریق کے ہو۔

ایسی حالت اور زمانہ مین اُس دوسرے فریق کو اُسی مسئلہ رازداری پر عمل اور تاکید کا زیادہ موقع حاصل ہونا چاہیے کہ اُس وقت ایک خاص وجہ سے اُس کی زیادہ ضرورت ہے کتب تواریخ سے یہ امر بخوبی ثابت ہے کہ ائمۂ اہلبیت کا زمانہ ایسا سخت مصیبت کا گذرا ہے کہ خلفاء اور سلاطین کے عہد سے اور مخالفین سے جو خلفاء اور سلاطین کے متعلق تھے کسی وقت مطمئن نہین رہے اور آخر کار دشمنون اور مخالفین کے ہاتھ سے اُنکی زندگیان منقطع کی گئین اور دیگر سادات بنی فاطمہؑ اور علویین اور اُنکے شیعہ بہت بے رحمی اور بے دردی سے قتل کیئے گئے ہین — وہ زمانہ جور اور ستم اسقدر محیط اور قابو طلب تھا کہ ایسے افعال اور اعمال پر بالجبر اور بالاکراہ مجبور کرتا تھا کہ جو بحالت رضا اور اختیار کے نہین مجبور کیئے جا سکتے تھے اور کوئی انسان جو افعال و اعمال امن کے

زمانہ مین کرسکتا ہے خوف کے زمانہ مین ہرگز نہین کرسکتا اور نہ کوئی مہذّب یا تعلیم یافتہ مالک یا قوم یا اسکے حکماء اور فلاسفر یا علماء اہل مذہب کے انسان کے کسی فعل یا عمل کو جو باکراہ اور باجبار واقع ہوگا اُسکو عیب کی نگاہ سے دیکھین گے۔ نہ اُس پر نکتہ چینی اور حرف گیری کرتے ہین بل ایسے وقت اور حالت مین سوائے اُس مصلحت کے یا اُس طریقہ کے اختیار کرنے کے جو حضرت عمار یاسر نے عہد پیغمبرؐ مین اختیار کیا تھا یا مرد مومن آل فرعون نے قبول کیا یا جو خدا نے مومنونکو کفّار کے ساتھ طریقہ برتنا دِکھلایا ہے اور کوئی چارہ نہین ہے کہ ایسے اعمال یا افعال مجبورانہ کیے جاوین اور ائمہ اہلبیت کا یہ کام تھا کہ مطابق قرآن اور دستور انبیا کے ہدایت کرین۔ آیت جو معاملہ عمار یاسر مین نازل ہوئی وہ یہ ہے۔

”من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان“	”جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے بعد ایمان اپنے کے مگر وہ کہ اکراہ کے ساتھ اور قلب اُسکا مطمئن ہو ساتھ ایمان کے“

آیت مرد مومن آل فرعون ”کہا مرد مومن آل فرعون نے جو چھپاتا تھا اپنے ایمان کو“

”قال رجل مومن ال فرعون یکتم ایمانہ“

آیت ”لا یتخذ المومنین الکافرین اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ شیئا الا ان تتقوا منہم تقاۃ“	”نہ بنائین مومنین کافرون کو دوست سوائے مومنین کے۔ اور جو کوئی ایسا کرے پس نہین ہے اللہ سے کسی چیز مین مگر یہ کہ تقیہ کرو اُنھین سے تقیہ کرنے کے“

تفسیر روح البیان مطبوعہ مصر کی جلد اول صفحہ ۴۳۵۔ ذیل تفسیر۔ ان تتقوا منہم تقاۃ مین لکھا ہے کہ ”جس وقت کوئی شخص ہمراہ بدکارون کے مبتلا ہوجائے سفر حج یا جنگ مین

”اذا کان الرجل قد ابتلی بصحبۃ الفجار فی سفرہ للحج اللغزاء لا یترک الطاعۃ بصحبتہم ولکن یکرہ ولا یرضی بہ فلعل الفاسق یتوب ببرکتہ کراہت قلبہ“	تو صحبت بدکارون مین تابعداری کو نہ چھوڑے لیکن اپنے دل مین تابعداری کو بُرا جانے اور اس تابعداری سے خوش

نہ رہے پس شاید کہ فاسق بہ برکت بُرا جاننے اُس کے دل کی توبہ کرے"

تفسیر بیضاوی جلد اول مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۱۳۴ "الاان تتقوا منهم تقاة"

"الاان تخافوا من جهتهم ما يجب اتقائه او اتقاء او الفعل متعدی بمن لانه فی معنی الحذروا وتخافوا"

کی تفسیر یہ لکھی ہے "مگر یہ کہ ڈرو تم کافرون سے دوستی نہ کرنے پر اُس چیز سے کہ واجب ہے بچانا اُس کا یا ازروے تقوی کے "وقرء یعقوب تقیۃ" اور یعقوب نے تقیہ پڑھا ہے

"منع عن موالاتهم ظاهرا وباطنا فی الاوقات کلها الا وقت المخافته فان اظهار الموالاة حينئذ جائز"

یعنی آپس مین محبت کرنا کافرون سے منع کیا گیا ہے ظاہر اور باطن مین کل وقتون مین مگر بوقت خوف پس تحقیق ظاہر کرنا آپس مین محبت کا اسوقت مین جائز ہے"

جلد اول تفسیر مدارک مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۲۱ مین "الاان تتقوا منهم تقاة" کی تفسیر یہ لکھی ہے "مگر یہ کہ" ڈرو تم کافرون کی محبت نہ کرنے سے ایسے امر مین کہ واجب ہے بچانا اُس کا

"الاان تخافوا من جهتهم امرًا يجب القاوة ای الاان یکون الکافر علیك سلطانا فتخافه علی نفسك ومالك فحینئذٍ یجوزلك اظهار المودة وابطان المعاداة"

یعنی ہو کافر تمھارے اوپر حاکم پس ڈرو تم اُسی کافر سے اپنے نفس اور اپنے مال پر پس اُس وقت مین جائز ہے تمھارے لئے ظاہر کرنا باخودہا محبت کا اور پوشیدہ رکھنا دشمنی کا"

اور تفسیر معالم التنزیل بغوی مین تحت آیۃ مذکورہ یہ لکھا ہے "مگر یہ کہ ڈرو تم کافرون

"الاان تخافوا من جهتهم ما يجب القاوة او تقاء والفعل متعد بمن لان فی معنی تحذروا وتخافوا" وقرء یعقوب تقیة۔

سے دوستی نہ کرنے سے اور اُس چیز سے کہ واجب ہے بچنا اُس سے یا ازروے تقوے کے اور یعقوب نے تقیہ پڑھا ہے اور اُسکے معنی علامہ بغوی یہ لکھتے ہین کہ "منع کیا گیا ہے باخودہا دوستی کرنا کافرون سے

"منع عن موالاتهم ظاهرا و باطنا فی الاوقات کلها الا وقت

ظاہراً اور باطناً کل وقتون مین بوقت خوف

المخافة فان اظهار الموالاة حینئذٍ جائز“

پس تحقیق کہ ایسے وقت مین محبت کا ظاہر کرنا جائز ہے“

اور تفسیر کبیر مین اسی آیت کی تفسیر مین یہ لکھا ہے کہ ”پنجم تقیہ جائز ہو واسطے بچانے نفس کے

”الخامس۔ التقیة جائزة لصون النفس هل هی جائزة لصون المال۔ یحتمل ان یحکم فیها بالجواز لقوله علیه السلام حرمة مال المسلم کحرمة دمه ولقوله علیه السلام من قتل دون ماله فهو شهید“

اور آیا تقیہ واسطے بچانے مال کے جائز ہو یا نہین ہو سکتا ہو کہ واسطے بچانے مال کے بھی تقیہ کا حکم کیا جاوے بہ سبب اُس قول آنحضرت کے کہ حرمت مال مسلم کی مثال حرمت خون مسلم کے ہے اور بسبب قول ثانی کے کہ جو شخص قتل کیا جاوے نزدیک اپنے مال کے پس وہ شہید ہے“

”السادس۔ قال مجاهد هذا الحکم کان ثابتاً فی اول الاسلام لاجل ضعف المومنین فاما بعد قوة دولته الاسلام فلا۔ وروی عوف عن الحسن انه قال التقیه جائزة للمؤمنین الی یوم القیمة وهذا القول اولی لان دفع الضرر عن النفس واجب بقدر الامکان“

”ششم۔ مجاہد یہ کہتا ہے کہ تقیہ اول اسلام مین بہ سبب کمزوری مومنین کے ثابت تھا لیکن بعد قوت اسلام جائز نہین اور حسن بصری سے عوف نے روایت کی ہے وہ کہتے ہین کہ تقیہ واسطے مومنین کے قیامت تک جائز ہے (امام رازی کہتے ہین) اور یہ قول بہتر ہے اسواسطے کہ تحقیق دفع ضرر نفس سے واجب ہے جہانتک کہ ممکن ہو“

اسی آیت کی تفسیر مین ثعلبی اپنی سند سے یہ حدیث لکھتے ہین۔ کہ فرمایا امام جعفر صادق

”روی عن جعفر ابن محمد صادقؑ انه قال التقیة واجبة“

علیہ السلام نے کہ ”کہ تقیہ واجب ہے“

اس کے بعد ثعلبی یہ کہتے ہین کہ ”تقیہ وقت خوف قتل بہ سلامتی نیت جائز ہو“

”فالتقیة لایکون الا مع خوف القتل وسلامة النیة۔

یاد داشت

ثعلبی نے بھی مثل امام رازی کی روایت تقیہ کا ابتدائے اسلام مین بوجہ کمزوری اسلام ذکر کرکے اور پھر وہ روایت حسن بصری سے لکھی ہی کہ ”قیامت تک واسطے مومنین کے تقیہ جائز ہے“ **سورۂ یسین** ”اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوا ہما فعززنا بثالث“

یعنی ”جبکہ بھیجے ہمنے اُنکی طرف دو۔ پس اُن دونون کو جھٹلایا۔ پھر ہمنے غالب کیا ساتھ تیسرے کے“ ملاحسین واعظ اپنی تفسیر مین اسکے متعلق یہ لکھتے ہین کہ

”پہلے دو شخص حواریون حضرت عیسٰے سے بھیجے گئے تھے۔ قوم گمراہ کے بادشاہ نے اُن کو قید کر لیا پھر حضرت شمعون گئے اور اُنھون نے بادشاہ سے تقرب حاصل کیا اور حضرت شمعون بادشاہ کے ساتھ بتخانے جاکر خدائے واحد کی پرستش کی نیت کرتے تھے مگر لوگ یہ جانتے تھے کہ بتونکو سجدہ کرتے ہین اور آخرکار اُن دونون کو ایک روز بادشاہ کی اجازت سے بلوایا اور اُن دونون سے پوچھا کہ تمھارا خدا کون ہے اور کیا کرتا ہے اور ان کے جواب کے نتیجہ سے بادشاہ اور قوم گمراہ مسلمان ہوئی“

آیت ”ولبثت فینا من عمرک سنین“ زندگانی کی تونے ہم مین اپنی عمر سے برسون“

اس آیت کی تفسیر مین علامہ بیضاوی لکھتے ہین ”فانہ علیہ السلام کان یعاشرہم بالتقیۃ“ پس موسیٰ علیہ السلام زندگانی کرتے تھے اُن مین ساتھ تقیہ کے“

صحیح بخاری مین مقداد سے روایت ہے کہ ”آنحضرت نے فرمایا اگر مومن اپنے ایمان کو قوم کفار سے پوشیدہ کرے پس وہ بہترین ایمان ہے جیسا کہ تم مکہ مین اخفا کرتے تھے“

صحیح مسلم جلد اول مین حذیفہ سے روایت ہے کہ ”ایک مرتبہ مین حضرت کے ساتھ تھا آپ نے فرمایا کہ پوشیدہ کرو اپنے اسلام کو۔ پس مین نے کہا یا حضرت آپ خوف

کرتے ہین حالانکہ ہم لوگ چھ سات سو قبیلے رکھتے ہین ۔ آنحضرت نے فرمایا کہ تم نہین جانتے کیا عجب ہے کہ بعض مواقع پر تمکو دشمنون مین جانے کا اتفاق ہو اور جب جیسا موقع پیش آوے تو لازم ہے کہ نماز کو باہستگی پڑہو۔

ان تمام مفسرین اور علماء کی رائین اور روایات دیکھ کر امید ہے کہ مخالفین مسئلہ تقیہ اپنی رائے کو غالبًا تبدیل کرین گے اور اگر تبدیل نہ کرین گے تو دوسرا پہلو نکالین گے جو اُس کے مساوی ہو لیکن مجھکو غیر مقلد اہل سنت سے بہت بڑی امید ہے کہ وہ مجھی سے اتفاق کرینگے ۔

اگرچہ قرآن کی اور آیات مین بھی اس قسم کے نشانات ائمۂ اہلبیت نے بتلائے ہین اور دیگر مومنین کو بھی بتلایا ہے جو ایسا عمل کرتے تھے جیساکہ اصحاب کہف کافرون کے عہد مین زنار پہن کر نماز مین شریک ہوتے تھے مگر مین نے یہان اُنھین آیات و روایات کا ذکر کیا ہے جس سے اہلسنت و جماعت انکار نہ کرسکین ۔

اب مجھکو صرف یہ اور دریافت کرنا منظور ہے کہ ۔ دین کا کسی موقع پر چھپانا یا خود حامل دین کا کسی موقع پر چھپ جانا کیا فرق رکھتا ہے اور پیغمبر خدا نے ہجرت کیون اختیار کی اور مکہ کو کیون چھوڑا اور غار ثور مین کیون چھپے رہے اور مدینہ مین کیون پناہ لی ہمکو تو اس کا جواب اُس زمانہ کی حالت یہی دیتی ہے کہ پیغمبرؐ کو یقین ہوگیا تھا کہ وہ کفار کے ہاتھ سے قتل کیے جاوین گے اور دین الٓہی جو اُن کے سینہ مین تھا وہ معدوم ہو جاوے گا اور اُس کی حفاظت کے لیے اُنھون نے ہجرت اختیار کی یعنی اُس جگہ سے چلا جانا جہان خوف تھا اور اُسی دین کی حفاظت کے لیے غار ثور مین پوشیدہ رہنا اور دین کو چھپائے رکھنا اور پھر مدینہ مین جاکر امن لینا اور پھر جب وقت آیا تو کس تزک و احتشام سے علانیہ اُسی مکہ معظمہ مین داخل ہونا ۔ یہ نتیجہ علانیہ شوکت دین کا اُسی عمل خفا سے

ظہور مین آیا۔ اگر آن حضرت مقام خوف سے مقام امن کی طرف ہجرت نہ فرماتے اور غار ثور مین مخفی نہ ہوتے اور علی مرتضٰے راز کو فاش کر دیتے تو دین بھی ضایع ہو جاتا اور آن حضرت بھی۔

اب مین بتلاتا ہون کہ راز اور جھوٹ مین کیا فرق ہے۔

ان دونون مین جو فرق ہے وہ ایسا باریک نہین ہے جو غور سے نظر نہ آسکے راز وہ ہے کہ کوئی دوست کوئی سخن یا تدبیر اپنے فائدہ جائز کے لیے یا ضرر ناجائز سے محفوظ رہنے کے لیے کسی پر ظاہر کرے اُس کا فاش کرنا مذموم ہے اور چھپانا نیک ہے اور جھوٹ وہ ہے کہ کوئی شخص کسی کو قتل ہوتا ہوا کسی کے ہاتھ سے دیکھے اور دیکھنے والا اُس واقعہ سے انکار کرے یا قاتل کی جگہ کسی غیر قاتل کا نام ظاہر کرے“ (ختم ہوا انتخاب رسالہ روشنی)۔

اب مجھکو امید ہے کہ ہمارے ذیعلم سائل صاحب مخاطب بخوبی سمجھ گئے ہون گے کہ تقیہ کس کو کہتے ہین اُس پر عمل کہانتک لازمی اور ضروری اور متعلق امر دین اور دنیا ہے

اب مین آپ کے اکابر علماے اہل سنت کا عمل بھی دکھلاتا ہون۔

علامہ سیوطی لکھتے ہین کہ ”مامون رشید کا یہ اعتقاد تھا کہ قرآن مخلوق ہے اور اشاعرہ اہل سنت اور تمامی محدثین ایسے اعتقاد رکھنے والے کو کافر بتلاتے ہین۔ مامون نے ایک مرتبہ اپنے زمانہ کے مشائخ حدیث و فقہا کو جمع کیا۔ محمد ابن سعد کاتب واقدی۔ یحیٰی ابن معین ابو خیثمہ و ابو مسلم مستملی۔ یزید ابن ہارون۔ اسمٰعیل ابن داؤد۔ اسمٰعیل ابن ابی مسعود اور احمد ابن ابراہیم دورقی۔ حاضر ہوے۔ مامون نے اُنسے اُن کا اعتقاد نسبت قرآن کے پوچھا اول تو سب نے سکوت کیا لیکن آخر مین سب نے تقیۃً مامونکے اعتقاد کی تائید کی یعنی کہا کہ قرآن مخلوق ہے“۔ [1]

---

[1] دیکھو تاریخ الخلفاء مطبوعہ لاہور ص۲۱۱

ہمین نہین معلوم کہ ہمارے ذی علم سائل کا اعتقاد اس مسئلہ مین کیا ہوگا لیکن مین یہ پوچھتا ہون کہ یہ عمل ان آپ کی علماء کا کیا اور کیسا تھا ؟

مجھے امید ہی کہ ہمارے ذیعلم سائل اپنے علماء کو ضرور جھوٹ بولنے کے الزام سے بری کردین گے اور علاوہ اس کے جو کچھ اس عمل کو بتلائین گے اُسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے۔

اس مسئلہ مذہب شیعہ کی یہ تعبیر کرنا کہ مذہب شیعہ مین جھوٹ بولنے کی اجازت دیگئی ہے محض جھوٹ ہے۔

شیعہ کذب کو صفت رذیلہ جانتے ہین وہ مذہب اسلام مین ایسی بد اخلاقی کا روا رکھنا پسند نہین کرتے ہین۔ جھوٹ بولنا کسی حالت مین بھی روا نہین ہے۔ لیکن مذہب اہل سنت مین البتہ اُس کی اجازت دیگئی ہے۔

چنانچہ پروفیسر شبلی نعمانی سیرۃ النعمان مین آیت حرمت میتہ مین بہ سلسلہ لفظ غیر باغٍ وعادٍ " قبول کرتے ہین کہ جھوٹ بولنا گناہ ہے اور بعض حالتون مین مثلاً جب جان کا خوف ہو تو اُسکی اجازت دیگئی ہے "

اور اسی قسم کی اجازت نے مذہب عیسائی کو اہل سُنت پر اعتراض کا موقعہ دیا ہے چنانچہ سر ولیم میور کا یہ اعتراض ہے کہ " کسی شخص کی جان بچانے کے لیے جھوٹ بولنا مذہب اہل اسلام مین جائز ہے " اور استدلال مین اُنہون نے وہی آیت جو معاملہ حضرت عمار یاسر مین نازل ہوئی ہی پیش کی ہے۔ مگر اُس کے جواب مین سر سید احمد خان صاحب نے خطبات احمدیہ کے ایک خطبہ مین مسئلہ تقیہ کو جیسا کہ شیعہ سمجھتے ہین قبول کیا ہے۔

چنانچہ وہ اس اعتراض کو یون دفع کرتے ہین کہ عمار نے کسی کی جان نہین بچائی۔ اور اگر کفار یا بیرحم جفا کار جبر اور اذیت کی دہمکی سے کسی آدمی سے اُس شے کا انکار کرا لے جسکو وہ اپنے دل اور ایمان سے برحق سمجھتا ہو اور ایسی مصیبت مین بھی دلی اعتقاد رکھتا ہو

تو ایسی حالت مین وہ شخص سزاے ارتداد کا مستوجب نہین ہو سکتا۔ اسکی تائید مین نظیر ایک مقید بادشاہ فرانس کے پیش کی ہے جس سے ایک صلحنامہ پر اقبال بالجبر کے ذریعہ سے دستخط کرائے گئے تھے اور جس نے بعد مخلصی اُس صلحنامہ کے شرائط کو توڑ دیا تھا اور اُس وقت کے پوپ ۱؎ (عالم) نے بھی وہ عہد شکنی جائز رکھی تھی۔ پھر سر سید نے بتلایا ہے کہ جُرم کا مدار نیت پر ہوتا ہے اور اُس کی تائید آیت "من کفر باللہ" سے کی ہے اُس کے بعد بتلایا ہے کہ فقہاے حنفی نے اس مقصد کی تعمیل کے لیے دو طریقے قرار دیئے ہین اور دوسرا طریقہ یہ بتلایا ہے کہ ایسی حالت مین اُسکو اپنی جان بچانے کے لیئے اجازت ہے کہ ظاہر مین اُس ایمان کا جس کی تصدیق اُس کے دل مین ہے بطور تقیہ کے انکار کرے اور دشمنون کی ایذا سے نجات پاوے۔ اسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے اور اسی کی نسبت ائمہ اہلبیت نے "التقیۃ دینی و دین آبائی" کہا ہے"

ہماری راے مین مذہب سُنّی اور شیعہ مین جو کچھ اختلاف اس مسئلہ مین ہے وہ یہ ہے کہ شیعہ ایسے عمل کو امر دین جانتے ہین اور اُسکو لفظ جھوٹ سے تعبیر نہین کرتے اور مذہب اہل سُنت مین گو عمل تو کرتے ہین لیکن امر دین تصور نہین کرتے بلکہ جھوٹ سے تعبیر کرتے ہین۔

حقیقت مین یہ ایک ایسا ضروری مسئلہ ہے کہ گورنمنٹ انگریزی نے اس کو جہان بحیثیت راز کے قبول کر کے اُس کے عمل مین تاکید کی ہے جیسا کہ رسالۂ روشنی مین بیان کیا گیا ہے وہان بحیثیت جبر و اکراہ کے بھی اُس کو ایک خاص جرم (استحصال بالجبر) قرار دیدیا ہے جس مین وہ شخص کہ جو کسی سے بالجبر و اکراہ کسی عمل کو کرانا چاہیے یا بجبر کوئی چیز حاصل کرے تو فاعل اُس فعل کا مجرم نہین ہوتا بلکہ وہ شخص جس نے جبر و اکراہ سے وہ فعل کرایا تھا۔ (دیکھو شرح دفعہ ۳۸۴ تعزیرات ہند)

۱؎ رومن کیتھولک کے عیسائیون مین پوپ سے بڑھکر کوئی مذہبی عہدہ نہین ہوتا اور اُسکو تمام لوگ مانتے ہین۔ ۱۲

اب مجکو یقین ہے کہ ذیعلم سائل مسئلہ تقیہ کو بخوبی سمجھ گئے ہونگے اور یہ بھی سمجھ گئے ہونگے کہ جھوٹ بولنا اور چیز ہے اور تقیہ اور چیز ہے - جھوٹ بولنا اُسکو کہتے ہین کہ جسکی اجازت صاف وصریح الفاظ مین مذہب اہل سنت مین دی گئی ہے اور مسئلہ راز اور اُسپر عمل امر دیگر ہے جسکو مذہب شیعہ مین تقیہ کہتے ہین - میرے خیال مین خصم کے قبول کر لینے کے لئے اسی قدر کافی ہے -

اب مین قبل اس کے کہ ذیعلم سائل صاحب کے مقدمہ کی تحقیقات کرون مجھے اس مقام پر اس امر کے ظاہر کردینے کی ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ جیسے ابتدًا مسئلہ تقیہ پر مصنف نصیحۃ الشیعہ نے اعتراض کیا تھا ویسے ہی مصنف نصیحۃ الشیعہ نے اکثر قدح اور طعن جن کی رو سے علی مرتضےٰ کا خارج از ایمان ہونا بربناے مسلمات مذہب شیعہ ہمارے سائل صاحب مخاطب منتخب کرتے ہین کئے ہین اور اُس کی تحقیق رسالہ جات وشنی مین دکھلائی گئی ہے اور یہ امر تین حال سے خالی نہین ہے - یاتو وہی باپ دادون کی تقلید - یا سرقہ مضامین نصیحۃ الشیعہ یا شاعرانہ طور پر توارد مضمون -

سب سے پہلے یہ امر غور طلب ہے کہ جو کچھ بھی فضائل خلفاے اربعہ کے لکھے گئے ہین اُنکو کوئی شیعہ تین وجوہ سے قبول نہین کرسکتا اول یہ کہ بعض فضائل کا خلفاء ثلثہ پر انطباق نہین ہوتا ہے - دوئم یہ کہ وہ کتب شیعہ مین منقول نہین ہین - سوئم بعض واقعات ایسے ہین کہ درحقیقت وہ کسی کی فضیلت مین داخل ہو نہین سکتے - اور جو فضائل کہ محض منقولات کتب اہل سنت کے ہین وہ اُن کے مخالف مذہب والون پر حجت نہین ہوسکتے جیسے کہ مذہب شیعہ کے واقعات واقعیہ مذہب اہل سنت پر جبتک کہ اُن کا صحیح ہونا اُن کی کتب سے نہ دکھایا جاوے حجت نہین ہوسکتے -

فرض کرو جو کچھ کہ فضائل خلفاے ثلثہ کے آپ نے اپنی کتب سے (وہ بھی خلاف واقعہ) دکھلائے ہین اگر اُنکی تائید مسلمات مذہب شیعہ سے دکھلائی جاتی تب تو شیعون پر

حجت لائی جا سکتی تھی اور وہ اُن پر غور اور فکر کر سکتے تھے اور اگر ایسا نہین ہے تو شیعہ اُنکو پھینکدینگے اور ایسے ہی شیعونکے مسلمات مذہبی کی رو سے جو فضائل اہلبیت علیہم السلام اصلی جانشینون پیغمبر کے ثابت ہو گئے ہین اگر بغیر اس کے کہ اُس کا نشان مسلمات اہل سنت سے نہ دکھلایا جاوے تو اہل سنت اسکو پھینکدینگے اور کبھی قبول نہ کرینگے اس واسطے مین اُن تمامی فضائل پر جو کچھ مقدمہ مین بیان کیے گئے ہین مجملاً یہ راے دیتا ہون کہ جس قدر وہ بربناے محض مسلمات و منقولات مذہب اہل سنت و جماعت ہین اور اُنکا نشان کتب مذہب شیعہ مین نہین بتلایا گیا ہے اسواسطے وہ شیعون پر حجت نہین ہو سکتے۔ ذی علم سائل کو چاہیئے تھا کہ وہ ہر واقعہ کی تطبیق مسلمات مذہب شیعہ سے کر کے دکھلاتے تاکہ شیعون کو اُس کے قبول کرنے مین کچھ چون و چرا کا موقع نہوتا اور جبکہ اُنھون نے ایسا نہین کیا وہ بیکار ہین اور مین افسوس کرتا ہون کہ ناحق ذی علم سائل مخاطب کا وقت ضائع ہوا اور جہان کہین بظاہر استدلال کسی کتاب شیعہ کو فرض کر کے کیا گیا ہے اُس کی اصلی حقیقت دکھلائی جاوے گی۔

یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ہمارے ذی علم سائل کا مدعا عام ہے اور دلیل خاص۔ یعنی مدعا ہر سہ خلفاء بلکہ عام صحابہ ہین مگر دلیل خاص ہے جو سراسر جناب علی مرتضیٰ پر مطابق ہے اور عموماً خلفاء پر مطابق نہین ہے اور فن مناظرہ مین ثابت ہوا ہے کہ جو دلیل خاص مدعا سے ہوگی وہ غلط قرار پائے گی اور ثبوت مدعا مین کافی متصور نہوگی[1]

ذی علم سائل نے جو کچھ فضائل خلفاے ثلثہ کے لکھے ہین درحقیقت وہ شیعون کے مطاعن کے جوابات ہین جو شیعہ ہمیشہ سے ورد کرتے آئے ہین۔ یعنی جب کبھی شیعون پر اُس قسم کی حجتین کی گئی ہین۔ اور وہ رفع کرتے آئے ہین اور مین بھی اُنھین کی خوشہ چینی کرون گا۔

---

[1] دیکھو بحث قیاس فن منطق و رشیدیہ۔

مقدمہ متدائرہ سائل کے ہر پاوئنٹ کی تحقیق

ذی علم سائل گے مقدمہ کا عنوان یہ ہے کہ وہ اہل حق ایمان اور فضائل شیخین و دیگر صحابہ یا تو واقعات واقعیہ سے ثابت کرتے ہین یا آیات کتاب اللہ سے یا احادیث رسول اللہ سے۔ یا شہادت جناب امیرؑ یا دیگر ائمہ سے۔ اور جناب امیرؑ کا ایمان اور فضائل بھی بجز آخری دلیل کے اُنھین دلائل سے قبول کرتے ہین۔

واضح ہو کہ چار چیزین ذی علم سائل نے اثبات ایمان اور فضائل شیخین و دیگر صحابہ مین قرار دی ہین۔

(۱) واقعات واقعیہ (۲) آیات کتاب اللہ (۳) احادیث رسولؐ (۴) شہادت جناب امیرؑ و دیگر ائمہ۔

حقیقت مین یہ انتخاب ایسا ہے کہ موافق و مخالف انطباق ہونے پر اسی سے مسلمان با ایمان بھی ثابت ہو سکتا ہے اور مرتد و منافق بھی۔

(۱) واقعات واقعیہ

واقعات کا علم خبر سے ہوتا ہے اور خبر محتمل صدق و کذب ہے مگر وہ خبر جو متواترات سے ہو اور نیز ایسی خبر جو تواتر سے ثابت ہو اُسی کو واقعہ واقعیہ تسلیم کیا جائیگا۔

جامع الاصول مین ابن اثیر نے خبر متواتر کو جو بتلایا ہے وہ یہ ہے کہ وہ اس کثرت سے مروی ہو کہ اُس کی راستی کے خلاف نتیجہ مرتب نہو سکے یا اُس کی صحت پر کوئی پہلو شک و شبہہ کا نہ نکلے پس ہم آگے چل کر جہان پر کہ سائل صاحب نے اپنے مقدمہ کی تشریح کی ہے دکھلا دینگے کہ اُنکا دعوے کیا اصل رکھتا ہے۔

⁂

(٢) آیات کتاب اللہ

اکابر علمائے اہل سنت تحریف قرآن کے قائل ہوئے ہین اس سے کوئی اہل سنت انکار نہین کرسکتا ہے۔ اور مین اُس کی ایک مختصر فہرست دیتا ہون جس سے معلوم ہوگا کہ اکابر حضرات اہل سنت کا عقیدۂ موجودہ قرآن کی نسبت کیا ہے؟

(دیکھو نقشہ منسلکہ جواب ہذا جو بطور ضمیمہ آخر کتاب مین ہے)

ہم نے بالاختصار اس فہرست مین یہ امر دکھلایا ہے کہ اکابر علمائے اہل سنت نے اپنی عالی ہمتی سے قرآن مین کس قدر تحریف کی شہادت دی ہے اور اس سے تنزیہ القرآن مین کل اعتقادات اہل سنت کو بابت تحریف کے بالتصریح دکھلایا گیا ہے۔ تو اب غور کرنا چاہئے کہ جب قرآن محرف اہل سنت تسلیم کرتے ہین تو ایسے محرف قرآن سے خلفائے ثلثہ کے فضائل ثابت کرنا اہل سنت کی ہے جرأت کا کام ہے یا ایسے محرف قرآن کو فضائل خلفاء کا ماخذ قرار دینا اہل سنت ہی کی ہمت کا کام ہے لیکن چونکہ موجودہ قرآن کو ہم قرآن محرف نہین جانتے اس واسطے ہم نے بہت دیکھا مگر ہمکو کوئی آیت جس مین بالتخصیص خلفاء ثلثہ کے فضائل درج ہون نہین ملی برخلاف اس کے وہ آیات ملین کہ جس مین مثالب خلفاء کا ذکر ہے اور جو بطور تفصیل واقعہ کتب شیعہ مین درج ہین اور اُنکا نشان کتب اہل سنت مین بھی موجود ہے اور جن کا ذکر بہ سلسلہ حقیقت فضائل ہوگا۔

یہ امر طے ہو چکا کہ کوئی خاص آیت اُن کے فضائل مین نہین ہے مگر شاید تفسیر سے اس مقصد مین کام لیا جاوے تو وہ بھی ہمپر اُسی دلیل سے حجت نہ ہوگی جو ہم اوپر لکھ چکے ہین یعنی وہ تفاسیر اہل سنت کی ہین اور اگر آپ اصرار فرمادین تو مین تھوڑی دیر کے لئے مان کر اُن کی بابت آپ کے اکابر علمائے کے یہ آراء آپ کے روبرو پیش کرتا ہون۔

(۱) مولوی طاہر صاحب گجراتی اپنی کتاب تذکرۂ موضوعات مین بحوالہ حضرت امام احمد حنبل یہ تحریر فرماتے ہین وہ ثلث کتب لیس لہا اصول المغازی و الملاحم۔ و التفسیر" یعنی مغازی ملاحم اور تفسیر کی کچھ اصلیت نہین ہے"

(۲) علامہ سیوطی کتاب اتقان مین لکھتے ہین کہ وہ علم التفسیر مین کثرت سے مراسیل (احادیث ضعیف جنکا سلسلہ روات شکستہ ہو) ہین"

(۳) علامہ مناوی نے فیض القدیر شرح جامع صغیر مین لکھا ہے وہ قال ابن الکمال کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ"۔

مین ذی علم سائل سے بادب پوچھتا ہون جبکہ آیات کتاب اللہ (جو بہ عقیدۂ اکابر اہل سنت محرف ہے) مین شیخین کا نام نہین ہے اور تفسیر سے رجوع کیا جاوے تو اُنکی حالت ایسی ہے کہ وہ ایک مجموعہ موضوعات اور مراسیل کا ہے تو پھر ایسی چیزونکی بناء پر کوئی دعوے کرنا کیا ایسا نہین ہے جیسے ریتیلی مٹی پر کچے ردّونکی بنیاد قائم کرکے عالیشان محل کا تیار کرنا۔

یہین سے اس امر کو لحاظ کر لینا چاہیئے کہ جب کسی واقعہ کی بنیاد ایسی تفسیرون پر یا ایسے قرآن پر جو بعقیدۂ اکابر اہل سنت محرف ہو رکھی جاوے گی تو کیا اُنکو مخبر واقعات واقعیہ ہونے کا تسلیم کیا جا سکتا ہے ؟ "لاحول ولا قوۃ الا باللہ"

(۳) احادیث رسول اللہ

احادیث کی جو حالت ہے مین یقین کرتا ہون کہ آپ اُس کو دیکھکر اگر شرم نکرینگے تو افسوس ضرور کرین گے۔

گو علامہ ابو جعفر اسکافی اور علامہ ابن اثیر کی آراء کے لکھنے کے بعد جسکو ہم اوپر لکھ آئے ہین (دیکھو صفحہ ۶۱ لغایت ۶۵) کوئی ضرورت احادیث کی حقیقت دکھلانے کی نہین تھی لیکن ذیعلم سائل

کی خاطر سے تھوڑی سی تکلیف گوارا کرتا ہون۔

اب آپ اپنی کتب صحیح بخاری اور صحیح مسلم (جنکو صحیحین کہتے ہین اور جنکا مرتبہ بعد کتاب باری کے آپ کے یہان قبول کیا گیا ہے) کی نسبت اول میری زبانی سنیئے کہ آپ کے اکابر علماء کیا کیا زوردار ریویو دے گئے ہین۔

(۱) امام ابن تیمیہ کتاب منہاج السنۃ مین فرماتے ہین کہ "انکر جماعۃ من الحفاظ علے مسلم والبخاری"

پھر اسی کتاب مین دوسری جگہ بدین خلاصہ فرماتے ہین کہ "جو احادیث متفق علیہ صحیحین کے ہین اُن سے بھی بہت سی جماعت حفاظ نے انکار کیا ہے"

(۲) مولوی حیدر علی نے بھی امام ابن تیمیہ کی تائید کرکے ایک تعداد ضعیف روایات بخاری اور مسلم کی بتلائی ہے (دیکھو ازالۃ الغین)۔

(۳) علامہ ذہبی میزان الاعتدال مین لکھتے ہین کہ "ابو زرعہ نے جو مسلم و ترمذی و ابن ماجہ و نسائی کے شیخ ہین اور نیز امام ابو حاتم نے بخاری کو متروک کر دیا تھا اور اُن کی روایت سے ہاتھ کھینچ لیا تھا" اور مسلم ابن حجاج صاحب صحیح نے علی ابن مدینی اُستاد بخاری کو ضال اور بدعت کرنے والا بتلایا ہے" پھر علامہ ذہبی حال مین محمد ابن اسحق فردی کے کہ یہ بھی شیخ بخاری کے ہین یہ لکھتے ہین کہ ان کو نسائی نے ثقہ نہین جانا ہے اور ابو داؤد اُنکو واہی کہتا ہے دار قطنی نے کہا ہے کہ بخاری نے جو محمد ابن اسحق سے روایت کی ہے اُس پر اُنکو لوگ ملامت کرتے ہین۔

(۴) محمد ابن یحیٰے ذہلی کہ یہ بھی شیخ بخاری کے ہین خود اپنے شاگرد بخاری کو اس قدر بُرا جانتے تھے کہ جو اُن سے ملتا تھا اُسکو بھی اپنی صحبت مین بٹھانا گوارا نہین کرتے تھے[1]

---

[1] دیکھو مقدمہ فتح الباری ۱۲

یاد داشت

یہ حالات تو متعلق صحیح بخاری کے بطور مختصر ہدیۃً پیش کیئے گئے ہین مصداق مشتے نمونہ از خروارے ۔ اب صحیح مسلم کی نسبت صرف ایک ریویو اُنکے اُستاد کا اور ملاحظہ کر لیجئے

(۱) جب صحیح مسلم اُنکے اُستاد ابو زرعہ کے سامنے پیش کی گئی اُنھون نے یہ ریویو اُسکی دیا کہ "یہ کتاب صحیح نہین کہی جا سکتی کیونکہ اسکے راوی کذاب ہین[1] اور ملا علی قاری کتاب رجال مین مسلم کو بقول ابو زرعہ زینۂ اہل بدعت بتلاتے ہین "

صحیحین کی نسبت ان آراء کو دیکھکر مین نہین سمجھتا کہ ان کتب کی بناء پر جو خلفائے ثلثہ کے فضائل و مناقب شیعونکو دکھلائے جاتے ہین تو وہ کیسے اُسکو قبول کر سکتے ہین ۔

قبل اسکے کہ اُن فضائل و مناقب کی تطبیق کتب خصم سے کیجاوے باقی دیگر کتب صحاح کی جو حالت ہے وہ تصانیف ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن جوزی اور نیز علامہ ذہبی کی تصانیف سے خوب معلوم ہو سکتی ہے لیکن مختصراً ذیل کی فہرست بھی ہدیۃً پیش ہے ۔

(دیکھو فہرست منسلکہ جواب ہذا جو بطور ضمیمہ آخر کتاب مین ہے)

مائی ڈیر ۔ حضرت ولایت حسینؑ ۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس میگزین کے بھروسہ پر آپ نے کیون شیعو نپر حملہ کیا ہے خدا راس لائے ۔

بہرحال جیسے کہ آیات کتاب اللہ کے سلسلہ مین آپ کو تفسیر سے مدد کا بھروسہ ہوتا اُسیطرح شاید احادیث پیغمبرؐ کے سلسلہ مین آپ کو کتب مغازی اور سیر سے بھی امید کامیابی ہو اسواسطے اب مین بالاختصار کتب سیر و مغازی کے متعلق بھی آپ کے بزرگان ماقبل کی رائے علاوہ امام احمد حنبل کی رائے کے جو اوپر مین متعلق تمامی مغازی کے دکھلا آیا ہون یاد دلاتا ہون

---

[1] دیکھو میزان الاعتدال سلسلۂ حالات احمد ابن عیسٰے ۔ ۱۲

ملاحظہ فرمائے :-

اس فن مین سب سے اول جو کتاب لکھی گئی ہے وہ مغازی موسیٰ ابن عقبی کی ہے جسکا حال نقشہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا - اور پھر مغازی ابن اسحٰق - یہ شیخ مالک ابن انس کا ہمعصر تھا جو مصنف موطا ہین - اس کے بعد جس قدر کتب مغازی تالیف ہوئین سب کا سرمایہ سیرت ابن اسحٰق ہے

اب مین بتلاتا ہون کہ ابن اسحٰق کی بابت علماء اولین کے کیا خیالات تھے ؟

(۱) ابو داؤد کی تحقیق ان بزرگوار کی نسبت یہ ہے کہ وہ ابو اسحٰق قدری اور معتزلی ہے -

(۲) سلیمان تیمی کی تحقیق ہے کہ ابن اسحٰق کذاب ہے -

(۳) ہشام ابن عروہ کی بھی یہی تحقیق ہے -

(۴ و ۵) یحییٰ ابن سعید اور امام مالک - ابن اسحاق کی قدح مین ہمداستان ہین

(۶) ابن ادریس بیان کرتے ہین کہ وہ مین امام مالک کے پاس بیٹھا تھا کسی نے کہا کہ ابن اسحٰق کہتا ہے کہ علوم مالک کو ہمارے پاس لاؤ ہم اُس کے بیطار ہین - امام مالک نے یہ سُن کر ابن اسحٰق کی نسبت کہا کہ وہ منجملہ دیگر دجالون کے ایک دجال ہے[1]

واقدی کی قدح

دراوردی واقدی کو امیر المومنین فی الحدیث بھی کہتے ہین - غزوات مین یہ معتبر مانے جاتے ہین اور کوئی کتاب تاریخ ایسی نہ ہوگی کہ جس نے ان سے اخذ نہ کیا ہو- لیکن - خوارزمی مسند ابو حنیفہ مین یحییٰ ابن معین کی تحقیق واقدی کی نسبت یہ لکھتے ہین وہ کہ واقدی نے بیس ہزار احادیث وضع کین اور رسول خدا کی طرف اُنکی نسبت کی -

---

[1] دیکھو میزان الاعتدال ذہبی - ۱۲ -

امام شافعی کہتے ہین کہ ”واقدی کی کتابین کذب سے بھری ہین“ (دیکھو میزان الاعتدال) پروفیسر شبلی نعمانی اس زمانہ کے محقق نے بھی اسکو قبول کیا ہے کہ ”بڑے بڑے ائمہ تدلیس کے عادی تھے اور موضوعات کا ایک دفتر بے پایان تیار ہو گیا تھا اور بارہ ہزار احادیث صرف ایک فرقہ زنادقہ نے وضع کین اور عبدالکریم ایک وضاع نے چار ہزار حدیثین اپنی موضوعہ بتلائین“ (دیکھو قزلباش کا ریویو سیرۃ النعمان)

اب ہمارے سائل مخاطب فرمادین کہ جب قرآن و تفسیر کا تو وہ حال ہوا اور حدیث و مغازی و سیر کا یہ حال تو آپ اپنے دعوے کی کشتی کو کس قوت بازو سے کھے کر پار لگا سکتے ہین اور غرق سے بچنے کی کیسے امید کر سکتے ہین ؟

(۴) اقوال جناب امیر (بابی انت و امی) سے فضائل خلفاء

یہ دعوے بھی ایسا ہی کیا گیا ہے جو لایق نہ تھا۔ اگر یہ اقوال آپ کے خلیفۂ چہارم جن کے صفات آپ کی کتب مین مثل شراب خواری و عدول حکمی پیغمبر وغیرہ وغیرہ درج ہین اور جو آپکے معتقدات مین ہین تب تو ہمین گفتگو کی حاجت نہین ہے اور اگر وہ اقوال ہمارے علیؑ کے ہین۔ یعنی۔

وہ علیؑ کہ جن کی افضلیت آپ کے علماء نے اپنی کتب مین لکھی ہے[1]

وہ علیؑ کہ جس کے بغیر کوئی مشکل آپ کے خلفاء کی حل ہی نہین ہوتی تھی[2]

وہ علیؑ کہ جس کی نسبت آپ کے شیخین کا یہ قول تھا کہ اگر وہ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے اور جسکا ان صفات کی وجہ سے مشکلکشا نام ہو گیا ہے[3]

---

[1] دیکھو صحیحین و نسائی و ترمذی شریف و جملہ کتب سیر و تواریخ ۱۲

[2] دیکھو ذخائر العقبی محب الدین طبری و کنز العمال و ازالۃ الخلفاء ۱۲

[3] دیکھو تذکرہ خواص الامہ علامہ سبط ابن جوزی ۱۲۔

وہ علیؑ کہ سُنّی ائمہ حدیث جس کے ذاتی معجزات نقل کرتے ہین[1]

وہ علیؑ کہ جسکے غیب دانی کے روایات ائمہ اہل سنت برابر نقل کرتے چلے آئے ہین[2]

وہ علیؑ کہ جنکے اُن آثارات علوم فلسفہ با صفا نہا کو کہ جن کا ریاضیات کے متعلق کبھی ایجاد دوربین وغیرہ سے بیشتر وجود بھی نہ تھا آجتک اہل سنت روایت کرتے ہین[3]

وہ علیؑ کہ جسکو اگر تمام دنیا کی قضا ملجاتی تو وہ اہل توریت کا توریت پر اہل انجیل کا انجیل پر اہل زبور کا زبور پر اہل فرقان کا فرقان پر فیصلہ کرتا[4]

وہ علیؑ جس پر بطور راز کے پیغمبرؐ نے ایسے ہزار دروازے علم کے کھولدیئے کہ ہر دروازہ سے ہزار دروازے علم کے اور کھل گئے[5]۔

وہ علیؑ کہ جسکو بروز غدیر پیغمبرؐ نے وصی کیا تھا ان الفاظ سے کہ جسکا مین مولے ہون علی بھی اُسکا مولی ہے[6]۔

وہ علیؑ کہ جسکی ولیعہدی پر آپکے شیخین نے مبارکباد دی تھی[7]۔

وہ علیؑ کہ جو شب ہجرت بستر رسولؐ خدا پر سویا اور اُسکی شان مین خدا نے یہ آیت نازل کی "ومن الناس یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد" اور جبرئیل نے جسکے سرہانے یہ کہا تھا "بخ بخ من مثلک یا ابن ابی طالب یباہی اللہ بک ملائکہ"[8]

وہ علیؑ کہ جس سے خدا نے رجس کو دور کیا اور جس کی شان مین آیہ تطہیر نازل ہوئی[9]

وہ علیؑ جسکو نبیؐ نے "انفسنا" مین گنا جبکہ آیت مباہلہ نازل ہوئی[10]

۱و۲و۳ دیکھو رسالہ روشنی بابت نومبر ۹۳ء ۴ دیکھو ذخائر العقبیٰ محب الدین طبری و مودة القربیٰ ہمدانی ۵ دیکھو عاصمی کی زین الفتی ۶ دیکھو فہرست عبقات الانوار جلد غدیر ۷ دیکھو عاصمی کی زین الفتی و صواعق محرقہ بروایت دارقطنی و فہرست عبقات الانوار جلد غدیر ۸ دیکھو خمیس دیاربکری تفسیر کبیر ۹ دیکھو مسند احمد حنبل و تفسیر معالم التنزیل ۱۰ دیکھو صحیح مسلم و تفسیر معالم التنزیل ۔ ۱۲

وہ علیؑ کہ جسکی محبت کو خدا نے اجر رسالت قرار دیا[1]

وہ علیؑ کہ جسکو خدا نے قرآن میں کہیں صالح المومنین اور کہیں خیر البریہ و من عندہ علم الکتاب کے معزز لقب سے پکارا[2]-

وہ علیؑ کہ جسکی محبت عنوان صحیفہ مومنین ہے[3]

وہ علیؑ کہ جس کا اسم گرامی قبل پیدایش ارض و سما باب جنت پر اسطرح لکھا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ و علی اخ رسول اللہ"[4]

وہ علیؑ جسکا نام لوح محفوظ پر تحت عرش یون لکھا تھا "علی ابن ابیطالب امیر المومنین"[5]

وہ علیؑ کہ جسکی کارزار پر یوم اُحد یا خیبر منادی غیب لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار کی صدا دے رہا تھا[6]-

وہ علیؑ کہ جسکی محبت پروانہ برأت نار ہے[7]

وہ علیؑ کہ جو اُسکی محبت لیکر مرا قیامت میں پیغمبر اور اُن کی آل کے ساتھ ہوگا اور جو اُس سے بغض لیکر مرا بس وہ یہودیوں اور نصرانیوں کی موت مرا[8]-

وہ علیؑ کہ جسکی صُلب سے پیغمبر آخر الزمان کی ذریت ہے[9]-

وہ علیؑ کہ جسکی عداوت کے بعد کوئی نیکی نفع نہیں پہونچا سکتی[10]-

وہ علیؑ کہ جس سے محبت رکھنے والا مومن اور بغض رکھنے والا منافق ہے[11]-

وہ علیؑ کہ جسپر سب کرنا خدا پر سب کرنا ہے[12]-

وہ علیؑ کہ جسکو پیغمبر نے بمقابلہ شیثؑ وصی آدمؑ - و یوشعؑ وصی موسیٰؑ - و شمعون وصی عیسیٰؑ اپنا وصی اور خیر الاوصیا فرمایا[13]-

وہ علیؑ کہ جسپر بروایت ام المومنین عائشہ خروج کرنیوالا کافر ہے[14]-

---

[1] دیکھو تفسیر بغوی تحت آیت قل لا اسئلکم الخ [2] دیکھو صواعق محرقہ و تفسیر در منثور و تفسیر ثعلبی تحت آیت قل کفیٰ - و مناقب ابن مغازلی [3 تا 14] دیکھو مودۃ قربیٰ مطبوعہ بمبئی -

وہ علیؑ جسکی ولادت کعبہ مین ہوئی[1]۔

وہ علیؑ کہ جسکے گھر کا دروازہ مسجد نبوی مین تھا[2]۔

وہ علیؑ جو مثل پیغمبر حالت جنب مین مسجد مین داخل ہونے کا حق رکھتا تھا[3]۔

وہ علیؑ کہ جسکے احادیث فضائل و مناقب پر امام احمد حنبل یہ کہتے ہین کہ کسی صحابی کے فضائل و مناقب کے احادیث بمقابلہ اُس کے احادیث مناقب کے مین نے اس کثرت سے صحیح ہی نہین دیکھے[4]۔

وہ علیؑ کہ امام شافعی ابھی نا تحقیق حالت مین گئے کہ رب اُنکا آیا اللہ تھا یا وہی علیؑ[5]۔

وہ علیؑ جسنے سائل کو نماز مین انگوٹھی دی اور جسکی شان مین آیۂ انما ولیکم اللہ نازل ہوا[6]۔

وہ علیؑ کہ جسکی شان مین سورۂ ہل اتی نازل ہوا[7]۔

وہ علیؑ کہ جسکے اس قدر فضائل و مناقب ہین کہ میری تو بھلا کیا مجال ہے اگر تمام دریا سیاہی کی جگہ کام مین لائے جاوین اور تمام اشجار قلم بنائے جاوین اور تمام جن و انس مل کر لکھین تو بھی نہ لکھ سکین[8]۔ جیساکہ ایک شاعر نے بھی کیا خوب اس مضمون کی طرف اشارہ کیا ہے

شعر کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست ✦ کہ تر کنند سر انگشت و صفحہ بشمارند۔

اللہم صلی علی محمد وآل محمد ولعن علی اعدائہم

اور وہ علی کہ جسکے ایمان کا ذیعلم سائل آج ہم سے ثبوت طلب کر رہے ہین) تب آپکے دماغ مین اُنکے اقوال کی ماہیت کے سمجھنے کا مادہ ہی خدا نے خلق نہین کیا ہے آپ کیا سمجھ سکتے ہین اُنکے اقوال تو وہی لوگ خوب سمجھ سکتے ہین کہ جو رسول اور آل رسول کی

---

[1] خمیس دیار بکری مطالب السول و تاریخ ابی الحسن ذہبی مسعودی متوفی ۳۴۶ھ [2] [3] [4] دیکھو صحیح ترمذی و مسند امام احمد حنبل [5] دیکھو صواعق محرقہ [6] دیکھو مناقب مرتضوی مؤلفہ محمد صالح حسینی ترمذی المتخلص بہ کشفی [7] دیکھو معالم التنزیل و تفسیر حسینی و تفسیر کبیر و تفسیر ثعلبی [8] دیکھو اخطب خوارزم۔

محبت اور مودت مین ایسے دل دادہ اور سرشار ہین کہ کسی دوسرے کی محبت کے لیئے اپنے قلب مین تل برابر بھی جگہ نہین رکھتے جو علیؑ و نبیؐ کو حسب ارشاد پیغمبرؐ ایک ہی نور سے جانتے ہین[ش۱]۔ جو نبیؐ و علیؑ پر سچے دل سے نماز مین درود پڑھتے ہین وہ سچے دل سے درود پڑھنا اسی حالت مین ہو سکتا ہے کہ جب اُن کے غیر کو اُن پر کسی نوعیت سے مقدم نہ سمجھا جاوے۔

اب مین مخاطب سائل کے چارون انتخاب کے متعلق جن سے کہ فضائل شیخین مرتب کرنے کا دعوے کیا گیا تھا بالاجمال اپنی محققانہ رائے دکھلا آیا کہ جس سے بظاہر وہ کوئی فائدہ نہین اُٹھا سکتے۔ اس کے بعد چونکہ اُس اجمال کی تفصیل یعنی اُس انتخاب کی بنا پر فضائل تفصیل کے ساتھ لکھے ہین لہذا مین بھی اُس واقعہ کی نسبت تفصیلی محققانہ رائے ظاہر کرتا ہون جس پر مخاطب صاحب کی کافی توجہ درکار ہے۔

اُس تفصیل کو ذی علم سائل مخاطب پھر بطور اجمال اس طرح شروع کرتے ہین کہ “صحابہ مقبولین مثل حضرت ابو بکر۔ عمر۔ و عثمان[ش۲] وغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین جناب پیغمبر خدا صلعم کے ہاتھ پر اول ہی زمانہ شیوع دعوت اسلام مین کہ اُس وقت کوئی امید نفع دنیا کی نہ تھی بلکہ ہر طرح کی ذلت و مضرت کا سامنا تھا ایمان لائے۔ اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر ایسے وقت مین آپ کا ساتھ دیا کہ اُس وقت آپکا کوئی رفیق و غمگسار نہ تھا”

[ش۱] دیکھو مناقب امام احمد حنبل و مودۃ قربےٰ ہمدانی۔ و عبقات الانوار جلد حدیث نور۔

[ش۲] یہ بات قابل غور ہے کہ علیؑ کا نام بتخصیص نہین لکھا گیا وغیرہ مین شامل ہین۔ جس کو جس سے محبت ہوتی ہے قاعدہ کی بات ہے کہ اُسی کے فضائل انسان ظاہر کرتا ہے اور جس سے محبت نہین ہوتی اُس کا نام بھی قلم سے نہین نکلتا۔ مگر شیعون کو شکرگذار ہونا چاہیے کہ ذی علم سائل نے اس وجہ سے کہ شیعہ علیؑ کو بلافصل خلیفۂ رسولؐ تسلیم کرتے ہین شاید از روے اخلاق چوتھے درجہ پر بھی اُن کا نام نہین لکھا۔ تاکہ شیعون کی آزردگی کا باعث نہو۔

واضح ہو کہ اس جملہ مین بالتخصیص خلفاء ثلثہ کا (۱) ابتداے اسلام مین کہ اس وقت کوئی امید دنیاوی نفع کی نہ تھی اسلام قبول کرنا۔

(۲) مضرت و ذلت کا سامنا۔

(۳) عزیز و اقارب کی مفارقت کرکے پیغمبرؐ کا ساتھ دینا۔

(۴) اور اسوقت پیغمبرؐ کا کوئی رفیق و غمگسار نہونا۔

انھین چار باتون سے افضلیت کا فخر عطا کیا گیا ہے نسبت امر اول یعنی ابتداے زمانہ اسلام مین ان تینون بزرگوارون کا مسلمان ہونا اسکو اگر بالفرض قبول ہی کیا جاوے تو ابتداءً دعوت اسلام قبول کرنا اس امر کا سرٹیفکٹ حاصل کرنا نہین ہے کہ وہ شخص ہمیشہ مسلمان اور اوصاف حمیدہ سے متصف ہی رہے گا بے شک جب یہ بزرگوار اگر بالفرض سچے دل سے ایمان لاکر مسلمان ہوئے خدا اور خدا کا رسولؐ ان سے خوش ہوا مین یہان تک بھی کہتا ہون کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کے روز گناہان ماسبق سے اسی طرح پاک ہوے جیسے کہ ہر ایک مسلمان گو وہ قوم رزیل اور درجہ ادنے سے ہی کیون نہو مسلمان ہونے کے بعد بحیثیت اسلام دیگر مسلمانون کا بھائی اور گناہان ماسبق سے پاک ہو جاتا ہے اور وہی حقوق اُس کو حاصل ہوتے ہین جو دیگر مسلمانون کو بحیثیت اسلام حاصل ہین اور اُسی دسترخوان یا میز پر وہ شریک ہو سکتا ہے کہ جس پر پیغمبرؐ یا دیگر جنٹلمین کھانا کھاتے ہون اور یہ ایک ایسا مسلمہ مسئلہ کل اُمم مین ہے کہ جس سے کوئی شریعت انکار نہین کر سکتی مثلاً فرض کرو کہ کوئی مذہب عیسائی قبول کرے تو شریعت عیسوی کے روسے وہ شخص ایسا ہی پاک گناہان ماسبق سے سمجھا جائے گا جیسے کہ ایک تازہ مولود۔ لیکن یہ حالت اُس کی اُسی وقت تک برقرار رہے گی جبتک کہ اُس سے کوئی فعل برخلاف اصول اُس مذہب کے ظاہر نہ ہوگا اور جب وہ کسی فعل قبیح کا برخلاف اجازت اصول مذہب کے مرتکب ہوگا اُسی وقت اُس سے خدا اور اُس کا رسولؐ

بیزار ہو جاوے گا۔

پیغمبرؐ کے ہاتھ پر ان لوگون کا بظاہر مسلمان ہونا بیشک ایک نوع سے خدا اور رسولؐ کی خوشی کا باعث ہوا جب غزوات پر تشریف لیجاتے تھے تو مزید خوشی کا باعث ہوتا تھا۔ لیکن جب جنگ شروع ہوتی تھی اور یہ بزرگوار پیغمبر کی نصرت ترک کرکے ایسے ایسے دور بھاگ جاتے تھے کہ بعضے ان مین سے تین تین دن کے بعد حاضر خدمت رسالت پناہ ہوئے تو یہ فعل اُن کا ضرور خدا اور رسول کی ناخوشی کا باعث ہوتا تھا جس کو مین آگے بہ سلسلہ غزوات کسی قدر تفصیل سے دکھلاؤن گا پیغمبرؐ کی نبوت پر شک کرنا یا پیغمبرؐ کے قول کو (معاذ اللہ توبہ توبہ) پیغمبر کا ہذیان کہنا یہ زیادہ پیغمبرؐ اور خدا دونون کی ناخوشی کا باعث ہوتا تھا اور ایسی بہت مثالین ہین۔

بہر حال کوئی فخر اگر ہے تو اُسی وقت مین مسلمان ہونے کا ہے جو طاعت خدا اور طاعت رسولؐ اور اولی الامر منکم سے ذرہ برابر بھی منھ نہ پھیرے۔

امر دوم "یعنی اُسوقت کسی دنیاوی نفع کی امید کا خلفاء کو نہونا" یہ امر بہت دشوار ہے کہ قبول کیا جائے اور بالخصوص وہ لوگ جو تاریخ پہ عبور رکھتے ہین۔ علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء مین ابن عساکر سے روایت کرتے ہین کہ کاہنون سے حضرت ابوبکر جناب پیغمبر خدا کے مبعوث برسالت ہونے کے حالات پیشتر سے سُن چکے تھے،، اور امام بیہقی نے حضرت ابوبکر کے اسلام کی نسبت اپنی یہ تحقیق لکھی ہے کہ "انکا فوراً اسلام قبول کرلینا اسواسطے تھا کہ اُنکو پیشتر سے بذریعہ کاہنون کے حالات پیغمبرؐ اسلام اور اسلام کی ترقیون کے معلوم ہو چکے تھے اور اُن اخبار کاہنین پر یہ کافی غور کر چکے تھے،،

بیشک یہ رائین اسی امر کو قبول کراتی ہین کہ ان بزرگوار کا ایمان لانا پیغمبرؐ کی تلقین اور دعوت کی بنا پر نہ تھا بلکہ کاہنون کے اخبار کی بنا پر۔ اور وہ کاہنون کے

اخبار واقوال پر ایمان رکھتے تھے۔

ابن ہشام و دیار بکری وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ ”اقوال و اخبار کاہنین سے ایک پیغمبرؐ کا مبعوث برسالت ہونا منتشر ہو چکا تھا اور یہ بھی وہ پیشین گوئی کر چکے تھے کہ اُس پیغمبرؐ کو ابتداءً مکہ مین تکالیف پہونچین گی اور پھر ہجرت کرے گا اور بعد ہجرت مکہ کو فتح کرے گا۔ غرب سے شرق تک جنوب سے شمال تک اُس کے مذہب کی شعاعین پہونچین گی فارس وروم پر بھی مسلمانون کا قبضہ ہو گا۔

شیعہ ان بزرگوارون کے مسلمان ہونے کی بابت آپ کے انھین اکابر علما کی آراء سے متفق ہین اور وہ اس بات کو نہین مانتے کہ پیغمبر اسلام کی دعوت اور ہدایت کی بناء پر یہ مسلمان ہوئے تھے۔ گو یہ سچ سہی کہ بروقت اسلام لانے کے اُنکو امید دنیاوی نفع کی نہ ہو۔

صاحب روضۃ الاحباب نے نسبت مسلمان ہونے حضرت عثمان کے یہ لکھا ہے کہ ”وہ حضرت ابو بکر کے سمجھانے بُجھانے سے ایمان لائے تھے“

اور حضرت عمر کو یوم صلح حدیبیہ کے روز بہت بھاری شک پیغمبرؐ کی نبوّت مین واقع ہوا تھا اور واقعہ مرض موت پیغمبرؐ جس روز کہ پیغمبرؐ کی نسبت ”ہذیان“ کا کلمہ کہا یہ اشعار کرتے ہین کہ حضرت عمر کے قلب مین پیغمبرؐ کی عظمت اور اُن کی نبوت کچھ وقعت نہین رکھتی تھی جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کس قسم کے مومن مسلمان تھے اور اسی جگہ سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے کہ اُن کی غرض بظاہر ایمان و اسلام قبول کرنے سے کچھ اور تھی۔ ہر شخص کی نیت اُس کے قول و فعل سے وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ کسی وقت کم اور کسی وقت زیادہ۔ اور اس سے بھی کوئی انکار نہین کر سکتا کہ انسان کے خیالات کبھی یکسان نہین رہتے بلکہ وہ وقتاً فوقتاً تبدیل ہوتے رہتے ہان اور واقعات زمانہ اُس کے خیالات کو تبدیل کرتے رہتے ہین۔ عہد پیغمبرؐ مین اصحاب پیغمبرؐ کے خیالات

کچھ ہی ہون یا کسی کے اصلی خیالات ظاہر ہوئے ہون یا نہ ہوئے ہون لیکن بعد وفات پیغمبرؐ کے اُن کے خیالات ظاہر ہو گئے جیسا کہ اہل سنت کے حجت الاسلام محمدؐ ابن محمدؐ غزالی کتاب سرُّ العالمین وکشف مافی الدارین مین اُس کے متعلق اپنی تحقیق جو آخر عمر مین تھی یہ ظاہر کرتے ہین کہ "یوم غدیر خم کا جو آنحضرت کا خطبہ ہے اُسکے متن حدیث پر سب کا اتفاق ہے یہ کہ آنحضرت فرماتے تھے من کنت مولاہ فعلی مولاہ - اسپر حضرت عمر نے بدین الفاظ مبارکباد دی تھی مبارک ہو مبارک ہو اے ابو الحسنؑ تحقیق کہ صبح کی آپ نے ایسی حالت مین کہ میرے اور کل مومن و مومنہ کے آپ مولےٰ ہو گئے اور یہی تسلیم اور رضا ہے خلافت جناب امیرؑ پر اور اُن کو اپنے اوپر حاکم کرنا ہے - مگر بعدہ محض بغرض حب ریاست اور ستون خلافت اُٹھانے کے لئے اور رایات حکومت کی بندش کے لئے اور نیز اس وجہ سے کہ علام جنگ کی جھنکارون اور اژدحام سواران میدان ہیجا سے خواہش نفسانی حرکت مین آتی تھی اور نیز بغرض فتح بلاد ہوا وہوس نفسانی نے اُن پر غلبہ کیا پس ان امور نے اُنھین جام ہوا وہوس پلادیا پس یہ لوگ از سر نو اپنی مخالفت قدیمہ پر عود کر آئے اور دین کو اپنے پس پشت پھینکدیا اور اُسؐ کو بہت تھوڑی قیمت کے عوض مین بیچڈالا پس کیا بد خرید تھی اونکی"

"واجمع الجماهير على متن الحديث من الخطبة في يوم الغدير خم- باتفاق الجميع وهو يقول من كنت مولاه فعلى مولاه - فقال عمر بخ بخ يا ابو الحسنؑ لقد اصبحت مولائ ومولا كل مؤمن و مؤمنة فهذ تسليم و رضى و تحكيم ثم بعد هذا اغلب الهوى لحب الرياست وحمل عمود والخلافت وعقود البنود وخفقان الهوى فى قعقعة الرايات واشتباك ازدحام الخيول و فتح الامصار فسقاهم كاس الهوى فعادوا الى الخلافت الاول فنبذوه وراء ظهورهم واشتروا به ثمنا قليلا فبئس ما يشترون"

سبط ابن جوزی نے امام صاحب کا یہ قول اپنے تذکرہ مین بھی نقل کیا ہے اور علامہ ذہبی نے غزالی کی توثیق اور سر العالمین اُنھین کی تصنیف ہونا میزان الاعتدال

مین لکھا ہے

ایسی حالت مین مین نہین سمجھتا کہ کیون ان بزرگوارون کی نسبت یہ عقیدہ نہ کیا جاوے کہ وہ کاہنون کے اخبار کے عقیدت مند تھے اور کاہنون کے اخبار کی صداقت نے ہی اسلام کی جاہ وحشمت و عظمت و جلالت پر ان حضرات کو تحریص و رغبت دلائی تھی خصوص جبکہ بعد پیغمبر یہ حضرات اپنی حسن تدبیر سے خلافت پر متمکن ہوگئے تو پھر کوئی شبہہ نہین رہتا ہے کہ وہ محض دنیاوی فائدہ کی غرض سے بظاہر اسلام لائے تھے اُن کی نسبت یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ دنیاوی فائدہ کی غرض سے اسلام نہین لائے تھے۔ مائی ڈیر۔ بالکل صحیح نہین ہوسکتا۔

نسبت امر دوم یعنی "ذلت و مضرت کا سامنا ہونا" اس کی نسبت ہمکو یہ دکھلانا چاہیئے کہ ان حضرات کو ذلت و مضرت اسلام مین کیا پہونچی اور نیز یہ کہ ان کی ایام جاہلیت مین کیا وقعت تھی یا ان کا قبیلہ یا اپنے قبیلہ مین خود یہ بزرگوار کس وقعت کے تھے۔

ہم نے جہانتک کتب سیر و تاریخ کو دیکھا ہے تو ابتدائے اسلام مین صرف حضرت ابوبکر کو البتہ ایک ذلت پہونچنا معلوم ہوتا ہے لیکن وہ خود اُنھین ذات شریف کی عقلمندی تھی۔

مُلّا معین کہ جو معتبرین علمائے اہل سُنت کے ہین معارج النبوۃ مین تحریر فرماتے ہین کہ "جب صحابہ قریب ۳۹ کے ہوگئے تو حضرت ابوبکر نے پیغمبر خدا سے اصرار کیا کہ اسلام کو آپ کیون پنہان رکھین اور آشکار کیون نہ کرین حضرت نے فرمایا کہ ہنوز قوت کافی نہین ہے لیکن حضرت ابوبکر نے بہت مبالغہ کیا چنانچہ آن حضرت اُن کے ساتھ مسجد حرام مین تشریف لائے اور حضرت ابوبکر نے ایک خطبہ طولانی پڑھا مشرکین کو نہایت صدمہ ہوا اور بہ غلظت تمام اُٹھ کر حضرت ابوبکر پر ٹوٹ پڑے اور عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعن نے اس قدر جوتیان مارین کہ ناک کا امتیاز رخسارہ پر ———

نہین ہوتا تھا[1] کہ بنوتیم پہونچ گئے اور انھون نے بچایا اور ایک چادر مین لپیٹ کر اُن کے گھر پہونچا دیا اور رات بھر وہ بیہوش رہے[2]۔

اس واقعہ کا مجملاً روضۃ الاحباب صفحہ ۸۶ و ۸۷ ۔ اور تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰[3] ۔ اور کتاب ریاض النضرہ مین بھی ذکر ہے ۔ اس مین کچھ شک نہین ہے کہ یہ واقعہ حضرت ابوبکر کو کفار اور مشرکین کے ہاتھ سے نہایت دردناک پہونچا لیکن باعث اس کا خود حضرت ابوبکر کا اصرار ہوا کیونکہ پیغمبر فرماتے تھے کہ یہ تمھاری خواہش قبل از وقت ہے ۔ مگر جبکہ پیغمبرؐ خدا نے اصرار مین شدت دیکھی تو آپ کا ان کی درخواست قبول کرنا پیغمبرؐ کی مرضی کے خلاف عمل کرنے کا نتیجہ دکھلا دینا تھا اور یہی وجہ ہوئی کہ پیغمبرؐ اور دیگر مسلمان جو وہان موجود تھے اس واقعہ کو دیکھتے رہے اور کسی نے حضرت ابوبکر کو بچایا نہین ۔ اور مخالفت پیغمبرؐ کے سبب سے درحقیقت حضرت ابوبکر نے وہ ذلت اُٹھائی اور اُس جوش جاہ و دولت کے حصول کی جلدی اور تیزی نے جو اُنکے دل مین بھی تھی اُنکی وہ صورت بنائی ہے۔

اب مین یہ امر تو دکھا چکا کہ ان حضرات کو کوئی مضرت خواہ ذلت نہین پہونچی اور اب مین یہ دکھلاتا ہون کہ ان حضرات کا قبیلہ اور اپنے قبیلہ مین خود یہ حضرات کس درجہ کی عزت رکھنے والے تھے ۔ تاکہ بفرض محال اگر تھوڑی دیر کے لیئے یہ مان بھی لیا جاوے کہ ان کو مضرت اور ذلت اسلام کی حمایت کے سبب سے پہونچی تو یہ اندازہ ہو سکے کہ بحیثیت وقعت قبیلہ کے ان کو کسی ذلت خواہ مضرت کا پہونچنا کس قدر ان کی کسر شان کا باعث ہو سکتا تھا۔

---

[1] اصل عبارت یہ ہے کہ “عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعن نعلین برگرفت و چندان بر روے ابوبکر زد کہ بینی او از رخسارہ ممتاز نمی گشت ۔ مؤلف عفی عنہ۔

[2] دیکھو معارج النبوۃ صفحہ ۴۵ سطر ۲۱ رکن سوم باب دوم مطبوعہ بمبئی۔ [3] مطبوعہ لاہور۔

اخبار معروف بہ الجواب از محمد لباش، آغا مجید اشق
43692

حضرت ابو بکر قبیلہ بنی تیم اور حضرت عمر قبیلہ بنی عدی مین سے تھے۔ علامہ ابن قتیبہ معارف مین تحریر کرتے ہین کہ "ہشام ابن مغیرہ افسران قبائل کا تھا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونون بزرگوار اپنے قبیلہ مین سردار نہ تھے نہ کوئی خاص شرف یا وجاہت انکو اپنے قبیلے مین حاصل تھی اور نہ یہ اُس شاخ مین تھے کہ جس شاخ مین افسر قبیلہ تھا۔ ابن خلدون کی تحقیق ہے کہ عبداللہ ابن جدعان افسر قبیلہ بنی تیم تھا اور ابو بکر اُس شاخ مین نہ تھے۔[۱]

صاحب شرح طوالع شمس الدین اصفہانی اور فاضل روزبہان کی تحقیق ہے کہ "قبیلہ بنی تیم اور بنی عدی دیگر قبائل قریش مین گھٹیل تھے"۔ چنانچہ۔ حضرت ابو قحافہ پدر حضرت ابو بکر کو جب کسی سے یہ اطلاع ملی کہ ابو بکر خلیفہ ہوئے تو اُنھون نے اُس سے کہا کہ کیا بنی عبد مناف اور بنی مغیرہ اُس کی امارت پر راضی ہو گئے اُس نے کہا کہ ہان تب ابو قحافہ نے کہا کہ جسکو خدا بلند کرے اُسے کوئی پست نہین کر سکتا۔ اور جس کو وہ پست کرے اُسے کوئی بلند نہین کر سکتا۔[۲]

اس رائے حضرت ابو قحافہ سے صاف ظاہر ہو گیا کہ خود وہ اپنے قبیلہ کو بمقابلہ بنی ہاشم اور بنی مغیرہ کے کم رتبے مین جانتے تھے۔

حضرت عثمان تو قبیلہ بنی اُمیہ سے تھے اور اس قبیلہ نے جو سلوک پیغمبرؐ کی آل سے کیا ہے وہ میرا محتاج بیان نہین ہے گو اُس سلوک کو ذی علم سائل بڑی نظر سے نہ دیکھین مگر اُن واقعات سے انکار نہین کر سکتے کہ جو اِس قبیلہ کے ہاتھ سے اہل بیت پیغمبرؐ پر گذرے ہین۔

اور اس سے سوا یہ اُن کی ذات کا اس ارشاد حضرت عائشہ سے بھی مل سکتا ہے "اقتلوا نعثلاً فقد کفر قتلہ اللہ"۔[۳]

---

[۱] دیکھو عسر ابن خلدون صفحہ ۳۲۶ مطبوعہ مصر [۲] دیکھو صواعق محرقہ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر و براہین قاطعہ صفحہ ۱۲ مطبوعہ لاہور

[۳] دیکھو انسان العیون و نہایہ ابن اثیر تحت لفظ "نعثل" و کامل ابن اثیر۔

۲۹۷۴۸
ق ز ل - ۱

حضرت عفان پدر حضرت عثمان کی بابت ابو المنذر ہشام ابن محمد سائب الکلبی اپنی کتاب مثالب مین سے لکھتے ہین۔ وعفان ابن ابی العاص ابن اُمیہ ممن کان یتخنث ویلعب به[1]۔ اس روایت سے حضرت عفان کی جو کچھ حالت تھی وہ مخفی نہین رہ سکتی اور اسی طبیعت کا یہ اثر تھا کہ حضرت عثمان مردانہ وار جنگ مین قائم نہین رہ سکتے تھے اور کارزار کے وقت پیٹھ دے جاتے تھے اور کچھ شبہہ نہین ہو سکتا کہ مردی اور نامردی نسل مین بذریعہ ارث کے مورث ہوتی ہے ۔

پھر کتاب مثالب مین ہشام اپنے باپ محمد سائب الکلبی سے (کہ جو نہ صرف اکابر مستند اور اعاظم علماے اہل سنت سے ہین بلکہ وہ شیوخ ترمذی اور ابن ماجہ کے بھی ہین اور بغوی سے محقق اور مفسر نے معالم التنزیل کو اُن کی روایتون سے بھر دیا ہے اور شعبہ ابن الحجاج امام علم حدیث نے کہ جنھون نے ایک راوی کو گھوڑے کو ایڑ دیتے ہوئے دیکھکر اُس سے روایت لینا ترک کر دیا تھا انھین ہشام کے باپ سے اخذ علم کیا ہے) روایت کرتے ہین

"ہشام عن ابیہ قال کانت ضہاک امته جنثیة لھاشم ابن عبد مناف فوقع علیھا نضله ابن ھاشم ثم وقع علیھا عبد العزے بن ریاح فجائت بنفیل جد عمر ابن الخطاب"	"کہ ضہاک لونڈی ہاشم بن عبد مناف کی تھی پس اُس پر نضلہ ابن ہاشم پڑ گیا اور اُس کے بعد عبد العزے بن ریاح پڑ گیا اور اُس سے نفیل دادا ابن الخطاب کے پیدا ہوئے۔

فضل ابن روزبہان نے کتاب ابطال الباطل مین اس امر کو قبول کیا ہے کہ یہ مضمون کتاب مثالب مین موجود ہے مگر اُنھون نے ابو المنذر ہشام کی نسبت یہ قدح لکھ دی کہ وہ غیر ثقہ ہے لیکن درحقیقت اُن کی ایسی قدح کرنے کی یہ وجہ پائی جاتی ہے

---

[1] یعنی حضرت عفان سے لوگ مخنث ہونے کا کام لیتے تھے۔

کہ شیعون کی طرف سے حضرت عمر کے ایک زینہ نسبی شرافت سے گرانے کے لئے جو استدلال اُس مضمون پر کیا گیا جس سے ایک نوع کی قدح اُن کی ذات کی ہوتی ہے تو فضل روزبہان کو کچھ بن نہ آیا سولے اس کے کہ ہشام کی قدح کرین۔ حالانکہ علامہ سبط ابن جوزی نے کہ جو ائمہ اہل سنت سے ہین اسی کتاب مثالث سے اور انہین ہشام کی روایت سے حضرت معاویہ اور حضرت عمرو عاص اور دیگر لوگونکے نسب کے متعلق بہت کچھ لیا ہے۔ اگرچہ بعض علمائے اہل سنت نے ہشام کی طرف حدیث پر وثوق نہ کیا ہو مگر اُن کو روایت نسب مین بہت کچھ قبول کیا گیا ہے چنانچہ امام ابن تیمیہ منہاج السنہ مین ان کی بابت یہ لکھتے ہین کہ ”وہ حدیث مین مقدوح تھے اور اسماء و نسب مین اُن کی کوئی قدح نہین ہوسکتی“ اور ابن کلبی کی کتب انساب سے ابن خلکان نے بھی نسب کے متعلق لیا ہے اور اُن کو معتبر جانا ہے۔ پھر علامہ ابن تیمیہ منہاج السنتہ مین امام احمد حنبل کی یہ تحقیق لکھتے ہین۔ یعنی

”قال الامام احمد فی ھذا ھشام بن محمد سائب الکلبی ماظننت ان اخذ الحدیث انما ھو صاحب سمر والنسب“

امام صاحب فرماتے ہین کہ ”ان ہشام بن سائب الکلبی کی نسبت مجھے گمان نہین کہ ان سے حدیث لی ہو بجز اس کے کہ وہ صاحب سمر اور نسب کے ہین“

اور علامہ ابن سعد صاحب طبقات نے بہ تصریح زین الدین عراقی شرح الفیہ مین بہت کچھ روایات ان سے اخذ کیئے ہین اور بتصریح امام ذہبی (میزان الاعتدال) ایک جماعت اہل حدیث نے ان سے حدیث بھی اخذ کی ہے۔

علامہ ابن قتیبہ دینوری کتاب معارف (صفحہ ۵۹ مطبوعہ مصر) مین لکھتے ہین۔

”کان الخطاب بن نفیل من رجال قریش وامہ امراۃ من فھم وکانت تحت نفیل فتزوجھا عمرو ابن نفیل بعد ابیہ فولدت لہ زید“ وامہ وام الخطاب وزید ھو واحد“

”یعنی خطاب ابن نفیل رجال قریش

سے تھا اور ماں اُس کی ایک زن قبیلہ فہم سے تھی جو نفیل کی جورو تھی پس عمرو ابن نفیل نے بعد اپنے باپ نفیل کے اُس کو اپنی زوجہ بنا لیا اور اُس سے زید پیدا ہوا زید اور خطاب ایک ہی ماں سے ہیں۔

اور زید باپ ہیں سعید کے جو عشرۂ مبشرہ اہل سنت میں سے ہیں۔ بہرحال مادری نسب ضرور حضرت عمر کا ان روایات سے غیر اشراف خاندان قریش سے ثابت ہوتا ہے اب میں ایک شجرہ دیتا ہوں کہ اُس سے حالات خوب ذہن نشین ہونگے۔

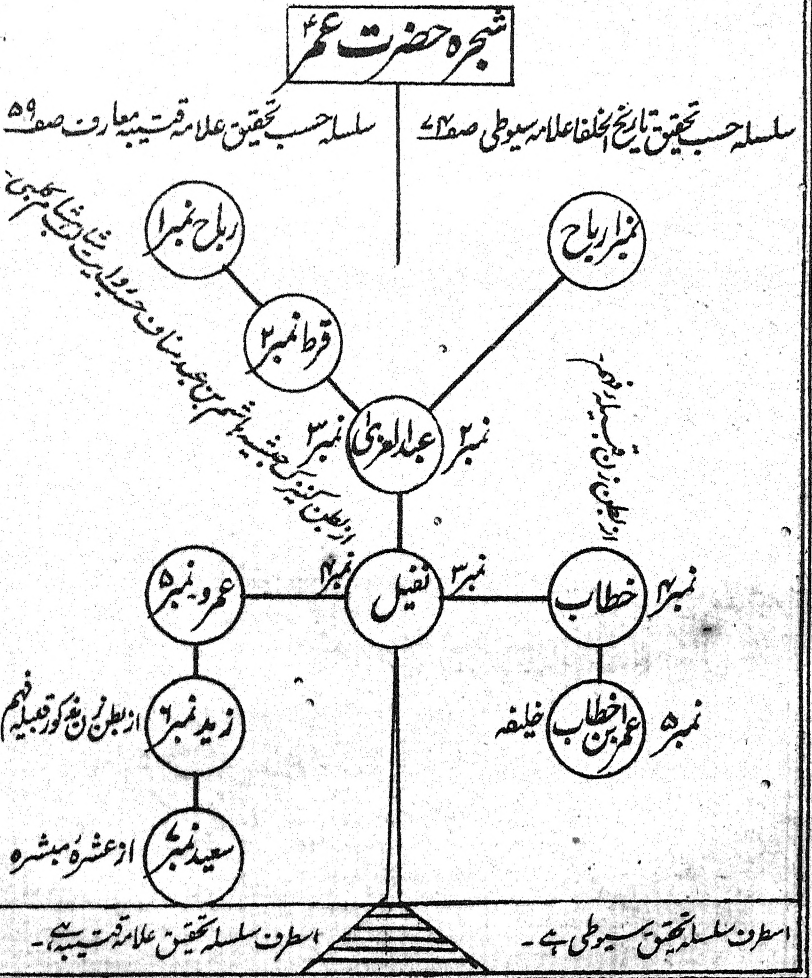
شجرہ حضرت عمرؓ
سلسلہ حسب تحقیق تاریخ الخلفا علامہ سیوطی صفحہ ۴۷
سلسلہ حسب تحقیق علامہ قتیبہ معارف صفحہ ۵۹
نمبر ۱ رباح
رباح نمبر ۱
قرط نمبر ۲
نمبر ۲
عبد العزیٰ
نمبر ۳
نمبر ۴
نفیل
نمبر ۳
عمرو نمبر ۵
نمبر ۴
خطاب
زید نمبر ۶
از بطن زن مذکور قبیلہ فہم
نمبر ۵
عمر بن الخطاب
خلیفہ
سعید نمبر ۷
از عشرۂ مبشرہ
اسطرف سلسلہ تحقیق علامہ قتیبہ ہے۔
اسطرف سلسلہ تحقیق سیوطی ہے۔

عبد العزے نمبر ۲ جو پردادا حضرت عمر نمبر ۵ کے ہین اُنکے باپ مین مورخین نے اختلاف کیا ہے جیسا کہ شجرہ سے ظاہر ہوتا ہے ایک مؤرخ کی راے ہے کہ عبد العزے نمبر ۲ کے باپ ریاح نمبر ۱ تھے دوسرا کہتا ہے کہ قرط نمبر ۲ تھے اب خدا جانے کہ دونون مین سے کون سے اُن کے باپ تھے !!

علامہ ابن قتیبہ کی تحقیق کے بموجب زید نمبر ۴ا اور خطاب نمبر ۴ متحد البطن بھائی بھی ہوئے اور بموجب رشتہ پدری خطاب نمبر ۴ کے زید نمبر ۴ا بھتیجے بھی ہوئے۔

ہمارا دل اس بد اخلاقی اور بدتہذیبی کو قبول نہین کرتا ہے جیسا کہ حضرت عمر کی دادی کی نسبت علامہ ابن قتیبہ سے عالم نے گواہی دی ہے کہ اُن کو اُنکے بیٹے عمرو نمبر ۵ نے کہ جو چچا حضرت عمر نمبر ۵ کے تھے زوجہ بنا لیا ہو ہمارا یہ گمان ہے کہ حضرت عمر نمبر ۵ کی دادی زوجہ نفیل نمبر ۳ شاید لونڈی قبیلہ بنی فہم سے تھین اور وہ بعد وفات نفیل کے اُن کے بیٹے عمرو نمبر ۵ کے تصرف مین آئی ہون اگرچہ وہ ام الولد تھین اور ایام جاہلیت مین ایسا رواج خلاف قیاس نہین ہو سکتا ہے بمقابلہ اسکے کہ بیٹا مان کے ساتھ تزویج کرے۔

حضرت عمر کے نام کے بارے مین صاحب استیعاب امام ابن عبد البر اور نیز امام ابن عبد ربہ کتاب عقد فرید مین ایک یہ روایت لکھتے ہین کہ ایک دن وہ چلے جاتے تھے کہ ایک عورت (خولہ بنت حکیم) اثناء راہ مین ملی حضرت عمر نے اُسے سلام کیا اُس نے سلام کے جواب مین کہا کہ وو اے عمر ٹھہر جا مین تجھے خوب پہچانتی ہون تیرا نام عکاظ کے بازار مین عُمیر تھا اور تھوڑے دنون کے بعد تجھے عُمر کہنے لگے اور اب بہت عرصہ نہین ہوا کہ تو امیر المومنین کہلانے لگا۔ اس اختلاف نام کو ہمارے اس زمانہ کے ایک فخیر مورخ سراج الدین مؤلف سیرۃ الفاروق نے بھی تعجب کی نظر سے دیکھا ہے لیکن کوئی وجہ نہین بتلائی ہماری راے مین چونکہ وہ کسی معزز قبیلہ کے نہ تھے اور نہ خود کوئی ذاتی وقعت اور وجاہت اپنے قبیلہ مین رکھتے تھے اس سے پایا جاتا ہے کہ ابتدائی حالت مین اُن کو لوگ

عمیر محاورۂ عرب کے بموجب تحقیر اور تصغیر سے کہتے ہون اسوجہ سے کہ کوئی ذی وقعت نہ تھے کہ تکلف وعزت سے اُنکا نام لیا جاتا گو اُنکا نام اصلی عمر ہی سہی۔ لیکن عکاظ کے بازار کے پتہ دینے سے اُس روایت کی تصدیق ہوتی ہو کہ جسمین انکا دلال پیشہ ہونا حضرت ابوبکر کے پیشہ کے سلسلہ مین صاحب حیاۃ الحیوان دُمیری لکھتے ہین۔

> فقال کان ابوبکر الصدیق بزاز وکذلک عثمان وطلحہ ؞ وعبد الرحمن ابن عوفؓ کان عمرؓ دلالا یسعی بین البایع والمشتری "

بس یہ بالکل صحیح ہے کہ اُس زمانہ مین جبکہ وہ عکاظ کے بازار مین پیشہ دلالی کرتے تھے تو اُنکو بجای اُنکے اصلی نام عمر کے عمیر کر کے لوگ پکارتے ہون جیسا کہ اس زمانہ مین بھی دلالون کو حقارتاً کچھ کا کچھ پکارا جاتا ہے اور جب رفتہ رفتہ اس پیشہ نے کسیقدر خوشحال اُنکو بنا دیا تو لوگون نے ظاہری حیثیت کے خیال سے اُنکو عمیر کہنا چھوڑ دیا اور اصلی نام عمر کہنے لگے لیکن تجربہ اسکا شاہد ہے کہ جب کوئی انسان اتفاقات زمانہ سے عروج پکڑ جاتا ہی تو پھر لوگ گو دل مین اُسکی حسب ونسب کے متعلق کچھ ہی خیال رکھتے ہون لیکن اُنکی وجاہت ظاہری مانع ہوتی ہو کہ اُس سے اُسکی پہلی حالت کے موافق کلام یا برتاو کیا جاوے۔

بہرحال یہ تغیر نام مصداق اس ہندی مثل کا سا معلوم ہوتا ہے "

پرسا پرس۔ پرسرام "

یہ امر بھی ظاہر کر دینے کے قابل ہے کہ یہ عورت خولہ بنت حکیم ایک مشاطہ تھی جسنے پیغمبر کا نکاح بی بی عائشہ کے ساتھ کرا دیا تھا جیسا کہ آگے ہم ایک موقع پر مفصل لکھینگے اس مقام پر ہمکو یہ دکھلانا ہے کہ مشاطہ عام طور پر لوگون کے حسب ونسب چال وچلن وطرز معاشرت سے واقفیت رکھتی ہین اور اسیوجہ سے وہ اِن ذات شریف کے بھی حسب ونسب سے ضرور آگاہی رکھنے والی تھی۔

اس روایت مین یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت عمر کے اسلام مین سبقت کی یا قبول مین

کرتا ہون کہ مذہب اسلام نے اسلام مین ہر شخص کو سبقت کرنیکی تعلیم دی ہی لیکن مین یہ نہین سمجھتا کہ اُس عورت نے سلام کے جواب مین وہ بے تکا جواب کیسا دیا وہی مثل ہوئی "مار و گھٹنا پھوٹے آنکھ" کچھ شک و شبہہ نہین ہی کہ اس تمام واقعہ سے جو روایت مین مذکور ہوا ہے تائید اُسی بات کی ہوتی ہے کہ وہ نہ اپنے قبیلہ مین ذی عزت و ذی وجاہت تھے نہ اُنکی حالت ایسی تھی کہ جسپر فخر کیا جائے چونکہ ان حضرت کی سختیان بہت مشہور تھین بات بات پر رجم کا حکم دیا جاتا تھا بالخصوص عورتون کو۔

خولہ چونکہ انکے کچھ حالات سے خوب واقف تھی (اور معلوم ہوتا ہے یہ بھی اُسے جانتے تھے جب ہی تو سلام مین سبقت فرمائی) در پردہ انکی حالت کی اصلاح منظور تھی اور وہ سمجھتی تھی کہ کوئی وجہ ایسی ہے کہ جس کی وجہ سے میری اس تقریر پر وہ کان نہ ہلائین گے۔

یہانتک مین نے متعلق نسب اور قبیلہ کے تحقیق دکھلائی جس مین متعلق حسب حضرت ابوبکر حضرت عمر کے بھی ایک روایت لکھی گئی اب مجھے صرف نسبت حضرت عثمان کے نسب کے صرف انھین کا ایک قول اور لکھنا ہی۔

علامہ ابن اثیر اُس موقع پر جبکہ حضرت معاویہ نے جناب امیرؑ اور حضرت طلحہ اور زبیر سے اپنے لیے بیعت لینا چاہا تو علی مرتضےؑ نے بیعت سے انکار کر کے فرمایا کہ تجھکو خلافت سے کیا تعلق ہے یہ لکھتے ہین کہ بتایید حضرت معاویہ حضرت عثمان نے فرمایا کہ "ہان ہان میرا برادر زادہ سچ کہتا ہے مین تم سے اپنی خلافت کا حال کہتا ہون مجھ سے پیشتر جو دو شخص خلیفہ ہوئے اُنھون نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور اُن لوگون پر ظلم کیا جو اُنکے عزیز تھے رسول خدا بھی اپنے عزیزون کو دیا کرتے تھے "وان فی رہط اہل عیلۃ و قلۃ معاش" یعنی مین ایسے گروہ مین ہون جو اہل فقر و قلت معاش ہین اب مین نے کچھ اپنے ہاتھ کو فراغ کیا ہے اس امر مین اگر خطا سمجھتے ہو تو اُس

مال کو پھیر لو۔ (دیکھو کامل جزو ثالث صفحہ ۶۵ مطبوعہ مصر)

مجھکو ان تمام واقعات کی نسبت کوئی رائے دینے کی ضرورت نہین ہے وہ خود بہت صاف وصریح ہین لہذا مین اپنے لائق دوست سائل صاحب مخاطب سے پوچھتا ہون کہ اول تو کوئی واقعہ ذلت ومضرت کا پایا نہین جاتا اور اگر فرض کیا جاوے تو ان حضرات کی کیا بحیثیت شرافت قبیلہ اور کیا بحیثیت اُن واقعات کے جو متعلق نسب کے تحقیق ہشام ابن سائب الکلبی اور علامہ ابن قتیبہ دینوری کے دکھلائے گئے اور کیا بحیثیت اُنکے حسب کے جسکا بہت کچھ تعلق اُن کے پیشہ سے ہے اور کیا بحیثیت اُس اقرار حضرت عثمان کے کہ اُن کے اعزا اہل قلت ومعاش ہین سے تھے اور جب وہ خلیفہ ہوئے اور بیت المال پر قبضہ پایا اور ہاتھ فراخ ہوا تو خاطر خواہ اپنے قبیلہ والونکو دیا۔

ایسی حالت مین کہان تک آپ اپنے دعوے کو چلا سکتے ہین اور کہانتک قبول وا سکتے ہین کہ اُس مضرت سے اُن کا کسر شان ہوا۔ اور یہی قول حضرت عثمان کا ہمارے ذیعلم سائل کے اُس دعوے کی تصدیق کرنے والا ہے کہ ”وہ اسوقت (بوقت قبول اسلام) کوئی امید دنیاوی نفع کی نہ تھی“

افسوس ہے کہ شیعہ جوان حضرات خلفائے ثلثہ کو (اس وجہ سے کہ امین اخلاق حمیدہ اور وصف حسنہ کی بو تک نہین ہے اور جسکی تائید ہمارے سائل صاحب مخاطب کے ہی مسلمات سے ہوتی ہے) نہین قبول کرتے تو کیون مورد الزام سمجھے جاتے ہین۔ اور حضرت عثمان کو کیون نہین مورد طعن بنا لیا جاتا کہ جنھون نے اپنی اسی تقریر مین جسکو مین نے کامل سے لکھا ہے شیخین کو ظالم قرار دیدیا ہے ”لاحول ولا قوۃ الا باللہ“

اب مین امر سوم یعنی عزیز واقارب کی مفارقت گوارا کرنے پر اور امر چہارم پیغمبر کا اسوقت ساتھ دینے پر جبکہ اُن کا کوئی رفیق وغمگسار نہ تھا نظر کرتا ہون۔

عزیز واقارب کی مفارقت گوارا کرنے کا اطلاق اُسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ

تعلقات بھی اُن سے ترک دیے جاوین ورنہ مفارقت اسکو نہین کہتے ہین کہ تعلقات تو بدستور باقی رہین اور محض کاہنون کی پیشین گوئیون کے ظہور کے منتظر وقت رہنے یا اپنے اغراض دیگر کے سیلئے مفارقت کی جاوے جیسے کہ کوئی اپنے شہر کو کسی نفع آیندہ کے حاصل کرنے کے لئیے چھوڑتا ہے اب ہم کو یہ بتلانا چاہیئے کہ ان حضرات نے کہانتک تعلقات کو ترک کرکے مفارقت گوارا کی تھی۔

صاحب روضتہ الاحباب (جو اکابر و اعاظم علمائے اہل سنت اور شاہ عبدالحق صاحب اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے شیخ ہین) آخر سال دہم نبوت مین ایک واقعہ متعلق عقد حضرت عائشہ کے یہ لکھتے ہین کہ ایک مشاطہ نے جو زوجہ عثمان بن معظم کی تھی اور اُسکا نام خولہ بنت حکیم تھا[1] پیغمبر سے جاکر عرض کیا کہ آپ اپنا عقد کیون نہین کرتے آپ نے فرمایا کہ کس سے کرون اُس نے کہا کہ اگر باکرہ سے چاہتے ہو تو ابوبکر کی نور چشمی موجود ہین اور اگر زن بیوہ سے چاہتے ہو تو سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لائی ہے اُس سے کیجیے آپ نے دونون جگہ کے لیے سلسلہ جنبانی کی اجازت دی وہ پہلے حضرت ابوبکر کے ہی گھر آئی اور اُن کو پیغام دیا۔ جواب ملا کہ ہم بحیثیت اسلام چونکہ پیغمبر کا بھائی ہون بھتیجی سے شادی پیغمبر کیسے کر سکتے ہین۔ مشاطہ واپس آئی پیغمبر سے عذر بیان کیا آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بحیثیت اسلام بیشک بھائی ہو سکتے ہین لیکن نہ کہ رضاعی اور نسبتی۔ حضرت ابوبکر کو مشاطہ نے واپس آکر اطمینان دلایا تو وہ پھر کچھ سوچکر کہنے لگے کہ مین تو اپنی دختر کا خطبہ پسر مطعم ابن عدی سے کر چکا ہون اور اب وعدے کے خلاف کیسے ہو مگر آخر کار اُنھون نے مشاطہ کو تو لینے ہی گھر چھوڑا اور خود مطعم کے گھر چلے مطعم کی زوجہ نے جون ہی اُن کو آتے ہوئے دیکھا دور ہی سے چلائی کہ تو جس غرض کے لیئے آیا ہے وہ مراد پوری نہ ہوگی کیا تو چاہتا ہے کہ اپنی بیٹی دیکر ہمکو ہمارے دین سے

---

[1] یہ وہی مسماۃ خولہ ہین جنکو حضرت عمر نے سلام کیا تھا اور انھون نے وہ بات چیت کی تھی۔

برگشتہ کرے یہ کبھی نہو گا۔ حضرت ابوبکر یہ سُنکر مطعم کیطرف متوجہ ہوئے اُسنے بھی اپنی زوجہ کی تائید کی۔ یہ حضرت واپس آئے مشاطہ سے حقیقت کہی وہ پیغمبرؐ خدا کے پاس آئی اور بی بی عائشہ کا عقد پیغمبرؐ سے ہوا[1]

کیا یہ واقعہ دلیل اس بات کی نہین ہے کہ بعد اسلام حضرت ابوبکر کے تعلقات کفار سے برابر جاری تھے کچھ کمی نہین ہوتی تھی۔

بہر حال حضرت ابوبکر کی نسبت یہ نہین کہا جا سکتا کہ اُنھون نے جبکہ غیر لوگون سے اس درجہ پر مراسم جاری رکھے تھے تو اپنے عزیزون کو چھوڑ دیا ہوگا۔ مفارقت صرف ترک وطن کو مفارقت عزیزان نہین کہتے ہین بلکہ ترک وطن اگر نہ کیا جاے اور عزیزون سے میل جول قطعی ترک کر دیا جاوے اسیکا نام مفارقت عزیزان ہے۔

اب مین اور ایک واقعہ حضرت ابوبکر کا لکھتا ہون کہ اس سے بھی تائید میری اس محققانہ راے کی ہوگی کہ کفار سے اُنکا بڑا گہرا میل جول تھا۔

صاحب روضتہ الاحباب لکھتے ہین کہ "حضرت ابوبکر بھی پیغمبرؐ خدا سے اجازت لیکر حبشہ کو گئے تھے لیکن راستہ مین اُنکو ابن الدغنہ کہ سردار قبیلہ قارہ تھا اور بروایت معارج النبوۃ صفحہ ۲۴ مطبوعہ بمبئی حارث ابن زید کہ سردار قبیلہ[2] بنی بکر تھا ملا اور دریافت پر اُسنے انکو اپنی امان مین لے لیا اور مکہ واپس لے آیا اور کفار قریش سے کہدیا کہ انکو نہ چھیڑو انکو مین نے اپنی امان مین لیا ہے چنانچہ کفار قریش نے آئندہ انسے اسوجہ سے کہ وہ ایک سردار قبیلہ کی کہ منجملہ کفار قریش کے ہے امان مین ہین کچھ مزاحمت نہین کی"

جیسے حضرت ابوبکر کے تعلقات دوستانہ بعد اسلام کفار سے جاری تھے ایسے ہی حضرت عمر اور حضرت عثمان کے بھی تھے جسکو بنظر طوالت اختصار سے لکھتا ہون۔

---

[1] دیکھو روضتہ الاحباب صفحہ ۱۰۵۔

[2] دیکھو روضتہ الاحباب صفحہ ۱۱۵ مطبوعہ لکھنو۔

(۲) ترمذی نے اپنی سند متصل سے اپنی صحیح مین اور ابو داؤد نے اپنی سنن مین اس مضمون کو روایت کیا ہے کہ "رسولؐ خدا نے ایک حلہ ریشمین حضرت عمر کو عنایت کیا اُنھون نے پوچھا کہ مین اسے پہن سکتا ہون۔ آپ نے فرمایا کہ نہین مگر فروخت کر کے اپنی ضرورت مین صرف کرو۔ حضرت عمر نے بجائے تعمیل حکم پیغمبرؐ کے اس حلہ کو اپنے ایک مشرک بھائی کو محبت برادرانہ کے صلہ مین دیدیا اور اُسنے پہنا"

حضرت عثمان کے تعلقات تو اس درجہ پر تھے کہ جسکا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے کہ اُنھون نے بروز فتح مکہ برخلاف مرضی پیغمبرؐ اپنے ایک ایسے بھائی کی سفارش پیغمبرؐ سے کی اور اُسکو چھپایا کہ جسکا خون پیغمبرؐ نے ہدر کر دیا تھا اور پیغمبرؐ اُنکی سفارش سُنکر خاموش رہے تھے اس وجہ سے کہ قبل اس کے کہ مین کوئی حکم دون لوگ اسے قتل کر دین[1]

پس یہ حقیقت ہمارے ذیعلم صاحب مخاطب کے اس دعوے کی کہ اُن بزرگوارون نے مفارقت عزیزون قریبون کی گوارا کی تھی جو ہم نے دکھلائی اور اب مین سائل صاحب کے دیگر اظہار فضائل کی حقیقت دکھلاتا ہون۔

اسکے بعد ذیعلم سائل فرماتے ہین کہ "اُن خلفاء نے آنحضرت کی اعانت مین آبرو اور جان اور مال سے دریغ نہ کیا" **اگر کوئی** کسیکی اعانت کر سکتا ہے تو تین چیزون سے اعوان و انصار سے یا جان اور مال سے۔ تو اُسکے بابت سائل کو کچھ تفصیل سے دکھانا تھا کہ خلفاء ثلثہ کے کسقدر اعوان اور انصار اور قوم برادری کے لوگ پیغمبرؐ کے کام آئے اور کیا کیا کام اُنھون نے کیے اور کس کسنے جان اپنی صرف کی یا پیغمبرؐ کے دشمنون کو قتل یا زخمی کیا اور خود بھی زخم اُٹھائے۔

ہم اوپر ظاہر کر آئے ہین کہ خود اُن کی اپنے قبیلہ مین کوئی عزت و آبرو نہ تھی

---

[1] دیکھو سیرت ابن ہشام و دیگر کتب سیر و مغازی۔

اور دیگر قبائل کے مقابلہ مین اُن کا قبیلہ بھی کوئی وقعت نہ رکھتا تھا جسکی وجہ سے یہ قبول کیا جاوے کہ اُنکی کچھ آبرو ریزی ہوئی اور اُن کے بھائی برادر کام آئے۔ جبکہ کوئی واقعہ بھی آبرو ریزی کا نہین ملتا ہے۔ مگر اس مقام پر بھی سائل صاحب کے ملاحظہ کے لئے مین اور دو شہادتین پیش کرتا ہون۔

فاضل ابن روزبہان کتاب ابطال الباطل مین لکھتے ہین کہ "جسکا خلاصہ ہے "والغرض انه لم یرد به قوم عائشه وهم بنو تیم فانهم لم یکونوا ذلك الیوم من الاعیان فی قریش ولم یریدوا ابا بکر وطلحه کما لا یخفی"

کہ بنی تیم اعیان قریش سے نہ تھے" اور کتاب طوالع مین ناصرالدین بیضاوی اُسکے مؤلف لکھتے ہین کہ "کان ابو بکر شیخاً ضعیفاً فاشغاً سلیماً عدیم المال وقلیل الاعوان" اور شمس الدین اصفہانی شارح طوالع نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔

اب غور کرنا چاہیئے (تعصب کی عینک آنکھون سے اُتار کر) کہ ان کی کیا عزّت و آبرو تھی اور کیا وقعت رکھتے تھے اور کس درجہ مالدار تھے کہ سمجھا جاوے اُنھون نے آبرو اور مال سے پیغمبرؐ کی مدد کی۔ جب حضرت ابوبکر کی نسبت یہ تحقیق ہوتا ہے کہ وہ عدیم المال اور قلیل الاعوان تھے تو ایسے شخص سے کب کسی کو امید مدد پہونچانے کی (خواہ مال سے ہو یا اعوان سے) ہوسکتی ہے اور کیا وہ مدد پہونچا سکتا ہے۔؟

پیغمبر خدا کا مددگار بجز بنی ہاشم کے کوئی قرار نہین پا سکتا۔ چنانچہ صاحب معارج النبوۃ بروایت ابن اسحاقؒ لکھتے ہین کہ "جبتک حضرت ابو طالب زندہ رہے اُس وقت تک کسی کفار قریش کی یہ مجال نہ تھی کہ آن حضرت کو تکلیف پہونچائے اور وہ دیگر مسلمانون کی بھی مدد کرتے تھے"

اور صاحب روضۃ الاحباب بحوالہ جمیع مورخین (صفحہ ۹۵) لکھتے ہین "چون کفار قریش دیدند کہ اسلام روز بروز قوت میگیرد و کار پیغمبر صلعم ترقی می یابد بحسد و بغی و عداوت ایشان

زیادہ شد لیکن بر آن سرور دست نہ داشتند زیرا کہ ابو طالب بغایت حمایت میکرد و بنو ہاشم و بنو مطلب او را دران حمایت مساعدت می نمودند۔

پیغمبر خدا کی لائف مین نہایت سخت مصیبت کا زمانہ اُن کے واسطے وہ گذرا ہے کہ جسکو زمانہ محصوری شعب ابی طالب سے کہتے ہین کامل ابن اثیر نے اس مقام پر اُس عہد نامہ کا بھی ذکر کیا ہے جسکو کفار نے کعبہ مین لٹکا دیا تھا اور اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ کس قدر وہ زمانہ پیغمبر اور دیگر بنی ہاشم پر تکلیف اور مصیبت کا گذرا ہے لیکن اس مصیبت سے بھی رہائی حضرت ابو طالب پدر علی مرتضیٰ نے ہی جو پیغمبر خدا کے سرپرست تھے دلوائی تھی اور جو کچھ اس مصیبت کے وقت مین مدد کی ہے وہ سب حضرت ابو طالب کے ہی حصے مین ہے۔

مورخین نے اس مقام پر یہ تصریح بھی کر دی ہے کہ شعب ابو طالب مین کوئی اور بجز بنی ہاشم کے نہ تھا اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ یہ ممدوحین سائل پیغمبرؐ کی اس مصیبت مین بھی شریک نہ تھے۔

جبکہ کسی مدد کا پتہ جو ان حضرات سے پیغمبرؐ کو ملی ہو کسی خبر واحد سے بھی نہین چلتا تو پھر ذی علم سائل فرمائین کہ وہ آپ کا دعوی واقعات واقعیہ کا کس قدر خلاف واقع ثابت ہوتا ہے۔

یہ امر تو بخوبی ظاہر ہو چکا کہ ان حضرات سے کوئی مدد پیغمبرؐ کو نہین پہونچی سوائے بنی ہاشم کے مگر سائل نے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ وہ جان و مال سے بھی دریغ نہین کیا۔

ناظرین سب مجھے اجازت دین گے کہ جان سے مدد دینا تو بہ سلسلۂ غزوات دکھلاؤن اور یہان صرف مال سے مدد دینے کی بابت اپنی آزادانہ رائے ظاہر کر دون۔

یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ صحابہ مقبولین سائل کس قدر دولتمند تھے اور جو ہمیشہ

اُن کا تھا وہ اُن کو کس قدر دولتمند بنا سکتا تھا اور علامہ ناصر الدین بیضاوی کی وہ رائے بھی بھولنے کے قابل نہین ہے کہ محض مفلس و قلانچ تھے اور نیز حضرت عثمان کا وہ اقرار جسکو ہم کامل سے لکھ آئے ہین کہ "وہ محض مین مفلس تھا مسلمان ہونے سے میرا ہاتھ کچھ فراخ ہوا ہے" ان باتون کے علاوہ ذی علم سائل کا کام یہ تھا کہ وہ ہر واقعہ امداد کا نشان دیتے تاکہ معلوم ہوتا کہ یہ مدد کی - وہ مدد کی - مگر ہمنے مکرر کتب تاریخ و سیر کو دیکھا بھالا تو ہمکو بجز حضرت خدیجۃ الکبریٰ زوجہ آنحضرت کے ذکر جنھون نے قبل اپنی شادی کے اپنی تجارت کے منافع مین آنحضرت کو شریک کر لیا تھا اور بعد شادی تو پیغمبر اُن کی جان و مال سب ہی کے مالک تھے) اور کوئی مال سے مدد کرنے والا نہین ملا -

حضرت خدیجۃ الکبرےٰ کی بابت کسی مورخ کو اس سے انکار نہین ہے کہ تمامی قریش مین اُن سے زیادہ کوئی دولتمند اور رئیس تھا اُن کے بعد اگر کوئی دولتمند ملتا ہے تو حضرت عباسؓ چچا آنحضرتؐ کے - اور نہ اُسوقت تک ہمکو کوئی ضرورت ایسی ملتی ہے کہ پیغمبر کو مال سے مدد کی احتیاج ہوئی ہو البتہ ایک موقع بیشک ملا وہ ضرور ایسا ہے کہ حضرت ابو بکر پیغمبرؐ کو مال سے مدد دے سکتے تھے یہ وہ زمانہ ہے کہ جب بی بی عائشہ پیغمبر خُدا کے عقد مین آچکی ہین پیغمبر حضرت ابو بکر کو اپنا خُسر بنا چکے ہین اور ہجرت کا مکہ سے تہیہ ہو چکا ہے - لیکن افسوس ہے کہ موقع ملنے پر بھی حضرت ابو بکر نے مال سے مدد نہ کی - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے -

صاحب روضۃ الاحباب لکھتے ہین کہ "جب پیغمبرؐ خُدا کا قصد مصمم ہجرت کا ہو گیا تو حضرت ابو بکر نے کہا "یا رسول اللہ یکے ازین دو شتر مرا قبول کن حضرت فرمود قبول نمودم به بہا - و روایتی آنکہ شترے کہ از من نباشد سوار نمی شوم ابو بکر گفت یا رسول اللہ ازان تست - فرمود نے - ولکن کہ بہائیکہ خریدہ - آنرا میگیرم از تو - ابو بکر گفت چون خاطر مبارکت چنین می خواہد ببہا بگیر - واقدی آوردہ کہ بہائے آن ہشتصد

درم بود[1]

اس روایت سے پایا جاتا ہے کہ آٹھ سو درم کو حضرت ابو بکر سے یہ ایک اونٹ پیغمبر نے خریدا تھا اور واقدی کی روایت سے پایا جاتا ہے کہ دو اونٹ حضرت ابوبکر نے آٹھ سو کو خریدے تھے۔

اب غور کے قابل یہ امر ہے جبکہ آٹھ سو درم کو دو اونٹ خرید کئے تھے تو ایک اونٹ کی قیمت چار سو درم ہی اُن کو پیغمبر سے لینا چاہئے تھے۔ نہ کہ آٹھ سو پوری قیمت دونون اونٹون کی۔

اور صاحب مدارج النبوۃ یہ لکھتے ہین کہ ”حضرت ابوبکر کے پاس دو اونٹ تھے کہ اُن کو چار سو درم یا ایک روایت کے بموجب آٹھ سو درم کو خرید کر کے چار ماہ تک اُن دونون کو گھاس کھلا کر فربہ کیا تھا اُن دونون کو حضرت کے حضور مین لائے تاکہ ایک کو حضرت قبول فرمائین۔ حضرت نے فرمایا کہ مین نے قبول کیا لیکن بشرط اتباع یعنی اس شرط سے کہ مول لون تب نوسے درم کو حضرت نے اُن دونون مین سے ایک ناقہ خرید کیا اور تحقیق کہ خرید کرنے مین اس ناقہ کے صدیق اکبر سے باوجود نہایت صدق و وداد اور اتحاد کے حکمت یہ تھی کہ حضرت نے نہ چاہا کہ راہ خدا مین کسی سے استمداد اور اعانت ڈھونڈین[2]“

اس روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر نے وہ دونون اونٹ چار یا آٹھ سو درم کو خود مول لئے تھے اور ایک اُن مین کا نو سو درم کو پیغمبر کے ہاتھ فروخت کیا مجھے بہت افسوس ہے کہ اگر چار سو روپیہ کے وہ دونون اونٹ خریدے تھے تب ایک اونٹ کی قیمت دو سو درم ہوتی لیکن حضرت ابوبکر نے

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۲۹ مطبوعہ لکھنؤ

[2] دیکھو مناہج النبوت ترجمہ مدارج النبوت جلد دوم مطبوعہ لکھنؤ

سات سو درم کے منافع پر پیغمبرؐ کے ہاتھ فروخت کیا اور اگر وہ دونون اونٹ آٹھ سو درم کے خرید حضرت ابو بکر تسلیم کیے جاوین جیسا کہ واقدی کی تحقیق ہے تب بھی ایک اونٹ کی قیمت صرف چار سو درم ہوتے لیکن چار سو اصلی قیمت کے علاوہ پانسو منافع لینے کے بعد حضرت کے ہاتھ فروخت کیا

اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد کیا یہ کہنا قابل شرم کے نہین ہے کہ ان بزرگوارون نے پیغمبرؐ کو مال سے مدد دی۔

اس مقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ پیغمبرؐ خدا راہ خدا مین کسی سے استمداد اور اعانت نہین چاہتے تھے جیسا کہ شاہ عبد الحق صاحب کی تحقیق ہے۔

یہ بالکل غلط دعوے ہے کہ مال سے پیغمبرؐ خدا کی ان حضرات نے مدد کی پیغمبرؐ کو جبتک کہ اُنکی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبرا زندہ رہین اور بعد اُن کی وفات کے جب تک اُن کا مال رہا احتیاج ہی دوسرے سے مدد کی نہ تھی تو ابتدا اُن کو مال سے کسی کا مدد دینا قبول نہین ہو سکتا اور بعدہ یعنی بعد شادی بی بی عائشہ کے جو ایک موقع مدد پیغمبرؐ کا حضرت ابوبکر کو ملا بھی تو وہان کی حقیقت یہ ظاہر ہوئی کہ سنگین منافع لیا گیا اب رہے حضرت عمر اور حضرت عثمان تو ان کی حالت اس قابل نہ تھی کہ وہ کچھ مدد مال سے کر سکتے حضرت عمر تو دلال ہی تھے وہ بھلا اس قدر سرمایہ کہان رکھتے تھے کہ مدد کر سکتے اور اگر سرمایہ تھا تو کسی کتاب سے اُن کا مدد کرنا محقق نہین ہوتا حضرت عثمان تو ایسے مفلوک تھے کہ وہ خود مقر ہوئے ہین کہ ”اسلام کی بدولت کچھ میرا ہاتھ فراخ ہوا ہے“

اس کے بعد سائل نے پھر چند اُنھین فضائل کا اعادہ کیا ہے کہ جن کی حقیقت مین دکھلا چکا ہون مگر اُن فقرات مین تازہ امور حقیقت دکھلانے کے قابل یہ ہین۔

(۱) دو سفر کی صعوبتین جھیلنا فقر و فاقہ کی مصیبتین سر پر لینا۔

(۲) باین غیرت و حمیت مخالفین کی طعن تشنیع اور کفار و منافقین کی آجتک گالیان نا

سائل نے ابتک جو واقعات بیان کیے جیسے کہ وہ غلط ثابت ہوے ایسے ہی یہ بات بالکل غلط ہے کہ سفر مین فقر و فاقہ کے مصائب جھیلے یا صعوبتین اُٹھائین اس کا پتہ بھی ہمکو کسی کتاب مین نہین ملتا کاش کسی خبر واحد سے ہی اس کا حال معلوم ہوتا تو اُس پر موقع غور اور فکر کا ملتا ۔

اور یہ امر نہایت تھوڑے غور سے ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ جب پیغمبرؐ کی حالت بوقت ہجرت ایسی تھی کہ نوسو درہم نقد کو اونٹ خرید فرمایا تو کیا اور کچھ اُن کے پاس نہوگا[1] دوم حضرت ابو بکر جو ہجرت کر کے اپنے داماد پیغمبرؐ کے ساتھ جاتے تھے اور جو ابھی آٹھ سو درہم نقد ہاتھ مین پکڑ چکے تھے کیا اس کو گھر چھوڑ کر گئے ہون گے اور زاد راہ کے لیے کچھ بھی نہ لیا ہوگا مشکل سے ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ جب انسان ترک تعلق کر کے کہین جاوے تو اپنے مال کو ساتھ نہ لیجاوے یا اگر کل مال لیجانے کا موقع نہ ملے تو تھوڑا بہت بھی نہ لیجاوے کہ جو زاد راہ کے واسطے کافی ہو سکے اور یہ گوارا کرین کہ راستہ مین بھوکے پیاسے فاقے کرتے ہوئے جاوین ۔

صاحب روضۃ الاحباب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر کے مکان ہی سے آنحضرت روانہ ہوے تھے اور اُن کی صاحبزادی (عائشہؓ) ناقل ہین کہ مین نے گوسفند پکایا اور ساتھ کر دیا تھا اور ایسا ہی صاحب معارج النبوۃ کی تحقیق ہے کہ سفرۂ پر طعام و گوشت آنحضرت کے واسطے تیار کر دیا تھا[2] —

اگر یہ کچھ تسلیم نہ کیا جاوے تو بھی پیغمبرؐ کا خلق کبھی مقتضی اس کا نہ ہوا ہوگا کہ اُنھون نے حضرت ابو بکر کو بھوکا رکھا ہو۔ اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ دونون صاحبون کے پاس کچھ بھی نہ تھا تب بھی مجھے یقین ہے کہ پیغمبرؐ کی اُس قوت ملکوتیہ نے جو پیغمبرون مین ہوتی ہے

---

[1] اتنا تھا کہ مدینہ پہنچکر بنی نجار کے دو یتیمون سے زمین مول لی تھی جہان کہ آجتک مسجد ہے کامل صفحہ ۵۴ جلد ثانی

[2] صفحہ ۱۲۹ - جلد اول روضۃ الاحباب و معارج النبوۃ - رکن چہارم باب اول صفحہ ۴ مطبوعہ بمبئی —

حضرت ابو بکر کی شکم پُری کی ہوگی اور اگر یہ کچھ نہ قبول نہ کیا جاوے تو سائل صاحب مجھے بتلادین کہ وہ آپ کا دعویٰ کہان گیا کہ "ہمیشہ ان حضرات نے پیغمبرؐ کو مال سے مدد دی"

ذیعلم سائل نے جہان کہ مخالفین و منافقین کے طعن و تشنیع اور گالیون کا ذکر کیا ہے وہان یہ الفاظ بھی لکھے ہین کہ "باین غیرت و حمیت یہ طعن تشنیع و گالیان سُنین"۔

مائی ڈیر۔ کیا غیرت و حمیت اسی کا نام ہے کہ مسلمان ہو جانے کے بعد اپنی اولاد کا خطبہ کافر سے کر دیا جاوے۔ کیا غیرت و حمیت اسی کو کہتے ہین کہ اپنے ایسے داماد سے جو باعث ایجاد خلق ہو سوا قیمت اونٹون کی لے لیجاوے جبکہ اُن ہین کا ایک اونٹ خود اپنی ہی سواری کے لیے ہو۔

منافقین کے ہاتھ سے ہرگز کوئی مصیبت اور ذلت اُن کو نہین پہونچی جسکی تحقیق ہم اوپر کر آئے ہین اور جو کچھ کہ ابتداءً مسلمانون کو کفار کے ہاتھ سے اذیت پہونچی ہے اُس کا حصہ سوائے حضرت عمار یاسر اور اُن کے مان باپ کے اور کسی نے نہین لیا ہے اور یہی وہ بزرگوار (مان باپ حضرت عمار یاسر) ہین کہ اسلام مین اُن کو اول درجہ شہادت نصیب ہوا ہے اسی کو جان سے پیغمبر کی نصرت کرنا اور اسی کو دشمنون کے ہاتھ سے مصیبتین جھیلنا اسی کو کفار کے طعن و تشنیع سُنا کہتے ہین۔

طعن و تشنیع اسکا نام ہے کہ جو پیغمبرؐ اسلام کو ساحر کہا جاتا تھا۔ طعن و تشنیع اسکو کہتے ہین کہ نبیؐ کی شان مین کلمہ لیہجر (ہذیان) کہا جاتا تھا[1]

طعن و تشنیع اس کو کہتے ہین جو علانیہ منبرون پر علی مرتضیٰ پر ہوتی تھی۔

طعن و تشنیع اس کو کہتے ہین کہ جس کا پتہ آیت "سأل سائل بعذاب واقع" دے رہی ہے[2]

طعن و تشنیع اس کو کہتے ہین کہ اہل بیت رسولؐ کے ورثا کو بے گناہ تین دن کا بھوکا پیاسا

---

[1] دیکھو صحیح بخاری کتاب الجہاد و صحیح مسلم باب الوصایا وصفی و فتح الباری۔

[2] دیکھو تفسیر ثعلبی۔

قتل کرکے اُن کو دربدر پھرایا گیا۔ دربارون مین بلایا گیا۔ کنیزی مین طلب کیا گیا۔ یہ مصائب اور طعن و تشنیع جو مین نے بیان کیے ابتدائی زمانہ کے تھے۔

کیا مین اب یاد دلاؤن کہ بعد پیغمبرؐ اور علی مرتضیٰؑ کے دیگر اولاد علی و فاطمہ جو آلِ محمدؐ تھی اور جن پر نماز مین درود بھیجا جاتا ہے اور جن کی شان پیغمبرؐ سفینہ نوح سے دیے گئے تھے جن کی نگہداشت اور اطاعت کی وصیت کیے گئے تھے اُن پر کیا گذری۔

اسی قدر اشارہ کافی ہے کہ طوفان مخالفت نے اُس کشتی کے تختہ کو تختہ سے الگ کر دیا اگر کوئی تختہ مدینہ مین ہے تو کوئی نجف مین۔ کوئی سامرہ مین تو کوئی کاظمین مین۔ کوئی کربلا مین تو کوئی خراسان مین۔ کسی کو تیغ زہر آلود سے قتل کیا اور کسی کو زہر دغا سے فنا کیا۔ اور کوئی مظلوم اس شعر کا مصداق ہوا۔

شعر

حضرت پہ انتہائی اسیری گذر گئی   زندان مین جوانی و پیری گذر گئی

بے حساب نسل پیغمبرؐ سے زندہ دیوارون مین چنوا دیے گئے۔ اور اس پر بھی صبر نہین آجتک مخالفین و معاندین کے طعن و تشنیع سنتے آتے ہین اور آجتک اُن کے پیرو منافق و کفار کہے جاتے ہین جس کی تائید کے لیے ہمارے سائل صاحب مخاطب کا یہی سوال کافی ہے۔

اگر دیعلم سائل مخاطب اس کو قبول نہ کرین تو مجھکو سمجھا دین کہ یہ لوگ جنکے ظلمون پر مین نے کنایہ کیا آیا مسلمان تھے؟ اگر مسلمان تھے تو کس فرقہ کے مسلمان تھے؟ کس مذہب کے پابند تھے؟ کس خدا کے بندے تھے۔ کس پیغمبر کا کلمہ پڑھنے والے تھے۔ اور کن خلفاء کے جانشین تھے۔؟

سائل صاحب منافقین و کفار کی نسبت جو ظاہر کرتے ہین کہ آجتک اُن کی گالیان سُنتے ہین مین سمجھتا ہون جو مراد اُن کی ہے۔

شیعون پر یہ جھوٹا الزام ہے اور محض افترا وہ گالیان بکنے کو صفت رذیلہ جانتے ہین۔ البتہ آپ کے خلفاء مین اوصاف حمیدہ کے خلاف وہ اوصاف ذمیمہ کے قائل ہین اور اُن اوصاف ذمیمہ کا پتہ اور نشان آپ کی کتب مقبولہ معتبرہ سے دیتے ہین اور اسی وجہ سے وہ اُن سے بیزاری ظاہر کرتے ہین اور قبول نہین کرتے اور قیام قیامت تک بیزاری ظاہر کرتے رہین گے اور قبول نکرین گے اور اس کو فحش یا گالیون سے کسی کا تعبیر کرنا خود اُس کا فحش اور گالیان بکنا ہے۔

پھر ذی علم سائل صاحب فضائل خلفاء کی تصریح اس طرح فرماتے ہین کہ "آنحضرت کے رنج و راحت مین شریک رہے اکثر اوقات بلکہ ہمیشہ غزوات و سفر و حضر مین آپ کے ہمرکاب رہے"

اور پھر ایک مقام پر یہ لکھتے ہین کہ "سرایا و مواقع فوج کشی مین دین کے لشکر کے سردار یا دین کے لشکری رہے"

واضح ہو کہ پہلے فقرہ مین سائل نے پیغمبرؐ کے رنج و راحت مین خلفاء کی شرکت کا دعوےٰ کر کے تائید اُس کی دوسرے فقرہ سفر و حضر مین ساتھ رہنے سے کی ہے۔ یعنی رنج مین شرکت کرنے سے مراد سائل کی پیغمبر کے ساتھ سفر مین رہنے سے ہے اور راحت مین شریک رہنے سے مراد حضر مین پیغمبرؐ کے پاس رہنے سے ہے مگر اصلی مقصود اس سے بھی پیغمبرؐ کی حمایت کا ہے۔

ہم بخوبی ثابت کر آئے ہین کہ پیغمبرؐ اسلام کو ان بزرگوارون نے کوئی بھی مدد اس قابل نہین دی ہے کہ جس پر ہمارے ذیعلم سائل ناز کرین لیکن اس مقام پر اُس کا اعادہ چونکہ بسلسلۂ غزوات و سریات ہے لہذا مین پہلے ایک گوشوارہ متعلق غزوات کے پیش کرتا ہون اور امید کرتا ہون کہ ہمارے سائل صاحب مخاطب اُسے غور سے ملاحظہ فرما کے خود تجویز کرلین گے کہ سفر و حضر مین ساتھ رہنے سے کہانتک اُنہین

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD DN

فضیلت پائی جاتی ہے

گوشوارہ غزوات پیغمبرؐ

تعداد غزوات جن مین جنگ واقع ہوئی	جن مین جنگ واقع نہین ہوئی	میزان کل	تعداد کشتگان حضرت ابوبکر	تعداد کشتگان حضرت عمر	تعداد کشتگان حضرت عثمان	تعداد کشتگان حضرت علی مرتضی
۹	۱۵	۲۴	۰	۱	۰	۹۴

اس گوشوارہ سے تعداد اُن غزوات کی جن مین جنگ واقع ہوئی اور جن مین جملہ ممدوحین سائل صاحب بجز حضرت عثمان کے کہ وہ صرف ایک جنگ بدر مین تو شریک نہ تھے اور سب مین سب شریک تھے ظاہر ہوتی ہے تو اب غور کرنا چاہیے کہ یہ گوشوارہ کس کارنمایان کا سرٹفکیٹ اُن ہر سہ بزرگوارون کو ہمارے سائل صاحب مخاطب سے عطا کرا سکتا ہے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کی حالت پر جن کے نیچے صفر ہے مین خیال کرتا ہون کہ شاید ذی علم سائل بھی افسوس کرین اور اگر وہ اُن پر افسوس کرنا عیب جانین گے تو پھر اس مین شک نہین ہے کہ وہ اپنے دعوے کی بے بنیادی پر ضرور شرمادین گے مگر شاید حضرت عمر کا اکلوتہ کُشتہ مصنف کو اپنے دعوے یا جنکے وہ مداح ہین اُن کی حالت پر افسوس نکرنے دے۔ لیکن اس کشتہ کا محقق واقدی جبکہ خود مجروح ہے تو اُس کی تحقیق بھی جراحت آلۂ قدح سے مبّرہ نہین ہو سکتی۔

علاوہ اس کے کہ واقدی مقدوح ہے چند دیگر وجوہ سے اس کشتہ کا جو ماموں قاتل کا تھا بھانجہ کے ہاتھ سے جنگ بدر مین اُس کا قتل ہونا مشکوک معلوم ہوتا ہے

(۱) حضرت عمر کے ممدوحین حضرت عمر کا ایسا دبدبہ صولت اور ہیبت بیان کرتے ہین کہ اگر اُس دبدبہ ہیبت اور صولت کا جوان تلوار پکڑے تو شاید پرے کے پرے صاف کرنے کے بعد ہی دم لے تو لے ایسی حالت مین ایک ایسے دبدبہ صولت اور ہیبت کے جوان کا فقط ایک کو ہی قتل کرنا چہ معنی دارد۔

(۲) واقدی یا دیگر مورخین نے کہ جنھون نے مامون کا بھانجے کے ہاتھ سے قتل کا سرمایہ واقدی سے ہی لیا ہے یہ تحقیق نہین کیا کہ کس وقت ان مامون بھانجون سے تلوار چلی اور کس مقام پر حالانکہ یہ پہلا وہ غزوہ تھا جس مین اس قدر بھیڑ نہ تھی جو مانع تحقیق ہوتی جیسا کہ قابل اطمینان سے علی مرتضے کے مقتول اس جنگ مین منجملہ (۷۰) کل مقتولین کے ۳۶ تحقیق ہو گئے ہین[1]۔

(۳) علی مرتضے جو کم سن تھے۔ جن کو جنگ بدر سے پہلے کبھی اپنی بے مثل شجاعت کے دکھلانے کا موقع ہی نہین ملا تھا۔ جنھون نے کبھی جنگ وجدل کا میدان ہی نہین دیکھا تھا جبکہ اُنھون نے دو تین کو جنگ مقابلہ مین قتل کیا اور باقیون کو جنگ حملہ مین یعنی کل ۳۶۔ تو اُن کے مقابلہ مین حضرت عمر جیسے آزمودہ کار جاہلیت کے لڑے بھڑے ہوئے زخمون کی ہزارہا گلیون کو چھانے ہوئے بانکے سپاہی کا محض اکلوتہ کشتہ۔ واقعہ کی صحت پر بہت شُبہ پیدا کرتا ہے۔

بہر حال کچھ ہو اس گوشوارہ مین جس نے جس قدر قتل کئے ہین سب لکھے ہین لوگ اُس کو دیکھ کر خود تجویز کر سکتے ہین کہ سائل مخاطب کا دعویٰ کیا حقیقت رکھتا ہے

اسی موقع پر مجھے یہ بھی ظاہر کر دینا چاہیے کہ علی مرتضے کے کشتون کی جو تعداد لکھی گئی ہے اُن مین وہ تمام اُن کے مقتول شامل نہین ہین کہ جو دیگر جنگہاے حملہ مین اُن کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہین البتہ بدر اور حنین کے مقتول کہ جن کی تعداد تحقیق ہو گئی ہے

---

[1] دیکھو ناسخ التواریخ ومدارج النبوۃ۔

وہ اس مین شامل ہین —

علامہ ابن[1] شہر آشوب کی تحقیق کے بموجب بجائے ۳۶ کے ۴۱ مقتول ہین لیکن وہ ۵، ۳۶ بھی داخل ۴۱ مین ہین[2] اور اُن کے نام یہ ہین —

۱	ولید بن عتبہ —	۱۵	طعیمہ بن عدی بن نوفل —
۲	عاص بن سعید بن عاص بن اُمیّہ —	۱۶	زمعہ بن اسود بن مطلب —
۳	حنظلہ بن ابی سفیان —	۱۷	ابو قیس بن ولید بن مغیرہ —
۴	نوفل بن خویلد	۱۸	عبیدہ بن الحارث —
۵	عمیر بن عثمان بن عمر بن کعب —	۱۹	اوس بن جمحی —
۶	مسعود بن اُمیّہ بن مغیرہ	۲۰	عقبہ بن ابی معیطہ —
۷	قیس بن فاکہہ —	۲۱	حارث بن زمعہ —
۸	عاص بن مُنبّہ بن حجاج —	۲۲	منبیہ بن حجاج —
۹	ابو العاص بن قیس بن عدی —	۲۳	یزید بن تمیص
۱۰	عبداللہ بن منذر بن ابی رفع —	۲۴	یزید بن تمیم تمیمی —
۱۱	حاجب بن سائب بن عویمر —	۲۵	نضر بن حارث بن کلدہ —
۱۲	عامر بن عبداللہ —	۲۶	عمر بن عوف —
۱۳	عقیل بن اسود —	۲۷	اوس بن مغیرہ بن لوذان
۱۴	حرملہ بن عمر بن ابی عتبہ —	۲۸	معاویہ بن عامر بن عبد القیس —

---

[1] علمائے اہل سنت انکی توثیق فرماتے ہین —

[2] دیکھو تاریخ خمیس و تاریخ واقدی و سیرت ابن ہشام و کتاب المناقب علامہ ابن شہر آشوب —

۲۹ و ۳۰	عثمان و مالک اخوی طلحہ۔	۳۶	عاصم بن ابی عوف۔
۳۱	مغیرہ بن عمر بن مخدوم۔	۳۷	سعید بن وہب۔
۳۲	منذر بن ابی رفع۔	۳۸	عبداللہ بن جمیل بن زبیر۔
۳۳	علقمہ بن کلدہ۔	۳۹	سائب بن سعید بن مالک۔
۳۴	معاویہ بن مغیرہ بن ابی العاص	۴۰	ابو الحکم بن قیس۔
۳۵	لوذان بن ربیعہ۔	۴۱	ہشام بن اُمیہ۔

ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد اس جنگ بدر مین توکوئی کام ان بزرگوارونکا ثابت نہین ہوتا کہ جس سے قیاس ہوسکے کہ رنج وراحت مین کہانتک شرکت کی۔ اب نہایت اختصار سے دیگر غزوات مین جن مین کہ شدید جنگ واقع ہوئی ان بزرگوارون کی شرکت اور جانبازی غور طلب ہے۔

غزوۂ اُحد

اس غزوہ مین بھی ہرسہ ممدوحین شائل ہمرکاب پیغمبر تھے۔ یہی وہ غزوہ ہے کہ جس مین بہت سے مسلمانون کے علاوہ خود دندان مبارک آنحضرتؐ اور نیز جناب حمزہؓ سید الشہدا شہید ہوئے ہین اس جنگ مین ابتداءً قریب تھا کہ مسلمان فتح پالین مخالفین کے پیر اُکھڑ چکے تھے مگر میدان ابھی کفار سے بالکل خالی نہین ہونے پایا تھا کہ ایسے ہی بزرگوار اور اُن کی دیکھا دیکھی اور بھی لوٹ مین مصروف ہوگئے اس درّے کے سنگین پکٹ فو جو بہ ماتحتی عبداللہ تھا جب دیکھا کہ یار لوگ لوٹ مین پڑے ہین لڑائی فتح ہوچکی ہے باوجودیکہ

بتائید حکم پیغمبرؐ کمانبرنے اُن کو روکا۔ مگر وہ نہ رکے اور لوٹ مین پڑ گئے یہان بجز چند لوگون کے اُس مورچہ پر کوئی نہین رہا۔ خالد جن کو سائل سیف اللہ بھی کہتے ہین معہ ایک گروہ کفار اُن باقی ماندہ موجودگان موقعہ کو شہید کرکے اُسی طرف سے ان لٹیرونکی پشت پر جا پڑے اور مارنے لگے۔ بنی بنائی ہوئی لڑائی بگڑ گئی۔ لٹیرے کہ جن مین ممدوحین سائل بھی شامل تھے جب اُن کی ضربون کو نہ سہ سکے۔ رسولؐ خدا کو چھوڑ کر گریز کر گئے اسی موقع پر اُن چند بنی ہاشمون اور انصارون کی جانبازیان جو حمایت پیغمبر مین اُنھون نے کین سیری محتاج بیان نہین ہین اُن سے کسی فرقۂ اسلام کو انکار کرنا بہت ہی دشوار ہے۔

حضرت ابوبکر کی نسبت مورخین نے نئے نئے رنگون سے اختلاف کیا ہے متقدمین تو اُنکی فراری پر اتفاق کرتے ہین لیکن موخرین کو اس سے اختلاف ہے۔

علامہ ابن ابی الحدید معتزلی نے جو اُن کی بابت اپنی خاص رائے دی ہے وہ ایسی ہے کہ جس سے فیصلہ اُنکے بھاگنے نہ بھاگنے کا آسانی سے ہو سکتا ہے وہ لکھتے ہین۔

قال الرواة من اهل الحديث ان ابا بكر لم يفر يومئذ وانه ثبت من ثبت وان لم يكن نقل عنه قتل وقتال والثبوت لمجهاد فيه وحده كفاية شرح نہج البلاغہ جزو ۱۵ صفحہ ۲۰۹ مطبوعہ بمبئی۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "یہ بزرگ نہ کسی کے ہاتھ سے مجروح ومقتول ہوے اور نہ اُنھون نے کسی کو مجروح وقتل کیا اُن کا سالم رہنا ہی اُنکے واسطے اہل حدیث نے غنیمت سمجھا ہے۔

جن احادیث سے ان بزرگ کی عدم فراری پر استدلال کیا جاتا ہے ماخذ اُن کا صرف یہ روایات ہین۔ جن مین سے ایک کی راویہ خود اُن کی دختر بلند اختر ہین اور وہ یہ ہے "

"عن عائشه قالت قال ابو بكر الصديق لما جال الناس عن رسول الله صلعم يوم احد كنت اول من فاء الخ الحديث" (دیکھو ازالۃ الخلفاء از صحیح حاکم)

دوسری حدیث علامہ سیوطی نے "تاریخ الخلفاء" باب شجاعت حضرت ابوبکر مین ہیثم ابن حکیم کی سند سے یہ لکھی ہی "قال لما کان یوم احد انصرف الناس کلھم عن رسول اللہ صلعم فکنت اول من فاء" واضح ہو کہ اس کے راوی خود ابوبکر ہین۔

ان دونون احادیث مین جو لفظ "فاء" بمعنی رجع (پھرنے) کے آیا ہے یہی وہ لفظ ہے کہ جس سے انکے ثابت قدم رہنے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

گویا اس لفظ سے ثابت قدم رہنے کا دعوے خود حضرت ابوبکر کا ہے اور وہ ایسا دعوے ہے کہ جس سے اقرار فرار خود بخود ثابت ہوتا ہے یعنی اس روایت کا صرف اس قدر مقصود ہو سکتا ہے کہ اولاً گریز کرنا اور بعد گریز دوبارہ موقع جنگ پر بہ نمبر اول رجعت کرنا جبتک کہ موقع جنگ سے ٹل جانا نہ قبول کیا جائے گا تو لفظ فاء کب صادق آسکتا ہے گو میرے نزدیک یہ لفظ فاء تحریف کیا ہوا لفظ "فر" کا ہے۔ جس کے معنی یہ ہین کہ حضرت ابوبکر نے اپنی سچائی سے اول بھاگنے والون مین اپنا شمار کیا ہے۔

حضرت عمر کے فرار مین بھی گو کسی مورخ کو اختلاف نہین ہے لیکن اُنکے مقلدین ناحق اُس کو نہین مانتے۔ اُن کے فرار یا گریز یا موقع جنگ سے ٹل جانے پر ایک تو خود اُن کے قول سے استدلال کیا جاتا ہے اور ایک دوسری روایت بھی ہے۔

"وہ قول"

"مین بروز اُحد پہاڑ پر ایسے اُچکتا پھرتا تھا جیسے بزکوہی" صفحہ ۲۰۹ جزو ۱۵ شرح نہجہ البلاغۃ مطبوعہ ایران۔

مین جہانتک خیال کرتا ہون ممدوح سائل مخاطب نے اس مثال سے اپنی استقامت رفتار پر اشارہ کیا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے والے اُسے بزدلی پر حمل نہ فرماوین کیونکہ میری رائے غزوہ احد مین ان حضرات کے متعلق بزدلی سے بھاگنے کی نہین ہے

جیسا کہ مین آگے وجہ فرار کی ظاہر کرون گا ۔

"وہ روایت"

صاحب خمیس امام دیار بکری نے ابن اسحق سے روایت کی ہے اور دیگر کتب تاریخ و سیر مین اُس سے اقتباس کیا گیا ہے کہ "حضرت عمر معہ چند دیگر لوگون کے جنمین طلحہ ابن عبد اللہ وغیرہ تھے پہاڑ پر ایک جگہ بیٹھے ہوے تھے کہ انس بن نضر اُدھر سے گذرے اُن کو مطمئین بیٹھے ہوے دیکھکر سبب پوچھا تو کہا کہ پیغمبر صلعم مارے گئے ۔ یہ سنکر وہ بولے جب وہ مارے گئے تو تمکو بھی مرجانا چاہیئے یہان کس لئے بیٹھے ہو ۔ یہ کہکر انس بن نضر میدان جنگ مین آئے پیغمبر صلعم کو زندہ پایا اور دیکھا کہ دو چار دلاوران اسلام دشمنون کے حملون کو آنحضرت صلعم سے دفع کر رہے ہین یہ بھی لڑنے لگا اور شہید ہو گیا"

ہم نے بھی بہت غور کیا لیکن حقیقت مین حضرت عمر کا وہ جواب جو اُنھون نے انس کو دیا تھا اسوقت تک کچھ سمجھ مین نہ آیا ۔ پیغمبر صلعم کی شہادت واقع ہونے کی خبر خود غلط تھی اس سے پایا جاتا ہے کہ اُنھون نے مطلق تصدیق ہی نہین کی کہ یہ خبر کس نے اُڑائی ۔ تحقیق ہے یا نہین ۔ اصلیت اسکی کیا ہے ۔ جب ہم پیغمبر صلعم کی خبر شہادت کا غلط مشہور ہونے اور ان حضرات کا اُس کو تصدیق نہ کرنیکا سبب ذہن نشین کر کے اُس جواب حضرت عمر پر غور کرتے ہین جو اُنھون نے انس کو دیا تھا تو ہمارے ذہن مین آتا ہے کہ بیشک یہ جواب بھی اُن کا ویسا ہی تھا جیسا کہ سقیفہ کی کمیٹی کے روز اُنھون نے اپنی ایک تقریر کرنے کا جس کا زور[1] سے مرتب کرنا خود قبول کیا ہے ارادہ ظاہر کیا تھا اور جب وہ اسکو بیان نہ کر سکے اور حضرت ابو بکر نے اپنی اسپیچ دی تو اُس کی اُنھون نے تائید کی کہ یہی باتین مین نے دل مین گڑھی تھین ۔

حقیقت مین پیغمبر صلعم کی خبر وفات اگر مشہور ہوئی تھی تو وہ اُس وقت مشہور نہین

---

[1] تزور کا ترجمہ ہے صحیحین ۔ مؤلف عفی عنہ ۔

ہوئی تھی جبکہ یہ لوگ لوٹ مین پڑے تھے اور پھر دفعتاً کفار کے پشت پر آپڑنے سے سب فراری پیٹھ دے گئے تو ان کو پیغمبرؐ کی خبر شہادت اُس وقت معلوم ہونا صحیح نہین ہوسکتا کیونکہ جب یہ خبر مشہور ہوئی ہے یہ بزرگوار اُس وقت میدان جنگ مین نہ تھے اور وہ خبر اُن چند لوگون کی ہمتین توڑنے اور مایوس ہونے اور دھوکہ مین ڈالنے کی غرض سے اُڑائی گئی تھی جو فرار نہین کر گئے تھے اور جو پیغمبرؐ پر سینہ سپر کئے ہوے مخالفون کے حملون کو دفع کر رہے تھے ۔

کچھ شبہ نہین ہے کہ انس کو یہ تحقیق ہوچکا ہوگا کہ پیغمبر زندہ ہین یا اُس کو اگر تحقیق نہین ہوا تھا تو وہ تحقیق کی غرض سے ہی گیا تھا اور ان حضرات کے دل کی بو سونگھنے والا تھا اور جانتا تھا کہ یہ مرد میدان نہین ہین جب ہی تو اُس نے غیرت دلائی کہ اگر پیغمبرؐ مر گئے ہین تو تمکو بھی مرنا چاہیئے ۔

اسی موقع پر ایک یہ روایت بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ قزمان ایک منافق جو لشکر اسلام سے تخلف کرکے جب اپنے قبیلہ مین پہونچا اور اپنے قبیلہ کی عورات سے سبب واپسی بیان کیا تو اُنھون نے اُس کو غیرت دلائی اور وہ اُسی غیرت مین کفار مشرکین کے مقابلہ مین آیا علماء اہل سُنت نے اس کو اول وہ شخص بیان کیا ہے جس نے لشکر مخالف کی طرف تیر پھینکا تھا ۔ جب یہ شخص زخمی ہوکر گر پڑا ہے اور قتادہ ابن نعمان نے اُس کو بشارت اور مبارکباد بہشت کی دی تو اُس نے کہا کہ مین پیغمبرؐ کی حمایت مین نہین لڑا بلکہ مجھکو کہ وہ معلوم ہوا کہ قریش کہ نخلستان مدینہ پر قبضہ پاوین مین اس غیرت مین لڑا ہون[لہ] ۔

ہم نہین سمجھتے کہ اُس صفت کا کیا نام ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے پیغمبرؐ کی حمایت مین جبکہ پیغمبرؐ کا موقع جنگ پر شہید ہوجانا اُس کی زبانی سُنکر یہ کہے

[لہ] دیکھو معارج النبوۃ جلد چہارم صفحہ ۸۳ مطبوعہ بمبئی ۔

کہ "اگر پیغمبرؐ مر گئے تو تم بھی مر جاؤ" اور پھر بھی جوش نہ آوے اور ایک منافق کو عورتون کا غیرت دلانا اس قدر جوش مین لاوے کہ وہ پہلا شخص تیر پھینکنے والا لشکر مخالف پہ ہو۔ بالکل سچ ہے کہ جن لوگون کے دلون مین خدا نے مادۂ غیرت وحمیت خلق کیا ہے جو ہر ایک جوان عالی خاندان کا ہی حصہ ہو سکتا ہے اس کی آنکھ کبھی تلوارون کی چمک سے نہین جھپک سکتی اور جن مین بذریعۂ ارث خدا نے اِس وصف غیرت وحمیت کو نہین عطا کیا ہے اُن کے سامنے کیسے ہی جوشیلے دل بڑھانے والے جنگ کے باجے بجائے جائین لیکن وہ شے جو متحرک ہونے والی ہے سکون مین ہی رہیگی۔ افسوس ہے کہ قزمان منافق پیغمبرؐ کی جانب سے لڑ کر مر گیا اگر وہ زندہ رہتا تو غالبًا اہل سنت کا انصاف خلفاء ثلثہ سے اول اُسی کو مستحق خلافت قرار دیتا کہ اُس نے درحقیقت خلفاء ثلثہ سے زیادہ وقت جہاد پیغمبرؐ کی اعانت اور حمایت کی تھی۔

اب ان تمام واقعات غزوہ احد کو ان تمام احادیث وروایات اہل سنت سے کہ جو مذکور ہوئین اور نیز اُن تمام واقعات وروایات سے جو متعلق فرار ان بزرگوارون کے مذہب شیعہ مین وارد ہوئی ہین ملا کر دیکھنے سے میری رائے اِن بزرگوارون کی نسبت یہ ہے کہ جس وقت ابتداءً مسلمانون کا غلبہ ہوا اور یہ بزرگوار لوٹ مین پڑے ہین اور مخالفین نے اُس گھاٹی کی راہ سے کہ جس کے نہ چھوڑنے کی پیغمبرؐ نے شدید تاکید کر دی تھی مسلمانون پر حملہ کیا ہے تو ان حضرات نے اُس وقت حالت اضطرار دیکھ کر بمقابلہ حمایت پیغمبرؐ یہی مناسب سمجھا کہ معہ اُس مال کے جو اُس وقت تک لوٹ چکے تھے یا یون سمجھو کہ اس وقت تک جو مال غنیمت ان کے ہاتھ لگا تھا فرار ہون چنانچہ وہ فرار کر گئے اور اُس مال کو مقام امن پر پہونچ کر حضرت عثمان کے سپرد کر دیا اور وہ اُس مال کو لے کر ایک مقام دور و دراز کو چلے گئے اور وہان بلا خوف حضرت غنی مقیم رہے کیونکہ روایت مین جو اُن کا ایک مقام دور و دراز کو جانا مذکور ہوا ہے

اُس کا یہ مطلب نہین ہو سکتا کہ وہ راستہ بھول کر گئے تھے اگر ایسا مانا جائے گا تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ایسے بدحواس ہو کر بھاگے تھے کہ راستہ بھی بھول گئے علاوہ اِس کے جناب سیدہ ایک عورت تو اپنے باپ کی خبر وفات سنکر سچ مچ پریشان اور بدحواس ہو کر میدان جنگ مین تشریف لے آئین اور راستہ نہ بھولین اور یہ حضرت راستہ بھول گئے جسکو کوئی قبول نہین کر سکتا۔

واقعات ہم کو اِس راے کے ماننے پر مجبور کرتے ہین کہ یہ بزرگوار (عثمان) حسب صلاح حضرت عمر اور حضرت ابوبکر کے عمدًا مدینہ کو نہین گئے وہ جس وقت بھاگے تھے تو رنگ جنگ کو دگرگون دیکھکر بھاگے تھے اور حقیقت مین اُن کو امید نہ تھی کہ مسلمانون کو فتح ہو جاوے گی۔ اور جب اُن کو یہ یقین تھا تو ضرور اُن کو یہ بھی یقین ہو گا کہ مدینہ مین منافقین جو جنگ کے شروع ہونے سے پہلے ہی لشکر اسلام سے تخلف کر کے چلے گئے ہین وہ اور نیز دیگر یہود جن سے امن کے معاہدہ ہو چکے تھے تاہم نہ پیغمبر کو ان پر اور نہ ان کو مسلمانون پر اطمینان تھا بقیہ مسلمانون کے ساتھ ہرگز مراعات نہ کرین گے اور جان مال چھین لین گے اسی وجہ سے اُن کی یہ تدبیر عاقلانہ تھی کہ حضرت عثمان اس مال کو لیکر مدینہ نہ جاوین بلکہ کسی دوسری جگہ کہ جو شاید تجویز بھی کر لی گئی ہو وہان محفوظ مقیم رہین۔ بہر حال یہ دونون بزرگوار واپس آئے لیکن نہ موقع جنگ پر بلکہ پہاڑ پر جس کی صداقت حضرت عمر کے اُس قول سے ہوتی ہے جس کو ہم نے اوپر لکھا ہے اور وہین انس بن نضر بھی ان کو ملا اور اُس سے وہ بات چیت ہوئی جس کا ذکر ہوا۔ اور جب ان کو وہان یہ معلوم ہوا کہ باوجود اس شدید حملہ کفار کے بنی ہاشم میدان جنگ مین برقرار رہے اور کفار کو پس پا کر دیا لڑائی فتح ہو گئی تو اس وقت یہ دونون بزرگوار یا حضرت ابوبکر اول موقع جنگ پر تلوارین کھینچے ہوئے لیجو ماریو جانے نپائے کا غل وشور مچاتے ہوئے پہنچے جیسا کہ ان کی خود روایات سے ثابت ہوتا ہے اور اسی وجہ سے راویون کو دھوکا ہوا۔

کہ جس نے اون کو موقع جنگ پر نہ دیکھا اون کو فراری جانا اور جس نے اونکو بعد کو دیکھا اوس نے ثابت قدم سمجھا جیسا کہ حضرت عثمان کو جو درحقیقت واپس ہی نہ آئے تھے اونکی بابت سب نے اتفاق کرلیا کہ وہ تین روز کے بعد مدینہ مین حاضر ہوے تھے۔

کچھ شبہہ نہین ہے کہ اِن حضرات کا یہ عمل بھی دانائی سے خالی نہ تھا جس مین اون کو قتل سے محفوظی بھی مد نظر تھی اور وہ مال بھی اونھین کے حصہ مین رہا کہ جس کو حضرت عثمان لے اوڑنے تھے البتہ دوسری دفعہ کے مال غنیمت سے بے شک حصہ رسد اونکو ملا ہوگا۔ پس میری راے غزوہ احد مین اون کے فرار کی نسبت اِسی حیثیت سے ہے مین اِس بات کا قائل نہین ہون کہ وہ اس غزوہ مین بزدلی سے بھاگے تھے وہ کاہنون کے اقوال کی بنا پر ہمیشہ ایسے مواقع پر عمل گریز کو باعث اپنی محفوظی کا سمجھا کئے اور جس غرض سے وہ اِس پالسی کے برتنے والے تھے اوس کا نتیجہ بعد پیغمبرؐ یا یون سمجھو کہ ہنوز جسم پیغمبرؐ ٹھنڈا ابھی نہ ہوا تھا۔ یا یون سمجھو کہ ہنوز زیر زمین پیغمبرؐ دفن بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ظاہر ہوگیا۔

اب سائل صاحب مخاطب فرمادین کیا اسیؑ کا نام پیغمبرؐ کے ساتھ سفر و حضر مین رہنے اور فخر حاصل کرنے یا آنکے رنج و راحت مین شرکت کرنے کا ہے۔ لاحول ولاقوۃ۔

علی مرتضیٰؑ نے جو اِس جنگ مین پے در پے چند نامی گرامی علمداران کفار قبیلہ بنی عبدالدار کو قتل کیا ہے بعض کے نام یہ ہین۔

طلحہ ابن طلحہ مسعب ابن طلحہ۔ عثمان ابن طلحہ۔ عزیز ابن عثمان ابن طلحہ۔ ارطاع ابن طلحہ۔ ارطا ابن ترجیل۔ عبداللہ ابن جمیلہ۔ ثواب غلام بنی عبدالدار۔

غزوہ بنی مصطلق

اِس غزوہ کا تذکرہ محض اِس غرض سے کیا جاتا ہے کہ اِس سفر مین حضرت عمرؓ نے

ایک جاسوس کو جو لشکر اسلام مین گرفتار ہو گیا تھا یا وہ اُنھین کا شکار تھا قتل کیا ہے مجھے خوف ہوا۔ کہ یہ اعتراض نہ کیا جاوے کہ کیون نہین اس مقتول کو نقشہ مین دکھایا گیا مگر مین نے یہ نقشہ جاسوس مقتولون کی تعداد اوران کے جلادون کے ظاہر کرنے کے لئے نہین بنایا ہے اور اگر ہر ایک قسم کے قیدیون کے قتل کرنے سے عزت غزا بھی جاتی ہے تو بارہ ہزار مقید بنی قریظیہ والے بھی بروے تجویز ثالثی علی مرتضیٰ اور زبیر ابن عوام کے ہاتھ سے قتل ہوئے ہین۔

حقیقت مین مقتول وہی شمار کرنے کے قابل ہو سکتا ہے جو میدان جنگ اور مقابلہ مین قتل کیا جاوے اور جبکہ اُس کے ہاتھ مین بھی ہتھیار ہون نہ یہ کہ مقید جو حسرت کی زنجیرون مین جکڑا ہونے کے باعث مایوس اور مجبور رہو۔

مورخین اسلام نے جو بیشتر سُنی المذہب ہی ہین اور جن کی عادت بقول ڈاکٹر سر سید احمد خان صاحب بہادر بالقابہ یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے جو چاہتے ہین بلا تنقیح اور جانچ کے لکھ دیتے ہین (اعجاز التنزیل صفحہ ٣٥٠)۔

اس واقعہ قتل جاسوس کو بھی بہت اچھی نظر سے دیکھا ہے اور اُس سے یہ فائدہ مرتب کیا ہے کہ یہ قتل باعث ہیبت کا بنی قریظیہ والون کے لیے ہوا لیکن یہ راے اُن کی اُس وقت نہایت وقعت کے قابل ہوتی جب وہ لوگ مقابلہ کے لئے نہ نکلتے یا صلح کر لیتے بلکہ اس واقعہ سے وہ اور مشتعل ہو گئے اور مقابلہ کے لیے نکلے تو مورخین اسلام کی وہ راے بالکل قابل وقعت نہین ہو سکتی اور یہ دوسری بات ہے کہ مخالفین تاب مقابلہ لشکر اسلام نہ لائے اور بھاگ گئے لیکن درحقیقت حضرت عمرؓ کا یہ عمل قتل جاسوس ہمیشہ کے لیے باعث اور مضبوطی گرہ مخالفت و دشمنی پیغمبرؐ کا ہوا ہے۔

غزوہ خندق

اس غزوہ مین بھی پیغمبرؐ خدا پر جیسی کڑی مصیبت پڑی ہے اُس کا اندازہ اُس

روایت سے ہو سکتا ہے کہ جس کی راوی جناب ام سلمہؓ ہین اور جس مین بھوک اور نفاق اہل مدینہ اور کمی حرب و ضرب کے علاوہ سب سے زیادہ مصیبت خندق کے کھودے جانے مین مذکور ہوئی ہے   دیکھو خمیس

اسی جنگ مین قریش کا رستم دستان عمرو ابن عبدود بھی شریک جنگ تھا ہمارے سائل صاحب نے اپنے ممدوحین کی جو کارگذاری شرکت حمایت پیغمبرؐ مین دکھلائی ہے وہ مورخین نے چھپا نہین رکھی ہے سب بالاتفاق لکھتے ہین کہ جب ۲۰ - ۲۵ - روز تک محاصرۂ خندق مین طرفین سے تیراندازی ہوا کی جب کفار عاجز آگئے تب ایک روز وہی قریش کا رستم دستان عمرو ابن عبدود اپنا گھوڑا کدا کر خندق کے اِس پار اُتر آیا اور اوسی کے ساتھ عکرمہ ابن ابی جہل - عبداللہ ابن مغیرہ - ضرار ابن خطاب - نوفل ابن عبداللہ ——— وغیرہ وغیرہ دس بارہ نفر جو عمرو ابن عبدود کے ہم پلہ تھے اپنے اپنے گھوڑے کدا کر اِس پار آگئے - عمرو ابن عبدود نے مبارز طلب کیا پیغمبر خدا نے فرمایا - ”آیا کوئی ایسا ہے جو اس کے شر سے نجات دلوائے“ یہ سنکر علی مرتضےٰ کھڑے ہوگئے - اور پیغمبرؐ سے اجازت مقابلہ چاہی لیکن آپ نے روک لیا پھر دوبارہ عمرو نے مبارز طلب کیا اور کہا کہ ”آیا درمیان تمھارے کوئی نہین ہو جو میرے مقابلہ کے لئے نکلے؟“

پھر علی مرتضےٰ کھڑے ہوئے اور اجازت چاہی پیغمبر خدا نے پھر بٹھا لیا اور فرمایا کہ ”کیا وجہ ہے کہ جو کوئی اور مقابلہ کے لئے اِس کے نہین نکلتا“ مسلمانون کی جو اس وقت حالت خوف سے تھی بالاتفاق اُس کی بابت مورخین یہ لکھتے ہین ”کانہم علےٰ رؤسہم الطیر“ (خمیس دیار بکری)

پیغمبرؐ کے ارشاد کا جواب کون دیتا لیکن حضرت عمر ابن خطاب فرمانے لگے کہ ایک مرتبہ ایک قافلہ شام کو جاتا تھا جس مین مین اور عمرو دونون شریک تھے کہ راہ مین قریب ہزار کے قزاق آن پڑے اور تمام مال و اسباب لوٹ لیا عمرو ابن عبدود نے

یہ دیکھکر ایک بچہ شتر کو بجائے سپر ہاتھ مین اٹھا کر جو قزاقون پر حملہ کیا تو تمام مال چھین لیا اور بہتون کو قتل کر ڈالا باقی سب بھاگ گئے اسی نے قافلہ والون کا جان و مال بچایا اُس کی اس دن کی آج تک ہیبت دلون مین بیٹھی ہوئی ہے یہ وجہ ہے کہ کوئی اُس کے مقابلہ کو نہین نکلتا ہے[٥١]

حضرت عمرؓ کا یہ کہنا تھا کہ مہاجر و انصار کے رہے سہے حواس بھی گم ہو گئے ادھر تیسری مرتبہ پھر عمرو نے مبارز کو طلب کیا پھر کسی نے جواب نہ دیا باوجودیکہ پیغمبرؐ ایک ایک کی طرف دیکھتے تھے مگر پھر وہی علیؑ (بابی انت وامی) اس خلاف حمیت و غیرت خاموشی کی برداشت نہ کر سکا اور پیغمبرؐ سے نہ صرف اجازت مقابلہ حاصل کر کے بلکہ اُن سے دعائے فتح بھی لیکر پیادہ پا جانب حریف یہ رجز پڑھتا ہوا روانہ ہوا کہ "جلدی مت کر تیری آواز کا جواب دینے والا جو کسی طرح تجھسے عاجز نہین ہے۔ صاحب عقل و ہمت ہے اور تجھ پر مثل ایک کامیاب شخص کے ظفر حاصل کرنے والا ہے آپہونچا اُسے اُمید ہے کہ وہ ایسی کاری ضرب سے کہ جو ہمیشہ کے لیے معرکہ ہائے جدال و قتال مین یادگار رہے تیری موت کا ماتم بپا کرا دیگا۔ تو نے مقابلہ کے لیے ایسے جوان کو پکارا ہے کہ جو ہمیشہ مبارز کا جواب دیتا ہے اور جو تیرے سر پر وہ شمشیر آبدار بلند کریگا کہ جو موت بنکر لڑنے والے کے جسم مین سرایت کرتی ہے[٥٢]"

جب آپ قریب حریف پہونچے تو اُس نے آپ کو دیکھکر متعجباً کہا کہ آیا کوئی اور لشکر مین نہ تھا جو میرے مقابلہ کو آتا وہ دونون شیوخ (عمر و ابوبکر) کہان ہین جو مقابلہ کو نہ آئے[٥٣]

آپ نے فرمایا کہ مین ہی تیرے واسطے کافی ہون بہتر ہو کہ تو بھی گھوڑے سے اُتر کہ مین بھی پیدل ہون اُس نے گھوڑے سے اوتر کر پہلے وار مین اپنے گھوڑے کو

---

[٥١] روضۃ الصفا۔

[٥٢] دیکھو خمیس دیار بکری۔

[٥٣] دیکھو روضۃ الصفا۔

پے کیا اور آپ کی طرف متوجہ ہوا۔ دونون طرف سے تلوارین کھچ گیئن جنگ شروع ہو گئی ادھر تو وہ طرقہ وار چلتے تھے اور ادھر پیغمبر یہ فرما رہے تھے کہ آج تمامی کفر کا تمامی ایمان سے مقابلہ ہے۔[1]

علی مرتضیٰ بڑے ذوق و شوق سے لڑائی مین جان لڑائے ہوئے تھے جب وہ ضرب لگاتا تھا آپ ہنر فن جنگ دکھا کر خالی دیجاتے تھے اور آپ کی ضرب کو وہ بھی بچا جاتا تھا جب اس طرح تا دیر کارزار رہی اس وقت تک نہ آسی کو کچھ صدمہ پہونچا اور نہ فضل خدا سے انھین کا بال بیکا ہوا کہ دفعتہً عمرو نے بھرپور قوت و طاقت سے ایک تلوار علی مرتضیٰؑ کے سر پر لگائی آپ نے سپر پر روکی سپر کٹ گئی اور آپ کے سر پر بھی زخم آیا۔ چوٹ کھاتے ہی ضرغام آل ابو طالب کا جوش وغا اور دونا ہو گیا۔ اب جو ایک وار کیا اگرچہ حریف نے بہت کوشش کی مگر نہ بچا سکا ران پر تلوار پڑی ٹانگ کٹ گئی گر پڑا آپ نے سینہ پر سوار ہو کر سر نجس تن نجس سے جدا کر دیا اور نعرۂ تکبیر بلند کیا پیغمبر خدا کی خوشی کا اندازہ وہی شخص کر سکتا ہے کہ جو اس انتشار و مصائب اور نفاق اہل مدینہ پر اور حضرت عمرؓ کے عمرو بن عبدود کی دلون مین ہیبت بٹھانے پر جو اوپر مذکور ہوا ہے غور کرے گا اُدھر تو لشکر اسلام مین نعرۂ تکبیر ید الٰہی سنکر جان آئی اور ادھر جب آپ اُس کے قتل سے فارغ ہوئے اُس کے ساتھیون نے آپ پر حملہ کیا (واضح رہے کہ عمرو کے قتل سے لشکر اسلام مین جان آ چکی تھی) علی مرتضیٰ اُس کے ساتھیون مین سے نوفل اور عبد اللہ کو قتل کر چکے تھے اور ہبیرہ زخمی ہو کر فرار کر گیا تھا ضرار ابن خطاب بھی بھاگا تھا کہ پیچھے سے حضرت عمر اور زبیر بھی روانہ ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ سید ہے اسی بھاگتے کے پیچھے ہوئے ضرار نے جو مڑ کر دیکھا کہ حضرت عمرؓ آتے ہین رک گیا آپ بھی ٹھٹکے اُس نے بڑھکر ایک اوچھا سا وار نیزہ کا کر کے ان کو زخمی کیا اور کہا کہ دداے عمر یہ نعمت خوشگوار میری طرف سے

---

[1] دیکھو حیاۃ الحیوان دمیری لفظ حیدرا۔

ہمیشہ کے لیے یادگار لیتے جائے[1]۔

ضرار ابن خطاب عجب نہین کہ حضرت عمر کا بھائی ہو گو کسی روایت مین تو ہم نے اِس وقت تک نہین دیکھا ہے لیکن ولدیت ایک ہونے سے ہمارا ذاتی یہ قیاس ہے اور گو میرا خیال ہے کہ میرے اِس قیاس کو لوگ قبول نہ کرین گے مگر آج اگر حضرت امام ابو حنیفہ صاحب زندہ ہوتے تو وہ ضرور میرے قیاس کی مجھے داد دیتے کیونکہ میرا قیاس اِس وجہ سے ہے کہ ضرار نے عمداً خفیف سا چرکا کیون دیا قتل کیون نہین کیا۔ بہرحال حضرت زخم کھا کر لشکر مین چپ چاپ چلے آئے اُدھر علی مرتضٰےؑ جب روئے خندق کو کفار سے پاک کر کے مظفر و منصور آنحضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا کہ " یا علیؑ آج کی تمھاری ضربت تمامی کائنات کے اعمال حسنہ سے جو قیامت تک ہون گے افضل ہے[2]

اب سائل صاحب مخاطب فرمائین کہ اِن بزرگوارون سے سفر غزوات مین کیا پیغمبر کو مدد ملی اور کونسی مصیبت مین یہ بزرگوار پیغمبرؐ کے شریک ہوئے اگر ضرار کے تہیۂ قتل سے استدلال کیا جائے گا تو مین اُس پر یہ رائے دونگا کہ وہ مقابلہ کو نہین گئے تھے بلکہ بوجہ خندق کُھد جانے کے چونکہ آمد و رفت بند تھی اور مخالفین کو لشکر اسلام اور مسلمانون کی جو حالت انتشار تھی اُس سے قطعی آگاہی نہین تھی یہ بزرگوار اپنے بھائی ضرار کو مسلمانون کی حالت سے اطلاع کرنے گئے تھے ورنہ قتل ہونا اور قتل کرنا اگر منظور تھا تو زندہ لوٹ کیون آتے۔ اور حریف کو کیون زندہ جانے دیا افسوس ہے کہ چوٹ کھا کر بھی جواب نہ دیا ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ اس وقت اُن کی وہ صولت و ہیبت و دبدبہ کدھر چلا گیا تھا یا وہ غیرت و حمیت جس کا سائل نے ایک موقع پر

---

[1] روضہ الاحباب و خمیس و دیار بکری و ازالۃ الخفاء۔

[2] دیکھو روضہ الاحباب و معارج النبوہ و خمیس

دعویٰ کیا ہے۔ کہاں چلی گئی تھی کہ طعن نیزہ پر اگر کچھ جوش نہ آیا تھا تو طعن لسانی پر کچھ منھ سے نہ بولے اور چپ چاپ چوٹ کھائے سر جھکائے چلے آئے۔ مگر ہین یا عام شیعہ اس واقعہ سے کچھ ہی نتیجہ کیون نہ نکالین مگر ہمارے ذی علم سائل کو ضرور خوش ہونا چاہیے کہ حضرت عمر کو اس چرکے نے ضرور لہو لگا کر شہیدون مین داخل کر دیا ع این کار از تو آید و مردان چنین کنند

غزوۂ خیبر

یہی وہ غزوہ ہے کہ جس مین ابتداءً پیغمبرؐ خدا بوجہ درد سر اور علیؑ مرتضیٰ بوجہ آشوب چشم بہ نفس نفیس جنگ کے لیے نہین گئے اور اسی وجہ سے سائل ممدوح المدح کے ممدوحین مین سے دو روز حضرت عمر اور ایک روز حضرت ابوبکر بھی بحیثیت کمانڈنگ آفیسر جنگ کو گئے تھے۔ لیکن دونون صاحب تینون روز۔ مین یہ تو نہین کہہ سکتا کہ کس باعث سے بلا فتح واپس چلے آئے لیکن اس کتاب کے پڑھنے والے عموماً اور خصوصاً ذی علم سائل اس واقعہ سے نتیجہ واپسی خود اخذ فرمالین کہ وہ حضرات فوج پر اور فوج والے اُن پر الزام جبن دیتے تھے۔ (ازالۃ الخلفاء از صحیح مسلم) اور اس سے زیادہ آسانی کے ساتھ خود پیغمبرؐ کا وہ ارشاد فیصلہ کرنے والا ہے کہ جو ان حضرات کی تینون روز کی واپسی پر آپ نے یہ فرمایا تھا کہ "وہ اب علم فوج اُس شخص کو عطا کیا جائے گا جو کرار غیر فرار ہے خدا و رسولؐ اُس کو دوست رکھتے ہین اور وہ خدا و رسولؐ کو دوست رکھتا ہے" (روضۃ الاحباب صفحہ ۲۶۲ و ازالۃ الخلفا حدیث خیبر نسخہ قلمی و مشکوٰۃ شریف و سیرت ابن ہشام صفحہ ۱۸۷ و ابوالفدا صفحہ ۱۴۸ خمیس ورق صفحہ ۳۲۹ و معارج النبوۃ صفحہ ۲۱۳ و روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۳۲)

ظاہر ہے کہ فوج تابع حکم کمانڈنگ آفیسر کے رہتی ہے فوج پر جبن کا الزام اُس وقت لگایا جا سکتا ہے کہ جب کمانڈنگ آفیسر موقع جنگ پر رہے اور فوج بھاگ جائے جیسے کہ احد کے غزوہ مین ہوا چنانچہ پیغمبرؐ خدا نے ایسے شخص کے بھیجنے کو ارشاد فرمایا کہ جو کرار غیر فرار ہو

اس سے ظاہر ہے کہ جو لوگ کہ اُن سے قبل بھیجے گئے تھے وہ کرار نہ تھے بلکہ فرار تھے اور ایسے ہی عکسی نتیجہ دوسرے جملہ ارشاد پیغمبر کا بھی غور کرنے کے قابل ہے جو شخص بھیجا جائیگا وہ ایسا ہوگا کہ جو خدا و رسول کو دوست رکھنے والا ہے اور اُسکو خدا و رسول دوست رکھنے والے ہین یعنے جو لوگ کہ اُس سے قبل بھیجے گئے تھے وہ اس صفت سے موصوف نہ تھے یعنی نہ خدا و رسول اُنکو دوست رکھتا تھا اور نہ وہ خدا و رسول کو۔

ورنہ پیغمبر صؐ کو اس دوسرے جملہ کے اظہار کی ضرورت نہین ہوتی اگر غیر ضروری سمجھا جاوے اور اسی جگہ سے کوئی کامل الایمان بھی ثابت ہوسکتا ہے اور کوئی منافق بھی میرے لائق دوست سائل ارشاد پیغمبر صؐ کے عکسی نتیجہ پر غور فرماوین۔

اس غزوہ مین جو سب کے بعد دیگرے نامی گرامی پہلوانان علی مرتضےٰ ؑ کے ہاتھ سے قتل ہوے اُنکے نام یہ ہین۔

حارث۔ مرحب۔ داؤد ابن قابوس بکری۔ ربیع ابن ابی الحقیق۔ عنتر۔ مرہ ابن مروان۔ دارمی۔ یاسر خیبری۔ ضجیج خیبری۔ اسی مقام پر یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ در خیبر بھی آپنے اکھاڑا ہے اور جب اُسکو جنبش دی ہے تو بنیاد تک قلعہ کی ہل گئی تھی حتے کہ صفیہ دختر حاکم قلعہ تخت سے منھ کے بل گر پڑی جس کو بعدہٗ شرف زوجیت رسول حاصل ہوا۔

غزوہ حنین

یہ تو وہ غزوہ ہی جسمین سائل صاحب ممدوح کے ممدوحون کے فرار کا تذکرہ خدا نے بھی کیا ہے وہ آیت

آیت ﴿ لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ و ترجمہ بتحقیق مدد کی تمھاری بہت مقامون مین

یوم حنین اذ اعجبتکم کثرتکم فلن تغن عنکم شیئاً اور حنین کے دن جبکہ تعجب مین ڈالا تمکو تمھاری

وضاقت علیکم الارض بما رحبت ثم ولیتم مدبرین کثرت[لہ] نے پس نہ دفع کیا اس کثرت نے تم سے

[لہ] یہ اشارہ حضرت ابوبکر کے نظر لگانے اور اُنکے عجب و گھمنڈ پر ہے ۱۲

ثم انزل اللہ سکینتہ علی رسولہ وعلی کچھ اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے
المومنین جنوداً لم تروھا۔ پھر پیٹھ پھیر دی تم نے جسوقت کہ تم پیچھے ہٹنے والے
تھے پھر نازل کیا اللہ نے اپنی تسکین وآرام کو اپنے رسول اور مومنین پر اور اُتارا لشکر کہ تم اُسے نہین دیکھتے تھے۔ اس جنگ مین علی مرتضیٰ۔ عباس عم رسول خداؐ۔ فضل بن عباس۔ ابو سفیان ابن حارث اور اُنکے بیٹے جعفر اور ربیعہ ابن حرث از بنی ہاشم واسامہ ابن زید اور ایمن ابن ام ایمن غیر بنی ہاشم صرف یہی لوگ ثابت قدم اور پیغمبرؐ پر سینہ سپر ہے تھے باقی سب بھاگ گئے تھے لہ

اور مواہب لدنیہ مین اور فتح الباری شرح صحیح بخاری مین بروایت ابن شیبہ صرف تین بنی ہاشم اور ایک غیر بنی ہاشم کل چار ثابت قدم لکھے ہین نام یہ ہین۔ علیؑ۔ عباسؓ۔ ابو سفیان ابن حارث بنی ہاشم سے اور ابن مسعود غیر بنی ہاشم۔ سائل صاحب فرمائین آپ کے ممدوح اسوقت کس شرکت راحت یا رنج مین پیغمبرؐ کے ساتھ تھے۔

اب مین مجملاً بطور مختصر یہ دکھلا چکا کہ غزوات مین یا دیگر سفر اور حضر مین رہکر خلفاء مقبولین سائل نے کس رنج وراحت مین پیغمبرؐ کی شرکت کی اسی سلسلہ سفر مین ایک سفر وہ بھی ہے کہ جسمین صلح حدیبیہ ہوئی اور اُس مین جو کارگزاری حضرت عمر کی ہوئی ہے یعنی نبوت پیغمبرؐ پر شک کرنا اُس کو مین اوپر ایک مقام پر کنایۃً بحوالہ صفحہ صحیح بخاری لکھ آیا ہون اعادہ کرنے کی ضرورت نہین ہے۔ مین نہین سمجھ سکتا کہ جب صاف صاف ان حضرات کے حالات کے متعلق روایات واحادیث مذہب شیعہ کی تائید کتب احادیث وروایات وسیر وتواریخ اہل سنت کر رہے ہین تو پھر کس بنا پر اُن کو پیغمبرؐ کے رنج وراحت مین شریک رہنے کا فخر دیا جاتا ہے۔ مجھے تو یہ بھی نہین معلوم ہوتا کہ وہ کسی ایک صیغہ کے سکرٹری بھی ہون اُن کا پتہ اگر کہین ملتا ہے تو صرف زمرۂ فراریون مین یا اپنی ہی فوج کے دلشکنی مین یا مال غنیمت کے

لہ دیکھو استیعاب مؤلفہ امام عبد البر و معارف مولفہ علامہ قتیبہ صفحہ ۵۴۳ مطبوعہ مصر ۱۲

لوٹنے مین ۔ مین نے بہت دیکھا بھالا کہین ان اُمور کے سوا یہ پتہ نہین ملا کہ کوئی تدبیر عاقلانہ پیغمبرؐ کو ایسی بتلائی ہو کہ جو پیغمبرؐ یا دیگر مسلمانون سے تھینکس لینے کا باعث ہو جیسے کہ سلمان فارسی کی تدبیر خندق کھودے جانے کے باعث تھینکس کا ہوئی اگر سائل کسی فضیلت کا جو اُنھون نے لکھی ہین کسی کتاب سے پتہ دیتے تو بہت عمدہ بات ہوتی اور نہ ہمکو مکرر کتب کی دیکھ بھال مین وقت ضائع کرنا پڑتا۔

اب مین سرایا کی بابت بھی ایک نقشہ دکھلاتا ہون تاکہ معلوم ہو کہ کہان کہان یہ بزرگوار سالار سریہ بناکر بھیجے گئے اور کیا نتائج اس سرداری کے ہوئے۔

(دیکھو گوشوارہ صفحہ آئندہ)

گوشوارہ سرایا پیغمبرؐ

تعداد کل مہمات		۵۴
جنمین حضرت ابوبکرؓ بھیجے گئے	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	۰
	تعداد جن میں جنگ ہوئی	۱
	تعداد مقتولین	۰
	بغیر جنگ	خود فرار
جنمین حضرت عمرؓ بھیجے گئے	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	۰
	تعداد جن میں جنگ ہوئی	۱
	تعداد مقتولین	۰
	بغیر جنگ	خود فرار
جنمین عثمان غنی بھیجے گئے	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	۰
	تعداد جن میں جنگ ہوئی	۰
	تعداد مقتولین	۰
	بغیر جنگ	۰
جنمین علی مرتضیٰ بھیجے گئے	تعداد جن میں جنگ نہیں ہوئی	۳
	تعداد جن میں جنگ ہوئی	۳
	تعداد مقتولین	۲۱
	بغیر جنگ ـ	سب میں فتح کرکے پھرے

اس گوشوارہ مین حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا جو ایک ایک سریہ لکھا ہے وہ درحقیقت ایک ہی سریہ ہے اور جو سریہ بنی رملہ یا وادی الرمل کے نام سے مشہور ہے اوّلاً اسمین حضرت ابوبکرؓ بھیجے گئے جب یہ فرار کر آئے تب حضرت عمرؓ بھیجے گئے جب یہ بھی فرار کر آئے تو عمرو عاص بھیجا گیا اور یہ دونون صاحب اُسکی ماتحتی مین بھیجے گئے لیکن اُس نے بھی فرار کیا اُسکے بعد علی مرتضےٰؑ بھیجے گئے اور آپ نے فتح کیا[1]۔

گو تعداد اس سریہ کے مقتولین کی تحقیق نہین ہوئی لیکن کچھ مارے گئے کچھ بھاگ گئے اور کچھ گرفتار ہو کر مدینہ لائے گئے ہین۔ تعداد مقتولین جو درج نقشہ مین ہے وہ دیگر سریون کے مقتولین کی ہے۔

اب سائل صاحب غور فرماوین کہ ان بزرگوارون کی سرداری کا کیا نتیجہ ہوا اور یون لشکری محاورہ کا ہم بھی تسلیم کرتے ہین لیکن اُس سے کوئی فخر نہین ہو سکتا فخر کی بات یہی ہے کہ انسان کچھ کام کرے اور جو عہدۂ سرداری اُس کو ملا ہے اُس کے قابل اپنے آپ کو ثابت کر کے اُس کو برقرار رکھے نہ یہ کہ اُس سے معزول ہو کے اُسی موقع پر دوسرے افسر کی ماتحتی مین جاوے۔ اور حضرت فاروق غزوۂ فتح مکہ کے موقع پر قبیلہ بنی مصطلق مین بھی جو بنی خذیمہ کہے جاتے تھے بماتحتی حضرت خالد کے بھیجے گئے تھے جہان کہ خالد نے تعصب ہاے دیرینہ کی بنا پر باوجود اقرار کرنے مسلمان ہونے کا اُس قبیلہ کو قتل کیا تھا اور پھر جب یہ خبر آنحضرتؐ کو پہونچی تو آپ نے خدا سے عرض کی کہ مین اس فعل خالد سے بری ہون اور علی مرتضےٰؑ بھیجے گئے اور خالد کو آپ نے جا کر معزول کیا اور دیت دی[2]۔

سائل صاحب مخاطب غزوات و سفر و حضر یعنی اپنے ممدوحین کو پیغمبرؐ کے ساتھ رہنے سے یہ شرف بھی عطا کرتے ہین کہ وہ آپ کے فیض صحبت سے مستفید و مستفیض ہوئے

---

[1] روضۃ الصفا جلد دوم صفحہ ۱۶۶ حبیب السیر قلمی ورق نمبر ۲۷ و معارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۹۷ مطبوعہ لکھنؤ

[2] دیکھو خمیس و سیرت ابن ہشام جزو ثالث۔

علوم نبوّت کی تعلیم پاکر خیر امت کے رہنما اور پیشوا کھلائے ۔ اُستادِ عالم نے اخلاق و ملکات وتجلیہ و تحلیہ کیا ۔ اوصاف و اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف ہوئے ۔ صفات ضمیمہ اور خواہشات نفسانی سے پاک وصاف ہوگئے"

حقیقت مین ہر شخص کو پیغمبرؐ کی صحبت سے وہی صفات حاصل کرنا زیبا تھے جن صفات سے ہمارے سائل صاحب ممدوح نے اپنے ممدوحین کو ناحق متصف کیا ہے جو بہت ہی قابل افسوس ہے درحقیقت جن لوگونکی ساری عمر جاہلیت مین کٹ گئی ہو اور جو لوگ کہ پیغمبرؐ کی تلقین پر ایمان نہ لائے ہون بلکہ اخبار کاہنین پر کامل عقیدہ رکھنے والے ہون اور اُنھین کی پیشین گوئیون کے منتظر وقت رہنے والے ہون اُن پر ہرگز ان صفات کا اطلاق نہین ہوسکتا ۔

مین ابتداءً جہان سُنی شیعون کے خدا اور پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے خلفاء کو بتلا آیا ہون وہان علاوہ اُن کی دیرینہ عادت جاہلیت کے نہ چھوٹنے اور عمل مے نوشی وغیرہ کے عادی رہنے کے حضرت ابو بکر کے اُس اقرار کو بھی لکھ آیا ہون جو اُنھون نے اپنے اوپر شیطان کے مسلط ہونے کا فرما کر اُس کے مسلط ہونے کا وقت بھی بتلایا ہے اور اسی راست گوئی کی صفت نے اُن کو عجب نہین کہ صدیق کا لقب دیا ہو علاوہ اس کے حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کا (جن کے ہمارے شفیق سائل اگر مقلد نہ ہون گے تو اُنکو اپنا ایک عالم دین تو ضرور ماننے والے ہونگے) وہ ریویو بھی ابن جزلہ کی مختصر تاریخ بغداد سے کہ جو اس وقت بھی ہماری میز پر موجود ہے لکھ آیا ہون جو اُنھون نے حضرت ابو بکر کے ایمان کے متعلق دیا ہے اگرچہ عادات جاہلیت کا اسلام کے بعد بھی اُن کا جاری رکھنا اور اقرار تسلط شیطان اور حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کا اُس اقرار کی تائید کرنا ذی علم سائل کے دعوے کے ڈسمس کرنے کو کافی ہے لیکن اُن کی خاطر سے بطور نوٹ چند اور شہادتین بھی سہی ۔ جس سے معلوم ہو کہ کس قدر ان بزرگوارون نے علم نبوّت کو پیغمبرؐ سے لیا

اور کس قدر اُستادِ عالم نے یا کس قدر علم پیغمبر اُن کے سینہ مین تھا تاکہ جن لوگون سے ہمارے ذی علم سائل کا مقصود خیر امت سے ہے اُن کے ایمان اپنے رہنما اور پیشواؤن کی علالتین اور اوصاف سُن سُن کر اور تازہ ہون اور ہمارے سائل صاحب کو دعائے خیر سے یاد کرین کہ وہی اصلی باعث اس یاد کے تازہ کرنے کے ہوئے۔

علم حضرت ابو بکر

(۱) حضرت ابو بکر نے ایک مرتبہ چور کا بایان ہاتھ کٹوا دیا۔ علمائے اہل سنت نے قبول کیا ہے کہ یہ حکم خلاف حکم خدا اور رسول تھا اور وجہ لاعلمی بھی قبول کی گئی ہے۔ (دیکھو شرح مشکوۃ شاہ عبدالحق۔ وتلویح شرح توضیح علامہ تفتازانی و شرح ہدایہ ابن الہمام)

(۲) حضرت ابو بکر نے فجاء اسلمی جو مسلمان تھا آگ مین جلوا دیا اور یہ حکم خلاف حکم رسول تھا علمائے اہل سنت نے حضرت ابو بکر کی غلطی تسلیم کی ہے (دیکھو شرح نہج البلاغۃ و شرح تجرید قوشجی۔ و فتح الباری شرح صحیح بخاری و استیعاب امام عبد البر۔ و مستقصی علامہ زمخشری و تاریخ طبری و کامل ابن اثیر و مواقف عضدی)

(۳) کنز العمال مین منقول ہے کہ خالد نے حضرت ابو بکر کو تحریری رپورٹ بھیجی کہ ایک شخص نے ایک لونڈے (طفل) سے مثل عورتون کے نکاح کیا ہے۔ حضرت ابو بکر نے جملہ صحابہ کو جمع کر کے اپنی لاعلمی اس مسئلہ مین بیان کی۔ علی مرتضےٰ نے فرمایا کہ یہ ایسا گناہ ہے کہ سوائے ایک امت کے اور کسی نے یہ عمل نہین کیا ہے اُس کو آگ مین جلانا چاہیے چنانچہ حضرت ابو بکر نے یہی خالد کو لکھ بھیجا۔ دیگر علمائے اہل سنت نے بھی قبول کیا ہے کہ اس لوطی کو بموجب ارشاد علی مرتضےٰ حضرت ابو بکر نے جلوایا جس سے اُن کا جاہل مسئلہ ہونا ثابت ہے (صواعق نصر اللہ کابلی)

(۴) حضرت ابو بکر کلالہ کو نہین پہچانتے تھے اور نہ وہ مسئلہ میراث جدّہ کا جانتے تھے

اور یہ لاعلمی اور جاہل مسائل ہونا اُن کا ایسا شدید ہے جس پر کوئی غلط پہلو بھی توجیہ کا نہین نکل سکتا اور اسی وجہ سے قبول کیا گیا ہی کہ اہل سنت کے نزدیک امام کے لیے علم تمامی احکام کا شرط نہین ہے اخبار کو ڈھونڈھ کر اجتہاد کر سکتا ہو۔ (دیکھو تحفہ اثنا عشری)

اس مقام پر ہمکو اس اعتقاد اہل سنت پر یہ راے دینے کی ضرورت نہین ہے کہ وہ اعتقاد کیا وقعت رکھتا ہے مگر یہ امر غور طلب ضرور ہے کہ علم ہی باعث فضل و شرف انسان ہی اور جو شخص کہ دوسرے سے سیکھنے کا محتاج ہو نہ اُس کی نسبت علوم پیغمبرؐ کا عالم ہونا قبول کیا جا سکتا ہی اور نہ اُستاد عالم بننے کا اُس پر لقب موزون ہو سکتا ہی

(۵) حضرت ابوبکرؓ کے ایام خلافت مین راس جالوت (عالم یہود) آیا جمعہ کا دن تھا حضرت ابوبکرؓ مع حضار مسجد مین اجلاس فرما رہے تھے۔ اُس نے پوچھا کہ وصی رسولؐ کہان ہین لوگون نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا اور اُس نے آکر اُن سے چند سوالات پوچھے جنکو سُنکر کبھی آپ معاذ کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی ابن مسعود کی طرف۔ راس جالوت نے جب یہ تماشا دیکھا اپنے ساتھیون سے کہا کہ وصی نبیؐ ایسا نہین ہو سکتا۔

حضرت سلمان فارسی نے کہ جو راسِ جالوت کے ہمسفر تھے اور عبرانی سمجھتے تھے راسِ جالوت اور اُس کے ہمراہیون کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اے قوم اُٹھ کھڑے ہو اور ایسے شخص کے پاس چلو کہ اگر اُس کے لیے مسند بچھائی جاوے تو وہ درمیان اہل توریت کے بروے توریت اور اہل انجیل کے بروے انجیل اور اہل زبور کے بروے زبور اور اہل فرقان کے بروے فرقان حکم کرے۔

---

(۶) حضرت ابوبکرؓ عمہ اور خالہ کی میراث کے مسئلہ سے بھی قطعی نابلد تھے اور کہا کرتے تھے

لہ دیکھو زین الفتیٰ عاصمی۔

تھے کیا اچھا ہوتا اگر مین اس مسئلہ کو پیغمبر خدا سے دریافت کرتا (کنز العمال)

(۷) ابوبکر قریب زمانہ اپنی وفات کے چند باتون پر افسوس کیا کرتے تھے منجملہ اُسکے ایک یہ کہ کاش مین رسولؐ خدا سے پھوپی اور خالہ کی میراث کا مسئلہ پوچھتا (کنز العمال)۔

(۸) امام عبدالبر استیعاب مین لکھتے ہین کہ "حضرت ابوبکرؓ کے پاس دادی اور نانی واسطے تصفیہ میراث کے آئین اُنھون نے چھٹا حصہ نانی کو دلوا دیا اور عبدالرحمن ابن سہل نے اس حکم خلیفہ صاحب کو تبدیل کرایا" مین کہتا ہون کہ اس موقع پر عبدالرحمن اگر اصلاح نکرتا تو آپنے لوگون کے حق کا میراث مین اتلاف ہی کر دیا تھا۔

(۹) علامہ سیوطی کی تاریخ الخلفا صفحہ ۲۹-۱ اور نیز کنز العمال و ریاض النضرہ اور ازالۃ الخفا وغیرہ مین منقول ہی کہ "جب حضرت ابوبکرؓ کو کوئی حکم کتاب خدا مین نہ ملتا تھا تو دوسرون سے حدیث پوچھتے پھرتے تھے اور اگر حدیث بھی نہین ملتی تھی تو اپنی رائے سے حکم دیتے تھے" جس سے ظاہر ہی کہ رسولؐ کا علم اُنکے سینہ مین بہت ہی کم تھا۔

(۱۰) ذخائر العقبیٰ مین حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس چند یہودی آئے اور اُنھون نے اُن سے اوصاف پیغمبرؐ دریافت کیے جواب مین آپنے فرمایا کہ اے لوگو بالتحقیق کہ مین پیغمبرؐ کے ساتھ غار مین ایسے تھا جیسے کہ میری دونون اُنگلیان اور بالتحقیق کہ مین اُنکے ساتھ کوہ حرا پر بھی چڑھ گیا اور اُس وقت میری اُنگلی اُنکی اُنگلی مین تھی۔ یہ سب کچھ سہی مگر اُن سے حدیث امر شدید ہے اور یہ علی ابن ابیطالب کا ہی حصہ ہے پس وہ یہودی علیؑ مرتضیٰ کے پاس آئے اور آپ نے اُنکو قابل اُنکے اطمینان کے جواب دیئے۔

میرے معزز سائل مخاطب آپ نے غور کیا یہ کیا مزے کی بات ہی کہ ظاہری ساتھ پیغمبر کا آپ کے ممدوح نے کس لطف و خوبی سے ادا کیا ہی لیکن باطنی علم ظاہر کرنے

کے لیئے انگوٹھا دکھادیا۔ اور یہ بھی خود مقر ہوگئے کہ علم باطنی جو کچھ ہی وہ علیؑ کو ہی ہمارے پاس کچھ نہین۔

(۱۱) ایسے ہی زین الفتیٰ مین بہ سلسلہ تفسیر سورۂ ہل اتی " ایک یہ بھی روایت نقل کی گئی ہے کہ " جب حضرت ابو بکرؓ یہود کے سوالات کے جوابات سے عاجز آگئے تو یہ کہکر کہ یہ زندیقیون کے سوال کرتا ہی اُسپر اُنھون نے حملہ کا قصد کیا کہ حضرت ابن عباس نے روکا اور کہا کہ اگر تم جواب دے سکتے ہو تو جواب دو ورنہ اُس شخص کے پاس لیجاؤ کہ جو جواب دے چنانچہ اُس یہودی کو علی مرتضیٰؑ کے پاس لائے اور علی مرتضےٰ اُس واقعہ کو سُنکر ہنسے اور آپ نے اُسکو اُسکے ہر سوال کا جواب دینا شروع کیا جس کی وہ تصدیق کرتا جاتا تھا تا آنکہ جواب کامل ملنے کے بعد اُس نے خدا کی وحدانیت پیغمبرؐ کی رسالت اور علی مرتضیٰ کے برحق امامت کی گواہی دی اور مسلمان ہوا اور لوگ اُس وقت علی مرتضیٰ کو " یا مفرج الکرب " کہتے تھے۔ یہانتک مین نے حضرت ابو بکرؓ کا دیگر مسائل مین جاہل ہونا بیان کیا گو وہ مسائل ماخوذ اور مستنبط کیے ہوئے قرآن سی قرار پاسکتے ہین تاہم اب مین یہ دکھلاتا ہون کہ خاص کتاب خدا کے وہ کسقدر عالم تھے۔

(۱۲) اتقان مین علامہ سیوطی نے لکھا ہی " فانا الخلفاء فاکثر من روی عنہ منہم علی رضؓ ابن ابی طالب والروایت عن الثلاثہ نزرۃ جداً " جس کا ماحصل یہ ہی کہ منجملہ خلفاء اربعہ کے جو کچھ کہ تفسیر مین روایت ہی وہ علی ہی سے ہی باقی خلفاء ثلثہ سے بہت کم "۔ اس کی تائید شاہ عبدالعزیز صاحب بھی فرماتے ہین۔

(۱۳) پھر علامۂ موصوف اتقان مین بسلسلۂ تفسیر جو کچھ کہ حضرت ابو بکرؓ سے لیا گیا اُسکی تعداد دس تک بھی پہونچنا نہین بتلاتے ہین چنانچہ تاریخ الخلفاء (صفحہ ۲۹) مین صاف اُنکی تعداد (۶) آیات بتلائی ہین۔

(۱۴) ہمارے اِس زمانہ کے محقق پروفیسر شبلی نعمانی نے بھی کتاب سیرۃ النعمان مین

جو کچھ نہایت کم تعداد کہ خلفاے اولین سے منقول قبول کی ہی اُس کی تعداد کی نسبت قزلباش صاحب ریویو نے کیا خوب یہ فقرہ لکھا ہی "کہ اُن کا شمار اُنگلی کے پورون پر ہو سکتا ہے۔

(۱۵) حضرت ابوبکرؓ سے لفظ کلالہ کا جو قرآن مین ہی مطلب پوچھا گیا تو یہ جواب دیا "انی سا قول فیہا برائی فان یکن صواباً فمن اللہ۔ وان یکن خطاء فمنی ومن الشیطان" حاصل جسکا یہ ہی کہ مین جو جواب دیتا ہون اگر وہ باصواب ہی تو خدا کی طرف سے ہے اور باخطا ہی تو وہ میری اور یا شیطان کی طرف سے ہے" (دیکھو تاریخ الخلفا صفحہ ۶۵ طبع لاہور)

یہ ارشاد بھی مؤید اُسی قول کا ہی جس مین شیطان کا اپنے اوپر مسلط ہونے کا اِن بزرگ نے اقرار کیا ہی مگر یہان اِس قدر تجاوز کیا گیا ہی کہ شیطان اور اپنے آپ کو ایک ہی درجۂ خطا مین شامل فرمایا ہی۔

(۱۶) علامۂ سیوطی اتقان مین تحریر فرماتے ہین کہ "حضرت ابوبکرؓ سے جب اِس قول خدا کے معنی پوچھے گئے "وفاکہۃ وابا" تو فرمایا کہ کونسا آسمان مجھ پر سایہ ڈالیگا اور کونسی زمین مجکو اُٹھائے گی جبکہ مین خدا کی کتاب مین اپنی راے سے وہ چیز کہ جسکو مین نہین جانتا ہون کہون۔

اب مین حضرت ابوبکرؓ کا جاہل مسائل یا کتاب خدا کا غیر عالم ہونا بقدر ضرورت بطور مختصر دکھلا چکا جس سے اس امر کا کافی ثبوت پیدا ہو سکتا ہی کہ علم کتاب خدا یا یون کہو کہ علوم نبوت کسقدر اُن کے سینہ مین تھا اب مین بطور مختصر حضرت ابوبکرؓ کے اعلی لیاقت والے خلیفۂ ثانی کا بھی علم دکھلاتا ہون۔

علم حضرت عمرؓ

(۱) حضرت عمرؓ نے ایک زن حاملہ کو جس نے زنا کا اقرار کیا تھا رجم کا حکم دیا

اور علی مرتضیٰؑ نے اور معاذ نے تنبیہ کی۔ کہ جسپر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عاجز آگئین عورتین کہ جنین دوسرا مثل علیؑ یا معاذ کے۔ اور یہ بھی کہا کہ اگر علیؑ یا معاذ نہ ہوتے تو مین ہلاک ہوجاتا۔ (دیکھو فواتح علامہ میبندی و سنن ابی داؤد)

علماے اہل سنت نے اس واقعہ کو اسی طرح سے قبول کیا ہی اور اُنکی تحریر اور اقبال سے یہ بھی واضح ہوتا ہی کہ "حضرت عمرؓ حمل سے بے علم نہین تھے" (دیکھو شرح مواقف و کنز العال و رجال مشکوٰۃ شیخ عبد الحق در ترجمہ معاذ و سید شریف در شرح فرائض سراجی و ذخائر العقبیٰ۔

ان روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ "وہ عورت اپنے شوہر سے دو برس پوشیدہ رہی تھی اور جب آئی تھی تو حمل سے تھی اور اُسکو خلیفہ صاحب کے پاس لے گئے تھے اور خلیفہ صاحب کو اُنکے حکم کی تعمیل سے جو روکا گیا تو یہ کہکر۔ کہ تمھارا تسلط اُسپر ہے تو جو اُسکے شکم مین ہی۔ اُس پر کچھ تسلط نہین ہے" یعنی بچہ کا کیا قصور ہے جو شکم مین ہے۔ اگر اس حمل عورت سے حضرت عمرؓ لاعلم ہوتے تو روکنے والے یہی کہتے کہ وہ حاملہ ہے اور خلیفہ صاحب جواب مین یہ فرماتے کہ مجھکو اُس کے حمل کا علم نہ تھا اور مسئلہ مین جانتا ہون" جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حمل سے وہ لاعلم نہ تھے محض جاہل مسئلہ تھے۔

حضرت عمرؓ کو چاہیے تھا کہ وہ عورت سے پوچھ لیتے آیا وہ حمل سے تو نہیں ہے؟ کیونکہ حمل مانع رجم ہی جیسا کہ صاحب مغنی نے قبول کیا ہی اُس جگہ جہان کہ اُنھون نے توجیہہ قول حضرت عمرؓ کی کی ہی کہ اُنکا ارادہ اُس قول سے اپنی تقصیر کا دریافت حال عورت مین ہی۔

اور ابن ابی الحدید نے یہ راے دی ہے کہ "عورت سے حمل کا نہ پوچھنا ایک قسم کی خطا ہی"

امام فخرالدین رازی کتاب اربعین مین یہ رائے ظاہر کرتے ہین کہ "اگر حضرت عمرؓ کی نسبت یہ گمان کیا جائے گا کہ اُنھون نے عورت کو بغیر تفتیش رجم کا حکم دیدیا تھا تو حضرت عمرؓ کو بالتحقیق یہ گمان ہوگا کہ وہ حمل سے نہین ہی لیکن جبکہ اُنکو سنگسار کرنے پر تنبیہ کی گئی تو مقتضا اُس کا ہم یہ کہتے ہین کہ عمرؓ خون بہانے مین احتیاط نہین کرتے تھے گویا امر پہلی بات سے زیادہ بد ہے"

حضرت عمرؓ کا جاہل مسئلہ ہونا اور نفس کُشی مین بے احتیاط ہوتا اُس روایت سے بھی ظاہر ہوتا ہی جو بسلسلہ بحث اجماع توضیح مین مذکور ہی اور وہ یہ ہی۔

(۲) "تحقیق حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو پٹوایا کہ جسکے رحم مین بچہ تھا جو ساقط ہوگیا پس صحابہ سے مشورہ کیا صحابہ نے یہ رائے دی کہ تم پر تاوان نہین ہی لیکن علی مرتضیٰؑ نے ارشاد فرمایا تمکو ضرور تاوان دینا چاہیے" جیسے کہ حضرت عمرؓ نے حاملہ کو رجم کا حکم دیا تھا ویسے ہی ایک مجنونہ زانیہ کو سنگساری کا حکم دیا تھا کہ علیؑ مرتضیٰ نے روکا اور فرمایا کیا تم نہین جانتے کہ تین شخص مرفوع القلم ہین (۱) ایک سوتا ہوا جب تک کہ بیدار نہ ہو۔ (۲) بچہ جب تک کہ جوان نہ ہو۔ (۳) مجنون جب تک کہ اچھا نہ ہو۔ یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے وہی کلمہ ارشاد فرمایا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا (دیکھو فواتح میبذی و سُنن ابی داوٗد۔ واستیعاب امام عبدالبر۔ زین الفتیٰ عاصمی وفصل الخطاب)

اِس معاملہ مین یہ بحث نہین ہوسکتی کہ حضرت عمرؓ جاہل حادثہ تھے اور جاہل مسئلہ نہ تھے کیونکہ جب مجنونہ سامنے آئی ہوگی تو اُس کا جنون پوشیدہ نہین رہا ہوگا اگر یہ خیال کیا جاوے کہ اُسکی حالت ہر وقت جنون کی نہین رہتی تھی اور عارضہ بطور دورہ واقعہ ہوتا تھا تو یہ بھی روایت سے نہین پایا جاتا کہ کسی ماہر فن طب سے تحقیق کے بعد اپنے حکم کو منسوخ کیا تھا بلکہ یہ ثابت ہی کہ بمجرد علم مسئلہ کے اپنے حکم کی تعمیل سے باز رہے۔ سُنن ابی داوٗد مین یہ بھی مذکور ہی کہ "لوگون سے مشورہ کرنے کے بعد رجم کا حکم دیا

تھا اور جب جلاد اُسے لیے جاتے تھے اور علیؑ مرتضیٰ راستہ مین ملے اور دریافت پر اُنھون نے کہا کہ یہ اُس قبیلہ کی مجنونہ ہی تو علیؑ مرتضےٰ نے فرمایا کہ واپس لیچلو اور حضرت عمرؓ سے آکر وہ کہا جو اوپر مذکور ہوا۔" اس سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ اُس قبیلہ کی مشہور مجنونہ تھی اور گرفتار کنندہ اُسکے مجنونہ ہونے سے خبردار تھے۔ اور اِس سے بھی حضرت عمرؓ کا جاہل مسئلہ ہونا ثابت ہوتا ہی نہ جاہل حادثہ۔

(۳) حضرت عمرؓ حد شرب خمر سے بھی جاہل مسئلہ تھے اور لوگون سے مشورہ کر کے اسکی حد مقرر کی دیکھو تبیان الحقایق شرح کنز الدقائق وصحیح مسلم کتاب الحدود م

(۴) کنز العرفان اور ازالۃ الخفا مین بروایت حاکم لکھا ہے کہ "جب قدامہ نے شراب پی اور اُس پر حضرت عمرؓ نے حد جاری کرنا چاہا تو اُسنے قرآن سے واسطے جاری کرنے حد کے استدلال چاہا اور حجت پیش کی۔ امام ابن تیمیہ منہاج السنہ مین لکھتے ہین کہ حضرت عمرؓ اُس کی حجت کا جواب نہین دے سکے۔ اور یہ آیت پڑھی تھی "لیس علے الذین آمنو وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا وآمنوا" حاصل ترجمہ یہ ہے کہ اُن لوگون پر جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے جنھون نے کچھ گناہ نہین کیا اُس چیز مین جو اُنھون نے کھائی جس وقت کہ وہ پرہیزگار ہو گئے اور ایمان لائے" قدامہ مہاجرین اولین اور بدری تھا لیکن اُس کو ابن عباسؓ یا علیؑ نے جواب دیا اور جب عمرؓ نے حد دریافت کی تو علی مرتضےٰ نے (۸۰) کوڑے بتلائے۔ اِس روایت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے قرۃ العینین مین بھی زیادہ تصریح کے ساتھ لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ چالیس کوڑے لگوایا کرتے تھے اور بہت تصریح کے ساتھ اِس واقعہ کو حریری صاحب مقامات نے بھی کتاب درۃ الغواص فی اوہام الخواص مین لکھا ہی بہرحال دونون خلفاء ذیشان کی لاعلمی اس مسئلہ سے اُنکے

علماے کرام ظاہر کرتے ہین۔

(۵) حضرت عمرؓ مسئلہ دیت املاص (خونبہا سقوط حمل) کا نہین جانتے تھے اور منبر پر کھڑے ہوکر لوگون سے پوچھا تو حمل ابن مالک نے بتایا جسپر حضرت عمر نے اپنی بیجائی سے ناواقفیت کا اظہار فرمایا اور یہ بھی کہا کہ اگر مجھے یہ مسئلہ معلوم نہ ہوجاتا تو اِس کے خلاف حکم دیا کرتا۔ (دیکھو کنز العمال ازالۃ الخفا مستدرک حاکم وجمع بین الصحیحین ابونعیم)

(۶) حضرت عمرؓ حلے کعبہ (زیورات) کچھ اور اُس کا مال ومتاع لیکر خرچ کرنا چاہتے تھے اور اُس کے عدم جواز کے مسئلہ سے ناواقف تھے مگر علیؑ مرتضٰے نے بتلایا (دیکھو کتاب ربیع الابرار علامہ زمخشری وعرف الوردی علامۂ سیوطی وصحیح بخاری باب کسوت الکعبہ)

(۷) ایک روز ایک عورت حضرت عمرؓ کے اجلاس مین اس جرم مین پیش ہوئی کہ اُسکا حمل چھہ ماہ مین وضع ہوا تھا حضرت عمرؓ نے سنگساری کی سزا کا حکم دیا۔ پھر اِس معاملہ کی علیؑ مرتضٰے کو اطلاع دی گئی آپ نے ممانعت کی کہ ہرگز سنگسار نہ کیجاوے جب علی مرتضٰےؑ پہونچے تو آپ نے حضرت عمرؓ کے دریافت پر اول یہ آیت پڑھی۔ والوالدات یرضعن اولادھن حولین کاملین اور پہر دوسری آیت حملہ وفصالہ ثلثون شہرا پڑھی اور فرمایا کہ چھ ماہ مدت حمل قرار پاتی ہے۔ (دیکھو ذخائر العقبیٰ

اگر علیؑ مرتضٰے سے یہ معاملہ رجوع نہ کیا جاتا تو ناحق وہ عورت سنگسار کیجاتی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو خود بھی اپنے حکم پر اطمینان نہ تھا جب ہی علی مرتضیٰؑ کو خبر پہونچائی گئی ہر صورت سے اونکا جاہل مسئلہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۸) ایک روز حضرت عمرؓ نے حضار سے دریافت کیا کہ غلام کتنے نکاح کرسکتا ہے سب خاموش رہے علی مرتضٰےؑ ایک چادر اوڑھے بیٹھے تھے بالخصوص اون سے دریافت کیا کہ اے صاحب معافری اردا، آپ سے دریافت کرتا ہون بتلائیے آپنے فرمایا کہ دو نکاح کرسکتا ہے

(دیکھو ریاض النضرہ و مناقب اخطب خوارزم)

(۹) ایک مرتبہ کچھ مال حضرت عمرؓ کے پاس جمع ہو گیا تھا اوسکو تقسیم کیا اور کسی قدر باقی رہا چونکہ مال تقسیمی تھا حضرت عمرؓ نے لوگون سے پوچھا کہ اس مال کا کیا کیا جاوے سب نے کہا کہ بدستور جمع رہے اور ضرورت کے وقت کام آوے۔ علی مرتضےؑ خاموش بیٹھے رہے جب خلافت مآب نے علی مرتضےؑ سے کہا کہ آپ نے اِس مسئلہ مین کچھ ارشاد نہین کیا۔ فرمایا کہ مجھسے پوچھتے ہو تو جو مال تقسیمی ہے وہ تقسیم ہونا چاہئے حبس نہین کرنا چاہیئے چنانچہ تقسیم کیا گیا۔ (دیکھو کنز العمال و ذخائر العقبیٰ)

(۱۰) کنز العمال مین ایک عجب یہ واقعہ لکھا ہے کہ "ایک روز حضرت عمرؓ نے لوگون سے یہ ظاہر کیا کہ میری کنیز میرے سامنے سے گذری اور مین نے اوسے نظر شوق سے دیکھا اور فوراً پینچ ہو گیا حالانکہ مین صائم تھا۔ سب نے سنکر اس امر مین فتویٰ دینا ایک امر عظیم جانا۔ علی مرتضےؑ سنتے رہے اور مسئلہ نہین بتلایا مگر جبکہ حضرت عمرؓ نے بالتخصیص اون سے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ تمنے جماع ایسی عورت سے کیا ہے جو تمپر حلال ہے مگر حالت صوم مین یہ حرکت ناواجب اور مبطل صوم ہو گئی چاہیئے کہ روزہ اور رکھو"

(۱۱) محمدؒ ابن زبیر سے مروی ہے کہ "مین نے مسجد دمشق مین ایک مرد معمر خمیدہ کمر کو دیکھا دریافت پر معلوم ہوا کہ غزوہ یرموک مین شریک جنگ تھا اوس سے کوئی حدیث بیان کرنے کی استدعا کی گئی۔ اُس نے حالت احرام مین شتر مرغ کے انڈے شکست ہو جانا بیان کر کے کہا کہ جب ہم واپس آئے اور حضرت عمرؓ سے مناسک حج بیان کئے وہ ہمکو لیکر پیغمبر خداؐ کے حجرہ مین آئے دق الباب کیا اور حضرت عمرؓ نے علی مرتضیٰؑ کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ کسی نخلستان مین ہین خلیفہ صاحب ہمکو ساتھ لئے ہوئے علی مرتضیٰؑ کے پاس وہین پہونچے اور اُن سے صورت مسئلہ بیان کی علی مرتضےؑ نے فرمایا کہ جس قدر انڈے ٹوٹے ہون اوسی قدر اونٹون کے بچے ہدی کر کے بھیجدو یہ سُنکر حضرت عمرؓ بولے کہ الٰہی کوئی وقت مجھپر ایسا نگرنا کہ ابو الحسنؑ میرے

پاس ہون۔ (دیکھو ذخائر العقبیٰ وکنز العمال تاریخ ابن عساکر)

(۱۲) ایک مرتبہ ایک چور گرفتار ہوا جو سزا یافتہ سابق کا تھا یعنی اُس کا ایک پیر اور ایک ہاتھ کٹا ہوا تھا حضرت عمرؓ نے اُس کے دوسرے پیر کے کاٹے جانے کا بھی حکم دیا لیکن علی مرتضےٰؑ نے سورہ مائدہ کی ایک آیت پڑھکر اُس حکم کو منسوخ کرایا اور قید کی سزا دیگئی (کنز العمال)

(۱۳) ایک روز حضرت عمرؓ کو یہ اطلاع ملی کہ زید ابن ثابت اپنی راے سے غسل جنابت کے فتوے دیتا ہے۔ زید بُلائے گئے خلیفہ صاحب نے اوسکو عدوے نفس کہکر تہدید کی جواب مین اُنہنے کہا کہ مین نے اپنے مسلمان بھائیون سے ایک مسئلہ سُنا تھا اوسی کو بیان کیا ہے اور دریافت پر جسکی زبانی وہ مسئلہ سُنا تھا اُن کے نام بھی تبلائے منجملہ اون کے ایک بزرگوار رفاعہ اوس صحبت مین موجود تھے حضرت عمرؓ اونکی طرف متوجہ ہوئے تو اونہون نے کہا کہ ہان مجھے جب کبھی زمان آنحضرت مین اتفاق جماع کرنے کا ہوتا تھا اور منزل نہوتا تھا تو غسل نہین کرتا تھا نہ خدا کی طرف سے کوئی ممانعت آئی اور نہ رسولؐ کی طرف سے اور یہ مجکو معلوم نہین کہ پیغمبرؐ خدا اِس سے واقف تھے یا نہین حضرت عمرؓ نے مہاجر و انصار کو جمع کرکے صورت مسئلہ بیان کی سب نے یہ رزولیوشن پاس کیا کہ اگر فارغ نہو تو غسل جنابت واجب نہین ہے لیکن علی مرتضیٰؑ نے اس سے اختلاف کرکے یہ فرمایا کہ قطع نظر اِس کے کہ شخص فارغ ہو یا نہو لیکن بعد دخول غسل واجب ہوگا۔ معاذ نے اسکی تائید کی اور یہی پاس ہوا۔ (دیکھو کنز العمال وکذا فی جمع الجوامع)۔

(۱۴) ریاض النضرہ مین لکھا ہے کہ اذنیہ عبدی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ عمرہ کہان سے کیا جاوے جسکے جواب مین وہ ساکت رہے اور اوسکو علی مرتضیٰؑ کے پاس لائے اور آپ نے سائل کا جواب دیا۔

(۱۵) حضرت عمرؓ کو وہ سورے کہ نماز عیدین مین پڑھے جاتے ہین وہ معلوم نہ تھے ابو واقد لیثی نے بتلائے۔ (دیکھو صحیح مسلم باب مایقرء فی عبادۃ العید)۔

(۱۶) حضرت عمرؓ شکیات نماز مین جاہل مسئلہ تھے عبد الرحمن ابن عوف نے بتلایا۔

(دیکھو ازالۃ الخفا باب فقہیات عمر)

واضح ہو کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ازالۃ الخفا مین یہ صاف راے دی ہے کہ اور بہت سی ایسی صورتین ہین کہ جنکا احصا نہین ہو سکتا یعنی جن مین حضرت عمرؓ سے خطا اور غلطی ہوئی اور دوسرون نے اونکو متنبہ کیا ۔

ان واقعات پر ہمارے نامی رسالہ روشنی کے ضمیمہ جلد سال اول مین یہ راے دی گئی ہے کہ وہ ایسے مسائل اکثر کتاب کنز العمال ۔ اور کتاب الروض الانف اور سنن ابی داؤد اور کتاب زاد المعاد ابن القیم اور ذخائر العقبیٰ ۔ اور استعیاب امام عبد البر ۔ و ازالۃ الخفا و ریاض النضرہ ۔ و مودۃ القربیٰ ۔ و تفسیر در منثور سیوطی ۔ و جذب القلوب ۔ و تاریخ ابن خلکان ۔ و تاریخ یافعی ۔ و قرۃ العینین مولفہ شاہ ولی اللہ ۔ و تفسیر کبیر امام رازی ۔ و شرح مختصر الاصول اور شرح موطا ملا علیؒ قاری اور دیگر معتبر اہل سنت سے کہ جنکی لسٹ سے بھی طول ہوا جاتا ہے دستیاب ہو سکتے ہین جنکا تعلق میراث اور تقسیم اور حد سارق اور طلاق اور طہارت اور ہر قسم کے مسائل فقہ سے ہے ۔ ایسی روایات ایک اعلیٰ درجہ کی لاعلمی اور ناواقفیت اور جاہل مسئلہ ہونا ممدوحین سائل کا بخوبی ظاہر کرتی ہین ۔

اسکے بعد مجھے زیادہ حضرت عمرؓ کے جاہل مسائل ہونے کا اظہار غیر ضروری معلوم ہوتا ہے لیکن چونکہ انہین بزرگ نے پیغمبرؐ خدا کو وقت وفات کتابت نہین لکھنے دی اور فرمایا کہ ہمکو کتاب خدا کافی ہے [1]

تو صرف مین چند واقعات اور لکھتا ہون کہ جن کا تعلق کتاب خدا سے ہے اور اوس سے معلوم ہوگا کہ کس قدر کتاب خدا کے وہ عالم تھے یا کس قدر ان مین قابلیت کتاب خدا کے عالم ہونے کی تھی ۔

صاحب زین الفتیٰ عاصمی نے ابو طفیل سے ایک طولانی روایت نقل کی ہے ۔ راوی

---

[1] صحیح بخاری صفحہ ۶۴۸ مطبوعہ دہلی ۔

کہتا ہے کہ ”ہم چند شخص عہد خلافت دوم مین خلیفہ صاحب کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک یہودی نے آکر کہا کہ مین اولاد ہارون سے ہون تم مین کون ایسا شخص ہے جو تمھارے نبیؐ کی کتاب سے کما حقہ علم رکھتا ہو حضرت عمرؓ نے علیؑ ابن ابیطالب کی طرف اشارہ کیا چنانچہ جو کچھ اوسنے سوالات علیؑ مرتضےٰؑ سے کئے آپ نے جواب دیا اور وہ فی الفور مسلمان ہوگیا“

جیسے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اقرار کیا تھا کہ مین علوم نبوت کو کچھ نہین جانتا ایسے ہی اس واقعہ سے حضرت عمرؓ کا یہ اقرار تسلیم کرنا چاہئے کہ علوم نبوت علیؑ کے سینہ مین ہین۔

(۱۷) ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ مین حمد کو تو سمجھتا ہون کہ ایک دوسرے کی حمد کیا کرتا ہے اور لا الہ اللہ کو بھی سمجھتا ہون اسلئے کہ سوائے خدائے واحد کے مین نے اور خداؤن کی بھی پرستش کی ہے۔ اور اللہ اکبر کو بھی مین سمجھتا ہون اس واسطے کہ مین نماز مین تکبیر کہتا ہون مگر سبحان اللہ کو مین نہین جانتا[1] چنانچہ علیؑ مرتضےٰؑ نے اونکو بتلایا۔ (دیکھو ازالۃ الخفا و کنز العمال)

(۱۸) حضرت عمرؓ حمد کے بھی معنی نہین جانتے تھے اوسکو بھی علی مرتضیٰؑ نے بتلایا۔ (دیکھو تفسیر در منثور سیوطی در تفسیر سورۂ حمد روایت ابو حاتم)۔

ایسے ہی ”او یاخذھم علی تخوف“ مین ”تخوف“ کے معنی نہین جانتے تھے بنی ہذیل کے ایک پیر مرد نے بتلائے تھے۔ (دیکھو تفسیر کشاف علامہ زمخشری و رسالہ السہم المعترض فی قلب المعترض مؤلفہ علامہ محب الدین بن تقی الدین حنفی)۔

(۱۹) سورۂ رعد پارہ ۱۳۔ رکوع نہم مین جو ”عدن“ کا لفظ آیا ہے اوسکے معنی بھی خلیفہ صاحب نہین جانتے تھے اور بڑی دلگی کی بات ہے کہ کعب الاحبار ایک یہودی نے بتایا کہ وہ ایک قصر ہے جنت مین کہ جس مین نبیؐ اور صدیق اور شہید کے علاوہ دوسرا داخل نہ ہوگا۔ (دیکھو در منثور سیوطی و ازالۃ الخفا)۔

---

[1] اسے سبحان اللہ۔

اِس سے پایا جاتا ہے کہ عدن کے معنی بتلانے مین آپ کا ایک یہودی معلم تھا۔

(٢٠) حضرت عمرؓ آیت "ماجعل علیکم فی الدین من حرج" مین لفظ "حرج" کے معنے نہین جانتے تھے۔ ایک شخص قبیلہ بنی مدبج نے بتلایا کہ اسکے معنی ضیق کے ہین۔ (دیکھو ازالۃ الخفا)

(٢١) "فاکھۃ وّابّا" مین لفظ ابّا کے معنی مثل حضرت ابوبکرؓ کے حضرت عمرؓ بھی نہین جانتے تھے (دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری نقل از حمیدی و تفسیر دُرِّ منثور سیوطی)

اب مین صرف سورۂ الحمد کے معہ بسم اللہ کی تفسیر کا اور ذکر کرتا ہون جس کو صاحب زین الفتی عاصمی نے بروایت زید ابن اسلم لکھا ہے یہ ایک طولانی روایت ہے لیکن مین اوسکو بقدر مطلب لکھون گا تاکہ حضرت عمرؓ کا کتاب اللہ کا عالم ہونا ظاہر ہو جاوے۔

حارث ابن سنان اسدی جب اسلام سے عہد خلافت حضرت عمرؓ مین انحراف کر کے قیصر روم کے پاس چلا گیا اور مذہب عیسائی قبول کر لیا۔ اسلام مین یہی وہ اول شخص ہے جو علانیہ عیسائی ہوا ہے اور جس نے صحابی کلمہ عدول کے خوب معنی دکھلا دئے ہین۔ قیصر نے اُن تین سو قیدیون کو جو بسلسلۂ جنگ رومۃ الکبریٰ مقید تھے بلا کر حارث کا جاہ و حشم دکھلایا تاکہ وہ بھی مذہب اسلام ترک کر دین لیکن اونھون نے ترک نہین کیا۔ چنانچہ حسب مشورہ پادریون کے چند سوالات مرتب کئے گئے تاکہ سفیر لیکر جاوے اور خود بادشاہ اسلام کو بھی دیکھتا آوے اور جواب بھی لاوے۔ چنانچہ سفیر روانہ ہوا اور حضرت عمرؓ سے مدینہ آکر خط دیا جسے دیکھکر وہ رونے لگے راوی کہتا ہے چونکہ اوس خط مین حارث کے عیسائی ہو جانے کی بھی خبر درج تھی یہ باعث گریہ ہوا لیکن مین اس تعبیر گریہ سے متفق نہین ہون جیساکہ آئندہ روایت سے پایا جاتا ہے کہ دوسرے روز مہاجر و انصار جمع کئے گئے اور سبکو وہ خط سُنایا گیا۔ اور لوگ بھی رونے لگے لیکن علی مرتضیٰؑ نے گریہ نہین فرمایا بلکہ آپ نے تبسم فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے دوات قلم منگوایا اور علی مرتضیٰؑ سے استدعا کی کہ آپ ہی اس خط کا جواب مع سوالونکے

جواب کے لکھے چنانچہ آپ نے جواب خط لکھا۔ مین بنظر طوالت مضمون خط اور سوالون کو نہین لکھتا اور صرف جواب خط لکھتا ہون اوسی سے سوالات کا مفہوم ہوگا۔

من جانب بندہ خدا عمر بن الخطاب بنام قیصر روم۔ کیمپ مدینہ۔

تمھارا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کے یہ معنی ہین کہ اُسکا نام ہر بیماری کی شفا ہے اور ہر دوا کی تاثیر مین مددگار ہے۔ رحمن خدا کا وہ نام ہے کہ سوائے خدا کے دوسرے کا نام نہین ہو سکتا۔ رحیم کے معنی یہ ہین کہ جو شخص گناہ کرتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو خدا اوسپر رحم کرتا ہے۔

الحمد للہ الخ الایۃ۔ سے یہ مراد ہے کہ جو نعمتین خدا نے بندون کو دی ہین اُسکی وجہ سے خدا نے اپنی آپ مدح فرمائی ہے۔

مالک یوم الدین الخ سے یہ مراد ہے کہ خداوند کریم روز قیامت کو مالک ہوگا جو لوگ دنیا مین اوسپر شک کرتے ہین یا اوس کے ساتھ شرک کرتے ہین اُونہین دوزخ مین داخل کریگا اور جو مومن مطیع ہین اونہین داخل جنت کریگا۔

“ایاک نعبد” سے یہ مراد ہے کہ ہم لوگ اوسکی عبادت کرتے ہین اور اوسکے ساتھ شرک نہین کرتے اور جو ہمارے سوا لوگ ہین وہ اگرچہ عبادت تو کرتے ہین مگر اسکے ساتھ شرک بھی کرتے ہین۔

“ایاک نستعین” سے یہ مراد ہے کہ ہم شیطان پر فتح پانے کے لئے اوس سے مدد مانگتے ہین کہ وہ تمھاری طرح ہمکو بھی گمراہ نہ کردے ایسی گمراہی کہ جیسے تم جانتے ہو کہ ہم ہدایت پر ہین (جہل مرکب)

“اہدنا الصراط” سے یہ مراد ہے کہ وہ راہ صاف جنت کی طرف ہے کہ جو لوگ اس دنیا مین اعمال نیک کرتے ہین وہ اونہین جنت تک پہونچا دیتی ہے پس ہم اوس سے عمل نیک کی توفیق کا سوال کرتے ہین “انعمت الخ” وہ نعمت مراد ہے جو ہمسے پیشتر خدا نے انبیا اور

صالحین کو عنایت کی تھی۔ پس ہماری دعا خدا سے اونہین نعمتون کے عنایت کرنے کی ہے "

"غیر المغضوب" سے مراد یہودی ہین جنہون نے نعمت خدا کو کفر سے بدل دیا اور خدا اون پر غضبناک ہوا اور اونکو مسخ کر دیا۔ خدا سے ہم اوس غضب سے بچنے کی دعا کرتے رہتے ہین۔

"و الضالین" سے مراد تم ہو کہ دین عیسے علیہ السلام چھوڑ دیا ہے اور اونکو اور اونکی ماں کو ملا کر خدا کہا لہذا ہماری خدا سے یہ دعا ہے کہ وہ ہمکو ایسی گمراہی سے بچا دے "

سفیر ان جوابات کو لیکر روم پہونچا اور قیصر نے اُن قیدیون کو چھوڑ دیا۔

ان تمام روایات سے جو کتب معتبرہ اہل سنت سے لکھی گئی ہین یہ امر قابل اطمینان کے ثابت ہو گیا کہ اون دونون بزرگوارون کے سینہ مین کچھ علم پیغمبرؐ کا نہین تھا اور جس کے سینہ مین علوم باطنی پیغمبرؐ کے تھے اوسکو بھی خود ان بزرگوارون نے بتلا دیا اور وہی تجربہ سے بھی ثابت ہوا کہ جانشین پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کے علوم کا وارث یہی ہے۔

اب حضرت ابو بکرؓ پہلے خلیفہ اور اون کے نامی گرامی اعلے درجہ کی لیاقت والے جانشین حضرت عمرؓ کے علوم کی حقیقت دکھلانے کے بعد مین بوجہ طوالت کے حضرت عثمانؓ کی بابت کچھ لکھنا نہین چاہتا کہ جن مین علوم پیغمبرؐ کے حاصل ہونے کا کسی کتاب سے پتہ بھی نہین چلتا اور سب ساکت ہین اور کسی عالم اور مورخ کو اس امر سے انکار کرنا نہایت ہی مشکل امر ہے کہ اونسے کسقدر دین مین احداث واقع ہوا۔

مجکو اِن تمام روایات اور علماء کی آراء پر کسی خاص رائے دینے کی ضرورت نہین ہے وہ اِس قدر صاف و صریح ہین کہ جن سے ہر شخص بخوبی یہ نتیجہ نکال سکے گا کہ ایسے افعال و کردار اور اجہل مسائل کی نسبت وہ دعوی جو اونہین پیغمبرؐ کے فیض صحبت سے قبول کیا گیا ہے خود پیغمبرؐ پر الزام عائد کرنے والا ہے اور جس حالت مین کہ خود یہ حضرات اِس بات کے مقر ہو گئے کہ علم نبوت ہمارے پاس نہین ہے اور علی مرتضےؑ کے پاس ہے تو مین نہین جانتا کہ ذی علم سائل نے اونہین علوم نبوت کو قبول کر کے کیون اپنے پیشواؤنکو یا اونکے اقوال کو جھٹلایا ہے۔

مدعی سُست گواہ چُست “ اسی کو کہتے ہین۔

اور درحقیقت اون مین علوم پیغمبرؐ کے نہ ہونے کا ایک اور سبب یہ بھی ہے کہ وہ گو پیغمبرؐ کی خدمت مین حاضر رہتے تھے لیکن چونکہ اونکی حاضری دوسری نیت سے ہوتی تھی کہ جس نیت کا پتہ مواقع جنگہاے شدید سے اون کا محفوظ رہنا (خواہ وہ محفوظی گریز موقع جنگ سے متعلق ہو خواہ کسی سے مقابلہ نہ کرنے سے) دے رہا ہے اور اسی وجہ سے وہ علم پیغمبرؐ حاصل کرنے پر کان نہین دہرتے تھے اور جس مطلب کے آشنا تھے اوسکو اونہون نے اپنی مدبرانہ تدبیر سے بعد پیغمبرؐ جیساکہ مین لکھ چکا ہون فوراً حاصل کر لیا اب مین دو روایات اور لکھتا ہون کہ جس سے پوری تائید اِس امر کی ہوگی کہ اونکو کوئی تعلق علم پیغمبرؐ سے نہین ہو سکتا۔

کنز العمال مین لکھا ہے کہ ”حضرت عمرؓ نے ایک مصحف کسی لڑکے کے پاس دیکھا کہ اوس مین یہ آیت تھی النبی اولی بالمومنین من انفسہم وھو ابوھم آپ نے اوس سے فرمایا کہ میان لڑکے اسے حک کر دو۔ اوس نے کہا واللہ مین کبھی نہ کرونگا۔ مین نے اسے اُبی بن کعب کے مصحف سے لیا ہے“ یہ سنکر حضرت ممدوح معہ اوس لڑکے کے اُبی کے پاس آئے اور جب اوس نے یہ واقعہ سُن لیا تو طنزاً کہا کہ عہد رسولؐ مین مین قرآن کے حاصل کرنے مین رہتا تھا اور تمہارا شغل بازارون مین خرید و فروخت کا تھا اوس وقت مین تم اپنی ردا اپنی گردن پر رکھے ہوئے۔ دروازہ زین العجمہ پر بیٹھ کرتے تھے۔

اِس سخت جواب کو سنکر آپ فرمانے لگے کہ بے شک تم سچ کہتے ہو۔ اور کتاب شوکت عمریہ مین اِس واقعہ کی تائید کے بعد یہ قول حضرت عمرؓ بھی لکھا ہے کہ ” واللہ قد انزلہا اللہ علی جبرئیل فانزل جبرئیل علی محمد صلعم فلم یستامر فیہا الخطاب و ابنہ جس کا حاصل یہ ہوا کہ بخدا خدا نے جبرئیل پر جبرئیل نے آنحضرت پر قرآن نازل کیا خطاب اور اون کے بیٹے سے کچھ مشورہ نہ لیا“۔

دوسری روایت

بخاری مین ابوہریرہ سے منقول ہی کہ ہمارے بھائی مہاجرین بازارون کے کاروبار مین رہا کرتے تھے اور ہمارے بھائی انصار اپنے کامون مین۔ لیکن مین (ابوہریرہ راوی) رسولؐ خدا کے ساتھ رہتا تھا اور اُن سے علم حاصل کیا کرتا تھا"! اسپر صاحب صحیح یہ راے دیتے ہین کہ یہی وجہ ہی کہ اُن سے روایات زیادہ لی گئی ہین"

ہماری راے مین اگر حضرت ابوہریرہ کے اُستاد عالم بننے یا علوم پیغمبرؐ کے عالم ہونے کا دعویٰ کیا جاتا کہ جن سے درحقیقت بے انتہا احادیث پیغمبرؐ کتب اہل سنت مین مروی ہوئی ہین تو بمقابلہ اصحاب ثلثہ کے اُنپر یہ فخر بہت موزون ہوتا۔

اب ذیعلم سائل صاحب فرمائین کہ جن آپ کے تین ممدوحین خلفا سے احادیث پیغمبرؐ یا تفسیر آیات اِسی قدر ہون کہ جن کے شمار سے تین اُنگلی کی پورین بھی پُر نہ ہون۔ یا جو معمولی مسائل حتے کہ شکیات نماز اور حمد و سبحان اللہ کو بھی نہ پہچانتے ہون یہ بھی معلوم ہو کہ حالت صوم مین مباشرت مبطل صوم ہی جو یہ بھی نہ جانتے ہون کہ مجنون مرفوع القلم ہی جو یہ بھی نہ جانتے ہون کہ حاملہ پر حد رجم جاری نہین ہو سکتی تو کیا اُن کی نسبت یہ دعویٰ کہ "وہی لوگ عالم علوم نبوت تھے وہی لوگ اُستاد عالم تھے اُنھون نے اخلاق و ملکات کا تجلیہ کیا تھا وہی لوگ اوصاف و اخلاق حسنہ کے ساتھ متصف اور صفات ذمیمہ اور خواہشات نفسانی سے پاک و صاف سمجھے جاتے ہین" قابل شرم نہین ہی۔؟

ذیعلم سائل نے اس اپنے دعوی مین اپنے ممدوحین کے اخلاق پر بھی اشارہ کیا ہی اگرچہ اخلاق ایک ایسی چیز ہی کہ اُس کا نشان انسان کے ہر فعل عمل سے ملستا ہی اور جسقدر کہ ہمنے اب تک ذی علم سائل کے دیگر دعوون کی حقیقت دکھلائی ہی یا آئندہ دکھلائین گے۔

ذیعلم سائل اُس سے اپنے ممدوحین مین اخلاق حسنہ کو تلاش کر سکتے ہین اور

اس واسطے ہمکو ضرور نہ تھا کہ خاص طور پر اس مقام پر بعض اُن کے اخلاق کے کارنامے اس کتاب کے پڑھنے والون یا بالخصوص ذیعلم سائل کے روبرو پیش کرتے لیکن ذیعلم سائل چونکہ اہل سُنت کے ہر کسی اعتراض پر گو وہ کسی پایہ کا ہو شیعون کے سکوت اور خاموشی سے نتیجہ شیعون کے عجز کا نکالنے پر مستعد ہو جاتے ہین اس واسطے ہمکو ہر واقعہ کی حقیقت دکھلانے کی ضرورت ہوتی ہی۔

اسمین کچھ شک نہین ہی کہ دنیا مین سب سے سچا مذہب وہ ہی جو اخلاق کی تعلیم کرے اور اسمین بھی کچھ شک نہین ہی کہ اخلاق کی تعلیم علم سے ہوتی ہی۔ لیکن جب انسان اپنے زمانہ کے موافق علم حاصل کر چکتا ہی تب وہ اخیر مین اخلاق و بداخلاقی کو سمجھ سکتا ہی کہ وہ کیا ہی اور اُسی وقت انسان اپنے آپ کو اخلاق سے آراستہ کر سکتا ہی لیکن مذہب اسلام و بانی نے اخلاقِ حسنہ کو شروع سے تعلیم دیا ہی۔

ہمنے اس دعوے مین بہ سلسلہ علم خلفاء یہ امر قابل اطمینان کے نظائر سے ثابت کر دیا ہی کہ ان بزرگوارون کے قلوب نے تعلیم پیغمبر سے حقیقی اخلاق کا حصہ کچھ نہین لیا ہی اور جس حالت مین کہ علم ہی باعث فضل و شرف انسان ہی اور وہ ان بزرگوارون کو حاصل نہ تھا تب یہ کیسے باور ہو سکتا ہی کہ ان بزرگوارون مین علم اخلاق پیغمبرؐ سے قابلیت اخذ کی تھی۔

اس مقام پر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہی کہ مین ایک مسئلہ علم اخلاق کو بیان کرون جو ذیعلم سائل کے لیے خالی از فائدہ شاید نہ ہو۔ گو یہ میری غلطی ہی کہ اُسکو مین ذی علم سائل کے سامنے بیان کرتا ہون۔ کیونکہ حکمار کا قول ہی کہ "علم کی بات نااہل سے کہنا علم کا ضائع کرنا ہی کہ وہ اُس کو بوجہ اپنی کم فہمی یا نااہلی کے سمجھ نہ سکے گا اور اُس کا اُسے نہ سمجھنا علم کا ضائع کرنا ہی" [1]

---

[1] دیکھو رسالہ روشنی بابت اکتوبر ۹۳ سنہ صفحہ ۲۴ و ۲۵ -

حکیم شیخ شہاب الدین سُہروردی اپنی کتاب عوارف مین اسی کی تائید اس شعر سے کرتے ہین -

فمن منح الجہال علما اضاعہ   ومن منع المستوجبین فقد ظلم

مجھے ایسی راے کے پیش کرنے کی جرءت ذیعلم سائل کی اُس بداخلاقی نے دی ہی جنھون نے اپنے سوال مین چند جگہ نسبت شیعون کے ناملائم الفاظ استعمال فرمائے ہین جو خلاف اخلاق ہین مثلاً سادہ لوح - منافق - روافض -

اور یہ بات ہمکو کیا ثابت کرتی ہی؟ ذیعلم سائل کا قطعی اخلاق سے بے بہرہ ہونا - اور بدین وجہ ہمارا یہ خیال صحیح ہی کہ کسی مسئلہ اخلاق کو ذی علم سائل کے سامنے پیش کرنا ہماری غلطی ہی -

لیکن سلسلہ مضمون کا محرک ہی کہ اُس کے سلسلہ کو تشنہ نہ چھوڑا جاوے لہذا ہمین اُس مسئلہ اخلاق کو بیان اور ظاہر کرکے امید کرنا چاہیے کہ ذیعلم سائل اُس سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرینگے -

ہمکو قطعی اس امر کا یقین ہی کہ ذی علم سائل نے کوئی کتاب علم اخلاق مین مطالعہ نہین کی ہی اگر وہ کتاب طہارت ابو علی مسکویہ اور اخلاق ناصری یا اخلاق جلالی کو ہی ملاحظہ فرماتے تو اُنکو اخلاق مین سب سے پہلے ایک یہ بحث بھی ملتی کہ اخلاق کا تعلق ذاتیات سے ہی یا عرضیات سے -

ایک بڑا گروہ حکماء کا اس بات کا قائل ہوا ہی کہ اُس کا تعلق ذاتیات سے ہی اور ایک گروہ اس کے برخلاف عرضیات کا قائل ہی - اور اپنی اپنی آراء کی تائید مین مدلل مبحث کئے ہین جو کتب مین درج ہین -

اس مقام پر مجھے اس امر کی تحقیق نہین کرنا ہی کہ کس قول کو ترجیح دیجاوے بلکہ مین دونون صورتون کو اس مقام پر تسلیم کرتا ہون - یعنی ذاتیات کو بھی جسکا مقصود یہ ہی

کہ جو چیز کسی کے رگ و پے مین مثل ذات کے داخل ہی اُسکو تعلیم و تربیت سے کچھ نفع نہین پہونچ سکتا اور عرضیات کو بھی جسپر تعلیم و تربیت اپنا مفید اثر ڈال سکتی ہی۔

یہان مین پہلی شق کو تو چھوڑتا ہون اور دوسری شق کو پیش نظر رکھ کر بطور مختصر چند اخلاق ممدوحین سائل کے اِس جگہ بیان کرتا ہون تاکہ معلوم ہو کہ تعلیم پیغمبر سے کسقدر اِن بزرگوارون نے علم اخلاق مین حصہ پایا تھا۔

لیکن قبل اُسکے ذرا ایک نظر عرب کی حالت جہالت پر ڈالنا چاہیئے اور یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ ممدوحین سائل کی عمر کا بڑا حصہ کس حالت مین گذرا ہی اور بظاہر جب وہ اسلام لائے ہین تو اُنکی عمرین کیا تھین اور اِسی کے ساتھ اُس مثل کو بھی یاد کرنا چاہیے جو اُردو کے محاورہ مین بوڑھے طوطون کے لیئے استعمال کی جاتی ہی۔ اور اِس کے بعد واقعات ذیل پر نظر کرنا چاہیئے۔

اخلاق حضرت ابوبکرؓ

تاریخ الخلفاء مطبوعۂ کلکتہ مین ایک فصل ہے اِس ہیڈنگ سے یہ فصل سنے "الاحادیث الواردۃ فی فضلہ وحدہٗ" اُسمین حضرت ابوبکرؓ کی نسبت علامۂ سیوطی باسناد یہ تحقیق کرتے ہین "کان ابوبکرؓ سبّابًا"

"سب" کے معنی لغت مین "دشنام دادن" کے لکھے ہین جس لفظ کی کہ حضرت ابوبکرؓ کی نسبت تحقیق کی گئی ہی وہ لفظ مبالغہ کا صیغہ ہی۔ جس کے یہ معنی ہمارے محاورہ مین ہوتے ہین کہ یہ بزرگوار شیخ اول۔ اول درجہ کے فحاش تھے۔ چنانچہ ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل مین لکھا ہی کہ جب جیش اسامہ پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنی شروع خلافت مین ارادہ کیا تو حضرت عمرؓ نے مصلحتًا ممانعت کی اِسپر حضرت ابوبکرؓ کو غصہ آیا اور حضرت عمر کی داڑھی کھسوٹ لی اور نا ملائم کہا۔ ابن اثیر کے الفاظ یہ ہین "اخذ ابلحیۃ عمر وقال ثکلتک امک یابن الخطاب"[1]

---

[1] کامل صفحہ ۱۲۹ جلد ثانی مطبوعہ مصر۔

یہ واقعہ حضرت ابوبکرؓ کے شتاب ہونے کا مؤید ہے اور ہرگز کتب اخلاق اور اُسکے مسایل ایسے فحش کہنے والون کی پاسداری نہین کرسکتے۔

اور پھر تاریخ الخلفا کے ایک دوسرے مقام پر “فصلٌ فی ماروی عن الصدیق من الآثار” مین حضرت ابوبکرؓ کی نسبت علامہ سیوطی نے یہ تحقیق کیا ہی “قال لما قدم اهل الیمن زمان ابی بکر وسمعوا القرآن جعلوا یبکون فقال ابوبکر هکذا کنا ثم قست القلوب” جس کا حاصل مطلب یہ ہی کہ “جب اہل یمن زمانہ حضرت ابوبکرؓ مین آئے اور اُنھون نے قرآن سُنا تو وہ سب لوگ رونے لگے اُن کا گریہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ہم لوگ بھی پہلے (ابتداے اسلام سے مراد ہے) ایسے ہی تھے لیکن اب ہم لوگ قسی القلب ہو گئے ہین”

گو ذیعلم سائل کو شاید اس مقام پر حضرت صدیق کی یہ سچائی اُنکے حالت شغف قبول کرنے پر فریفتہ کرے لیکن کچھ ہی ہو کتب اخلاق ہرگز ایسے قسی القلب لوگون کی وقعت سے معرہ ہین۔ کتب اخلاق ہی نہین بلکہ کتب احادیث بھی بلکہ قرآن بھی جس کی تائید کے لیئے ایک ہی آیت سند لائی جا سکتی ہی “انما المومنون الذین اذا تلیت ایات اللہ وجلت قلوبهم” اس مقام پر ذی علم سائل کو حضرت ابوبکرؓ کا وہ پہلا خطبہ بھی یاد کرنا چاہیئے جو اُنھون نے اپنی خلافت مین پہلا خطبہ پڑھا ہی جسکو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین اور علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین لکھا ہی اور جسکے بعض فقرات یہ ہین۔

“ایہا الناس مین تم مین سے کسی ایک سے بھی بہتر نہین ہون پیغمبرؐ خدا پر وحی نازل ہوتی تھی اور خدا اُن کا محافظ تھا مجھ پر وحی نازل نہین ہوتی اور میرا شیطان میرے ساتھ رہتا ہی جب دیکھو کہ مین حق سے منحرف ہون میری کجی کو سیدھا کر دو اور میری اطاعت نکرو اور جسوقت دیکھو کہ مین غصہ مین ہون تو مجھ سے پرہیز کرو”

گو حضرت ابوبکرؓ صدیق کی یہ سچائی ضرور اسی قابل ہی جو ایک خلیفہ رسولؐ کیواسطے

ایسی ہی سچائی لازمی ہونی چاہیے اور گو حضرات شیعہ اس خطبہ کے الفاظ پر کچھ ہی رائے رکھنے والے ہون لیکن مین تو اِس صفت خلق کا عاشق ہوگیا جو اپنے درجہ مین اس قدر بے مثل ہے کہ جس نے شیطان سے واجب اللعن کو بھی اپنے اخلاق کی وجہ سے اپنی رفاقت سے دور نہین کرنے دیا اور مثل ہمزاد کے رفاقت مین رکھا۔

اخلاق حضرت عمرؓ

علامہ سیوطی اور دیگر محققین و محدثین نے حضرت عمرؓ کے اخلاق پر بمقابلہ حضرت ابو بکرؓ کے اخلاق کے زیادہ زور کے ساتھ اپنی اپنی تصانیف مین یادداشتین لکھی ہین۔

ایک یہ کہ "جب حضرت ابو بکرؓ کا زمانۂ ارتحال قریب ہوا اور اُنھون نے حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین قرار دیا تو اکثر صحابہ اون کے اِس انتخاب سے ناخوش ہوکر اُن کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ تم خوب جانتے ہو کہ عمرؓ کے مزاج مین کیسی غلظت ہے اور پھر تمنے ایسے شخص کو خلیفہ مقرر کیا"[۵۱]

اِسکی تائید مین ایک یہ روایت ہے کہ "جب حضرت ابو بکرؓ نے عبد الرحمٰن ابن عوف سے حضرت عمرؓ کے جانشین مقرر کرنے کی رائے لی تو اُنھون نے جواب دیا کہ یون تو تمھین اختیار ہے لیکن عمرؓ مین غلظت بہت ہے۔[۵۲]

اس روایت سے بھی اِس واقعہ کی تائید ہوتی ہے کہ "طلحہ ابن عبد اللہ نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ شکایت کی کہ تمنے ایک مرد غلیظ کو ہمپر خلیفہ مقرر کیا"[۵۳]

اِس زمانہ کا تازہ مورخ مسٹر سراج الدین احمد مولف سیرۃ الفاروق بھی حضرت فاروق مین صفت غلظت کو قبول کرتا ہے"[۵۴]

---

[۵۱] تاریخ الخلفاء مطبوعہ کلکتہ بحث استخلاف۔ [۵۲] کامل صفحہ ۱۷۰ مطبوعہ مصر۔

[۵۳] علامہ ابن قتیبہ دینوری کتاب امامت والسیاست۔

[۵۴] دیکھو سیرۃ الفاروق۔

ایک یہ روایت ہے کہ ام کلثوم بنت ابو بکرؓ نے بھی اُنکی غلظت اور خوش مزاجی اور عبوس پن کو کراہت کی نظر سے دیکھ کر خطبہ سے انکار کر دیا اور حضرت عائشہؓ نے بذریعہ عمروؓ عاص جب حضرت عمرؓ کو سمجھایا تب اُنھون نے درخواست واپس لی[1]

ایک اُنکے حُسن اخلاق کا یہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے انتقال کیا اور اُنکی مفارقت مین اُنکی صاحبزادی حضرت عائشہ اور اُنکی حقیقی بہن حضرت فروہ نے رونا شروع کیا تو حضرت عمرؓ خفا ہوئے اور حضرت عائشہ کو اور فروہ کو کہلا بھیجا کہ ہرگز نہ روئین لیکن کسی نے اُنکی نہ سُنی۔

یہ دیکھکر حضرت عمرؓ نے ہشام ابن ولید کو حکم دیا کہ گھر مین گھسکر ابو بکرؓ کی بہن فروہ کو پکڑ لاؤ۔ جب ہشام زنانہ گھر مین گھس کر فروہ کو باہر نکال لایا تو حضرت عمرؓ نے کوڑے مار کر فروہ کو خاموش کیا۔[2]

اگرچہ حضرت عمرؓ کی بداخلاقی ایسے فعل سے نمایان ہوتی ہے لیکن بی بی عائشہ اور فروہ کا ایسے وقت گریہ کرنا بھی کہ حضرت عمرؓ کا مسند خلافت پر ابتدائی جلوس کا وقت تھا خالی بداخلاقی سے نہین تھا کہ محل بے انتہا مسرت خلیفہ عہد پردہ بُکا کرتی تھین اور حضرت عمرؓ نے اُنکے اُس گریہ کو بدشگونی خیال کر کے اُنکو سزاوار اُس تعزیر کا قرار دیا تھا۔ لیکن افسوس ہے کہ مذہب اسلام یتیمون دردرسیدون اور لاوارثون کے سوگوارون کی ہمدردی کرتا ہو۔ اُنکی تسلی اور تشفی کی اجازت دیتا ہو۔ گریہ کو باعث رحمت بتاتا ہو جسکے نشانات بخاری مسلم اور ترمذی کی متعدد روایات کے علاوہ[3] قرآن کی اس آیۃ مین بھی ہین فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا لیکن برخلاف اسکے مذہب اسلام کے ایک بڑے گروہ کے نہایت مقبول خلیفہ کا یہ خلاف رحم عمل اُنکے دامن اخلاق پر نہایت گہرہ دھبہ

---

[1] دیکھو شرح مشکوٰۃ شاہ عبدالحق دہلوی — [2] کامل جلد ثانی مطبوعہ مصر۔

[3] دیکھو رسالہ روشنی مطبوعہ جون سنہ ٩٢ع صفحہ ١١ لغایت ١٥۔

بداخلاقی کا لگانے والا ہی۔ البتہ مذہب اسلام وحشیانہ جزع فزع کی اجازت نہین دیتا۔ ایسی وحشیانہ جزع فزع کہ جسکے خود حضرت عمرؓ خبر وفات پیغمبرؐ سنکر مصلحتاً مرتکب ہوئے تھے جو سراسر خلاف اخلاق تھی۔

اسی موقعہ پر یہ امر بھی غور طلب ہی کہ حضرت عمرؓ نے کیا خوب تعمیل اُس حکم خدا کی فرمائی ہی جسمین پرائے گھرون مین داخل ہونے کی ممانعت کی گئی ہی اور جو سورۂ نور مین موجود ہی۔ "یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا"

حضرت ابوبکرؓ نے جیسے اپنی خلافت مین وہ خطبہ پڑھا تھا ویسے ہی حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت مین ایک خطبہ پڑھا ہی جسمین وہ اپنی نسبت یہ قبول کرتے ہین۔ "اللھم انی شدیدٌ فلیتنی وانی ضعیفٌ فقونی وانی بخیل فسخنی" یعنی خدا سے فرماتے ہین[1] "الٰہی مین شدید (مغلوب الغضب) ہون نرمی عطا کر۔ ضعیف ہون قوت عطا کر۔ بخیل ہون سخاوت عطا کر۔

شدت۔ ضعف۔ اور بخل یہ تینون عادتین جنکو اپنی ذات سے تغیر کی دعا حضرت عمرؓ نے کی ہی ایسی ہین کہ حکما نے ان کو وصف بداخلاقی مین شامل کیا ہی۔

ضعف کے متعلق جو دعا ہی اُس سے مراد ضعف اعمال کے علاوہ جُبن بھی ہے لیکن آخری عادت کے تغیر کی جو استدعا ہی اُس نے ہمین حیرت مین ڈالا وہ ایک ایسی عادت ہی کہ اُسمین انسان مجبور نہین ہے بلکہ مختار ہے جسکا دل چاہے بخل اختیار کرے اور جسکا دل چاہے سخا۔

بہر حال ہر ایسا شخص کہ جسمین صفت بخل ہو گو وہ زاہد بحر و بر ہی کیون نہو لیکن۔

(بہشتی نباشد بحکم خبر)[2]

---

[1] دیکھو اخبار الدول واثار الاول بر حاشیہ کامل مطبوعہ مصر حالات حضرت عمرؓ۔

[2] دیکھو کریما مصنفہ حضرت سعدی شیرازی۔

اب مین ایک اخلاق کا حضرت عمرؓ کے اور ذکر کرنا چاہتا ہون۔

صاحب کنز العمال یہ تحریر فرماتے ہین کہ ”حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ پیشاب کرنا کھڑے ہو کر پناہ مین رکھتا ہی مقعد کو اور پیشاب کرنا بیٹھ کر ڈھیلا کر دیتا ہی مقعد کو“

ہمارے خیالات اس قسم کے نہین ہین کہ ہم اس فعل کے جواز اور عدم جواز کی نسبت کچھ گفتگو کرین۔

ہمارے خیال مین کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا ہر ایک قوم اور ہر ایک ملک اور ہر ایک شخص کی معاشرت اور ضرورت اور حاجت پر موقوف ہی۔ لیکن اس قول مین جو فائدہ اور ضرر کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا مذکور ہی وہ ہمکو بحیثیت فن طب اور علم تشریح اور نیز بحیثیت تجربہ کے دیکھنا چاہیے۔ سو مین نہین پاتا ہون کہ فن طب اور علم تشریح اور تجربہ کی رو سے ایسا امر پایا جاوے۔

عہد حضرت عمرؓ سے اسوقت تک مسلمان اور غیر مسلمان قومین اور ملک یہانتک کہ مقلد مسلمان حضرت عمرؓ کے چلے آتے ہین لیکن کسی نے اس وقت تک یہ شکایت نہین کی کہ صرف بیٹھ کر پیشاب کرنے سے اُن کی مقعد کو ایسا ضرر پہونچا ہو کہ وہ کشادہ ہو گئی ہو۔ مگر اس بات کا مین ضرور سرٹیفکیٹ دونگا کہ اگر کسی دوسری علت سے کسی کو کوئی عارضہ مقعد کا ہو جاوے تو اُسکی نسبت حضرت عمرؓ کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہوگا کہ ”جسنے کھڑے ہو کر پیشاب کیا اُس نے اپنی دُبر کو پناہ مین رکھا اور جس کسی نے بیٹھ کر پیشاب کیا اُس نے اپنی دُبر کو ڈھیلا کر دیا“، اور ایسی صورت مین مین حضرت عمرؓ کی رائے سے بالکل متفق ہون۔ لیکن ساتھ ہی اُسکے مین یہ کہتا ہون کہ ایسی رائے حضرت عمرؓ کی ضرور اُسوقت مین ہوئی ہوگی جب اُنکو کوئی خاص تجربہ اس عارضہ کا ہوا ہوگا۔ چنانچہ اسی کی تائید مین مؤلف بیاض ابراہیمی نے شرح مشکوٰۃ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی سے علت کھڑے ہو کر پیشاب کرنے حضرت عمرؓ کی یہ نقل کی ہی کہ ”وہ بقاے عادت جاہلیت تھی

یا بسبب اُس عذر کے جو اُنکو عارض ہو گیا تھا۔“

* * *

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اِن مختصر اخلاقی حالات کے لکھنے کے بعد حضرت عثمانؓ کے اخلاق کو ہم ازروے اخلاق لکھنا صراحت سے پسند نہین کرتے جو اسقدر کثرت سے ہین کہ جنکے شمار سے بھی ایک بڑی اور ضخیم لسٹ مرتب ہو سکتی ہی۔ اُنکی نسبت یاد کرنا چاہیے اُن وحشیانہ شدتون کو جو وہ حضرت عمار یاسر و حضرت اباذر اور حضرت ابن مسعود جلیل القدر صحابہ پیغمبرؐ کے ساتھ عمل مین لائے جو آج تک نہ بھولی ہین اور نہ بھولین گی اور جو جو احداث اُنھون نے دین پیغمبرؐ مین کیے ہین وہ اس درجہ قابل افسوس ہین کہ بد اخلاقی بھی اُن سے پناہ مانگتی ہی اور جسکا مآل آخرکار اُنکا قتل ہو گیا ہی۔

اب مین بالاجمال ان بزرگوارون کی نسبت یہ دعوی سے کہتا ہون کہ یہ لوگ اخلاق حمیدہ سے متصف نہین تھے اور اُس لفظ کا استعمال پسند نہین کرتا ہون جو جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے تحفہ مین لفظ ”اوباش“ اُن معزز صحابہ کے لیے استعمال کیا ہی جو خانہ جناب زہراؑ مین واسطے برہمی خلافت حضرت ابو بکرؓ کے جمع ہوئے تھے بلکہ واقعات پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ ہرگز یہ لوگ تعلیم اخلاق یا دیگر علوم نبوت سے حصہ پانے کی قابلیت ہی نہین رکھتے تھے اور اسی قسم کے نظائر نے ایک بڑے گروہ حکماء کو اس بات کا قائل کر دیا ہی کہ علم اخلاق ذاتیات سے ہی کہ جسکو اعلی سے اعلی تعلیم بھی نفع نہین پہونچا سکتی۔

علماے اہل سنت نے یہانتک قبول کیا ہی کہ ”تعلیم نبیؐ کے واسطے یہ امر ضروری نہین ہی کہ ہر شخص اُس سے ہدایت یافتہ ہی ہو جاوے بلکہ اُس کے واسطے توفیق یزدانی کی تائید کی ضرورت ہی اور اپنے اس بیان کی تائید مین وہ خداے بزرگ و برتر کے اس کلام پاک کو پیش کرتے ہین ”انک لا تھدی من احببت“ مین جیسے لفظ ”اوباش“ کے استعمال کو جو شاہ صاحب نے بعض معزز صحابہ کی نسبت پسند کیا ہی ناپسند

کرتا ہون ویسے ہی اِس کلمہ کے استعمال کو مین کہ غُصّے کے ساتھ عُروہ ابن مسعود ثقفی نے ان حضرات کی نسبت استعمال کیا تھا جو آج تک تاریخون مین بلا اختلاف لکھا چلا آتا ہے ناپسند کرتا ہون۔

عُروہ کا یہ واقعہ ہی کہ جب ذیقعد سنہ ۶ مین کہ حج کا زمانہ تھا پیغمبرؐ خدا واسطے زیارت حرم کعبہ کے معہ اپنے ساتھیون کے روانہ ہوکر حدیبیہ مین پہونچے جو مکہ سے قریب مقام ہی اُسی پڑاؤ پر پیغمبر خدا کو بذریعہ بُدیل بن ورقہ مزاحمت قریش کے مصمم ارادہ کی خبر ملی جسپر پیغمبرؐ خدا نے فرمایا کہ مین لڑائی کے واسطے نہین آیا ہون بلکہ حرم کعبہ کی زیارت کے لیے۔ اور اگر قریش کو شوق جنگ ہی تو وہ ایک مقام جنگ مقرر کرکے اشتہار جنگ دین۔

بُدیل نے مکہ پہونچکر اِس بات کی کوشش کی کہ پیغمبرؐ سے مزاحمت نہ کیجاوے وہ لڑائی کے واسطے نہین آئے ہین صرف مقصود اُنکا حرم کعبہ کی زیارت سے ہی لیکن قریش نے یہ سمجھا کہ وہ پیغمبرؐ سے مل گیا ہی۔

اسپر عُروہ ابن مسعود ثقفی اپنی طرف سے قریش کو اطمینان دلاکر پیغمبرؐ خدا کی خدمت مین حاضر ہوا اور وہی باتین آنحضرت سے اُسکو بھی معلوم ہوئین جو اُس سے قبل قریش کی مزاحمت کے ارادہ پر آنحضرت نے بُدیل سے فرمائی تھین۔

عُروہ نے واسطے رفع شر اور محض بنظر ہمدردی جو مشورہ صلح کا پیغمبرؐ خدا کو دیا تھا اور جس تمہید اور لیاقت کے ساتھ اپنی راے صلح کی پیش کی تھی وہ ضرور بنظر اپنے مفید نتائج کے اِسی قابل تھی جیسا کہ اُسکو مفید پیغمبرؐ خدا نے سمجھا اور صلح پر آمادہ ہوگئے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے اِس صلح کو یہ سمجھا کہ قریش کے خوف کی وجہ سے پیغمبرؐ خدا اس صلح پر آمادہ ہوئے ہین اِسواسطے اُنھون نے صاف اُس روز پیغمبرؐ خدا کی نبوت پر ہی بالتحقیق شک کیا اور گو پیغمبرؐ نے اُنکے شک کو وسیع استدلال سے رفع کرنا چاہا لیکن افسوس ہی کہ پیغمبر خدا کے ارشاد کو حضرت عمرؓ نے صحیح نہ جانا اور جو شک کہ اپنے دل مین جما چکے تھے اُسے

ہرگز پیغمبرؐ کے ارشاد سے دور نہ کیا۔[1]

اہل سنت کے علمار اس مقام پر اس امر کو زور کے ساتھ لکھتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب اُنکو سمجھایا تب اُنکے ذہن مین آیا اور اُس شک کو دل سے نکالا۔

اگرچہ اس مین کچھ شک نہین ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کی فہمائش کے موافق اُنھون نے بظاہر اپنے مشکوک خیالات واپس لیے اور اس مین کچھ شک بھی نہین کہ حضرت ابوبکرؓ کی فہمایش ضرور اُن پر اثر کرنے والی ہوتی کیونکہ یہ دونون بزرگوار جاہلیت سے نہ صرف ایک دوسرے پر اعتماد رکھنے والے تھے بلکہ دونون ایک ہی شکار مطلب کی تاک مین تھے

اُسی موقع پر عُروہ ابن مسعود ثقفی نے بہ سلسلہ اپنی تقریر کے پیغمبرؐ سے یہ کہا تھا کہ "میرا خیال ہی کہ آپ کو ان چند اوباشون کا جو آپ کے گرد جمع ہین ضرور تجربہ ہوا ہوگا کہ وہ وقت پر کس درجہ ثابت قدم رہے ہین"

اس لفظ پر حضرت ابوبکرؓ عُروہ کو گالیان دینے لگے صاحب مدارج النبوۃ نے یہ لکھا ہی کہ "عُروہ را دشنام داد و بتان او اہانت رسانیدہ"[2]

عُروہ کو بھی غصہ آگیا اور قریب تھا کہ وہ مصداق "ابن زر قلب بھر کس کہ دہی باز دہر" جواب دے۔ لیکن جب اوسے معلوم ہوا کہ ان کا نام ابوبکرؓ ہی تو وہ یہ کہکر چپ ہوگیا کہ اگر مین ان کے اُس احسان سے جو ایام جاہلیت مین اُنھون نے مجھ پر کیا تھا کاش سبکدوش ہوگیا ہوتا تو ضرور اس زبان درازی کی ایسی سزا دیتا جو یادگار ہوتی (دیکھو کامل ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۳۰ مطبوعہ مصر و سیرت ابن ہشام صفحہ ۲۲ جز ثانی مطبوعہ مصر و مدارج النبوۃ رکن چہارم صفحہ ۱۴۹ مطبوعہ بمبئی)

ایسے واقعات سے ضرور ہی کہ جو حکمار اخلاق کے متعلق ذاتیات کے قائل ہین

---

[1] پیغمبرؐ کے اقوال کے بموجب آیت "ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" کے سمجھنا کیا اسی کو کہتے ہین؟ شرم! شرم!

[2] یہ واقعہ بھی حضرت ابوبکرؓ کے سباب ہونے کا مؤید ہی۔ مولف عفی عنہ۔

اُن کے اقوال کی تائید ایسے ہی نظائر کرتے ہین۔ وہ یہ کہہ سکتے ہین کہ اگر عرضیات سے اخلاق کا تعلق ہوتا تو ضرور ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ دونون اِس موقعہ پر تعلیم پیغمبرؐ سے حصہ پانے والے اپنے آپ کو ثابت کرتے نہ کہ عروہ کو جو ایلچی تھا گالیان دینے والے۔ مگر ذاتیات سے اُسکے تعلق کی نظیر حقیقت مین عروہ کا عمل اخلاق ہی کہ اُس نے محض ایک احسان جاہلیت کے بدلہ مین ازروی اخلاق اُنکی بدزبانی کے جواب مین خاموشی سے کام لیا۔"

درحقیقت حضرت ابو بکرؓ کا یہ غم و غصہ لفظ "ادباش" پر درحقیقت نہ تھا نہ اُن کو اِس لفظ پر ایسے غم و غصہ کرنے کا کوئی حق حاصل ہو سکتا تھا جبکہ عُروہ کا روے سخن خاص اُنکی یا کسی کی جانب نہ تھا بلکہ اُس وقت پیغمبرؐ خدا کی خدمت مین بہت سے صحابہ موجود تھے۔

کوئی شُبہہ نہین ہی کہ اُنکا غم و غصہ ضرور اُنکے جنگ احد سے (ف۔ر۔ا۔ر) کرنے پر دلالت کرتا ہی اور ایسے بگڑنے کو اُردو کے محاورہ مین "چور کی داڑھی کا تنکا"، کہتے ہین۔

اِسی مقام پر مین اپنی اِس راے کی تائید کے واسطے اُس واقعہ کو بھی تذکرہ کیے بغیر نہین رہ سکتا جو پیغمبرؐ خدا نے حضرت عمرؓ سے بمقام حدیبیہ یہ کہا تھا کہ تم مکہ مین جاکر اِس بات کو اعلان کردو کہ پیغمبرؐ واسطے جنگ کے نہین آئے ہین بلکہ مقصود اُن کا صرف حرم کعبہ کی زیارت سے ہی لیکن حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ سے صاف جانیکے لیے انکار کردیا۔ [له]

کیا نبوت پیغمبرؐ مین شک لانے اور آقا کے حکم کی تعمیل مین عذر کرنیکا نام اخلاق ہی اور کیا کچھ شُبہہ ہو سکتا ہی کہ بخوف کفار۔ مکہ کو نہ جانا خلاف شجاعت ہی اور جو داخل اخلاق حمیدہ نہین ہو سکتا حضرت عمرؓ کے ہر مقلد کو جو اُنکی ہیبت کا قائل ہی اُنکے اُس عذر سے جو اُنھون نے پیغمبرؐ سے کیا تھا اُنہین ہیبت کو ٹٹولے۔ [له]

ا-۲ له دیکھو اسناد صفحہ گذشتہ سطر ۱، ۲،

یہ تمام واقعات جو ہمنے بالاختصار بیان کئے ہین اُن سے ہرگز ایک حکیم اور محقق کبھی اِس بات کا قائل نہین ہو سکتا کہ اِن بزرگوارون نے اپنے سینون مین علم پیغمبرؐ سے خواہ اُنکا تعلق عبادات سے ہو خواہ معاملات سے یا اخلاق سے کچھ لیا تھا۔

اگر ایسے ہی لوگ اخلاق محمدیؐ اور مذہب اسلام کی خوبیون کے نمونے قبول کیے جاوین تو اخلاق محمدیؐ اور مذہب اسلام کے پُرنور چہرہ پر سیاہ داغ لگاتے ہین جسکو کوئی شیدا اخلاقِ محمدیؐ اور دوست مذہبِ اسلام کسی طرح پسند نہین کرسکتا۔

پھر ذیعلم سائل حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے سر پہ یہ تاج فضیلت دھرتے ہین کہ "اُنھون نے اپنی صاحبزادیان پیغمبرؐ کو دین"۔

یہ بالکل سچ ہی کہ جب کسی پست خاندان کی لڑکی کا معزز گھرانے مین بیاہ ہوجاتا ہی تو پست نسب والے ہمیشہ اس رشتہ پر اترایا کرتے ہین۔ اگر پست خاندان کی لڑکی اپنے افعال و کردار اور طریق عمل و اطاعت شوہر سے اپنے شوہر اور دیگر سُسرال والون کو خوشنود رکھنے والی ہوتی ہی۔ تب تو یہ فخر کیا جاوے وہ چندان قابل اعتراض نہین ہے اور اگر اِس کے برخلاف اُسکا شوہر اور دیگر سُسرال والے اُس کے برتاؤ اور بیہودگی اور اُس تعصب سے جو فطرتاً ایک غیر کفو کی عورت کو اپنے سُسرال والون سے ہوا کرتا ہی اور جسکی نظیر بہت سے خاندانون مین پائی جاتی ہی تو ایسی صورت مین غیر معزز اور پست خاندان والون کا معزز گھرانے مین اِس رشتہ پر اترانا بہت ہی قابل مضحکہ اور افسوس کے ہی۔

پیغمبرؐ خدا کا مقصود اس رشتہ سے علاوہ تالیف کے ایک اُس طریقۂ مذموم کے انسداد سے بھی تھا جو بعد اسلام رشتۂ ازدواج مین فرق و امتیاز قومیت کا باقی رہ گیا تھا آنحضرت تمام خاندانون عرب سے ایک نہایت معزز قبیلہ کے تھے کہ کوئی دوسرا قبیلہ بمقابلہ قبیلہ بنی ہاشم کے عزت نہین رکھتا تھا اور دوسرا فخر آنحضرت کو خدا کا رسولؐ اور محبوب

خاص ہونے کا عطا ہوا تو آپ کی ذات بابرکات اور آپ کا قبیلہ فخر و اعزاز مین نورٌ علیٰ نور ہوا۔ وہ مذموم طریقہ اسی نوعیت سے بند ہو سکتا تھا کہ جب تک آپ ذاتی نظیر نہ دکھلا دیتے کیونکہ بعد اسلام کوئی امتیاز بحیثیت اسلام کمی و برتری کا باقی نہین رہتا ہے سب کو حقوق مساوی حاصل ہو جاتے ہین۔

بہر حال اب ہمکو یہ بتلانا چاہیئے کہ ان ازواج پیغمبرؐ کا جن کے باپون کے سر پر ہمارے ذیعلم مخاطب تاج فضیلت پسند فرما رہے ہین) پیغمبرؐ اور اُن کے گھرانے کے ساتھ کیا طریق عمل رہا آیا اُن کا برتاؤ اور حُسن سلوک قابل تعریف کے تھا یا قابل نفرت کے۔؟

کتب تواریخ اور حدیث جنکی مورخانہ شان ہے اس بات کی شاہد ہین کہ ان ہر دو ازواج پیغمبرؐ کا برتاؤ کیا پیغمبرؐ اور کیا پیغمبرؐ کے رشتہ دارون اور کیا دیگر ازواج پیغمبرؐ کے ساتھ قابل تعریف کے نہین رہا۔

میرے قول کی تائید صرف کتب تواریخ و احادیث سے ہی نہین ہوتی ہے بلکہ قرآن بھی شاہد ہے۔

صاحب روضۃ الاحباب جو ایک معزز محدثین اہل سنت سے ہین چار قول اُس امر کے متعلق بیان فرماتے ہین جو پیغمبرؐ نے ایک مہینہ تک ازواج سے علیحدگی کی قسم اُنسے رنجیدہ ہو کر کھائی تھی۔

قول اول بحوالۂ صحیح مسلم

ایک روز حضرت ابوبکرؓ دروازۂ پیغمبرؐ پر پہونچے دیکھا کہ اکثر لوگ جمع ہین کہ جنکو اذن حضوری نہین ملا ہے ان حضرات کو اذن حضوری ملا اور یہ داخل خانہ ہوئے ان کے بعد ہی حضرت عمرؓ پہونچے اذن چاہا اجازت ملی یہ بھی داخل ہوئے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا نہایت مغموم اور محزون ہین حضرت عمرؓ نے دل مین سوچا کوئی ایسی بات بنانا

چاہیے کہ جسکو سُنکر پیغمبرؐ ہنس پڑین۔ آپ نے فی الفور فقرہ گڑھا کہ یا حضرت کاش آپ ملاحظہ فرماتے کہ اُس شخص (عمرؓ) کی زوجہ دختر خارجہ نے مجھسے جون ہی نفقہ طلب کیا مین نے اُٹھکر اُسکی گردن پر مارا (واضح ہو کہ صاحب روضۃ الاحباب نے یہ تحقیق نہین کیا کہ گردن پر کیا مار الات گھونسہ تھپٹر یا تلوار یا پوش صرف یہ فقرہ لکھا ہی کہ برخاستم و برگردنِ وے زدم مگر کوئی ایسی ہی چیز ہوگی جو خود حضرت عمرؓ اور اُنکی زوجہ کے مناسب حال ہو) یہ سُنکر پیغمبرؐ ہنس پڑے اور فرمانے لگے کہ یہ (عائشہ وحفصہ) جو میرے گرد بیٹھی ہین مجھسے نفقہ مین وہ چیز طلب کرتی ہین کہ جو میرے پاس نہین ہی یہ سُنکر دونون بزرگوار اُٹھے اور اپنی اپنی صاحبزادیون کو مارا (افسوس یہان بھی مضمون گول ہی نہین معلوم ہوتا کہ کیا مارا) اور کہا کہ تم ایسی چیز رسولؐ سے طلب کرتی ہو کہ جو وہ نہین رکھتے۔ اِس مار کھانے کے بعد دونون نے قسم کھائی کہ اب کوئی ایسی چیز ہم طلب نہ کرین گے جو پیغمبرؐ کے پاس نہو۔ چنانچہ اسی بات پر آپ نے ایک مہینے تک ازواج سے علحدگی کی قسم کھائی تھی اور اسی واقعہ کے متعلق آیت "تحریم" نازل ہوئی۔

اگرچہ اِس قول اول سے بہت سے فائدے مرتب ہو سکتے ہین لیکن مین صرف دو امر پر اشارہ کرتا ہون۔ اول یہ کہ ان ازواج کا یہ جبر پیغمبرؐ سے نفقہ مین ایسی چیز طلب کرنا جو نہ صرف باعث ملال اور صدمہ پیغمبرؐ کا ہی ہوا بلکہ خدا کا بھی عتاب ہوا۔

دوم حضرت عمرؓ کا پیغمبرؐ کے ہنسانے کے لیے ایک بے بنیاد یا جھوٹی بات کا گڑھنا گو پیغمبرؐ کی خوشنودی کے لیے حضرت عمرؓ نے ایک جھوٹی بات کا گڑھنا عیب مین نہ جانا ہو لیکن درحقیقت جھوٹی بات جھوٹی ہی ہوتی ہی۔ تاہم اِس سے یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہی کہ کسی مغموم کے لیے جھوٹ بات بنانا جائز ہے جس سے اُس مغموم کو ہنسی آجاوے اور اِسی مسئلہ پر اب تک عمل درآمد ہے کہ روسا اور امرا کے دربارون مین بھی زمین وآسمان کے قلابے ملاکر امرا کو لوگ دن رات ہنسایا کرتے ہین گو جس طور کی وقعت اُنکی امرا کی نگاہ مین ہوتی ہی

اُسکا اندازہ بھی دشوار نہین ہی۔

"دوسرا قول"

"زینبؓ بنت حجش کو بطور ہدیہ کسی نے شہد بھیجا تھا اور اُنھون نے پیغمبرؐ خدا کے لیے رکھ چھوڑا اور جب حضرت اُن کے یہان تشریف لائے اُنھون نے اُسکا شربت بناکر آنحضرتؐ کو پلایا شربت بنائے جانے مین تاخیر ہونے کی وجہ سے آن حضرتؐ کو حضرت زینبؓ کے یہان معمولی وقت سے کسی قدر زیادہ عرصہ ہوگیا۔ بی بی عائشہؓ ناقل ہین کہ مین نے بی بی حفصہ سے یہ صلاح کی کہ ہم مین سے جب کسی کے یہان پیغمبرؐ آجاوین اُن سے یہ کہنا چاہیے کہ آپ کے منھ سے بوے مغافیر آتی ہی کیا آپ نے مغافیر کھایا ہی؟ (مغافیر جمع مغفور کی۔ اور مغفور صمغ گوند درخت عرفط ہی کہ جسمین کریہ بو آتی ہی حالانکہ حضرتؐ ایسی چیزون سے جو بودار ہون احتراز رکھتے تھے تاکہ ملائکہ کو بوقت بات چیت اذیت نہو جیسے کہ انسان کو بوے بد محسوس ہونے سے اذیت ہوتی ہی) چنانچہ جب حضرت اِن دونون ازواج مین سے کسی کے گھر تشریف لائے تو وہ بات کہی گئی کہ جو پہلے قرار دے لی گئی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مغافیر نہین بلکہ شربت عسل زینبؓ کے یہان پیا ہے جسکی یہ تاویل کی گئی کہ شاید مکھیون نے چھتہ اُس درخت مین لگایا ہوا سپر آنحضرتؐ نے اُس عسل کے پینے کی آیندہ کے لیے قسم کھائی اور کہا کہ اِسکو کسی پر ظاہر مت کرنا لیکن اُس بی بی نے کہدیا اور اُسپر آیت "یاایھا النبی لم تحرم" الخ الایۃ۔ نازل ہوئی اور حضرت نے ایک ماہ کے لیے ازواج سے علحدگی کی قسم کھائی" صاحب روضۃ الاحباب اس قول ثانی پر وثوق اس وجہ سے کرتے ہین کہ اُسکی تائید بہت سے احادیث صحاح سے ہوتی ہی۔

اِس قول مین بھی ایک اہل نظر بہت کچھ مضامین گوناگون پیدا کرسکتا ہی لیکن مین اسی قدر کہتا ہون کہ اِن ازواج کے حصہ مین بذریعہ ارث پدری کے جھوٹنے مضامین کا پیدا کرنا ضرور آیا تھا یا اگر بطور ارث کے نہین آیا تھا تو اُنکے والد بزرگوارون نے

جہیز مین یہ عادت لغو گوئی عطا کی ہوگی ۔

”تیسرا قول“

”آنحضرت بی بی حفصہ کے گھر گئے اور وہ اپنے باپ کے دیکھنے کو چلی گئین آنحضرت نے اپنی خدمت مین حضرت ماریہ قبطیہ کو بلا لیا ۔ اتنے مین بی بی حفصہ کی واپسی بھی ہوگئی در حجرہ بند پایا باہر ٹھیری رہین جیسے ہی حضرت نے دروازہ کھولا کر بی بی حفصہ نے رونا شروع کیا“ اور ایک روایت مین یہ ہی کہ ”پیغمبرؐ سے یہ کہا کہ میرے حجرہ مین میرے فرش خواب پر آپ کو ایک کنیزک سے صحبت رکھنا تھی ؟“ اور ایک روایت سے اُنکا پیغمبرؐ سے یہ کہنا محقق ہوتا ہے کہ ”تمام ازواج مین میرے گھر مین آپ کو یہ کرنا تھا؟“ یہ سُنکر پیغمبرؐ نے ارشاد کیا آیا تم راضی نہین ہو کہ مین اُسکو اپنے اوپر حرام کرلون یہ سُنکر وہ بشاش ہوگئین اور کہنے لگین ہان ۔ مگر مین کیسے یقین کرون کہ جو چیز خدا نے حلال کی ہی آپ اوسے حرام کردین گے ۔ آپ نے فرمایا کہ مین اُس سے نزدیکی نہ کرون گا ۔ بشرطیکہ تم اس بات کو امانت رکھو اور کسی سے نہ کہو چنانچہ بی بی حفصہ نے اقرار کیا لیکن جونہی پیغمبرؐ اُن کے گھر سے باہر تشریف لے گئے تو اُنھون نے اپنے گھر کی دیوار کو کھٹکھٹانا شروع کیا تاکہ اُن کی پڑوسن بی بی عائشہ سُن لین ۔ چنانچہ وہ دیوار پر آئین اور تمام واقعہ اُنھون نے اُن سے بیان کیا“ اور ایک روایت مین یہ ہی کہ ”اودھر حضرت باہر تشریف لے گئے اور ادھر حضرت حفصہ خود بی بی عائشہ کے گھر خشاش بشاش تشریف لے گئین اور جاکر کہا کہ بہن مبارک !! پیغمبرؐ نے قبطیہ کو اپنے اوپر حرام کرلیا اب ہم نے اُس سے خلاصی پائی“ المختصر جب آنحضرتؐ بی بی عائشہ کے یہان تشریف لائے (چونکہ اہل سُنت کے نزدیک یہ پیغمبرؐ کی نہایت دُلاری بی بی تھین ۔)

فوراً اُنھون نے کنایتہً پیغمبرؐ سے کہا کہ ”صاحب میری باری کے دن بھی ماریہ

کو بلا لیجئے" یہ کہنا تھا کہ اُس سفیر خدا نے کہ جسکا نام جبریل ہی تمام واقعات سے پیغمبرؐ کو آگاہ کر دیا اور وہی آیت جو بسلسلہ قول ثانی بیان ہوئی جو اوائل سورۂ تحریم سے ہے نازل ہوئی۔ اور حضرت حفصہ سے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ مین نے تمکو منع کر دیا تھا کیون افشاء راز کیا۔ اُنھون نے کہا کہ آپ کو کس نے خبر دی فرمایا کہ مجھے میرے خداے علیم اور خبیر نے خبر دی اور اُسپر یہ آیت اذا اسر النبی الی بعض ازواجہ نازل ہوئی اور اس وجہ سے پیغمبرؐ نے ایک مہینہ ازواج سے علٰحدہ رہنے کی قسم کھائی تھی"

اِس قول سے علاوہ اِس امر کے کہ پیغمبرؐ کے راز کو فاش کر دینا کیسا مذموم فعل تھا جو موجب نہایت ہی ملال پیغمبرؐ اور ایک مہینہ تک ازواج سے علٰحدہ رہنے کا باعث ہوا یہ امر بھی غور طلب ہی کہ ماریہ کی نسبت جو پیغمبرؐ نے بطور راز ایک بات کہی وہ بات بے انتہا مسرت کا باعث کیون ہوئی؟ گو بی بی حفصہ کو پیغمبرؐ کے ارشاد پر اول بھروسہ نہین ہوا تھا کہ پیغمبرؐ جو فرماتے ہین وہ ایسا کر بھی سکتے ہین یا نہین اور بالآخر اُنھون نے پیغمبرؐ سے یہ کہا ہی کہ "جس چیز کو خدا نے حلال کیا ہی آپ کیونکر حرام کر سکتے ہین" ہمکو تو اِس مسرت کا باعث صرف یہ معلوم ہوتا ہی کہ حضرت ماریہ قبطیہ صاحب اولاد تھین یعنی یہ مادر ابراہیمؑ تھین اور حضرت عائشہ اور بی بی حفصہ سے کوئی اولاد پیغمبرؐ نہین ہوئی تھی۔ اور تمام دنیا کی عورتون مین کم و بیش یہ عادت ہی کہ وہ اُس اولاد شوہر سے بھی رشک کرتی ہین کہ جو زوجہ سابق کی ہو اور نیز اگر متعدد زوجہ اُس کے شوہر کی ہین تو اُنکی نگاہ مین وہ زوجہ بھی کھٹکتی ہی کہ جو منجملہ اُنکے صاحب اولاد ہی۔ یہی وجہ اِن دونون ازواج کو اِس خبر سے باعث بے انتہا مسرت کی ہوئی حضرت عائشہ اور بی بی حفصہ کا میل جول اِس وجہ سے زیادہ تھا کہ اُنکے باپون مین بھی ایام جاہلیت سے مراسم دوستانہ برقرار چلے آتے تھے اور یہ دونون بچپن سے ایک ہی جگہ پلین اور بڑھین لیکن اِس موقع پر حضرت عائشہ نے ایک نہایت گہری پالیسی برتی یعنی اُن کا یہ فرض تھا

جبکہ بی بی حفصہ نے اُنکو اپنا ہم خیال اور گوئیان جان کر پیغمبرؐ کا اُن سے راز کہدیا تھا تو وہ اُسکو اپنے ہی تک رکھتین اور پیغمبرؐ سے اُسکا ذکر نہ کرتین لیکن حقیقت مین گو کیسا ہی آپس مین اتحاد ہو مگر سوتاپے کی آگ کو اتحاد کا پانی ٹھنڈا نہین کر سکتا۔

حضرت عائشہ کی وہ گہری پالیسی یہ ہی کہ قطبیہ سے خلاصی کی تو وہ خبر زبانی بی بی حفصہ کے سُن ہی چکی تھین اور یقین رکھتی تھین کہ جو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا ہی وہ ظہور مین آوے گا لیکن چونکہ پیغمبرؐ کا راز حفصہ نے فاش کر دیا ہی کہ جس کے فاش نہ کرنے کی پیغمبرؐ نے سخت ممانعت کر دی تھی اگر پیغمبرؐ کو اسکی اطلاع ہو گی تو وہ ضرور راز کے فاش کرنے والی کو بھی اُسی دائرہ مین رکھین گے کہ جس مین ماریہ کو اُنھون نے رکھا اور اِس صورت مین ماریہ کے علاوہ حفصہ سے بھی خلاصی ہو گی اور کچھ شک نہین ہی کہ اِسی خیال نے اُن کو گدگدایا اور وہ راز جو اُنکو بی بی حفصہ سے معلوم ہوا تھا پیغمبرؐ پر ظاہر کر دیا اور حقیقت مین وہ اُنکی پالیسی کارگر بھی ہوئی جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس آیت کے نزول کے سلسلہ مین حضرت کا بی بی حفصہ کو طلاق دیدینا اور اُن کے باپ کی نالہ وزاری کا بھی تذکرہ کیا ہی۔ (دیکھو استیعاب امام عبد البر روایت عقبہ بن آمر)

”چوتھا قول“

آنحضرتؐ نے ایک گوسفند ذبح کر کے بحصۂ مساوی ازواج کو بھی گوشت تقسیم فرمایا لیکن زینب بنت جحش نے اپنا حصہ واپس کر دیا مکرر پیغمبرؐ نے کسی قدر زیادہ کر کے بھیجا مگر پھر اُنھون نے واپس کر دیا۔ بی بی عائشہ اس وقت موجود تھین موقع پاتے ہی پیغمبرؐ کو یہ اشتعال دیا کہ زینب آپ کو خوار جانتی ہی۔ آنحضرتؐ نے یہ سُنکر بی بی عائشہ سے کہا کہ خدا کے نزدیک تم اُس سے خوار تر ہو اور اِس واقعہ کی بنا پر پیغمبرؐ نے ایک مہینے کے واسطے علیحدگی کی قسم کھائی“

ان جملہ اقوال سے صاحب روضۃ الاحباب یہ فائدہ مرتب کرتے ہین کہ یہ سب

امور اسباب ایلا کے ہین اور چونکہ ازواج سے متعدد جرائم ظہور مین آگئے تھے ازواج سے ایک مہینہ علحٰدہ رہنے کی قسم کھانے سے مقصود اُنکی تادیب تھی "

محدث ممدوح ان چارون اقوال سے قول متعلق معاملہ عسل اور قصہ حضرت ماریہ قبطیہ کو ترجیح دیتے ہین۔ (دیکھو روضۃ الاحباب جلد اول صفحہ ۳۲۹ لغایت ۳۳۱ مطبوعہ انوار محمدی پریس لکھنؤ۔

ہمکو اس مقام پر اس امر کے تمیز کرنے کی کوئی ضرورت نہین ہی کہ کونسا قابل ترجیح ہی ہمارے نزدیک جونسا بھی قول قبول کیا جاوے گا اُسکو ہماری بحث سے بھی تعلق ہوگا یعنی ان ازواج کا طریق ایسا مذموم تھا کہ جو خدا اور خدا کے رسولؐ کی ناخوشی کا باعث ہوا خواہ وہ ناخوشی بربناے قول اول قبول کیجاوے یا بربناے قول ثانی و ثالث و رابع۔ جیسا کہ خود صاحب روضۃ الاحباب نے متعدد جرائم کا مرتکب ان ازواج کو قرار دیا ہی۔

صاحب روضۃ الاحباب نے ابتدائی آیات پر بھی بحث کی ہی لیکن حقیقت مین یہ ہر دو ازواج ہی باعث نزول اس پورے سورہ کی ہوئی ہین چنانچہ مین دو آیۃ اور بھی لکھتا ہون۔

"عسیٰ ربهٗ ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرًا منکنّ مسلمٰتٍ مومنٰتٍ تائبٰتٍ عبدٰتٍ سٰئحٰتٍ ثیبٰتٍ وّ ابکارًا "

(۲) "ضرب الله مثلاً للذین کفروا امرات نوحٍ وّ امرأت لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا صالحین فخانتٰهما فلم یغنیا عنهما من الله شیئا وقیل ادخلا النار مع الداخلین "

ترجمہ " اگر ابھی نبیؐ طلاق دے تمکو تو رب اُسکا بدل دے ازواج تمسے بہتر مسلمان ایمان والیان فرمانبردار۔ توبہ کرنیوالیان عبادت کرنے والیان بیاہی اور کوآریان (۲) مثالاً کہتا ہی خدا اُن سے جو کافر ہوگئے تھے۔ عورت نوحؑ اور عورت لوطؑ کی کہ یہ دونون عورتین تھین تحت دو بندون کے

بندون ہمارے سے نیک تھے وہ دونون بندے پس خیانت کی اُن دونون عورتون نے اُن دونون بندون کی۔ پس نہ دور کیا لوطؑ اور نوحؑ نے اُن دونون عورتون سے کسی شئے کو جانب اللہ اور کہا گیا اُن سے کہ داخل ہو جاؤ تم دونون آتشِ دوزخ مین ہمراہ داخل ہونے والون دوزخ کے۔"

آیت اول سے ظاہر ہی کہ پیغمبرؐ کے راز کا خیانت کرنا ایسا تھا کہ پیغمبرؐ کے ازواج ہونے کا خدا نے کچھ لحاظ نہین کیا اور اِن دونون عورتون کو حکم دوزخ مین داخل ہونے کا کر دیا اور خدا نے بطور مثال کے دوسری آیت نازل فرمائی ہی اور مثال بانظیر کسی واقعہ سے تطبیق کو کہتے ہین یعنی کسی واقعہ کی ہو بہو شکل مثال مین دکھلائی جاتی ہی۔

اب مین یہ امر تو دکھلا چکا کہ اِن بی بی صاحبان کا برتاؤ پیغمبرؐ کے ساتھ ایسا نہین رہا کہ جس سے پیغمبرؐ خوشنود رہے ہون بلکہ ہمیشہ اِن بی بیون کا وہی طریقہ رہا جیسا کہ ایک معمولی عورت کبھی اپنے شوہر پر ہمیشہ بطور داب ناجائز حاوی ہونا چاہا کرتی ہی اور اب مین یہ دکھلانا چاہتا ہون کہ پیغمبرؐ کے کنبے والون سے اِنکا کیا برتاؤ رہا؟ پیغمبرؐ کے اہل بیت مین کون لوگ داخل ہین کون لوگ اُن کے عزیز ترین ہین؟ مین سمجھتا ہون کہ کسی کو اِس سے اِنکار نہین ہو سکتا ہی کہ وہ اُنکی صاحبزادی جناب سیدہؑ سردار نسوان اہل بہشت اُن کے فرزند حسنؑ و حسینؑ سرداران جوانان بہشت اور اُنکے بھائی اور داماد اور وصی علی مرتضیٰؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین ہین۔[1]

ع ایام علالت مین یعنی قریب زمانہ وفات کے جب حضرت میمونہ کے گھر سے پیغمبرؐ خدا حسب استدعاے بی بی عائشہ و رضامندی دیگر ازواج بی بی عائشہ کے گھر آ گئے

---

[1] دیکھو تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی تحت آیت تطہیر و مطالب السئول صفحہ ۲۵۔ مولفہ علامہ ابن طلحی شافعی و معارج النبوة رکن چہارم صفحہ ۲۲۱ و حبیب السیر طبع نہایت پُرانا نسخہ صفحہ ۵۹ و ۶۰ و روضة الصفا ص ۳۵

تو ایک طرف حضرت فضل ابن عباسؓ بغل مین ہاتھ دیے ہوئے تھے اور ایک طرف علیؑ مرتضیٰ۔ حضرت عائشہ بنسبت حضرت فضلؓ بن عباسؓ کے تو اقرار کرتی ہین کہ ایک طرف آن حضرتؐ کے بغل مین وہ ہاتھ دیے ہوئے تھے لیکن علیؑ مرتضےٰ کا نام نہین لیتی ہین“

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ ”بی بی عائشہ کا علی مرتضیٰؑ کا نام نہ ظاہر کرنا بربناے اُس رنجش کے تھا جو اُنکو علیؑ مرتضیٰ کے ساتھ تھی اور اِس وجہ سے وہ کبھی نہین چاہتی تھین کہ کسی نیک کام مین علیؑ مرتضیٰ کی شرکت کو ظاہر کرین“ (دیکھو فتح الباری شرح صحیح البخاری وخمیس دیاربکری ورق ۹۴ ومغازی ابن اسحٰق۔)

اس روایت سے یہ پایا جاتا ہی کہ علیؑ مرتضیٰ سے کوئی رنجش سابقہ حضرت عائشہ کو ایسی تھی کہ جسکی وجہ سے وہ علی مرتضےٰؑ کو کسی نیک کام مین شریک پیغمبر بتلانا پسند نہین کرتی تھین۔ اب مین اُس رنجش سابقہ کو بتلاتا ہون کہ کیا تھی۔؟

لیکن اُس سے پہلے مین یہ بتانا چاہتا ہون کہ اِس زمانہ مین انگریزون کی تحقیقاتون کو دیکھ دیکھ کر لوگ اِس بات کے عقیدت مند ہوگئے ہین کہ ہر کسی واقعہ کی تحقیقات جو یورپین مورخون نے کی ہو بہت ہی قابل وقعت ہی چنانچہ ہمارے ذیعلم سائل نے بھی ایک مقام پر عیسائی مورخون کی تحقیقات کو بڑی پیاری نظر سے دیکھا ہی جسکی حقیقت مین اُسی مقام پر دکھلاؤنگا۔

اِس مقام پر مجھے صرف یہ ظاہر کرنا ہی کہ مین بھی گو یوروپین محققون کی تحقیقاتونکا مخالف نہین ہون۔ لیکن اِس بات کا ضرور مخالف ہون کہ مذہب اِسلام کے متعلق جو کچھ یوروپین محققون کی تحقیقاتین ہین اُن کا ماخذ محض کتب تواریخ اِسلام ہین پھر ایسی صورت مین بمقابلہ اِسلامی تواریخ کے غیر مذہب والون کی تحقیق پر فخر نہایت بیہودہ بات ہی مگر جبکہ اِس زمانہ مین عیسائی مورخین کی تحقیقاتون پر جیسا کہ مین نے بیان کیا اعتبار کیا

جاتا ہی اور خود ہمارے سائل صاحب مخاطب نے بھی کہ جو اپنے مذہب کے ایک بڑے متعصب مسلمان معلوم ہوتے ہین اُنکی تحقیقاتون کو پیاری نظر سے دیکھا ہی اس واسطے مین اُس رنجش سابقہ کو جسکا ذکر روایت ابن عباس مین ہی اُسی یورپین مورخ کی تحقیق سے دکھلاتا ہون کہ جسکا ذکر تعریف کے ساتھ خود ذیعلم سائل نے بھی کیا ہی اور امید کرتا ہون کہ میرے معزز سائل بہت دلچسپی سے اُسے پڑھین گے۔

علامہ مسٹر جان ڈیون پورٹ اپنی کتاب موسوم آپالوجی آف اسلام مین بہ سلسلہ اُن نزاعات کے جو ہنگام وفات آنحضرت متعلق خلافت کے پیش آئے بیان کرتے ہین کہ توقع تھی کہ شاید بی بی عائشہ کے اِس کردار کے باعثون مین سے ایک خدمت فرزندی ہو کہ اپنے باپ کے خلیفہ ہونے مین اعانت کی مگر بے شک وشبہہ نہایت قوی باعث اُسکا بغض وکینۂ دیرینہ علیؑ کی طرف سے تھا جسکا سبب یہ بات ہوئی کہ آنحضرتؐ نے جب قبیلہ بنی مصطلق پر حملہ کا عزم کیا تو اپنی پیاری بی بی عائشہ کے فراق کا تحمل نہ کر سکے اور وہ ساتھ گئین۔ جب لشکر واپس آیا تھا اور رات کا وقت تھا اور مدینہ قریب رہ گیا تھا تو بی بی عائشہ اپنے اونٹ پر سے راستہ مین اُتر پڑین اور واسطے رفع حاجت کے چلی گئین مگر جب پلٹین اور معلوم ہوا کہ ہیکل گر گئی جو بہت قیمتی اور صرفور کے سنگ سلیمانی کی بنی ہوئی تھی تو وہ اُسکو ڈھونڈھتی ہوئی جدھر سے آئی تھین اُدھر کو پھر گئین اس عرصہ مین اُنکے خدمتگار سمجھے کہ وہ ضرور پھر عماری مین سوار ہو گئی ہونگی عماری پھر اونٹ پر رکھ کر لے چلے۔

جب بی بی عائشہ پھر اُس مقام پر آئین اور معلوم ہوا کہ اُنکا اونٹ چلا گیا تو وہ اس انتظار مین بیٹھین کہ جب تلاش ہوگی تو کوئی اُن کے لانے کو بھیجا جاے گا۔ اور تھوڑی دیر بعد سو گئین۔ صبح کو تڑکے جب صفوان بن معطل جو استراحت کے لیے راہ مین پیچھے ٹھہر رہا تھا پاس[1] سے گذرا تو ایک شخص کو سوتا ہوا دیکھ کر اُسکے قریب آیا اور پہچانا کہ بی بی عائشہ

---

[1] غالباً ریر گارڈ کا آفیسر ہوگا۔ مولف عفی عنہ۔

سو رہی ہین بلا تامل آہستہ سے ”اِنّا للہ وانا الیہ راجعون“ پڑھ کر جگایا۔ بی بی عائشہ نے جاگ کر فوراً اپنے چہرے کو نقاب سے چھپا لیا اور صفوان اونکو اپنے اونٹ پر بٹھا کر لشکر کے پیچھے روانہ ہوا۔ دوپہر کا وقت تھا کہ لشکر مین پہونچگیا اوس وقت استراحت کے لئے مقام ہوا تھا۔ ایک کم سن عورت کا یون ہاتھ مین ایک پہلوان بہادر سپاہی کے ایک بڑے بیابان مین ہونا عربون کے دلون مین شک ڈالنے کو کافی تھا۔

بدنامی کے قصے اور چرچے پھیلنے لگے۔ عبد اللہ ابن ابی نے بسبب عداوت آنحضرت کے اِس ماجرے کو بڑھا کر کہنے مین کوئی کوتاہی نہین کی اور خود آنحضرتؐ اپنی طرف پریشان تھے کہ کیا راے اِس بارہ مین قائم کرین۔ پس علیؑ کے مشورہ سے ایک پنچائت تحقیقات کے لئے مقرر کرنے پر راغب ہوئے۔ بنابر آن بی بی عائشہ کو جواب دہی ابوبکرؓ اور اُم رومان کے سامنے کرنا پڑی اور ان دونون آدمیون نے انکو بالکل بے قصور ٹھیرایا جب یہ بے قصور ٹھیرین تو تین شخص اتہام کرنے والون مین ہر ایک کو مطابق حکم چوبیسوین پارہ قرآن کے تازیانون کی سزا ملی۔ مگر عبد اللہ ابن اُبی اِس اتہام کا جو ایک بڑا بااقتدار تھا سزا پانے سے بچگیا۔ علیؑ کی یہ راے دینا کہ بی بی عائشہ کی تحقیقات کیجاوے اوسکو وہ کبھی نہ بھولین اور کبھی درگذر نہ کیا۔ اور ہمیشہ اِس کے بدلہ مین اونکو ستایا کین اور اون سے ایسا انتقام لیا کہ اونکے برابر اور کسی نے نہ لیا ہوگا سواے لوتون کے جو مشتری (جوپی طر) کی زن و خواہر تھی کہ انتقام اوس نے رائکیس سے لیا تھا جو ایک بڑا عالی شخص تھا اور سکا قصہ ورجل شاعر لاطینی نے ایک مثنوی مین نظم کیا ہے“

فاضل مسٹر جان ڈیون پورٹ کے اون فقرات[1] کا کہ جن کا تعلق ہماری بحث سے ہے ماخذ ایک روایت تو وہی ہے کہ جسکے سلسلہ مین اون کی یہ راے لکھی گئی ہے علاوہ اِس کے اور بھی بہت سی روایات ہین کہ منجملہ اونکے مین بعض ذیل مین لکھتا ہون۔

”ابن عباسؓ فرماتے ہین کہ ایک دن پیغمبرؐ خدا نے علی مرتضےٰؑ کو دیکھکر فرمایا کہ اے علی سردار

---

[1] ان فقرات کو ہماری بحث سے بڑا تعلق ہے مولف عفی عنہ

عرب ہے جس پر بی بی عائشہ بولین کیا آپ سردار نہین ہین پیغمبر نے جواب دیا کہ مین سردار اولاد آدمؑ ہون اور علیؑ سردار عرب ہے" (دیکھو حاکم و بیہقی)

"ایک روز حضرت ابو بکرؓ دروازہ پیغمبرؐ پر پہونچے۔ اذن حاضری چاہا کہ دفعتًا اپنی صاجزادی کو پیغمبرؐ سے یہ جھگڑا کرتے ہوئے سُنا کہ تم علیؑ کو میرے باپ سے زیادہ دوست رکھتے ہو کہ ابو بکرؓ اندر داخل ہوئے اور بی بی عائشہ کو چاہا کہ طمانچہ مارین حضرتؐ نے بچا لیا" (دیکھو خصائص نسائی مطبوعہ کلکتہ صفحہ ۹۱۔ حدیث نمبر ۱۱۔ و عبقات الانوار جلد حدیث طیر)

اب مین ایک شہادت اور پیش کرتا ہون کہ جس سے قطعی حضرت عائشہ کی اوس شدت عداوت کا فیصلہ ہو سکتا ہے کہ جو اون کو علی مرتضےؑ کے ساتھ تھی دُمیری صاحب حیواۃ الحیوان لکھتے ہین کہ "جب خبر قتل علیؑ ابن ابیطالب بی بی عائشہ کو پہونچی تو اونھون نے یہ فرمایا "فالقت عصاھا" اور اِس لفظ کے معنی کی یہ تشریح کرتے ہین۔ کہ کنایہ ہے کسی امر کے اطمینان سے یعنی یہ محاورہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے عداوت رکھتا ہے یا اوس پر اطمینان نہین رکھتا ہے تو جس وقت کہ اوس سے اوس خدشہ کا اطمینان ہو جاتا ہے خواہ وہ اطمینان اوس کی وفات واقع ہونے سے ہو یا دوسری نوعیت سے تو اوس وقت "فالقت عصاھا" کہا جاتا ہے کہ آج اوس دغدغہ اور اندیشہ سے نجات ہوئی۔ چونکہ علیؑ سے حضرت عائشہ کو عناد تھا اور ہمیشہ دغدغہ[1] رہتا تھا لہذا اون کی خبر قتل سُننے پر "فالقت عصاھا" کا استعمال فرمایا"

اگرچہ اور بھی اِس قسم کی روایات بکثرت ہین کہ جن سے حضرت عائشہ کی طینت اور علیؑ سے اوس کینہ دیرینہ کا پتہ چلتا ہے لیکن مین بنظر طوالت اون کو ترک کرتا ہون اور ذی علم سائل سے بادب پوچھتا ہون کہ ایمان سے بتلایئے کیا آپ کو اپنے ممدوحین کی صاجزادیون کا پیغمبرؐ

---

[1] غالبًا یہ دغدغہ وہی ہوگا کہ جس کو جنگ جمل مین حضرت علی مرتضےؑ کے ارشاد کے بموجب جناب امام حسن علیہ السلام نے بی بی عائشہ کو یاد دلایا تھا جس کے بعد پھر اون کو سواے چپ چاپ مدینہ چلے جانے کے اور کچھ بن نہ پڑا۔ جسکو جملہ مورخین نے لکھا ہے۔

کے ساتھ یہ برتاؤ کہ کبھی اُن سے بہ جبر نفقہ مین ایسی چیزون کا طلب کرنا کہ جو اون کے اختیار سے باہر نہین - کبھی اون کے راز کو فاش کر دینا کبھی دیگر ازواج کی طرف سے طبیعت کو مشتعل کرنا کبھی اون کے بھائی کے فضائل مین مثل ایک مہمل بیرسٹر کے جرح کرنا پسندیدہ ہے - یا یہ اعمال اون کے قابل مدح کے ہین - میرا جہانتک خیال ہے ضرور اس سوال کا جواب نفی مین ملے گا - اور اگر مذہبی پابندی مانع ہو تو مین اصرار بھی نہین کرتا - بہرحال مین ان ازواج کا برتاؤ خاص پیغمبرؐ اور اونکی دیگر ازواج اور اونکے کنبے والون سے جسطرحکا تھا بخوبی دکھلا چکا اور اب مین حضرت عائشہ سے پیغمبرؐ کی ایک گفتگو اور ایک اور روایت کا جس کا تعلق سائل صاحب ممدوحین کی خاص صاحبزادیون سے ہے اور ذکر کرونگا جسکے بعد گو ہر کسی کو اختیار ہے کہ جو چاہے وہ نتیجہ پیدا کرے لیکن میری راے مین صحیح نتیجہ وہی ہوگا جو قریب قریب اوس ارشاد پیغمبرؐ کے نکالا جائے گا جسکو بسلسلۂ قول چہارم صاحب روضۃ الاحباب نے ظاہر کیا ہے یعنی حضرتؐ کا بی بی عائشہ سے یہ فرمانا "کہ بمقابلہ دیگر ازواج کے خدا کے نزدیک تم خوار تر ہو"

وہ گفتگو یہ ہے کہ "ایک روز واپسی جنت البقیع سے آپ حضرت عائشہ کے گھر تشریف لائے یہ وہ زمانہ ہے جبکہ آپ حجۃ الوداع سے مدینہ واپس تشریف لے آئے ہین اور اپنے اہلبیت کے اون مصائب کو جو بعد پیغمبرؐ اون پر گذرنے والے تھے پیش نظر رکھتے تھے اور لوگون کو اونکی اطاعت اور پیروی کی ہدایت فرمایا کرتے تھے اور درحقیقت اوسی انجام کے خیال نے آپ کو مریض بھی کر دیا تھا - بہرحال آپ جب بی بی عائشہ کے گھر پہونچے دیکھا کہ طبیعت ناساز ہے آپ نے فرمایا "اے عائشہ کیا اچھا ہوتا اگر تم میرے سامنے مرجاتین تاکہ مین تمکو اپنے ہاتھ سے غسل و کفن دیتا جسکو سنکر حضرت عائشہ فرمانے لگین ہان شاید اسلئے کہ میرے مرنے کے بعد آپ دوسرا بیاہ کرین اور اوس بی بی کو میرے ہی حجرہ مین رکھین پیغمبرؐ یہ سنکر اوٹھے چلے گئے" (دیکھو کامل ابن اثیر جلد ثانی صفحہ ۱۳۲ - و خمیس ورق نمبر ۳۹۴)

"**وہ روایت**" ایک عورت جونیہ نام سے پیغمبرؐ نے عقد کیا بی بی عائشہ اور اونکی "کمینین" اگوئیان، بی بی حفصہ کو نہایت رشک ہوا اور یہ معلوم کرکے کہ پیغمبرؐ کی اوسپر شفقت و مہربانی کی نگاہ ہے۔ بی بی عائشہ نے حفصہ سے کہا کہ تم اوس کے مہندی لگاؤ اور مین سر گوندہون اور جبکہ یہ دونون اس کام مین مصروف تھین تو اُس سے کہا کہ جب پیغمبرؐ خلوت کو آوین تو تم یہ کلمہ "اعوذ باللہ منک" کہنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حضرتؐ یہ فرماتے ہوئے کہ "معاذی عظیم پناہ جستی برخیز باہل خویش ملحق شو" چنانچہ بذریعہ ابو اسید اُسکو اُسکے قبیلہ مین بھجوا دیا بعدہ جبکہ آنحضرتؐ کو اپنی اِن ازواج کی یہ حرکت معلوم ہوئی تو اون کے حق مین فرمایا "صواحب یوسف ان کیدکن عظیم" (دیکھو مدارج النبوۃ جلد ثانی صفحہ ۷۵ مطبوعہ دہلی ۱۲۷۰ھ)

"میرے معزز سائل اُس گفتگو سے پیغمبرؐ کو ضرور ایک قسم کا وہ مزاح جائز جو درمیان زن و شوہر کے ہوا کرتا ہے شاید تصور فرماوین لیکن حقیقت مین یہ غلطی کی بات ہے کوئی معمولی انسان بھی اپنی بی بی کا مرنا نہین چاہتا نہ کہ پیغمبرؐ اپنی ایسی بی بی کا جو حسب تحقیق علامہ مسٹر جان ڈیون پورٹ پیغمبرؐ کو ایسی پیاری تہین کہ اونکی مفارقت گوارا نہین کرتے تھے مرنا چاہتے۔ مگر چونکہ اون کے افعال سے ہمیشہ پیغمبرؐ کو ملال پہونچا۔ بالخصوص وہ پیغمبرؐ کے بھائی علیؑ کی سخت مخالف تھین اسوجہ سے پیغمبرؐ اونکا مرنا چاہتے تھے اور اون کے دیگر حرکات سے جیسا کہ دیگر روایات سے بھی ثابت ہو چکا پیغمبرؐ کے نزدیک اونکا مرجانا ہی اچھا تھا اور ایسے ہی تجربون نے ثابت کر دیا تھا کہ پیغمبرؐ کے ازواج مین وہی اہل بغی و فساد فتنہ اور عناد مین داخل ہونے والی تھین اور یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ نے اونکو خوف بھی دلایا جیسا کہ حضرت اُم سلمہ کی روایت سے پایا جاتا ہے یعنی جبکہ اونھون نے قصاص حضرت عثمانؓ کے پردہ مین مرد میدان تیکر علی مرتضےٰ سے بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا ہو حضرت ام سلمہ کو بھی اپنا شریک کرنا چاہا تو اُنھون نے اُنکو وہ حدیث پیغمبرؐ یاد دلائی کہ جس مین پیغمبرؐ نے اپنی ازواج مین سے بی بی عائشہ کو لقب حمیرا سے

روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۶ مطبوعہ لکھنو

یاد کر کے بتلایا تھا کہ اِسیر آب حوأب کے کتے بھونکین گے اور جس کی تائید و تصدیق خود بی بی عائشہ نے کی تھی۔ (دیکھو روضۃ الاحباب جلد سوم صفحہ ۱۶ مطبوعہ منشی تیغ بہادر پریس لکھنؤ و کامل ابن اثیر و عبر ابن خلدون و تاریخ اعثم کوفی)

اور حقیقت مین جو لقب حمیرا پیغمبرؐ نے اُن کو دیا تھا اُس کی تصدیق خون ریزی جنگ جمل نے کر دی۔

اِن تمام واقعات کو جو بیان کیئے گئے پیش نظر رکھ کے میرے معزز سائل ارشاد فرماوین کہ جن بزرگوارون کی صاحبزادیون کے عمل نہ صرف زمانۂ حیات پیغمبرؐ ہی مین باعث حزن و ملال پیغمبرؐ ہوئے بلکہ بعد وفات بھی تو کیا ایسی نیک بیبیان کسی فخر کا تاج اپنے باپون کے سر پر پیغمبرؐ سے رکھوا سکتی تھین۔ اور اگر خسر ہونا ہی نام تاج فضیلت کا ہی تو شاید کوئی بی بی ایسی بھی ہوگی ذیعلم سائل خود غور فرمالین کہ جسکا باپ ایمان نہ لایا ہوگا تو وہ فخر کا تاج اُسکے کافر باپ کو بھی ملنا چاہیئے۔

اور اگر ہمارے سائل صاحب کسی بات کو قبول نہ کرین اور اپنی ہی رائے پر اصرار فرماوین تو پھر مین بدرجہ مجبوری اُس فخر کے تاج کو اُسی حیثیت کا تاج قبول کر لون گا کہ جس حیثیت کا تاج ٹھیٹر مین شب کو اسٹیج پر اکٹر پہن کر آتے ہین کہ جسمین نہ جھوٹے جواہر ہوتے ہین اور نہ سچے مگر اُن کے کام کی چمک دمک جھوٹے اور سچے دونون کو مات کرتی ہی۔

بہر حال جن ایسون نے بیٹیون کے ازدواج سے ذریعہ فخر کا حاصل کر کے تاج فضیلت سر پر رکھا اُنھون نے اُنھین بیٹیون کے ذریعہ سے نوشاہ داماد کو رنج و ملال اور اذیت و کراہت سلامی مین نذر کر دیا۔

میرے معزز سائل اطاعت شعار بیبیان ایسی ہوتی ہین جیسے حضرت خدیجۃ الکبرے کہ جنھون نے مرتے دم تک کبھی پیغمبرؐ کی اطاعت حمایت اور اعانت سے منھ نہین موڑا

مورخین جسطرح کہ حضرت ابوطالب سرپرست آنحضرتؐ کی وفات سے کمی حمایت آنحضرتؐ اور صدمہ مفارقت کے قائل ہین ویسے ہی حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی وفات سے آنحضرتؐ کے صدمہ فراق اور کمی حمایت کے قائل ہین۔

اطاعت شعار بی بیان اُنکو کہتے ہین جیسی کہ حضرت ام سلمہ کہ جن کی اطاعت شعاری اُنکی اُس تقریر سے بخوبی ظاہر ہوتی ہی کہ جو اُنھون نے بی بی عائشہ سے کی تھی جب کہ بی بی عائشہ نے اُن سے چاہا تھا کہ وہ بھی مثل اُن کے علیؑ کے مقابلہ کو گھر سے نکلین اور جسکو مین علامہ ابن قتیبہ کی کتاب ”غریب الحدیث“ سے اس مقام پر واسطے ملاحظہ وتعلیم سائل کے لکھتا ہون۔

علامہ ابن قتیبہ فرماتے ہین کہ حضرت ام سلمہ نے یہ فرمایا تھا کہ اے عائشہ تم رسولؐ خدا اور اُنکی اُمت کے درمیان ایک دروازہ ہو اور اُنکی حرمت کی پردہ پوش ہو تمھارے دامن کو قرآن نے جمع کردیا ہی[1] پس بجائے اِسکے کہ اُس دامن کو پھیلاؤ اپنے گھر مین بیٹھو اور اپنے گھر کا حال ظاہر نہ کرو کہ خدا اِس امت کے حال سے خوب واقف ہی اگر رسولؐ خدا کو یہ منظور ہوتا اور وہ تم سے کوئی عہد کرجاتے تو البتہ تمھارا دور دراز شہرون مین نکل جانے کا چندان مضائقہ نہ تھا لیکن اُنھون نے تو تمھین شہرون کے پھرنے سے منع کیا ہی اے عائشہ مین تم سے پوچھتی ہون ذرا خیال کرو۔ اگر ستون دین جھک جاوے تو کیا عورتین اوسے سیدھا کرسکتی ہین؟ یا کوئی رخنہ دین مین پڑجاوے تو کیا عورتین رخنہ دوزی کرسکتی ہین؟ کبھی نہین۔ کبھی نہین۔

سنو عورتون کی حد درجہ کی شان یہ ہی کہ وہ اپنی آنکھین نیچی رکھین۔ ہر وقت شرم مین بھری رہین۔ اور پانون کو زمین پر نہایت نرمی اور سہولت کے ساتھ رکھین۔ بجھے بتلاؤ تو اگر پیغمبرؐ خدا تمکو ایک چشمہ سے دوسرے چشمہ تک اونٹ پر سوار جنگلون مین پھرتے

---

[1] یہ اشارہ ہی اس امر کی طرف کہ قرآن مین خروج کی ممانعت ہی۔ مؤلف عفی عنہ۔

دیکھتے تو بھلا تم اُن کو کیا جواب دیتین لیکن خدا تمھارے حرکات دیکھ رہا ہی اور اُس کے رسولؐ کے پاس تم جانے والی ہو ایسی حالت مین کہ کیا خوب تم نے اُن کے پردہ کی حرمت کی ہی اور اُنکے عہد کو چھوڑ دیا ہی؟

اگر مین بھی تمھارے ساتھ باہر نکلون اور پھر مجھسے یہ کہا جاوے کہ تم جنت مین داخل ہو تو کیا مجھے رسولؐ خدا سے ملتے ہوئے حیا نہ آئے گی کہ مین اُن سے درانحالیکہ مین نے اُنکے پردہ کو فاش کیا ہو ملاقات کرون حالانکہ وہ مجھپر پردہ ڈال گئے ہون تم کو چاہیئے کہ تم اپنے گھر کو قلعہ بناؤ اور اپنے پردے کی جگہ قبر کو قرار دو اگر تم ایسا کرو گی تو خدا کی زیادہ تر مطیع اور دین کی زیادہ تر ناصر سمجھی جاؤ گی۔ اگر مین تم سے ایک ایسی بات کہون کہ جسے تم خوب جانتی ہو تو وہ بات تمھین ایسی معلوم ہوگی کہ جیسے کسی بڑے چت کبرے سانپ نے جس کے کاٹے کا منتر نہین ہوتا ہی اور جو ہمیشہ سرنگون اور خاموش رہتا ہے تمھین کاٹ کھایا"[1]

ہمکو نہایت افسوس ہی کہ ان پیغمبرؐ کے ازواج کو کیون وہ فضیلت عطا نہین کیجاتی کہ جو بی بی حفصہ اور بی بی عائشہ کو عطا کیجاتی ہی۔

مین نے اس بحث کے شروع مین جہان پیغمبرؐ کا ان رشتون سے مقصود ایک مذموم طریقہ کے انسداد سے بتلایا ہی وہان ان بزرگوارون کی نسبت تالیف کے لفظ کا بھی استعمال کیا ہی۔ گو میرے معزز سائل نادان نہین ہین سمجھین گے لیکن مین کسی قدر تصریح سے عرض کرتا ہون کہ شیعون کا اعتقاد نسبت ممدوحین سائل۔ بظاہر تابع دین اسلام ہونے کا ہی اور شیعون کے اس اعتقاد کا ماخذ بھی مین ابتدائے جہان کہ اخبار کاہنین لکھے گئے ہین بتلا آیا ہون لیکن اس مقام پر چونکہ لفظ تالیف کا استعمال کیا گیا ہی

---

[1] یہ اشارہ حدیث آب حوأب پر بھی ہو سکتا ہی اور اس حدیث سے بھی تعلق رکھتا ہی کہ جو حضرت عائشہ کو بروز جنگ جمل یاد آئی تھی۔ (دیکھو صفحہ ۳۹۔ کتاب ہذا)

اِس واسطے ایک اور حدیث پیغمبرؐ کا ترجمہ تسہیل القاری سے لکھتا ہون کہ وہ بھی ممدوحین سائل کی نسبت اُس اعتقاد شیعون کا ماخذ ہی۔

ترجمہ مد کہا مجھ سے (راوی سے) ابن زبیر نے کہ ام المومنین عائشہ تم سے بہت باتین چھپا کر کرتی تھین تو کیا حدیث بیان کی تم سے کعبہ کے باب مین۔ مین نے کہا کہ حضرت عائشہ نے مجھ سے بیان کیا کہ جناب رسولؐ مقبول صلعم نے فرمایا اے عائشہ اگر تیری قوم کا زمانہ نیا نہ ہوتا۔ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر کا زمانہ (مطلب آپ کا یہ ہی کہ اگر قریش کے کفر کا زمانہ قریب نہ گذرا ہوتا) البتہ مین توڑتا کعبہ کو اور اُس مین دروازہ کرتا ایک دروازہ لوگون کے اندر جانے کے لیے اور ایک دروازہ باہر نکلنے کے لیے پھر ابن زبیر نے یہ حدیث اسود سے سُنکر ایسا ہی کیا۔ له

کیا یہ حدیث صحیح شیعون کے اُس اعتقاد کی جو وہ متعلق اسلام و ایمان ان حضرات کے رکھتے ہین ماخذ نہین ہو سکتی ہی۔؟

کیا کوئی شبہہ ہو سکتا ہی کہ پیغمبرؐ خدا بخیال ارتداد حضرت عائشہ کے قرابت دارون کے جن مین اقربؔ اُن کے والد بزرگوار ہی ہو سکتے ہین کعبہ کو اُس حالت پر نہ کر سکے کہ جس حالت پر اُن کا مقصود حدیث سے ظاہر ہوتا ہی۔؟

کیا کوئی وجہ مخالف اسکے ہو سکتی ہی۔ کہ پیغمبرؐ بی بی عائشہ کے قوم والون پر کہ جنمین اُن کے باپ نمبر اول پر داخل ہین کامل الایمانی اور پختہ مسلمانی کا بھروسہ نہ رکھتے تھے؟

کچھ شبہہ نہین ہی کہ پیغمبرؐ کو ہرگز ہرگز اُن کے اِسلام و ایمان پر پورا بھروسہ نہ تھا اور اُن کو پکا مسلمان بنانے کے لیے اُن کی تالیف کی جاتی تھی اور یہ رشتۂ ازدواج بھی اُسی تالیف کی ایک شاخ تھی۔ اور جیسے کہ پیغمبرؐ ان بزرگوارون کی تالیف بخیال ارتداد کرتے تھے ایسے ہی یہ بزرگوار بھی نظر شکار مطلب پر رکھ کر پیغمبرؐ کے مزاج مین ایک قسم کا

له خطوط ہلالی مین عبارتین صاحب تسہیل القاری یعنی مترجم کی ہین۔ سله صین سے نہ بچے۔

رسوخ چاہتے تھے اور اُسی شکار مطلب کے عملی کارروائی گویا ایک مدبرانہ تدبیر اپنی اپنی بیٹیون کا پیغمبرؐ کے ساتھ بیاہ دینا تھا۔ اور بالآخر اُنکے مدبرانہ کارروائی کے نتیجہ نے اُن کی مرضی کے موافق بی بی عائشہ سے باپ کی خدمت فرزندی ادا کرائی جب کہ قرب وفات پیغمبرؐ کی طرف سے اُنھون نے اپنے باپ کو حکم دیا کہ وہ امام جماعت ہون اور جس کو ذیعلم سائل نے فخر سے آگے بیان کیا ہی اور جس کی حقیقت اُسی مقام پر دکھلائی جائے گی اور اِس مقام پر صرف اِس امر کو پیش نظر رکھنا چاہیے کہ جن لوگون کے کسی نوع سے تعلقات محلات شاہی یا کسی بڑے یا ذی وجاہت شخص کے گھر مین پیدا ہو جاتے ہین تو ایسے لوگون کو اپنے اغراض نفسانی کی خاطرخواہ کامیابی مین قوی بھروسہ ہوتا ہی اور تجربہ سے ثابت ہوتا ہی کہ اکثر وہ کامیاب ہی ہوتے ہین۔

اب مین اپنی دانست مین ذیعلم سائل کے اِس دعویٰ کی حقیقت کہ "اُن کے ممدوحین نے آنحضرتؐ کے قربت و قرابت کو سرمایہ فخر و عزت دینی سمجھا اور آپ کو بیٹیان دیکر پیغمبرؐ کے خسر ہونے کا تاج سر پر رکھا" خوب دکھلا چکا۔ اور اب اِس امر کی حقیقت دکھلاتا ہون کہ جو اِس کے بعد اُنھون نے یہ دعویٰ کیا ہی کہ "آنحضرتؐ کی بیٹیان اور نواسیان لیکر خلعت دامادی بغل مین لیا"

واضح ہو کہ آج تک شیعہ اور سُنی کے درمیان نسبت ایک نواسی پیغمبرؐ موسوم ام کلثوم کے یہ امر متنازع فیہ آتا تھا کہ آیا اُن کا عقد حضرت عمرؓ سے ہوا یا نہین۔ اہل سنت قائل نکاح کے ہین اور شیعہ اُس کے قائل نہین ہین مگر ماشاء اللہ اِس آزادی کے زمانہ مین ہمارے ذیعلم سائل نے اور ترقی کی یعنی بجاے ایک نواسی چند نواسیون پیغمبرؐ سے اپنے ممدوحین کا عقد قرار دیکر خلعت دامادی بغل مین دیا ہی۔ لعنت اللہ علے الکاذبین۔ بہرحال ذیعلم سائل نے اپنے دعوے مین جو اشارہ پیغمبرؐ کی بیٹیون کے لینے کا کیا ہی وہ متعلق دامادی حضرت عثمانؓ کے ہی اور پہلے مین اُسی کے متعلق اپنی محققانہ رائے ظاہر کرتا ہون۔

اِس دامادی کے متعلق جس قدر روایات کتب اہل سنت مین مندرج ہین وہ ایک دوسرے سے مخالف ہونے کی وجہ سے اِس قدر مضطرب ہین کہ ایک ناقدبصیر کی نظر مین قابل قبول نہین قرار پا سکتین۔

صاحب روضۃ الاحباب یہ لکھتے ہین کہ ”اولاد اکبر آنحضرتؐ کی زینب تھین جو سال تیس؁ عام الفیل مین پیغمبرؐ کی شادی سے پانچ برس بعد پیدا ہوئین؁ یعنی چھبیسوین عام الفیل مین حضرت خدیجۃ الکبریٰؑ کے ساتھ شادی کا ہونا تحریر کرتے ہین۔ اِن زینبؑ کی شادی ابوالعباس ابن ربیعہ ابن عبدالعزے کے ساتھ کردی گئی تھی اور بعد مبعوث ہونے آنحضرتؐ کے بھی یہ زینب اپنے شوہر سے علیحدہ نہین ہوئین حالانکہ اُنکا شوہر ابوالعاص بعد جنگ بدر اسلام لایا تھا۔ البتہ ایک روایت سے یہ پایا جاتا ہی کہ آنحضرتؐ نے بعد اُس کے مسلمان ہونے کے صرف تجدید نکاح کی کردی تھی“ پس جبکہ اُنکی علیحدگی اِن کے شوہر سے بھی نہین پائی جاتی یا اگر علیحدگی پائی جاتی ہی تو بعد اُس کے مسلمان ہونے کے اُسی سے تجدید نکاح کا ہونا قبول کیا گیا ہے۔ تو پھر حضرت عثمانؓ کے ساتھ اِن کا عقد ہونا کیسے قبول ہوسکتا ہی۔

صاحب روضۃ الاحباب نے اِسی روایت مین لکھا ہی کہ ”انہین زینب کی بیٹی امامہ کے ساتھ شادی کرلینے کی جناب سیدہؑ نے ہنگام وفات اپنے علیؑ مرتضےٰ کو وصیت کی تھی“ (دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۳۴ و ۳۴۱ و مدارج النبوۃ شاہ عبدالحق صاحب دہلوی)۔

اِس کے بعد صاحب روضۃ الاحباب و نیز شاہ عبدالحق صاحبؒ دو اور دخترون پیغمبرؐ رقیہ و ام کلثوم کی پیدایش لکھتے ہین۔ لیکن میری راے مین نامون مین اختلاف ہوگیا ہی ورنہ در اصل وہ ایک ہی دختر ہین خواہ اُنکا نام رقیہ ہو یا اُم کلثوم۔

میری اِس راے کا ماخذ دو وجہ پر ہی ایک یہ کہ جو واقعات اِن دونون دخترون

کے متعلق لکھے گئے ہین وہ ایک ہی ہین۔ یعنی اُنکی شادی کا عتبہ ابن ابی لہب کے ساتھ ہونا
دوم امام عبدالبر صاحب استیعاب نے جو فہرست دختران پیغمبرؐ کی دی ہے اُسمین رقیہ نام نہین
ہے صرف ام کلثوم ایک دختر کا نام لکھا ہے۔ اس وجہ سے میرے خیال مین پیغمبرؐ کی دوسری
دختر کا نام اُم کلثوم تھا۔ چنانچہ اُم کلثوم کی پیدائش صاحب روضۃ الاحباب ۳۶ عام الفیل
مین یعنی زینب کی پیدائش سے ۶ برس بعد لکھتے ہین اور قبول کرتے ہین کہ پہلے سال
نبوت مین اُن کے شوہر نے اِن کو طلاق دیدی تھی (دیکھو روضۃ الاحباب حوالہ بالا)

اگرچالیس عام الفیل جس مین پیغمبر خدا کا معبوث برسالت ہونا صاحب روضۃ الاحباب
نے لکھا ہے پہلا سال نبوت مانا جاوے تب تو پیدایش اُم کلثوم سے عتبہ کے ساتھ اُنکی
شادی کا ہونا اور پھر عتبہ کا اُن کو طلاق دینا اور حضرت عثمانؓ سے اُسکے بعد اُن کی
شادی کا ہونا یہ جملہ امور چار برس کے بین کے اندر اندر پائے جاتے ہین جو بالکل قبول
کرنے کے لائق نہین ہین اور اگر پہلا سال نبوت سال شیوع اسلام مانا جاوے جو تین
برس بعد ہوا۔ تب بھی یہ سب باتین ساڑھے چھہ یا سات برس کے اندر اندر ہون گی
تو مین نہین سمجھ سکتا کہ چار۔ یا۔ ۶۔ اور ۷۔ برس کی لڑکی کسطرح قابل ازدواج ہو گئی
جو حضرت عثمانؓ یا عتبہ کے ساتھ بیاہی گئی۔ عرب کا گرم ملک نوین برس مین عورت کو
قابل شادی کے بنا دیتا ہے نہ کہ چار۔ یا چھہ۔ اور سات برس کی لڑکی کو۔ اور علاوہ اسکے
جبکہ ۳۶۔ عام الفیل مین اُم کلثوم یا رقیہ کی پیدائش تسلیم ہے تو پھر وہ روایت کہ جس مین
اِن رقیہ یا اُم کلثوم کا ایام جاہلیت مین صرف حضرت عثمانؓ سے ہی شادی کا ہونا صاحب
روضۃ الاحباب نے لکھا ہے خلاف واقعہ ہوئی جاتی ہے کیونکہ اُس حساب سے اُن کا سِن
صرف چار برس کا ہوگا یعنی ۳۶ مین انکا پیدا ہونا اور ۴۰ مین پیغمبرؐ کا معبوث برسالت
ہونا یہان ۴۳ سال شیوع اسلام کا زمانہ شمار نہین کیا جائیگا۔ کیونکہ بعد بعثت کسی غیر مسلم
کو پیغمبرؐ اپنی بیٹی نہین دے سکتے تھے۔ اور تین برس تک بجز گھر والون کے اور کوئی

مطلع نہین ہوا تھا۔ اور اِس روایت کے قبول کر لینے سے دوسری خرابی یہ واقع ہوتی ہی کہ وہ تمام روایات کہ جن مین پہلے ام کلثوم کا عقد عتبہ کے ساتھ ایام جاہلیت مین ہونا قبول کیا گیا ہی وہ سب غلط ہوئی جاتی ہین۔

صاحب مدارج النبوۃ نے ایک یہ روایت بھی لکھی ہی کہ “حضرت ام کلثوم جنابِ فاطمہؑ کی پیدایش کے بعد پیدا ہوئی تھین” یہ روایت اِس وجہ سے مہمل ہی کہ اول تو کسی مورخ نے یہ قبول نہین کیا ہی کہ پیغمبرؐ کی کوئی اور بیٹی بعد جناب سیدہؑ کے پیدا ہوئی تھین دوم جبکہ جناب فاطمہؑ بعد معبوث برسالت ہونے کے پیدا اور قابل ازدواج ہوئین تو پھر یہ کیسے تسلیم ہوگا کہ اُن کی چھوٹی بہن پیغمبرؐ کے معبوث برسالت ہونے سے اول قابل ازدواج ہوگئین اور اِس صورت مین نہ اُن کی شادی عتبہ سے ہونی پائی جائے گی نہ حضرت عثمانؓ سے بہرحال جس قدر روایات ابتک میری نظر سے گذری ہین اُن سب کو پیش رکھ کر میری رائے اِس بارہ مین یہ ہی کہ جس حالت مین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو روایات اہل سُنت مین بھی زن بیوہ قبول کیا گیا ہی کہ جنھون نے پیغمبرؐ خدا کو اپنی شادی سے پہلے اپنی تجارت کے منافع مین بھی شریک کر لیا تھا اور پھر اپنی شادی بھی پیغمبرؐ کے ساتھ ہی کی۔ تو پھر کون وجہ مانع اِس امر کی ہی کہ اُن دونون لڑکیون کو جنکا ذکر اوپر ہوا اُنکے پہلے شوہر سے نہ مانا جاوے اور اِس صورت مین وہ پیغمبرؐ کے ربیبہ ہون گی اور اِسی صورت مین اُنکا قبل بعثت بالغ ہونا اور ایک کا عتبہ ابن ابی لہب اور دوسرے کا ابو العاص ابن ربیعہ ابن عبد العزے کے ساتھ شادی کا ہونا جیسا کہ کتب اہل سنت مین لکھا ہی اور پھر ایک کا حضرت عثمانؓ سے شادی کا ہونا سب مطابق ہوگا مگر صرف یہ خرابی ضرور ہوگی کہ حضرت عثمانؓ ذو النورین قائم نہین رہین گے کیونکہ حضرت زینبؑ کی اُن سے شادی ہونا اِس روایت سے پائی نہین جاتی بلکہ وہ اپنے شوہر سابق کے پاس رہین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ لیکن اِس کے قبول کرنے سے گو لقب ذو النورین

باقی نہ رہے تاہم لقب عثنیٰ ضرور باقی رہے گا اور جس کو شیعہ بھی خوشی سے قبول کرتے ہین۔ مین نے جو اپنی راے یہ دی ہی کہ اُن لڑکیون کو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے پہلے شوہر کے نطفہ سے تسلیم کرنا چاہیے یہ میری راے ایک صلاح اہل سنت کو ہی کہ اس راے کے بموجب اُنکے بیان کی روایاتِ منقولہ کہ جنکو مین نے اوپر لکھا ہی مطابق ہوسکتی ہین ورنہ میری ذاتی راے اس معاملہ مین وہی ہی جسکو علماے مذہب شیعہ نے تحقیق کیا ہی۔

یعنی یہ دونون لڑکیان حقیقت مین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی بہن ہالہؓ کے بطن سے تھین حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے اپنی فرزندی مین لے لیا تھا۔[1]

اس تحقیق کی رو سے یہ دونون لڑکیان حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی دختران متبنیٰ خواہ لے پالک تھین۔

مین جب اس امر پر غور کرتا ہون کہ جناب سیدہؑ جس وقت قابل ازدواج ہوئی ہین تو تمامی مہاجر و انصار نے کہ جن مین ہمارے ذیعلم سائل صاحب کے ممدوحین بھی شامل ہین اُنکی خواستگاری کی تھی بجز ایک علیؑ مرتضےٰ کے کہ اُنھون نے سب کے بعد خواستگاری کی تھی لیکن پیغمبرؐ خدا نے سب کو یہ جواب دیا کہ فاطمہؑ کی شادی مین مجھے اُس کے حکم کا انتظار ہی کہ جس کی وہ کنیز ہی (یہ واقعات ایسے صاف و صریح ہین کہ جن کو بالاتفاق علماے فریقین نے اپنی اپنی تالیفات مین قبول کیا ہی) تو مجھے بڑا تعجب ہوتا ہی کہ پیغمبرؐ نے اپنی اس بیٹی کی شادی مین ایسا اہتمام کیون کیا اور اُن اپنی دخترون کے لیے ایسے اہتمام کیون نہین کیے اگر یہ لڑکیان درحقیقت پیغمبرؐ کے نطفہ سے ہوتین قطع نظر اس کے کہ اُنکی ولادتین قبل بعثت تسلیم کیجائین یا بعد لیکن مرتبہ مین سب مساوی ہوتین اسواسطے کہ قبل بعثت بھی پیغمبرؐ اور نیز اُنکی بی بی خدیجۃ الکبریٰ ملت حضرت ابراہیمؑ پر تھین۔ پس مین جہان تک غور کرتا ہون بنظر اُن واقعات کے جو اوپر لکھے گئے مذہب شیعہ کی تحقیقات کو

---

[1] دیکھو کتاب البدع المحدثۃ مصنفہ علامہ ابو القاسم کوفی و رسالہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ۔

بہت زبردست پاتا ہوں۔ اور اندرین صورت وہ خلعت دامادی جو ذی علم سائل نے حضرت عثمانؓ کی بغل میں دبا ہی بغل میں دبے ہونے کی وجہ سے خود ظاہر نہین کر سکتا کہ آیا مین حضرت عثمان کے جسم پر کس قدر مزیبا ہون۔

امام ذہبی میزان الاعتدال مین یونس ابن حباب کلبی کی سند خاص سے جو ایک بڑے راوی سنن اربعہ کے ہین یہ لکھتے ہین کہ "حضرت عثمانؓ نے پیغمبرؐ کی اُن دونون لڑکیون کو مار ڈالا" اِس واقعہ کی تائید و تصدیق اُس روایت سے بھی ہوتی ہی کہ جسکو صاحب مدارج النبوۃ نے لکھا ہی یعنی جب زینب زوجہ حضرت عثمانؓ کا انتقال ہوا اور رسولؐ نے لوگون سے پوچھا آیا تم مین کوئی ایسا شخص ہے کہ جس نے اس شب مین اپنی عورت کے ساتھ مجامعت نہ کی ہو تاکہ قبر مین اُترے چنانچہ ابو طلحہ نے اقرار کیا اور وہ قبر مین اُترے" شارحین نے اِس روایت کی یہ شرح کی ہی کہ "پیغمبرؐ کا مقصود اس سے حضرت عثمانؓ پر تعریض کا تھا اور وجہ تعریض کی یہ بتلائی ہی کہ جس شب کو زینبؓ اُنکی زوجہ نے انتقال کیا اُسی شب مین اُنھون نے اپنی لونڈی کے ساتھ مجامعت کی اور چونکہ وہ حالت جنب مین تھے قبر مین نہین اُتر سکتے تھے اِس وجہ سے پیغمبرؐ نے تعریضاً وہ امر فرمایا تھا"[لہ]

جب ہم ایام جاہلیت کے رسم و رواج اور طرق پر نظر ڈالتے ہین تو ہمکو کوئی بھی شک و شبہہ اِن روایات کے صحت پر باقی نہین رہتا ہی۔

اگر ہم رسم و رواج اور طریقے پر لحاظ نہ بھی کرین تب بھی اہل سنت کو ایسی روایت کا کہ جس کا راوی ایسا مقدس ہو کہ جس کی روایات سے سُنن اربعہ مالامال ہون نہ قبول کرنا قابل بہت ہی تعجب کے ہوگا۔

صاحب مدارج النبوۃ نے جو روایت لکھی اور شارح نے اُسکی شرح کر دی ہی

[لہ] دیکھو مصابیح النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ثانی صفحہ ۸۴۰۔

حقیقت مین وہ شرح ضرور اُس روایت پر یقین دلانے والی ہی جو یونس ابن حباب کلبی سے روایت کی گئی ہے۔ ہم اس زمانہ مین اپنی آنکھون سے دیکھتے ہین کہ جب کسی مریض کی علالت کو اس قدر طول ہو جاتا ہی کہ اُس کے تیماردار عاجز آجاتے ہین اور یہ جان لیا جاتا ہی کہ بظاہر کوئی امید اس مریض کی صحت کی نہین ہی تو اُسکی تکالیف پر دل کڑھ کر اکثر لوگ یہی کہا کرتے ہین کہ اب اس مریض کی موت ہی باعث اسکی زندگی کا ہی۔ اگر ایسے مریض کی وفات واقع ہو جاتی ہی تو گو اُس کے شدائد مرض کے بنا پر اُس کا مرجانا بہتر سمجھا جاتا تھا مگر اُس کی وفات پر مسرت ظاہر نہین کیجائے گی تب اُس کا مرجانا ہی بہتر سمجھنا ہمدردی اور رحم دلی کی حد پر نہ ہوگا بلکہ اپنی خلجان کی نجات پانے سے مریض کی موت کی خواستگاری سمجھی جائے گی۔ اور اگر بعد وفات اُسکی وفات پر حزن و ملال ظاہر کیا جاوے گا جو ایک دلیل رحمت ہی تو ضرور اُسکی زندگی مین اُسکے مرجانے کی خواہش شدائد مرض کی بنا پر قرار پاویگی۔

اب حضرت عثمانؓ کا وہ فعل (کہ جو اُنھون نے اپنی بی بی کے مرتے ہی کیا یعنی اُن کے دفن وکفن کا بھی انتظار نہ کیا) ضرور یقین دلاتا ہی کہ وہ اس درجہ تنگ آگئے تھے کہ وہ اُن کا مرجانا اِس واسطے بہتر جانتے تھے تاکہ وہ فعل شروع ہو جس کا ذکر شارح نے کیا ہی لیکن جب اُنھون نے دیکھا کہ بیمار سخت جان ہی تو شیطان نے اُس عمل قبیح پر مجبور کر دیا کہ جس کو ایک راوی سُنن اربعہ نے اپنی سند خاص سے لکھا ہی اور پھر قبل دفن ہی اصلاح دماغ بھی کر چکے اور ضرور پیغمبرؐ کو اس واقعہ کی اطلاع سفیر خدا نے دی۔ جسکی وجہ سے اُسکا تذکرہ آج تک کتب فرقہ اہل سنت مین بطور یادگار سنتِ حضرتِ عثمان درج چلا آتا ہی۔

ہمارے ذیعلم سائل نے جو خلعت دامادی حضرت عثمانؓ کی بغل مین دبوایا ہی عجب نہین کہ اُسکی بغل مین دبوانے کا باعث یہی روایات ہوئی ہون ورنہ خلعت

بغل مین نہین دابا جاتا بلکہ بدن مین پہنا جاتا ہی اور یہی محاورہ ہی - جیسا کہ ایک شاعر نے کسی افسر شاہی کی اصلاح عادات کے لیے کہ جس سے افعال کا ظہور عہدہ کی آنر کے خلاف ہوتا تھا ایک شعر نظم کیا تھا کہ جس کا دوسرا مصرعہ یہ ہی -

؎ خلعت پہن کے بھی نہ رذالت کی بو گئی ''

معزز سائل -

اس مصرعہ سے میرا قصد خدانخواستہ حضرت عثمانؓ کی نسبت سو ادب کا نہین ہی بلکہ صرف اس غرض سے لکھا ہی کہ خلعت کے پہننے کا محاورہ ہی نہ کہ بغل مین دینے کا

ذی علم سائل نے پیغمبرؐ کی نواسیون کے عقد کے متعلق جو ایک فضیلت مرتب کی ہی اُس کے متعلق مین اوپر لکھ آیا ہون کہ صرف ایک نواسی پیغمبرؐ کی نسبت جن کا نام اُم کلثوم ہی شیعہ سُنی مین یہ امر قدیم سے زیر بحث چلا آتا ہی کہ آیا اُن کا عقد حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا یا نہین سُنی اُس کے وقوع کے قائل ہین اور شیعہ نہین - شیعہ کچھ اس وجہ سے اسکے وقوع کے قائل نہین ہین کہ اُنکے بیان یہ امر حد تحقیق کو نہین پہونچا بلکہ یہ معاملہ درحقیقت ایسا بے وجود تھا کہ جس کو قدیم علماے اہل سُنت یعنی صحاح ستہ کے کسی جامع نے بھی اپنی اپنی صحیحون مین داخل نہین کیا - اگر کچھ بھی اصلیت اس عقد کی اُس نوعیت سے ہوتی تو جو آج کل کے علماے اہل سُنت بلا دلیل ظاہر کر رہے ہین تو یہ نا ممکن امر تھا کہ اگلے لوگ اسکو عمداً نظر انداز کر جاتے -

جو ایک روایت ماخذ اس عقد کی قدماے اہل سنت کے نزدیک ہی تو اُسکا راوی زبیر ابن بکار ایسا ہی کہ جسکی بابت نہ صرف علماے مذہب شیعہ ہی نے قدح کی ہی بلکہ علماے اہل سنت نے بھی اُسکی صدوقیت و وثاقت پر نہایت فصیح و بلیغ ریویو دیے ہین مگر باوجود ان سب باتون کے مین نہین سمجھتا کہ حال کے علماے اہل سنت کے ہاتھ وہ کونسا پختہ ثبوت آگیا ہی کہ جس پر وثوق کے ساتھ ہمیشہ اس فخر کو حضرت عمرؓ کے سر منڈھا

جاتا ہی - ہر چند کہ ہمیشہ شیعون کی طرف سے محققانہ رائین جواب مین عرض کی گئی ہین مگر افسوس ہی کہ اس امر کی کوشش تو نہین کیجاتی کہ شیعون کی تحقیق پر عدم قبول کے وجوہ کو ظاہر کرین تاکہ شیعون کو اُن پر موقع غور اور فکر کا ملے اور وہی پُرانے ڈہرانے ڈہکوسلے اعتراضًا جڑ دیے جاتے ہین - اِس مقام پر مجھے امید ہے کہ میرے ذی علم سائل غور فرماوینگے کہ اُنھون نے بھی کیون اس واقعہ کو نظرانداز نہین کیا حالانکہ وہ جدت پسند ہین اور پُرانی دُہرائی بوسیدہ کرم خوردہ باتون کو مکروہ جاننے والے -

مین شروع مین اِس امر کو مفصلًا قابل اطمینان ظاہر کر آیا ہون کہ کوئی فریق اپنے فریق مخالف پر اُسی حالت مین اپنے دعوے کو چلا سکتا ہی کہ جب اپنے دعوے کی شہادت فریق مخالف کی کتب سے دے - اگر کوئی ایسا دعوے کسی سمت سے کیا جاوے کہ جس کا پتہ دعویدار کے فریق مخالف کی کتب مقبولہ مین موجود ہو اُسی نوعیت سے جیسا کہ دعوے مین ظاہر کیا جاوے تو بے شک فریق مقابل پر وہ حجت ہوگا -

مقدمۂ ہذا کی شان یہ ہی کہ سُنّی مدعی اس امر کے ہین کہ عقد حضرت اُم کلثوم بنت علی مرتضےٰ کا جو بطن جناب فاطمۂ زہرا سے تھین خلیفہ ثانی کے ساتھ بلاجبر و اکراہ بخوشی و رضامندی قلبی جانبین کی ہوا - شیعہ اِس بات کے قائل نہین ہین پس بحیثیت مدعی سنیون کو لازم ہی کہ امور مصرحہ اپنے دعوے کے کتب معقولہ اہل تشیع سے ثابت کرین لیکن اِس امر مین وہ نہ کبھی کامیاب ہوئے نہ ہون گے اب رہی تحقیق اِس مسئلہ کی بنا پر اصول اہل تسنن - پس اِس معاملہ مین مین قدیم علماے اہل سنت کی ہوشیاری کی داد دیتا ہون کہ اُنھون نے اِس واقعہ نکاح کی روایات کو یک قلم کتب صحاح مین داخل نہین کیا -

کتب صحاح ستہ مین جو روایات متعلق اس معاملہ کے منقول کی گئی ہین اُنھین تمامتر روایات سے حضرت عمرؓ کی طرف سے اصرار و اجبار و اکراہ اور ظلم اور اذیت اہل بیت پیغمبرؐ پر اور اُن کا عامل قبیح و مرتکب امر ناجائز ہونا علانیہ ظاہر اور متبادر ہوتا ہے۔ جس سے کثیر التعداد مطاعن خلیفہ صاحب پر وارد ہوتے ہین اُسی خوف سے ہوشیار ہو کر اُن علماء نے کہ جنھون نے صحاح ستہ کو جمع کیا۔ اُن روایات کو اُس مین داخل نہین کیا کہ جن سے لاجواب مطاعن حضرت عمرؓ پر پیدا ہوتے تھے اور اُن روایات کے ترک کو ذریعہ اتفاق طعن سے گردانا ہے اور اُن روایات کے اظہار سے گریز کیا ہے۔ اور جن علماء نے کہ اُن روایات کو اپنی کتب مین درج کیا اُن سے غلطی یا نافہمی برخلاف منشاء اُن علماء کے ہوئی کہ جنھون نے صحاح ستہ کو جمع کیا ہے لیکن جن علمائے سنے کہ اُن روایات کو اپنی کتب مین داخل کیا وہ بھی قابل آفرین ضرور ہین صرف اس وجہ سے نہین کہ اُنھون نے اُن روایات کو اُن کی پوری شان سے منقول کیا ہے بلکہ اس وجہ سے بھی کہ وہ علماء شیعہ کی طعن کے حضرت عمرؓ پر مؤید ہو گئے۔

اب ہمارے اس زمانہ کے جو علماء اہل سنت مثل سائل کے ازدواج ام کلثوم پر گو وہ کسی کے بطن سے قرار پائین استحاد یا فخر حضرت عمرؓ کے لیے پیش کرتے ہین تو اُن کو ضرور ہے کہ وہ اُسی شان سے واقعہ کو قبول کرین جس شان سے کہ اُنکی کتب مذہب مین مندرج ہے اور جب اُس شان سے قبول کیا جائے گا تو جو استدلال کہ کیا جاتا ہے وہ کسی طرح قائم نہین رہ سکے گا بلکہ وہ شیعون کے ساتھ مطاعن حضرت عمرؓ مین شریک اور مؤید ہو جاوین گے۔

سائل صاحب کو ثابت کر دینا چاہیے کہ وہ ام کلثوم جو علیؑ مرتضےٰ کی صاحبزادی جناب سیدہ کے بطن سے تھین بلا اکراہ و اجبار عقد خلیفہ ثانی مین آئین

جسکی بابت مین نہایت جرأت سے یہ دعوی کرتا ہون کہ کتب شیعہ سے یہ امر کسی وقت مین بھی ثابت نہین ہو سکتا۔ اگر میرے لائق دوست مجھے اطمینان دلاوین تو مین آج بہت خوشی سے اپنے لائق دوست ذیعلم سائل کا متحد الخیال ہو جاؤنگا۔

مین ذی علم سائل کی پالیسی کا برتنے والا نہین ہون کہ اُن کو باوجود اِس اطمینان کُلّی کے کہ شیعہ قیامت تک اُن کے جواب سے قاصر رہین گے پھر بھی شرط تبدیل ندہا، یا اور کسی شرط کو اِس سوال کے جواب باصواب پر قرار نہین دیا اور نہ معلوم کہ وہ کونسی بات اُنکے دل مین تھی کہ جو کسی ایسے شرط کی روک ہو گئی۔

اِسکے بعد ذیعلم سائل نے یہ دعوے کیا ہی کہ اُن کے ممدوحین تا حیات پیغمبرؐ اُن کے جلیس وانیس وزیر ومشیر رہے اور بموجب ارشاد "وشاورہم فی الامر" مہمات مین اُن سے مشورے لیے اور اُن کے مشورے پسند خاطر پیغمبرؐ ہو کر اُن کی راے کی تصدیق وتصویب ہوئی"

ہمکو سخت تعجب معلوم ہوتا ہی کہ ذیعلم سائل شیعون کے روبرو اپنے ممدوحین مین کیون اُن اوصاف کو جو درحقیقت اُن کی ذات اشرف وانجب پر منطبق نہین ہین پیش کرتے ہین۔ اُن کو چاہیے تھا کہ ہر دعوی کی تطبیق کے لیے کم سے کم ایک مثال تو لاتے تاکہ شیعون کو موقع غور اور فکر کا اُسپر ملتا۔ محض جلیس ہونا کہ جس کو مین قبول کیے لیتا ہون ہرگز فخر کرنے کے قابل نہین ہی کیونکہ جب کوئی۔ صحابہ کی اِس عام تعریف پر (کہ جس نے ایک مرتبہ بھی پیغمبرؐ کی زیارت کی ہی یا صحبت مین داخل ہوا ہی صحابی ہی) نظر کرے گا تو ایسے ہر شخص مین صحابی اور جلیس پیغمبرؐ ہونے کا فخر قبول کرے گا۔ اور جس حالت مین کہ ہمکو کتب تواریخ وحدیث سے اِس امر کا پتہ ملتا ہی کہ پیغمبرؐ کافرون کے ساتھ بھی نہایت خلق سے پیش آتے تھے اُن کی تعظیم کرتے تھے اُن کے لیے اپنی عبا بجاے فرش بچھاتے تھے اور فرماتے تھے کہ "ہر بزرگ قوم کا اکرام کرد

اگرچہ وہ کافر ہو۔ تو ایسی حالت مین غور کرنا چاہیئے کہ محض جلیس ہونا کسی کا کب داخل اور قابل فخر اور اعزاز کے ہو سکتا ہی۔ اور اگر محض شرف حصول صحبت پیغمبرؐ ہی سے کسی کو جلیس پیغمبرؐ ہونے کا فخر عطا ہو سکتا ہی تو کیا وجہ مانع ہو گی کہ کفار و مشرکین کو بھی جو پیغمبرؐ کی خدمت مین اکثر حاضر ہوتے تھے جلیس پیغمبرؐ نہ کہا جاوے۔ مگر میری تحقیق کے بموجب تو جلیس و انیس پیغمبرؐ ہونے کا فخر اُسی شخص مین قبول کرنا چاہیے کہ جو روز پیدائش سے پیغمبرؐ کی کنار عاطفت مین پرورش پایا ہو جسے پیغمبرؐ نے قحط سالی مین اپنے حصہ مین لے لیا ہو اور اُسکی ترتیب و تعلیم بہ نفس نفیس فرمائی ہو۔ پیغمبرؐ نے جسے اپنا نفس کہا ہو جس کا دروازہ مثل اپنے گھر کے دروازہ کے مسجد کے اندر کھلا رکھا ہو جسے مثل پیغمبرؐ حالت جنب مین بھی مسجد مین جانے کا حکم ہو۔ جو ہر دن اور ہر رات پیغمبرؐ پر داخل ہوتا ہو۔ پیغمبرؐ اُسکے لیے خلوت کرتے ہون۔ اور وہ خلوت خانہ مین پیغمبرؐ کے ساتھ رہتا ہو۔ اور ایسا بے تکلف ہو کہ جو چاہے سو کہے اور جو چاہے سو سُنے جیسے چاہے ویسے بیٹھے جیسے چاہے ویسے کھڑا ہو۔ اُسکی نسبت ہر صحابی نے جان لیا ہو کہ پیغمبرؐ یہ سلوک بجز اُس کے اور کسی سے نہین کرتے۔ اور وہ سلوک اُس کے ساتھ خاص اُس کے گھر مین اور نیز اپنے گھر مین فرماتے ہون۔ اور جب وہ منزل رسول مین داخل ہوتا ہو تو ازواج رسولؐ اُٹھا دی جاتی ہون اور رسولؐ کے پاس سوائے اُس کے اور کوئی نرہتا ہو۔ اور جب کبھی پیغمبرؐ اُس کے گھر داخل ہوتے ہون تو نہ اُسکی بی بی اُٹھائی جاتی ہو اور نہ اُسکے فرزند۔ اور جو کچھ وہ پوچھتا ہو پیغمبرؐ اُسکو جواب دیتے ہون اور جب وہ چُپ ہو جاتا ہو تو اُسکی تربیت کی غرض سے خود پیغمبرؐ اُس سے بات شروع کرتے ہون وہ ایسا ہو کہ ہر آیت قرآن کو بوقت نزول پیغمبرؐ نہ صرف اُسکو پڑھا دیتے ہون بلکہ لکھا دیتے ہون اور اُسکی تاویل و تفسیر اُس کا ناسخ اور منسوخ اُسکا محکم و متشابہ اور اُسکا خاص اور عام اُسے بتلا دیتے ہون اور اُس نے

اُن سب کو اپنے ہاتھ سے لکھ لیا ہو۔ جس کے لیئے پیغمبرؐ نے یہ دعا کی ہو کہ الٰہی اُسے حفظ و فہم عطا کر۔ اور اُس شخص کو وہ چیزین کہ جو خدا نے اپنے پیغمبرؐ کو (حلال و حرام امر و نہی۔ یا جو کوئی ہو گئی ہو یا ہونے والی ہو یا وہ کتاب جو کسی پر پہلے نازل ہوئی ہو اور اُس مین طاعت بیان کی گئی ہو خواہ معصیت) سکھائی ہون نبیؐ نے اُس کو سکھا دی ہون اور وہ اُس مین سے ایک حرف بھی نہ بھولا ہو اور پھر پیغمبرؐ نے اپنا ہاتھ اُسکے سینہ پر دھر کر خدا سے یہ دعا کی ہو بھر دے اللہ اُسکا دل علم و فہم و حکمت اور نور سے اور اُس نے نبیؐ سے یہ کہا ہو کہ جب سے آپ نے میرے لیئے دعا کی ہے مین کسی چیز کو جسے کہ مجھے آپ نے تعلیم کیا ہے نہین بھولا ہون اور کسی چیز کو مین نے بغیر لکھے نہین چھوڑا ہے۔ کیا آپ کو میری نسبت خوف بھول جانے کا تو نہین ہے۔؟ اور اسپر پیغمبرؐ نے یہ کہا ہو کہ نہین مین تجھ پر بھول اور نادانی کا خوف نہین کرتا۔" ۱؎

مین نہایت ادب سے دریافت کرتا ہون کہ آیا جس کسی مین ایسے اوصاف نہ ہون اُسپر بھی انطباق و اطلاق پیغمبرؐ کے جلیس و انیس ہونے کا ہو سکتا ہے۔

میرا جہانتک خیال ہے ضرور اس کا جواب ہر وہ شخص جو تحقیق کی نظر رکھنے والا ہے نفی مین دیگا اور بے ساختہ پکار اُٹھے گا کہ اِن اوصاف کی تطبیق بجز علی مرتضٰیؑ کی ذات اقدس و اعلیٰ کے اور کسی مین ہرگز ہرگز نہین پائی جاتی۔ اور اُنھین کی ذات مقدس پر پیغمبرؐ کے جلیس و انیسؐ و وزیر ہونے کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اور جسکی تائید "انا مدینۃ العلم و علی بابہا"۔ "انا دار الحکمۃ و علی بابہا"۔ "یا اقضیکم علی" وغیرہ وغیرہ احادیث پیغمبرؐ سے بخوبی ہو سکتی ہے۔ ۲؎ حقیقت مین یہ اوصاف اُسی مین قبول ہو سکتے ہین کہ جسکو پیغمبرؐ اپنا نفس فرمائے اور اُس کا خون اور گوشت اور پوست عین پیغمبرؐ کا خون و گوشت و پوست ہو۔

۱؎ دیکھو رسالہ روشنی مطبوعہ اکتوبر سنہ ۹۳۶ء صفحہ ۴۵ ولغایت ۴۷ و کتاب ہذا۔

۲؎ دیکھو صحیح ترمذی و صواعق محرقہ۔

مین کچھ اسی حدتک اس معاملہ کی حقیقت دکھلانے کے واسطے تیار نہین ہون بلکہ یہ بھی کہتا ہون کہ اول مرتبہ جبکہ آیت ؎ وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی اور پیغمبرؐ نے اپنے قرابت دارون کو جمع کیا اور اپنے خطبہ مین صراط مستقیم پر راہ چلنے کی حاضرین کو جب ہدایت کر چکے اور تین مرتبہ فرما چکے جو کوئی پیش قدمی اور اس کام مین میری مدد کرے گا بس وہی میرا برادر۔ میرا وصی اور میرا وزیر ہے۔ لیکن حاضرین نے ہر مرتبہ پیغمبرؐ کی بات کا جواب بھی دینا فضول سمجھا مگر ہر مرتبہ وہی بزرگوار اس حقارت آمیز خاموشی کی برداشت نہ کر کے دلیرانہ کھڑا ہوا اور پیغمبرؐ سے عرض کیا کہ وہ شخص مین ہون کہ جو آپ کو آپ کے کام مین مدد دونگا۔ اور پیغمبرؐ نے اُسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر لوگون کو بتلا دیا کہ دیکھو یہی میرا برادر اور میرا وصی اور میرا وزیر ہی اس کی بات سُنو اور اسکی اطاعت کرو اور حاضرین جلسہ۔ ایک ادھیڑ عمر کے شخص (پیغمبرؐ) اور ایک بارہ۱۲ تیرہ۱۳ برس کے تازہ جوان (علیؑ) کے اس فیصلہ کو کہ دونون تمام دنیا کے خلاف اپنا دین پھیلانے مین کامیاب ہون گے مضحکہ اور قہقہہ مین اوڑا کر منتشر ہو گئے۔

اس مقام پر یہ شُبہہ ہونا نہین چاہیے کہ علی مرتضےٰ اور اُنکے باپ حضرت ابو طالب اُس دعوت مین اُن لوگون مین شامل تھے کہ جن کو دعوت اسلام مقصود تھی۔ علی مرتضےٰ سے بحث کفر و اسلام یا سابق الاسلامی کو متعلق کرنا سخت غلطی کی بات ہی یہ بحث اُن لوگون کے متعلق ہوسکتی ہی کہ جو پہلے کافر تھے اور بعد کو پیغمبرؐ خدا پر ایمان لائے۔ اور علی مرتضےٰ کے ایمان و اسلام کی بعینہ وہی حالت تھی جو خود پیغمبرؐ خدا کی قبل بعثت تھی۔ جس طرح پیغمبرؐ قبل بعثت ملت ابراہیم پر تھے اُسی طرح اُنکی متابعت مین علی مرتضےٰ بھی تھے۔ پیغمبرؐ درجہ حُلم کو پہونچ چکے تھے کہ علی مرتضےٰ پیدا ہوئے اور روز پیدایش سے پیغمبرؐ خدا کی خدمت اور اُنھین کی تعلیم و تربیت مین

رہے کبھی اُنھون نے بتون کو سجدہ نہین کیا اور کرم اللہ وجہہ کا جو لقب علماے اہل سنت نے ہمارے علی مرتضےٰؑ کو عطا کیا ہی اُس کا منشا بھی یہی ہی کہ اُنھون نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہین کیا اور اِسی جگہ سے اُس حدیث کے معنی بھی ذہن نشین ہو سکتے ہین کہ جس مین علیؑ مرتضےٰ کی نسبت پیغمبرؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ "اُس نے بقدر چشم زدن بھی کفر اختیار نہین کیا۔" [1]

کچھ شبہہ نہین ہے کہ علی مرتضےٰؑ اِس دعوت مین اُن لوگون کی میزبانی مین جو دعوت مین بلائے گئے تھے شریک پیغمبرؐ تھے۔ پیغمبرؐ نے جس طرح بحکم خدا اُن لوگون پر دعوت اِسلام کی اُسی طرح علی مرتضےٰؑ نے بحکم پیغمبرؐ خدا اُن لوگون کی دعوت طعام کی اور اُن کے باپ حضرت ابوطالب جو مربی اور معاون اور محافظ پیغمبرؐ کے تھے اُن کی موجودگی کی اُس انجمن مین دو وجہ سے ضرورت شدید تھی۔

دوسرے یہ کہ اُسی انجمن مین پیغمبرؐ اپنے بھائی کو جو اُن کا بیٹا تھا اپنا وزیر خلیفہ جانشین وصی (جو چاہو سمجھو) مقرر کرنے والا تھا اور لوگون کو اُس کی اطاعت کا حکم دینے والا تھا اور اِن کارروائیون سے حضرت ابوطالب لاعلم نہین تھے اور کچھ شبہہ نہین ہے کہ حضرت ابوطالب کی موجودگی اور وجاہت کا ہی یہ سبب تھا کہ گو یہ مخالفت نبیؐ و علیؑ مجمع حقارت آمیز مضحکہ سے منتشر ہو گیا لیکن یہ کسی کی جرات نہین ہوئی کہ نبیؐ و علیؑ کو کوئی صدمہ پہونچاتا۔

بہرحال علی مرتضیٰ کی جانشینی کا یہ کوئی ایسا واقعہ نہین ہی جسکا پتہ صرف مذہب اہل تشیع مین ہی ہو بلکہ وانذر عشیرتک الاقربین" کی تفسیر مین ہر محقق نے اور بحیثیت مورخانہ حالات

---

[1] دیکھو مودۃ القربے ہمدانی۔

ابتداے اسلام مین ہر فرقہ کے مورخ نے اپنی تاریخ مین اسکو اسی نوعیت سے جیسا کہ مین نے بیان کیا لکھا ہی۔ [1]

گو ان اسناد کے بعد جو حاشیہ مین درج ہین اور کسی سند کے دینے کی ضرورت نہین ہی لیکن مین اپنے معزز سائل کو کتاب صحایف مصنفہ فاضل شمس الدین محمد ابن اشرف الحسنی سمرقندی ذکر جنکی مدح مصطفےٰ ابن عبداللہ قسطنطینی کتاب کشف الظنون مین و نیز شارح صحائف صاحب معارف بھی کرتے ہین کی فصل ثالث[2] دلیل ششم پر توجہ دلاتا ہون جسمین روایت ذیل بدین خلاصہ درج ہی اور اُسکو فاضل موصوف نے تسلیم بھی کیا ہی۔

”روی انس ابن مالک قال قال صلعم ان اخی و وزیری وخیر من اترکہ بعدی یقضی دینی وینجز وعدی علی بن ابی طالب“ (دیکھو کتاب صحائف فصل ثالث)

”بالتحقیق پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میرا بھائی میرا وزیر اور جنکو مین اپنے بعد چھوڑون گا اُن سب مین افضل۔ میرے دین کا ادا کرنے والا میرے وعدون کا پورا کرنیوالا۔ جو شخص کہ ہی وہ علیؑ ابن ابی طالب ہی ہی“

اسی موقعہ پر سائل غور فرما دین کہ کیا یہ بے محل بات نہین ہی کہ بموجب اس ارشاد پیغمبرؐ جسکو کہ پیغمبرؐ نے اپنے بعد سب سے افضل چھوڑا وہ تو نبیؐ کا دَین ادا کرے نبیؐ کے وعدے پورے کرے اور مسند رسالت پر کوئی بیٹھ جاوے“

پیغمبرؐ نے اگرچہ متعدد موقعون پر علیؑ مرتضےٰ کو اپنا جانشین وزیر اور خلیفہ فرمایا ہی لیکن بالخصوص نبوت کے تینون زمانون مین علیؑ مرتضےٰ کو اپنا وزیر اور خلیفہ لوگون کو

---

[1] دیکھو کامل ابن اثیر صفحہ ۲۳ جلد ثانی مطبوعہ مصر و تاریخ ابو الفدا صفحہ ۱۱۰ و ۱۱۱ مطبوعہ مصر۔ و معارج النبوۃ رکن سوم باب اول صفحہ ۲۱۔ مطبوعہ بمبئی و تاریخ طبری و تاریخ زوال سلطنت روم مصنفہ مسٹر اڈورڈ گبن و تفسیر دُر منثور سیوطی و تفسیر علامہ ثعلبی و تفسیر معالم التنزیل علامہ بغوی تحت تفسیر آیت وانذر عشیرتک الاقربین۔

[2] یہ فصل درباب تحقیق افضل الناس بعد نبیؐ مین ہی۔

بتلا دیا ہی۔ ابتداے زمانہ نبوت مین تو اسی موقعہ پر جسکو مین اوپر لکھ چکا اور اُس کے بعد دوسری دفعہ اُس وقت جبکہ پیغمبرؐ غزوہ تبوک کو نوین سال ہجری تشریف لے گئے اور مدینہ مین اپنا جانشین علی مرتضٰےؑ کو چھوڑ گئے اور پیغمبرؐ خدا کی عدم موجودگی مین علیؑ مرتضٰے کے ساتھ نہ لیجانے کی منافقین نے عجب عجب تاویلات کین جب علی مرتضٰےؑ کے کان مین یہ اخبار اشرار پہونچے فوراً پیغمبرؐ خدا کی خدمت مین روانہ ہوئے اور راہ مین حاضر خدمت ہوکر پیغمبرؐ خدا سے مدینہ کی افواہون کو بیان کیا جسکو سُنکر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ “اے بھائی تم میرے وہی ہو جو ہارون موسٰے کے تھے مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہوگا۔ [1] الا تم میرے بعد میرے اہلبیت پر زمین ہجرت پر (مدینہ سے مراد ہی) اور میری اُمت پر خلیفہ ہو اور اے بھائی واپس جاؤ کہ مدینہ مین آج کل بجز میرے اور تمھارے اور کوئی ٹھیک انتظام نہین کرسکتا!! [2] علیؑ مرتضٰے نے خود بھی ان واقعات کو نظم فرمایا ہی [3]

اگر کوئی کسی محقق سے اس حدیث پیغمبرؐ کی نسبت پوچھیگا تو وہ ضرور یہی نتیجہ ارشاد پیغمبرؐ ظاہر کریگا کہ پیغمبرؐ نے بجز منصب نبوت کے اور تمام کمالات روحانی جو خود پیغمبرؐ کو حاصل تھے اُسیطرح علی مرتضٰے مین اُن کمالات روحانی کو تصدیق فرمایا ہی اور جس طرح کہ احکام خدا کی بجاآوری مین ہارون موسٰے کے شریک تھے اُسی طرح علیؑ مرتضٰے کو احکام خدا کی بجاآوری مین اپنا شریک ظاہر فرمایا ہی۔ [4]

پیغمبرؐ خدا کے اس ارشاد کے کہ “مگر میرے بعد کوئی نبیؐ نہ ہوگا” اگر عکسی نتیجہ پر غور کیا جاوے تو آسانی سے معلوم ہو سکتا ہی کہ بعد پیغمبرؐ آخرالزمان کے اگر کوئی نبیؐ ہوتا تو وہ ضرور علی مرتضٰےؑ ہی ہوتے جیسا کہ اُستادی جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوجؔ فرماتے ہین۔

---

[1] دیکھو صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ و کتاب مودة القربی سید علی ہمدانی [2] دیکھو سیرت ابن ہشام جزو ثالث صفحہ ۳۷ و ۳۸ - امام احمد حنبل و بخاری و ترمذی کذا فی ینابیع المودة۔ [3] دیکھو فواتح میبذی صفحہ ۳۷۳ و ۳۷۴ - [4] دیکھو عبقات الانوار جلد حدیث منزلت۔

اگر جہان مین نبی بعد مصطفےٰ ہوتے قسم خدا و پیمبر کی مرتضےٰ ہوتے

اب مین ابتدائی اور درمیانی زمانۂ نبوت پیغمبر میں پیغمبر کے علی مرتضےٰ کو وزیر فرمانے کے مواقع دکھلا چکا۔ تیسری دفعہ پیغمبر خدا نے نہایت اہتمام کے ساتھ بمقام غدیر خم جو حوالے جحفہ مین واقع ہی۔ علی مرتضےٰ اپنے برادر اور وصی اور وزیر کو اپنے مابعد زمانہ کے واسطے اپنا جانشین مقرر فرمایا۔[1] اور یہی وہ اختلافی مسئلہ ہی کہ جس نے ایک مذہب اسلام کو شاخ در شاخ کر دیا ہی۔

لیکن جو راے کہ امام غزالی کی بسلسلۂ واقعہ غدیر سر العالمین سے ہم ایک مقام پر اوپر لکھ چکے ہین[2] اور جو اُنکی آخر عمر کی راے ہی اُسکو ذہن مین مستقر کرنے کے بعد ہر شخص محقق نہ صرف یہی کہیگا کہ وہ راے امام صاحب کی اس اختلاف ہی کا قطعی فیصلہ کرنیوالی ہی بلکہ وہ یہ بھی کہیگا کہ وہ راے امام صاحب کی ہماری اُس راے کی بھی مؤید ہی جو ہمنے متعلق مدوحین سائل کے ایمان و اسلام کے بربناے اقوال و اخبار کا ہتین محض بغرض حصول حُب وجاہِ دنیاوی کے شروع مین ظاہر کی ہی۔

اب مین اِس حقیقت کے ظاہر کر دینے کے بعد ذی علم سائل سے اِس امر کا فیصلہ چاہتا ہون کہ آپ کے اِن تمام دعوؤن کی کیا حقیقت ہے اور مین بہت خوش ہون گا کہ اگر قرآن یا حدیث پیغمبر سے کہ جو بطور واقعہ اگرچہ کتب اہل سنت مین درج ہون مگر اُسکا نشان کتب شیعہ مین ہو مجکو بتلاوین کہ جس مین پیغمبر نے اُن ہر سہ بزرگوارون کی نسبت وزیر کا لقب عطا کیا ہو۔

ذی علم سائل نے جو مشیر پیغمبر ہونے کا بدے شاورہم فی الامر سے" استدلال کیا ہی اسکی بنیاد بھی افسوس ہی کہ مضبوط نہین۔

تمام مسلمانون کو یقین کرنا چاہیے کہ یہ حکم عام مسلمانون کے لیے ہے نہ مخصوص

---

[1] دیکھو فہرست عبقات الانوار جلد غدیر [2] دیکھو صفحہ ۱۰۱۔ کتاب ہذا۔

خلفاے ثلثہ کے حق مین۔ پیغمبرؐ خدا کا عمل جبکہ "ما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" پر سب کو تسلیم ہے تو پھر کسی طرح اُن مین احتیاج کسی سے مشورہ کی قبول کرنا نہین چاہیئے۔ اور جو اُن مین احتیاج ایسی قبول کرے تو اُس کو وہ مواقع دکھلانا چاہیئین تاکہ اندازہ اُس مشورہ کی وقعت کا ہو سکے اور نیز ذی علم سائل کو چاہیے تھا کہ جس اُن کے ممدوح نے کوئی مشورہ پیغمبرؐ کو دیا ہوتا اور اُس کی تصدیق و تصویب ہوئی ہوتی تو اُس تصدیق و تصویب مشورہ کے متعلق کوئی آیت قرآنی دکھلاتے تاکہ اندازہ سے وقعت اور حقیقت اُسکی معلوم ہو جاتی۔ اگر اُن کا اشارہ اُس آیت سے ہے کہ جو قیدیان بدر کے فدیہ کے متعلق مشہور ہے اور جس کا حاصل ترجمہ یہ ہے "سزاوار نہین ہی کسی پیغمبرؐ کو یہ کہ اُس کے اسیر لوگ ہون۔ یہان تک کہ بافراط کشتہ کرے اور مبالغہ کرے اُن کے قتل مین۔ اور ارادہ کرتے ہو تم دنیا کے واسطے (یعنی چاہتے ہو تم فدیہ اور مال جو دنیا کے واسطے ہے) اور خدا چاہتا ہے آخرت کو خدا غالب ہی اور غالب کرتا ہے اپنے دوستون کو"۔

اس واقعہ کے اخبار کتب اہل سنت مین اس طرح مندرج ہین کہ "پیغمبرؐ خدا نے قیدیان بدر کے متعلق جملہ مسلمانون سے یہ پوچھا تھا کہ آیا اُن کو فدیہ لیکر چھوڑا جائے یا قتل کیا جائے جس پر حضرت ابوبکر جو بہت ہی رقیق القلب اور رحمدل بزرگوار تھے اُنھون نے یہ راے دی کہ فدیہ لیکر چھوڑ دیا جائے کیونکہ یہ لوگ پیغمبرؐ کے قوم و قبیلہ کے ہین ممکن ہے کہ وہ مسلمان ہو جاوین یا آیندہ نسلین اُن کی مسلمان ہون۔ لیکن حضرت عمرؓ کی راے اس کے برخلاف قتل کی ہوئی اس بنا پر کہ وہ لوگ پیشوایان کفار سے ہین۔

لیکن حضرت پیغمبرؐ نے اپنے ہم سِن خسر کی راے سے اتفاق کیا اور فدیہ لیکر قیدی چھوڑ دیے گئے۔ اور اُسپر وہی آیت نازل ہوئی "وما کان لنبی ان یکون لہ اسری الخ"۔

جس کا حاصل ترجمہ اوپر لکھا گیا ہی۔[1]

افسوس ہی کہ ہم یہ نہین جان سکتے کہ ہمارے ذی علم سائل کی راے اپنے کس بزرگ سے اتفاق کرنے والی ہوگی۔ لیکن آیت قرآنی اور اُس کی شان نزول کو جو کچھ مفسرین نے لکھا ہی اور جس پر معنی آیت کے خود اشارہ کر رہے ہین۔ دیکھ کر مین خیال کرتا ہون کہ وہ ضرور حضرت عمرؓ سے اتفاق راے رکھنے والے ہون گے کیونکہ آیت مندرجہ بالا سے حضرت عمرؓ کی ہی راے کی تصدیق و تصویب پائی جاتی ہے۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہی تو مین افسوس کرتا ہون کہ میرے معزز سائل اپنے بڑے بزرگوار حضرت ابوبکرؓ کی راے کی نسبت کس طرح یہ جھونٹ کہنا پسند فرمادین گے کہ اُن کی راے کی تصدیق و تصویب ہوئی اور اگر وہ برخلاف راے اپنے بزرگوار ثانی کے حضرت ابوبکرؓ کی ہی راے سے اتفاق فرماوینگے تو وہ آیت جو کہ اس معاملہ مین نازل ہوئی ہے اُس سے تکذیب حضرت ابوبکرؓ کی راے کی ہوتی ہی نہ تصدیق و تصویب اور عدم تصدیق مخالف دعوے ذی علم سائل کے ہے اور نہایت قابل افسوس کے یہ امر ہوگا کہ وہ راے حضرت ابوبکرؓ کی پسند خاطر اُن کے پیغمبرؐ کے ضرور ہوئی تھی۔ اور یہی اختلاف آراے ایک ایسا پیچیدہ مسئلہ ہے کہ جس مین جیّد علماے اہل سنت اور اُن کے مفسرین نے غوطے کھائے ہین لیکن اُن سب کو صاحب روضۃ الاحباب کا شکرگذار ہونا چاہیے جنھون نے حضرت ابوبکرؓ اور اُن کے رسولؐ کی متعدد فاش غلطی پر غلطی اجتہاد کا پردہ ڈال کر صورت اختلاف مین یہ اجتہاد فرمایا کہ "اجتہاد مین جو خطا کرے وہ گنہگار نہین ہی"

مگر میری راے مین شاید سب سے زیادہ شکرگذاری کا موقع امام ابوحنیفہ صاحب کو ملنا چاہیے جنھون نے چار سو حدیثون پیغمبرؐ کو رد کر کے یہ راہ نکالدی ہے جیساکہ ربیع الابرار مین علامہ زمخشری نے یوسف ابن اسباط سے جو اہل سنت کے

---

[1] دیکھو روضۃ الاحباب صفحہ ۱۶۲ و ۱۶۳ و کامل ابن اثیر۔

کے ایک راویون مین سے ہے روایت کی ہو اور جب اُس راوی سے اُن چار سو حدیثون کی نسبت استفسار کیا گیا تو اُس نے کہا مثلاً رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ”واسطے گھوڑے کے دو حصے مین اور واسطے پیادے کے ایک حصہ ہے“ امام ابو حنیفہ نے کہا کہ مین تو چوپایہ کا حصہ مومن کے حصہ سے زیادہ مقرر نہ کرون گا ”یعنی سوار اور پیادہ کو مساوی حصہ دینا تجویز فرمایا“ مثلاً ”پیغمبر نے قربانی کے اونٹون کو اشعار کیا امام صاحب نے فرمایا کہ اشعار کرنا مثلہ کرنا ہے“ ”پیغمبرؐ نے فرمایا کہ بایع و مشتری جب تک جُدا نہ ہون تو فسخ بیع کا اختیار ہے لیکن امام صاحب نے اجتہاد فرمایا کہ جب بیع واجب ہو گئی تو فسخ کا اختیار نہین ہے“ مثلاً ”نبیؐ جب سفر کرتے تھے تو ازواج کے لیے قرعہ اندازی کرتے تھے امام صاحب نے ارشاد فرمایا کہ قرعہ اندازی قمار بازی ہے“[1]

بہر حال کچھ ہو اجتہاد کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جو ہمارے سائل مخاطب کے ممدوح اول اور اُن کے پیغمبرؐ کی اس غلطی راے کا پردہ پوش ہو گیا اور اندرین صورت مین خیال کرتا ہون کہ ہمارے سائل مخاطب کو حضرت عمرؓ کی ہی راے سے اتفاق کرنے کے بعد یہ کہنے کی جرأت ہو سکتی ہے کہ اُنہین کی راے کی تصدیق اور تصویب ہوئی اس واسطے مین خاص طور پر ایک آیت معہ اُس کی تفسیر کے دکھلاؤن گا کہ جس مین حضرت عمرؓ کی راے پر عتاب نازل ہوا ہے لیکن پہلے مین معاملہ اسیران بدر کے متعلق راے دینا چاہتا ہون۔

معاملہ اسیران بدر کا متعلق امر حکومت اور سلطنت کے تھا جسکے حُسن قبح کا اثر جو کوئی پہلو اختیار کیا جاتا قوم پر پڑتا تھا اُن کا قتل بھی ایک حیثیت سے مفید تھا کہ جو سطوت اور جلالت پیغمبرؐ کی دکھانے والا تھا اور فدیہ لیکر چھوڑ دینا بھی مفید ہو سکتا تھا جس مین خرچہ جنگ کا حاصل ہوتا تھا اور جان بخشی اسیرون کی تالیف قلوب کی

---

[1] کتاب ظفر المبین مؤلفہ مولوی محی الدین مطبوعہ لاہور مین اس قسم مسائل کے نشانات بہت موجود ہین۔

شان سے دشمنون کے قلب پر قبضہ کرتی تھی لیکن اُس وقت اظہار سطوت کی زیادہ ضرورت تھی مگر ویسا ہی اپنی قوم کو قتل کرنا امر شدید تھا اِس لیے بذریعہ اُس القار کے کہ جو قوت ملکوتیہ نے اُن کے قلب مین ڈالا پیغمبرؐ کو یہ مصلحت معلوم ہوئی کہ دیگر مسلمانون کی مرضی بھی دریافت کیجاے کہ آیا دوسرے لوگ بھی شریک مرضی پیغمبرؐ کے ہونے والے ہین یا نہین۔ اور جو شدت اور سختی قتل قوم کی ایک خاص حکم نبیؐ سے سمجھی جا سکے اُنہین پیغمبرؐ کے ساتھی بھی شامل ہو کر امر عام ہو جاوے۔ اور ایسا ہوتا ہی کہ ایک حکم جو کسی وقت مین نافذ کیا جاوے بعد اُس کے عمل کے دوسرے وقت یہ سمجھا جائے کہ دوسری مصلحت پر عمل اولے تھا چنانچہ یہی باعث ہوتا تھا کہ ایک آیت قرآنی کو دوسری آیت منسوخ کرتی تھی لیکن حضرت عمرؓ یا حضرت ابو بکرؓ نے جو مختلف آرا پیغمبرؐ کو دین درحقیقت وہ اُس منشا اور غرض سے نہین دی گئی تھین جیسا کہ راویون کے بیان سے ثابت ہوتا ہی بلکہ اُن کا مقصود دوسرا تھا جس کو مین ظاہر کرتا ہون۔ حضرت ابو بکرؓ ایک سن رسیدہ بزرگوار تھے جو دنیا کے بہت سے گرم و سرد زمانہ دیکھ چکے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اقوال و اخبار کاہنون کو تجربہ کرتے تھے کہ جو بظاہر اُن کے اسلام لانے کا سبب ہوا تھا اُن کی راے اس معاملہ مین درحقیقت نہایت بلیغ تھی جس مین دونون پہلو شکار مطلب کے ہا کے ہوئے تھے۔ اولاً یہ کہ وہ جانتے تھے کہ یہ جنگ بدر پہلی لڑائی تھی جو فتح ہو گئی لیکن آیندہ سال کی جنگ مین جس کا اشتہار ابو سفیان دے گیا ہی خدا جانے اُسمین کیا نتیجہ ہو اگر اُس مین فتح پیغمبرؐ کی نہ ہوئی تو میری یہ راے دینا کہ مشرکین قتل نہ کیے جائین۔ مشرکین پر احسان کا باعث ہوگا اور یہ احسان ضرور مجھے اُس اذیت سے بچانے والا ہوگا جو ایک شکست یافتہ فوج کو نصیب ہوتی ہے اور دوم یہ کہ اگر آیندہ بھی پیغمبرؐ کی ہی فتح ہوئی تو بمقابلہ ذاتی نفع کے کسی کے قتل کو ترجیح دینا ایک بیوقوفی کی بات ہے اور درحقیقت دونون پہلو اُن کو کامیاب کرنے والے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کا محض قتل کی

راے دیا ما بعد زمانہ کے واقعات غزوات سے بخوبی ظاہر ہوتا ہی اور جس سے میرا یہ مطلب ہی کہ اُنھون نے یہ ثابت کردیا تھا کہ خدا نے اُن کو محض اسی لیے خلق کیا ہے کہ مقیدون کی روحون کو جو حراست کی زنجیرون مین جکڑے ہوئے ہون اپنی زبانی ہیبت اور ہتھیارون کی جھنکارون سے فنا کیا کرین۔ اور اس موقع پر وہ ضرور یہ راے بھی رکھنے والے ہون گے کہ مبادا آئندہ موقع جنگ پر انہین اسیرون مین سے کسی کے ہاتھ سے میری موت نہ ہو۔ "جنگ دو سر دارد"

اب مین اُس آیت کو لکھتا ہون کہ جسکی نسبت یہ تحقیق ہوا ہے کہ سبب نزول اُسکا حضرت عمرؓ ہوے ہین وہ آیت یہ ہی۔

آیت "لا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداوۃ والعشی یریدون وجہہ" تا آخر آیت۔ (دیکھو سورۂ انعام رکوع ۱۲)-

ترجمہ "مت کھیت تو اے محمدؐ اُن لوگون کو کہ پکارتے ہین اپنے پروردگار کو صبح و شام چاہتے ہین ذات اُسکی کو" تا آخر آیت"

امام "ثعلبی" نے تفسیر "کشف البیان"[1] مین بسلسلۂ تفسیر اس آیت کے جو قول عکرمہ کا لکھا ہی اُس کا ماحصل یہ ہے کہ "عتبہ۔ شیبہ۔ بن ربیعہ۔ مطعم بن عدی۔ حارث بن نوفل۔ قوطہ بن عبد عمر بن نوفل" اور چند دیگر شرفاء کفار حضرت ابو طالب کے پاس آکر مستدعی ہوئے کہ اگر آپ کا برادرزادہ (پیغمبرؐ) اپنے پاس سے ہم سے کم مرتبہ اور غلام لوگون کو جو اُن کے پاس ہین علیحدہ کردین تو ہم لوگون کے دلون مین اُن کی وقعت زیادہ ہوجاوے۔ حضرت ابو طالب نے جس وقت یہ پیغام آنحضرتؐ کو دیا حضرت عمرؓ بھی اُس وقت موجود تھے اور اُنھون نے کفار کے قول کی تائید کرکے پیغمبرؐ خدا کو یہ راے دی کہ آپ کو ضرور ایسا کرنا چاہیے کہ اُسی وقت یہ آیت عتاب آمیز نازل ہوئی

---

[1] نسخہ قلمی ورق ۳۴۵-

اور حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ خدا سے اپنی راے کی معذرت چاہی"۔ ڈیر سائل۔ کیا اسی کو راے کی تصدیق و تصویب ہونا کہتے ہین!!؟

اب مین یہ امر دکھا چکا کہ ممدوحین سائل کی کوئی راے ایسی نہین ہے کہ جسکو خدا نے پسند کیا ہو اب مین یہ امر دکھلاتا ہون نہایت اختصار کے ساتھ۔ کہ خود یہ بزرگوار کسقدر پیغمبرؐ کی عدول حکمی کرنے والے اُن سے سختی سے بات چیت کرنیوالے تھے۔

(۱) علامہ سیوطی نے تفسیر دُرِ منثور مین رویانی اور ابن عساکر سے بسلسلۂ متصل ایک واقعہ نقل کیا ہے جسکو مین بقدر ضرورت بطور خلاصہ لکھتا ہون۔

"ایک شخص نے کہا کہ اگر ہم عہد رسول اللہؐ مین ہوتے تو اُنکی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے یہ سُنکر حضرت حُذیفہ کہنے لگے کہ ہم لوگ "**شبِ احزاب**" (خندق) کو آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر تھے۔ شدت سے سردی پڑ رہی تھی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جو کوئی اس وقت لشکرِ مخالف کی خبر لادے گا تو قیامت مین وہ شخص میرے ساتھ ہوگا۔ مگر جب کسی نے ارادہ نہ کیا تو آنحضرتؐ نے خاص طور پر حضرت ابوبکرؓ کو ہدایت کی کہ تم جا کر لشکرِ مخالف کے اخبار لاؤ۔ مگر اُنھون نے "**استغفراللہ ورسولہ**" پڑھ کر جانے سے انکار کر دیا۔ اُنکے انکار کرنے پر آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے۔ (جنکی شجاعت اور ہیبت پر اُنکے مقلد بہت گرویدہ ہین) خبر لانے کو کہا مگر اُنھون نے بھی بتائید حضرت ابوبکرؓ وہی کلمہ پڑھکر جانے سے انکار کر دیا پھر حضرتؐ نے مجھے (حُذیفہ) پکارا مین لبیک کہکر حاضر ہوا اور آنحضرتؐ کے حکم کی تعمیل کی"۔ ذی علم سائل کو نہ شرمانا چاہیے اور نہ افسوس کرنا کہ اس روایت سے اُن کے ممدوحین کا ارشادِ پیغمبرؐ کی کیا خوب تعمیل کرنا پایا جاتا ہے۔

(۲) صحیح مسلم مین حضرت سلمان سے یہ روایت ہے۔ کہ "عن سلمان بن ربیعہ قال عمر بن الخطاب قسم رسول اللہ صلعم قسما فقلت واللہ یا رسول اللہ

لغیر ہؤلاء کان احق بہ منہم۔ قال خیرونی بین ان یسئلونی بالفحش و یبخلونی فلست بباخل ‟کہا عمرؓ ابن خطاب نے کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ نے کچھ مال تقسیمی بانٹا مین نے کہا یا رسولؐ اللہ غیر اُن سے زیادہ مستحق ہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھکو مخیر کیا ہی جس امر مین کہ تم سوال و اعتراض کرتے ہو سختی سے یا بخیل جانتے ہو مجھکو حالانکہ مین بخیل نہین ہون“

ڈیر ولایت حسینؑ! کیا کسی شخص کا پیغمبرؐ کی عدالت پر حملہ کرنا یا اُن سے سختی اور درشتی سے بات کرنا یا اُن کو بخیل بتلانا اُس شخص کی نسبت یہ قبول کرا سکتا ہی یا آپ قبول کر سکتے ہین کہ اُس کے قلب و نگاہ مین پیغمبرؐ کی عظمت یا اُنکی نبوت کی کچھ وقعت تھی؟ ‟**لاحول ولاقوۃ الا باللہ**“

اب مین بطور مختصر چند اور مخالفتین حضرت عمرؓ کی دکھلاتا ہون۔ یاد کرو یوم صلح حدیبیہ کو جس مین وہ کھلم کھلا مخالف پیغمبرؐ کی رائے کے رائے رکھنے والے تھے اور جسکی بابت وہ خود فرماتے ہین کہ مجھکو پیغمبرؐ کی نبوت مین ہی اُس روز عظیم شک واقع ہوا[1] یہ بھی فرماتے ہین کہ اگر مجھکو سو یا ستر آدمی بھی ملجاتے تو مین ضرور جنگ کرتا اور صلح کو بگاڑ دیتا[2] حالانکہ جس قدر نفع اس صلح سے مسلمانون کو ہوا وہ پوشیدہ نہین ہی جبکہ مکہ والون سے پیغمبرؐ کو اطمینان اس صلح سے ہوگیا تو بہت سے قبائل مسلمان ہوگئے اور مسلمان ہوتے گئے اور جنگ سے جو اشتعال مکہ مین پیدا ہوگیا تھا وہ بھی رفع ہوگیا۔

معزز سائل غور فرماوین کہ یہ زمانہ تازہ زمانہ نہ تھا اسلام کو قوت ہوچکی تھی لیکن ایمان سے بتلایئے کہ حضرت عمرؓ کا نبوت پیغمبرؐ مین شک کرنا یا اُنکی صلح کے بگاڑنے کا ارادہ ظاہر کرنا کیا اُنکے ایمان و اسلام کی حقیقت کا کھولنے والا نہین ہی؟ کیا ہمارے اس بیان کی تائید نہین ہوتی کہ اُنکے قلب مین ذرہ برابر بھی پیغمبرؐ اور اُنکی نبوت کی عظمت اور وقعت نہین تھی

---

[1] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری و زاد المعاد شمس الدین ابن قیم [2] دیکھو مفتاح الفتوح۔

دوسری مخالفت **یاد کرو بوقتِ وفات پیغمبرؐ کا** کاغذ و دوات طلب کرنا او حضرت عمرؓ کی اُس سے سخت مخالفت - اور دوات و کاغذ کا نہ لانے دینا اور شور و غل مچانا اور بالآخر پیغمبرؐ کا ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اُٹھا دینا" اگرچہ اس حدیث قرطاس کو صحیح بخاری کے مختلف ابواب مین متعدد جگہ لیا گیا ہے - لیکن مین اپنے معزز سائل کو کتاب المرضی مطبوعہ دہلی کے صفحہ ۰۴۶ کے ملاحظہ فرمانے کو توجہ دلاتا ہون - اور بتائید راے بخاری کے اسی واقعہ کی نسبت ابن اثیر جذری نے نہایہ مین اور خفاجی نے نسیم ریاض شرح شفاء قاضی عیاض مین اور امام ابن تیمیہ نے منہاج السُّنۃ مین اور شاہ عبدالحق نے شرح مشکوٰۃ مین اور شیخ احمد فاروقی نے مکتوب ۳۶ جلد ثانی مین صاف یہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے پیغمبرؐ کی نسبت (معاذ اللہ) ہذیان کا کلمہ استعمال کیا اور شور و غل ہونے پر آنحضرتؐ نے خفا ہو کر نکالدیا" اس مقام پر مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبرؐ سے بات چیت کرنے کے متعلق خدا کی کیا ہدایت مسلمانون کو تھی اور حضرت عمرؓ کا اُن کی نسبت ہذیان کی تہمت لگانا یا اُن سے سختی سے خواہ بخل کی نسبت کرنا کس قدر موافق منشاء اُس حکم خدا کے تھا - (آیت پارہ ۲۶ سورۂ حجرات)

"یا ایہا الذین امنوا لاترفعوا	"اے وہ لوگو جو ایمان لائے مت
اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ -	بلند کرو اپنی آوازون کو پیغمبرؐ کی آواز پر اور
بالقول کجہر بعضکم لبعض - ان تحبط	مت آواز بلند کرو واسطے اُسکے ساتھ
اعمالکم و انتم لا تشعرون"	بولنے کے (یعنی بلند آواز سے نہ پکارو

نہ باتین کرو) مانند بلند کرنے آواز تمھارے کے واسطے بعض کے یہ کہ نابود ہو جائین گے عمل تمھارے اور تم نہ جانتے ہو گے"

ذی علم سائل ایمان سے فرمائین کہ حضرت عمرؓ

وہ عمرؓ - کہ جنھون نے بروایت مسلم پیغمبرؐ سے سختی اور درشتی سے بات چیت کی - اُنکو

بخیل کہا۔ عدالت پر اُنکی اعتراض جڑا۔

وہ عمر۔ کہ جن سے پیغمبرؐ نے کہا کہ مجھسے سختی سے بات چیت مت کرو مجھے بخل سے نسبت مت دو۔ مین بخیل نہین ہون۔

وہ عمر۔ کہ جنھون نے پیغمبرؐ کی نبوت پر بروز صلح حدیبیہ قطعی شک کیا۔

وہ عمر۔ کہ جن کو اگر ۲ نفر بھی ملجاتے تو صلح حدیبیہ کو ضرور بگاڑ ڈالتے۔

وہ عمر۔ کہ جنھون نے شب احزاب جبکہ پیغمبرؐ نے اُن سے کہا کہ کفار کے لشکر کی خبرین لاؤ جانے سے صاف انکار کر دیا۔

وہ عمر۔ کہ جو اکثر مواقع جنگ سے اپنی حفاظت کے لیے عمل گریز کو کام مین لایا کیے۔

وہ عمر۔ کہ جن سے پیغمبرؐ نے یوم غدیر اُن کے اس دریافت پر کہ یا حضرت جبکہ آپ خطبہ پڑھ رہے تھے ایک جوان حسین و خوشرو نے مجھسے یہ کہا تھا کہ اے عمر پیغمبرؐ نے آج موالاۃ کا عہد لیا ہی جو کوئی اس عہد کو توڑے گا وہ کافر ہے وہ کون شخص تھا؟ یہ فرمایا تھا کہ وہ بنی آدم سے نہ تھا بلکہ جبرئیلؑ تھے اور مقصود اُنکا تمکو نقض عہد نکرنیکی تاکید سے تھا (دیکھو کتاب مودۃ القربیٰ سید علی ہمدانی)

وہ عمر۔ کہ جنھون نے باوجود اس ارشاد پیغمبرؐ سننے اور علیؑ مرتضےٰ کی امارت کو قبول اور منظور کر کے بڑی گرمجوشی کے ساتھ مبارکباد دینے کے بعد وفات پیغمبرؐ نقض عہد کیا۔

وہ عمر۔ کہ جنھون نے حسب تحقیق علامہ امام غزالیؒ محض بغرض حب ریاست اور ستون خلافت اُٹھانے اور رایاتِ حکومت کی بندش کے لیے اور نیز اس وجہ سے کہ اعلام جنگ کی جھنکارون اور ازدحام سوارانِ ہیجا و خواہش فتح بلاد نے اُن کی ہوا و ہوس نفسانی کو حرکت مین ڈالا تھا۔ جام ہوا و ہوس نوش فرمایا اور ان وجوہ سے بعد پیغمبرؐ از سر نو وہ مخالفتِ قدیمہ پر عود کر گئے اور دین کو پس پشت پھینکدیا اور اُس کو بہت تھوڑی قیمت کے عوض بیچڈالا اور کیا بُرا سودا خریدا

(دیکھو صفحہ ۱۰۲ کتاب ہذا)

وہ عمرؓ۔ کہ جنھون نے بوقت وفات پیغمبرؐ ارشاد پیغمبرؐ کو (معاذ اللہ) ہذیان کہا۔

وہ عمرؓ۔ کہ جنھون نے پیغمبرؐ کی مرضی کے خلاف پیغمبرؐ کو کتابت نہ لکھنے دی۔

وہ عمرؓ۔ کہ جنھون نے بروقت وفات پیغمبرؐ ایسا شور وغُل مچایا کہ پیغمبرؐ نے ناخوش ہوکر اُنکو اپنے پاس سے ہٹا دیا۔)

کے تمام اعمال حسنہ کو جو اُنھون نے بعد قبول اسلام اگر کمائے تھے کہ جن کو اُن مین اُنکے مقلدین قبول کرتے ہین کیا بموجب قانون قدرت کی اس برحق نظیر کے جیسے کوئی منسوخ کرنے والا نہین سہے نابود نہین ہوگئے؟ اور ایسی حالت مین جبکہ کسی کے پاس عمل نیک کا توشہ نہ ہو کیسے اور کیونکر منزل پر پہونچنے کا بھروسہ کرسکتا ہی اور فرمائیے کہ ایسے شخص کا کیا نتیجہ ہونا چاہیے۔؟

اسی مقام پر یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہی کہ جس طرح صُلح حدیبیہ مین حضرت عمرؓ کو مخالفت پیغمبرؐ مین کامیابی نہ ہوئی اور کامیابی رائے پیغمبرؐ سے مسلمانون کو نفع پہونچا اُسی طرح اگر مقصود پیغمبرؐ کے خلاف وہ کامیاب نہوتے یعنی پیغمبرؐ کو اپنے اُس مقصود مین جو حدیث مین درج ہی اور جس غرض سے کاغذ و دوات طلب کرتے تھے کامیابی ہوجاتی (یہان یہ امر بھولنا نہین چاہیے کہ مقصود یا ارشاد پیغمبرؐ قول پیغمبرؐ ہوتا ہے۔ اور قول پیغمبرؐ نہین ہوتا ہے مگر بذریعہ وحی کے) تو اُس کامیابی اور اُسکی تعمیل سے ضرور مسلمانون کو یہ فائدہ پہونچتا کہ وہ تحریری مقصود یا ارشاد پیغمبرؐ ایک رنگ مذہب اسلام کو جو کہ آج حضرت عمرؓ کی بدولت جدا جدا رنگون مین نظر آرہا ہی مسلمانون کو اپنے قدیمی ایک ہی رنگ پر صراط مستقیم کا راستہ بتلانے والا ہوتا۔

بہرحال اس آخری اختلاف عظیم کی نسبت کہ آیا اُس سے نفع پہونچا یا ضرر شیعہ کچھ کہین اور سُنی کچھ یا شیعہ خطا حضرت ابن خطاب کی ثابت کرین اور سُنی صواب لیکن مین ایک ایسے بزرگ کی خطا کا قائل ہون نہ صواب کا بلکہ اس بات کا قائل ہون کہ پیغمبرؐ کی

HYDERABAD STATE CENTRAL LIBRARY

عدول حکمی کے الزام مین ضرور حضرت عمرؓ کو عادل کے دربار مین جوابدہی کرنا ہوگی جہان کہ پیغمبرؐ اپنے ثبوت دعوے مین صحاح ستہ کے جامعین کو واسطے تصدیق اُس روایت کے کہ جس کو وہ بدرجۂ اتم مشہور ہونے کی وجہ سے چھپا نہ سکے اپنی اپنی صحاح مین داخل کیا ہی معہ دستاویزون (صحاح ستہ) کے پیش کرے گا اور وہ جامعین اپنی تحقیق کی تائید مین راویون کو جو سلسلۂ رواۃ مین ہین پیش کرین گے اور وہ راوی سلسلہ در سلسلہ چشمدید شہادت اس عظیم مخالفت پیغمبرؐ کی بتائید دعوی پیغمبرؐ دین گے اور یہ بھی بیان کر دین گے کہ جو حضرت عمرؓ نے اس قول پیغمبرؐ کی نسبت نہایت بلیغ و فصیح لفظ ارشاد فرمایا تھا جسکو راویون نے اپنے کانون سے سُنا اور روایت کیا۔

(دیکھو صفحہ ۲۲۲ کتاب ہذا۔)

اس کے بعد ذی علم سائل فضائل حضرت ابو بکرؓ مین یہ تحریر فرماتے ہین کہ "ہنگام قرب وفات آنحضرت مین جب کہ طاقت رفتار تا بمسجد نہ رہی امام نماز مقرر فرمایا"

ماخذ اس دعوے کا وہ روایات ہین جو مختلف ابواب بخاری مین لکھی گئی ہین۔ ذی علم سائل نے اپنے دعوے کی بنا کسی خاص روایت پر نہین رکھی ہی اور وہ درحقیقت کسی خاص روایت پر بناء دعوے کی قرار دینے سے مجبور بھی تھے جیسا کہ آگے ظاہر ہوگا۔

قبل اسکے کہ ہم ذی علم سائل کی اُس مجبوری کو ظاہر کرین کہ جسنے دعوے کی بنا کو کسی خاص روایت پر نہین رکھنے دیا ہی پہلے یہ کہدینا مناسب سمجھتے ہین کہ ہمارے عالم دوست "علامہ شیخ فدا حسین التیمی والعدوی والاموی القرشی اثنا عشری پروفیسر مدرسہ عالیہ لکھنو" نے اپنی کتاب موسوم کشف عن الغناثہ فی معرفۃ الصحابہ مین شرح و بسط کے ساتھ قابل اطمینان کے یہ بتلا دیا ہی کہ وہ تمام راوی مقدوح و مجروح ہین جن سے کہ یہ روایات

لی گئی ہین اور وہ تمام رائین جید علماء کی جن سے اُنکی قدح ثابت ہوگئی ہی لکھی ہین۔ تو ایسی حالت مین جبکہ خود معتبر و معتمد علماے اہل سنت نے آلکہ قدح سے اُن تمام راویون کو مجروح و مقدوح ثابت کردیا ہی پس ایسے غیر ثقہ راویون کی تحقیق بھی مجروحیت سے مبرا نہین ہوسکتی اور نہ ایسے راویون کی روایات پر کوئی محقق اعتماد اور وثوق کرسکتا ہی۔

مین نے چاہا تھا کہ خاص طور پر اُن تمام راویون کے حالات مقدوحیت و مجروحیت کو اِس جگہ لکھدون لیکن جو ایک فہرست مین نے اُن تمام راویون کی جن سے عام طور پر صحاح مین فضائل خلفاء لکھے گئے ہین اور جس کا ابتدا ءً ذکر ہوچکا ہے اور جو بطور ضمیمہ آخر کتاب مین ہی اُس فہرست مین بعض وہ راوی بھی درج ہین اِس واسطے خاص طور پر اُنکے حالات قدح کا ظاہر کرنا محض طوالت ہی۔

اب مین وہ وجہ بتلاتا ہون کہ جس وجہ سے ذی علم سائل نے کسی خاص روایت پر بناء دعوی قرار نہین دی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام روایات کے مضامین جنکا تعلق اِس حکم نماز سے ہے ایسے مضطرب و مختلف اور ایک دوسرے سے مخالف ہین کہ جن پر کوئی محقق نظر نہین کرسکتا۔

راوی اگرچہ اور بھی ہین مگر سب زیادہ بی بی عائشہ سے ہی یہ روایت منقول ہی اور جس مین وہ یہ بیان کرتی ہین کہ جب رسول خداؐ مرض الموت مین بیمار ہوئے اور وقت نماز آیا موذن نے اذان کہی حضرتؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کو حکم دو کہ لوگون کو نماز پڑھائے اُنھون نے کہا کہ ابوبکرؓ مرد رقیق القلب ہین جب آپ کی جگہ کھڑے ہون گے لوگون کو نماز نہ پڑھا سکین گے۔ حضرتؐ نے مکرر فرمایا پھر یہی جواب دیا تیسری مرتبہ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ تم مثل اُن عورتون کے ہو جو یوسفؑ کے ساتھ تھین سلہ

سلہ اپنے باپ کی عظمت جتلانے کو اور مقلدین کے قبول کرانے کے لیے روایت مین اپنی نسبت یہان تک شدت گوارا کی گئی ہی۔

حکم دو ابوبکر کو کہ لوگون کو نماز پڑھائے۔ اسپر حضرت ابوبکرؓ نے (اپنی صاحبزادی سے حکم پاکر) لوگون کو نماز پڑھانا شروع کیا کہ اس عرصہ مین پیغمبرؐ کو مرض سے تخفیف ہوئی اور اس طرح نکلے کہ دو شخصون کے سہارہ سے چلتے تھے اور بسبب درد کے قدم زمین پر کھنچتے جاتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھکر چاہا کہ اپنے مقام سے ہٹ جاوین لیکن پیغمبرؐ نے اشارہ سے منع کیا پھر آکر اُنکے پہلو مین بیٹھ گئے۔ کسی نے اعمش سے پوچھا کہ نبیؐ نماز پڑھتے تھے اور ابوبکرؓ مقتدی تھا اور لوگ ابوبکرؓ کے مقتدی تھے اُسنے سر سے اشارہ کرکے کہا کہ ہان۔ اس روایت کو ابوداؤد سے روایت کیا گیا ہے۔ اور شعبہ نے اعمش سے بعض کو۔ اور ابومعاویہ نے اتنا بڑھایا ہے کہ حضرتؐ بائین طرف ابوبکر کے بیٹھے تھے اور ابوبکر کھڑے ہوکر نماز پڑھ رہے تھے۔ (دیکھو صحیح بخاری باب حد مرض)۔

ان واقعات پر علامہ ابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح بخاری مین یہ لکھتے ہین کہ "خفت پانے سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ اسی نماز مین خفت پائی" اسیطرح یہ بھی لکھتے ہین کہ "دوسری احادیث مندرجہ باب ہذا سے پایا جاتا ہے کہ وہ دونون شخص جسکے سہارہ سے حضرتؐ مسجد مین آئے علی مرتضیٰؑ اور عباسؓ ابن عبدالمطلب تھے" وہ یہ بھی لکھتے ہین کہ "جو حدیث کی ہم سے ابوموسیٰ محمد ابن مثنیٰ نے اور اُنسے ابوداؤد نے۔ اُس کے الفاظ یہ ہین کہ رسولؐ خدا مقدم تھے ابوبکرؓ کے سامنے اور اسیطرح مختصراً روایت کیا ہے اسکو اور یہ موافق ہے قصہ حدیث باب کے۔ لیکن اسکو ابن خذیمہ نے اپنی صحیح مین محمدؐ ابن بشار سے روایت کیا ہے اور اوس نے ابوداؤد سے بسند عائشہ کہ وہ کہتی ہین کہ بعض کہتے ہین کہ ابوبکر رسول خداؐ کے سامنے صف مین مقدم تھے اور بعض کہتے ہین کہ رسولؐ خدا مقدم تھے اور مسلم ابن ابراہیم نے شعبہ سے جو روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ نبیؐ نے ابوبکر کے پیچھے

نماز پڑہی اور یہ عکس ہے روایت ابو موسیٰ کا اور یہ اختلاف شدید ہے اور مسروق کی روایت مین بھی جو عائشہ سے ہے اختلاف ہے۔ اور ابن حبّان عاصم سے اور وہ شقیق سے بدین الفاظ روایت کرتا ہے کہ ابو بکرؓ رسول خداؐ کے ساتھ مقتدی تھے اور ترمذی اور نسائی اور ابن خذیمہ نے نعیم ابن ابی بکر سے لکھا ہے اور اُس نے زید سے اور اُسنے شقیق سے کہ رسولؐ خدا نے ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی اور محمد ابن بشار کی روایت کا ظاہر یہ ہے کہ عائشہ نے ہیئت مذکورہ کو مشاہدہ نہین کیا مگر روایات عائشہ سے بہ کثرت ہین کہ اُنکو یقین تھا کہ رسولؐ خدا پیشنماز تھے اس نماز مین۔ اور ایک روایت اُس مین موسیٰ ابن عائشہ کی ہے کہ جس کی طرف ہمنے اشارہ کیا اُس مین یہ ہے کہ ابو بکر نے رسولؐ خدا کے ساتھ نماز پڑھی اور لوگون نے ابو بکر کی اقتدا کی اور یہی روایت زایدہ ابن قدامہ کی موسیٰ سے ہے اور خلاف کیا ہے اس کا شعبہ نے کہ وہ موسےٰ سے یہ روایت کرتا ہے کہ ابو بکر نے لوگون کو نماز پڑھائی اور رسولؐ خدا پیچھے نماز مین تھے۔ بعضے علما ترجیح دیتے ہین اور مقدم کیا اُنھون نے اُس روایت کو جس مین ابو بکر کا ماموم ہونا ہے۔ اسلیے کہ یہ یقینی ہے اور اس واسطے بھی کہ ابو معاویہ زیادہ صاحب حفظ ہے حدیث اعمش سے بمقابلہ اپنے غیر کے اور بعضے عکس اسکا کہتے ہین اور ترجیح دیتے ہین کہ ابو بکر امام تھے اور تمسک کیا ہے ابو بکر کے قول سے جو آگے بیان ہوگا اُس باب مین جس مین ذکر ہے کہ جو داخل ہو پیشنماز ہی کے واسطے۔ جہان کہ یہ کہا ہے کہ نہ تھا ابو بکر کو کہ رسولؐ خدا سے مقدم ہون" (انتہی قول صاحب فتح الباری)

یہ واقعات اختلافی ایسے صاف و صریح ہین کہ جن پر مجھے کوئی ریمارک کرنیکی ضرورت نہین ہے اور اس لحاظ سے بھی مین کوئی راے لکھنا ضروری نہین جانتا کہ جب کبھی منجانب اہل سنت مذہب شیعہ پر طعن کی گئی ہے اور خلفا کو سب و تبرا تک

آبروے فضائل مین غرق کرکے مقابلہ مین لایا گیا ہے تو اُسکی حقیقت کو علماے شیعہ نے ہمیشہ ظاہر کیا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہمارے ذی علم سائل نے بھی کسی خاص روایت پر اپنے دعوے کو محدود نہین کیا ہے اور اسمین اُنھون نے تقلید علامہ ابن حجر کی فرمائی ہے کہ جیسے اُنھون نے ان اختلاف روایات کو دکھلا کر اپنی کوئی ذاتی راے دینے سے گریز کیا ہے کاش ذی علم سائل کسی روایت کو لکھتے تو اُس سے معلوم ہوتا کہ اُنکا یہ دعوے کہان تک اُس روایت سے مطابقت کرتا ہے۔

لیکن مین یقین کرتا ہون کہ اگر وہ تحقیق کی نظر رکھنے والے ہین تو علامہ ابن حجر کے اس ریویو سے ضرور ایک خاص نتیجہ اخذ کرکے اپنے دعوے سے شرماوینگے۔

یہ امر بھی اس مقام پر تذکرہ کرنے کے قابل ہے کہ **نصر اللہ کابلی** نے صواقع مین حدیث طیر کو محض اسوجہ سے قبول نہین کیا ہے کہ محدثین نے حقیقت طیر مین اختلاف کیا ہے گو اصل واقعہ حدیث سے اختلاف نہین ہے تو ایسی حالت مین جن احادیث کے متن ہی معرض تخالف مین ہون اور اُسیطرح یہ کہ راوی بھی مقدوحیت و مجروحیت مین مبتلا ہون تو کیونکر ایک محقق اپنی تحقیق کی بنا ایسے روایات پر قائم کرسکتا ہے اور کیونکر اُنکی نگاہ مین وہ وقار پا سکتی ہین۔

اب مین دکھلاتا ہون کہ اصلیت اس تمام جماعت کی کیا ہے کس ضرورت سے یہ روایات وضع کی گئی میری تحقیق ان مضطرب اور مختلف روایات پر مبنی نہو گی بلکہ دیگر روایات صحیحہ کی بنا پر جس سے قابل اطمینان کے وجوہ مضطرب اور مختلف ہونے ان روایات کے معہ غرض صاف آشکار ہوجاوینگے اُسکے بعد مین ذیعلم سائل کی نسبت تو کچھ کہنا پسند نہین کرتا لیکن اُن کے دعوی کی ضرور قلعی کھل جاوے گی۔

ذی علم سائل کی اگر یاد صحیح ہے تو اُنکو یاد ہوگا کہ مین بسلسلہ حقیقت بیان اسلام اِن بزرگوارون کے یہ لکھ آیا ہون کہ کاہنین کی پیشین گوئیون پر عقیدتمندی اور حب دنیاوی کی بنا پر بظاہر اسلام قبول کیا تھا۔

اُسی بسلسلہ مین یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ اصلی غرض اِن بزرگوارون کی اپنی اپنی بیٹیان پیغمبرؐ کو دینے سے یہی تھی کہ دنیاوی انتفاع ہو۔

بڑے گھرانون یا محلات شاہی مین تعلقات خاص کا ہوجانا اغراض ذاتی کی کامیابی کے لیے جسقدر مفید ہوتا ہے اُسکو بھی ظاہر کرچکا ہون۔

مین یہ بھی یقین کے قابل دکھلا آیا ہون کہ بی بی عائشہ کو علی مرتضےٰ کے ساتھ جو کینہ تھا اور جسکی وجہ سے وہ اُن کو کسی نیک کام مین شریک پیغمبرؐ ظاہر کرنا مکروہ جانتی تھین جیسا کہ اِس روایت سے بھی اُس کی تائید ہوتی ہے کہ جن لوگون کے سہارہ سے حضرتؐ مسجد مین گئے اُن مین سے علی مرتضےٰ کا نام ظاہر نہین کیا اور جسکا پتہ دیگر روایات سے ملا۔

مین اُس کینۂ دیرینہ کو بھی فاضل مسٹر جان ڈیون پورٹ کی تحقیق کے بموجب کہ جسکا ماخذ کتب تواریخ اسلام ہین ظاہر کر آیا ہون۔

یہ بھی لکھ آیا ہون کہ ابتداءً حضرت پیغمبرؐ بی بی میمونہ کے گھر تھے اور بی بی عائشہ نے جب دیگر ازواج پیغمبرؐ سے رضامندی لے لی ہے تو پیغمبرؐ بی بی عائشہ کے گھر تشریف لائے ہین۔

اِن تمام اُمور کے بطور کنایہ اعادہ کے بعد اس مقدمہ مین میری محققانہ رائے کا عنوان اِس سوال سے ہونا چاہیے کہ ”بی بی عائشہ کا پیغمبرؐ کو تیمارداری کے لیے اپنے گھر لانا کس بنا پر تھا؟“ بجواب اس سوال کے محض تیمارداری وجہ اُسکی قبول کیجائے تو یہ دقت پیش آتی ہے کہ تیمارداری یا پیغمبرؐ کی خدمت کہ نا دیگر ازواج کے گھر مین بھی

ممکن بھی ازواج کے مکانات کچھ فاصلہ پر نہ تھے جملہ ازواج پیغمبرؐ آنحضرت کی علالت مین جہان وہ تشریف رکھتے تھے خدمت مین حاضر رہتی تھین۔ درحقیقت کوئی خاص وجہ ہونا چاہیے جس نے اُنکو دیگر ازواج پیغمبرؐ کی رضامندی لے لینے کے بعد پیغمبرؐ کو اپنے حجرہ مین لے آنے پر مجبور کیا۔

اور وہ وجہ میری راے کے برخلاف اگر کچھ اور ہوگی وہ تو اُسی وقت معلوم ہوسکتی ہے کہ جب کسی وقت اُس کو میرے معزز سائل بتلائین گے لیکن مین یقین دلاتا ہون کہ بجز اُسکے اور کوئی وجہ نہین ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے باپ کے حقوق کو اس موقعہ پر ادا کردین اور علی مرتضےٰ سے کینہ دیرینہ کا پیغمبرؐ کی حیات ہی مین بدلہ لین۔

مین اس کہنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ یہ تدبیر (پیغمبرؐ کو اپنے گھر لے آنا) محض بی بی عائشہ کی ہی عاقلانہ کارروائی نہ تھی بلکہ اُنکے باپ اور اُنکے باپ کے گہرے یار بھی شریک تھے جیسا کہ آئندہ حصول مقصد اصلی کی عملی کارروائیون سے ثابت ہوگا۔

پیغمبرؐ خدا معمولی انسانون مین نہ تھے وہ اِن تمام تدابیر کی تہ پر نگاہ رکھنے والے تھے اور جانتے تھے کہ علی مرتضےٰ کی ولیعہدی اور جانشینی پر جس کا اعلان اگرچہ وقتاً فوقتاً بھی ہوا ہے اور غدیرخم پر تو قطعی طور پر اپنا جانشین اُن کو مقرر کرچکا ہون مگر منافقین اتباع میرے امر کا نہ کرین گے اور منافقون کی طرف سے جو بظاہر تابع اسلام ہین اُس امر کو بھی جاننے والے تھے کہ جو بعد وفات برخلاف مرضی پیغمبرؐ اُن سے ظاہر ہوا اور یہی وجہ تھی کہ لوگون کو اپنے اہل بیت سے تمسک کرنے کی ہدایت کرتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ کی خوشنودی کیواسطے اور حجت تمام کرنے کی غرض سے خدا نے بھی اجر رسالت کو محض مودۃ قربیٰ پر ہی محدود کردیا۔ لیکن پیغمبرؐ چونکہ عام حالات پر عبور رکھنے والے تھے اِس واسطے وہ تو یہ چاہتے تھے کہ کوئی اختلاف

واقع ہو لیکن دل منافقون کے برخلاف اسکے مخالفت پر تُلے ہوے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ پیغمبرؐ کو علی مرتضےٰؑ کے لیے کسی اور کارروائی کا جو ہمارے مقصود اصلی کی فوت کرنے والی ہو یا جسکے عمل کے بعد۔ پس از وفات پیغمبرؐ ہمکو کسی تاویل کا موقع باقی نہ رہے۔ موقع ہی نہ دینا چاہیے۔ چنانچہ پیغمبرؐ نے بتائید اپنی مرضی کے پہلے اختلاف واقع ہونے کے لیے یہ تدبیر فرمائی کہ وہ لوگ جو ہماری مخالفت پر کمربستہ ہین اُسوقت جبکہ مین اس جہان کا چھوڑنے والا ہون مدینہ مین موجود ہی نہ رہین اور اسواسطے آپنے اپنے شدید علالت کے زمانہ مین روانگی جیش اُسامہ کا حکم دیا مگر یار لوگون کو پیغمبرؐ کی اصلی حالت کی بذریعہ ازواج پیغمبرؐ چونکہ وقتاً فوقتاً خبر ملتی رہتی تھی اور وہ سمجھ چکے تھے کہ پیغمبرؐ بہت جلد اس جہان کے چھوڑنے والے ہین اس واسطے اُنھون نے اپنے شکار مطلب کو پیش نظر رکھکر (باوجودیکہ پیغمبرؐ نے نہایت تاکید کے ساتھ روانگی لشکر کا حکم دیا تھا بلکہ لعنت بھی کی تھی اُس پر جو اُنکے حکم سے تخلف کرے اور نہ جاوے)[1] برخلاف مرضی پیغمبرؐ روانگی لشکر اسامہ کو تاخیر مین ڈال دیا۔

پیغمبرؐ خدا کو بھی لحاظ سے اس قدر اس امر کے سننے کی کہ میرے حکم کی تعمیل ہوئی خواہش اور آرزو تھی کہ وہ ہر مرتبہ اپنی شدید علالت مین اگر کوئی بات کرتے تھے تو یہی دریافت فرماتے تھے کہ آیا لشکر روانہ ہوا؟ جس کا جواب افسوس ہے کہ نفی مین ملتا تھا۔

اگر وہ وجہ بھی قبول نہ کیجائے کہ جس وجہ خاص کو مین نے روانگی لشکر کے متعلق ظاہر کیا تو بھی کیا پیغمبرؐ کے حکم کی تعمیل نہ کرنا مسلمانون کے لیے قابل شرم کے نہین ہے جبکہ پیغمبرؐ کے اقوال وارشادات پر قرآن یہ شہادت دیتا ہوئے وما ینطق

---

[1] ملل ونحل وشرح مواقف ورسالہ عقائد ملا یعقوب بنیانی وکتاب سقیفۂ ابوبکر جوہری وشرح نہج البلاغہ۔

عن الہوے ان ہو الا وحی یوحی "

لیکن مین اپنے اِس دعوے پر کہ پیغمبرؐ کی غرض اس موقعہ پر روانگی لشکر سے یہی تھی کہ منافقین ہنگام وفات میرے مدینہ مین موجود ہی نہ رہین دو اور دلیلین بھی رکھتا ہون۔

اول یہ کہ پیغمبرؐ اسلام جس قدر لڑائیان لڑے یا اُنکے زمانہ مین لڑائیان ہوئین مخالفین مذہب اسلام نے اُن پر یہ الزام قائم کیا ہے کہ اُنکی بنا محض بہ جبر ہتہیارون کے زور سے اسلام قبلوانے کے لیے تھی۔

آنریبل سر سید احمد خان بہادر نے قابل اطمینان کے قرآنی آیات سے استدلال کر کے یہ امر دکھلا دیا ہے کہ وہ جملہ لڑائیان صرف امن قائم رکھنے کے لیے ہوئین اور یہ بھی بتلا دیا ہے کہ لڑائی کا حکم قرآن مین کئے قسم کے لوگون سے ہے اور جن لوگون سے لڑائی کا حکم ہے اُس سے نتیجہ بجز امن قائم رکھنے کے دوسرا پیدا ہی نہین ہو سکتا۔

اب یہان یہ غور کرنا چاہیے کہ جیش اُسامہ کی روانگی کا حکم کس بنا پر تھا یہ کبھی شبہہ نہ کرنا چاہیے کہ پیغمبرؐ خلاف قرآن کے عمل فرماتے لیکن جبکہ ہمکو کتب تواریخ سے یہ پایا جاتا ہے کہ **سریہ موتا** مین جو سنہ ۸ھ مین واقع ہوا مسلمان شدید جنگ واقع ہونے کے بعد لڑائی فتح کر چکے تھے[1] تو پھر اِس لشکر کی روانگی کی کیا ضرورت تھی اور کونسی آیت قرآن کی ہدایت روانگی پر صادق آتی ہے۔

دوم یہ کہ آیت "اکملت لکم دینکم" الخ نازل ہو چکی تھی۔ دین اسلام کا خدا اپنے وعدہ کے موافق بول بالا کر چکا تھا تو ایسی حالت مین جہانتک خیال کیا جاتا ہے کوئی مصلحت اِس روانگی کی بجز اُسی مصلحت اور راز کے جس کو مین نے بیان کیا قرار

---

[1] دیکھو اعجاز التنزیل صفحہ ۹۰ ہم مطبوعہ مراد آباد۔

نہین پاسکتی ۔ اور چونکہ پیغمبر جاننے والے تھے کہ لوگ نہ جائین گے اس وجہ سے حجت تمام کرنے کی غرض سے تاکید اکید کے ساتھ روانگی کا معہ فقرۂ لعنت کے حکم دیا تھا تا کہ عادل کے روبرو جو نجات پانے والا ہے وہ ایک حجت سے نجات پاجائے اور جو ہلاک ہونے والا ہے وہ ایک حجت سے ہلاک ہوجاوے ۔

بہرحال جب پیغمبر کو یہ یقین ہوگیا کہ لوگ نہ گئے اور نہ جاتے ہین اور نہ جائین گے تب دوسری تدبیر بتائید ایزدی مرضی کے اور نیز مخالفین پر حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے یہ فرمائی کہ ایک کتابت لکھ دون کہ پھر مخالفین کو کوئی موقع ہی چون وچرا کا نرہے اسواسطے آپ نے اُسی علالت مین حکم دیا کہ "کاغذ دوات لاؤ تاکہ مین تمکو ایک کتابت لکھ دون کہ بعد میری وفات کے کچھ اختلاف مذہب اسلام مین نہ ہووے" ذوی علم سائل اگر دیانت کو وصف حُسن جانتے ہونگے تو مقر ہوجائین گے کہ جیسی سنگین مخالفت اس حکم سے کی گئی ہے اور جس کی پوری اُمید منافقین سے ہوسکتی تھی کہ وہ اُنکی خواہش ہاے نفسانی کا جڑ کھودنے والا تھا۔

اس موقع پر یہ مخالفت ہماری اُس راے کی بھی موید ہے کہ اُس عاقلانہ تدبیر حضرت عائشہ مین بھی وُہ تینون شخص شریک راز تھے اور جسکو جب اور جیسا موقع ملتا تھا اپنے مقصود کے برخلاف پیغمبر کی کسی کارروائی کو چلنے نہین دیتے تھے ۔

ہندوستان کے مشہور شاعر شیخ امام بخش صاحب المتخلص بہ ناسخ نے بھی اپنے ایک شعر مین اس واقعہ کیطرف اشارہ کیا ہے جسکو مین اس مقام پر لکھکر ذوی علم سائل سے داد طلب ہون ۔

خط وہ لکھتا ہے پہ لکھنے نہین دیتے ہین رقیب
ماجرا یہ بھی کم از قصۂ قرطاس نہین

حضرت عمر نے یہ جانکر کہ علی مرتضیٰ کے حق مین آنحضرت یہ کتابت فرمائین گے اس حکم سے مخالفت کی تھی اور بڑی مسرت کی بات ہے کہ خود اُنھون نے ایک وقت

مین کہ جب عثمان انتظام و دولت اُنکے ہاتھ مین تھی حضرت ابن عباس سے اُس کو ظاہر کیا ہے جیسا کہ تاریخ بغداد سے ظاہر ہوتا ہے اور اس واقعہ کو علامہ ابن ابی الحدید نے بھی شرح نہج البلاغہ مین لکھا ہے اور جسکا خلاصہ یہ ہے کہ "ایک مرتبہ بقسم شدید حضرت عمر نے ابن عباس سے یہ دریافت کیا کہ علی مرتضے کے دل مین اب بھی کچھ ادعاے خلافت ہے اور آیا وہ گمان کرتے ہین کہ پیغمبر نے اُنکے حق مین نص فرمائی تھی جسکا جواب اُنھون نے یہ دیا کہ بیشک۔ اور جس بات کا وہ دعوے کرتے ہین اُنکی تائید و تصدیق خود مجھسے میرے باپ نے کی تھی۔ یہ سُنکر حضرت عمر بولے کہ ہان بیشک بوجہ اُس محبت خاص کے جو علی کے ساتھ پیغمبر کو تھی پیغمبر نے اُنکے حق مین کبھی کبھی اُسطرح کے کلمات کہے ہین بلکہ وفات کے وقت تو اُنکے نام کی بھی تصریح کر دینا چاہی مگر مین نے روک دیا کہ قریش اُنپر اتفاق نہ کرتے اور جو ہونا تھا سو ہوا"

المختصر جب پیغمبر کو اپنی اس خواہش مین بھی دیگر لوگون کی خواہشون نے کامیاب ہونے نہ دیا تو اُس کے بعد آپ نے عین روز وفات ارشاد فرمایا کہ میرے بھائی کو بلاؤ یہ حضرت عائشہ کو کھٹکا ہوا اور فوراً ہی ذہن نے اس تدبیر پہ انتقال کیا کہ بجاے اصلی مطلوب کے غیر مطلوب کو بلایا جاوے چنانچہ اپنے باپ کو بلایا اور اُنھون نے آکر پیغمبر سے دریافت کیا کہ آپ نے مجھے بلایا ہے؟ پیغمبر نے یہ سُنکر اپنا منھ پھیر لیا اور حضرت ابوبکر واپس چلے گئے پھر تھوڑی دیر کے بعد آنحضرت نے فرمایا کہ بلاؤ میرے بھائی کو۔ پھر حضرت عائشہ کو اندیشہ ہوا مگر اس دفعہ حضرت عمر بلائے گئے اور اُنھون نے آکر پیغمبر سے دریافت کیا کہ آپ نے مجھے بلایا ہے۔ پیغمبر نے پھر اپنا منھ دیوار کی طرف کر لیا اور اُنکے چلے جانے کے بعد پھر حضرت نے فرمایا کہ بلاؤ میرے بھائی کو۔ اس دفعہ حضرت عثمان پیش کیے گئے لیکن ان ذات شریف کو بھی وہی واقعہ پیش آیا جو اُن سے ماقبل والون کو پیش آچکا تھا۔ اُن کی واپسی پر پھر پیغمبر نے

کہا کہ بلاؤ میرے بھائی کو۔ اُسوقت حضرت اُم سلمہؓ نے فرمایا کہ آیا تمہارے نزدیک بجز علی مرتضیٰؑ کے جو پدر حسن و حسین کے ہین کوئی اور بھی پیغمبرؐ کا بھائی ہے اُن کو کیون نہین بلایا جاتا چنانچہ علی مرتضےٰؑ تشریف لائے اور اُنکو دیکھکر پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ہان مین تمھین کو بلاتا تھا[1]

مین اِس روایت کو اسی حد تک لکھکر یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ حضرت اُم سلمہؓ کے علاوہ جو دیگر ازواج نے مقصود پیغمبرؐ نہین سمجھا اِسکی وجہ کیا تھی؟ اور بجاے علی مرتضےٰؑ کے جو دیگر غیر مطلوب بلائے تو کیون؟

گو یہ کہا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ کے ارشادات کے معنی کبھی کبھی مجمل ہوتے تھے یا لوگ مختلف الفہم یا مختلف الطبائع ہونے کی وجہ سے ارشاد پیغمبرؐ کو مختلف طور سے سمجھتے تھے حتی کہ ازواج بھی۔

شاید اسپر یہ تاویل کی جاے کہ جو اور لوگ بلوائے گئے اُن کو اُن ازواج پیغمبر نے نہین بلایا تھا اور لوگون نے بلایا ہوگا۔ لیکن جب ہم یہ خیال کرتے ہین کہ آیت حجاب نازل ہو چکی تھی اور حجاب کے وسیع معنی ذہن مین مُستقر کر لینے کے بعد یہی ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ وہ ارشاد حضرت اُم سلمہؓ زوجہ آنحضرتؐ دیگر ازواج پیغمبر سے ہی فرما سکتی بیقین نہ کسی اور سے۔ اور جبکہ کلام مین مخاطب حاضر ہوتا ہے تو وہ کلام مخاطب ہی کے ساتھ قبول ہو سکتا ہے۔ اور اِس بنا پر وہ ارشاد حضرت اُم سلمہؓ زوجہ پیغمبر کا دیگر ازواج پیغمبر کے سوا اور کسی کے ساتھ تسلیم نہین کرنا چاہیے۔

اِس تقریر کے بعد اب ہم یہ بات ظاہر کرنا چاہتے ہین کہ دیگر ازواج پیغمبر سے تشخیص شخص مطلوب مین کیون غلطی واقع ہوئی اور آیا ارشاد پیغمبرؐ قابل اختلاف کے تھا یا نہین۔؟

---

[1] دیکھو زین الفتی عاصمی۔

ہمکو تو حضرت اُم سلمہؓ کا وہ کلام پکار پکار کر بتلا رہا ہے کہ ارشاد پیغمبرؐ ہرگز ہرگز قابل کسی اختلاف کرنے کے خواہ کسی کو مغالطہ مین ڈالنے والا نہ تھا۔ لیکن مقصود اُس سے دیگر ازواج کا اپنی اُس ذاتی خواہش کے پورا کرنیکا تھا کہ جسکو پہلے سے سوچ سمجھکر وہ پیغمبرؐ کو اپنے گھر تیمارداری کے بہانہ سے لے آئی تھین۔ اور جس حالت مین کہ وہ یہ معلوم کر چکی تھین کہ بہت تھوڑی دیر پیشتر آنریبل ڈاکٹر حضرت عمرؓ سا تجربہ کار بزرگوار پیغمبرؐ کی قوت ممیزہ کو اپنی بے نظیر عملی کارروائی سے بیکار ہو جانے کی تشخیص کر چکا ہے تو اُن کو اپنی خاص خواہش نفسانی کے پورا کرنے کے واسطے تاویل مین تامل ہو ہی نہین سکتا تھا اور جسکا نتیجہ یہ سمجھا گیا تھا کہ بوقت آنے کسی غیر مطلوب کے جس فعل وعمل کا ارادہ شخص طالب کا اصل مطلوب کے ساتھ اُسکے دل مین ہو جیسا کہ ہر شخص جو اس جہان کا چھوڑنے والا ہوتا ہے ایسا ارادہ اپنے عزیز دلی کے واسطے رکھتا ہے وہ فعل وعمل اُسی غیر مطلوب کے ساتھ اُسی حیثیت سے وقوع مین آجائے اور اُن تمام کارروائیون کا (جو اس غرض کے حاصل کرنے کے لئے ابتدا مین سوچی گئی تھین اور جن کو اپنی اپنی عملی کارروائیون سے ہر وقت و ہر موقع پر اُسکی ممبر آراستہ کرتے آتے تھے۔) آج ہی فیصلہ ہو جلے۔ گو کہ اُن کی قسمت نے اُس وقت اُن کی خواہش کے خلاف فیصلہ کیا ہو لیکن بہت تھوڑی دیر کے بعد اُنکی قسمت اُنھین کے حق مین فیصلہ کرنے والی تھی اور اُن کی مرضی پیغمبرؐ کی مرضی پر غالب آنے والی تھی اور پیغمبرؐ کی پیشین گوئیون کو پورا کرنے والی تھی۔

مین اس موقعہ پر یہ بھی لکھتا ہون کہ بالفرض اگر ارشاد پیغمبرؐ کے سمجھنے مین غلطی واقع ہوئی تھی یا سمجھ مین نہین آیا تھا تو کیون نہین پیغمبرؐ سے پوچھ لیا گیا؟ مگر کیسے کوئی دریافت کی جرأت کر سکتا تھا کہ پیغمبرؐ نے جس لقب سے اپنے مطلوب کو بلایا تھا وہ بمنزلہ اُس کے نام کے تھا اور دریافت کرنے پر وہ غرض اصلی فوت ہوتی تھی

جو کہ غیر مطلوب کے ساتھ ہی وقوع مین آجانے کی سوچی گئی تھی۔

اسی بنا پر اس قسم کے تمام واقعات جن سے مرض پیغمبرؐ کے زمانہ مین فضائل خلفا اُن کی جانشینی کے لیے مرتب کیئے جاتے ہین معہ اُن تمام روایات کے جنمین نماز کا مضمون وضع کیا گیا ہے بالکل بے وقعت ثابت ہوتے ہین۔

ان واقعات کو جو مین نے بیان کیئے پیش نظر رکھکر اگر ذی علم سائل اُس تحریر پر غور فرماوین گے جو مین نے محلات شاہی یا بڑے گھرانون مین کسی کے رسوخ ہو جانے سے اپنے اغراض کی کامیابی کے متعلق ظاہر کیا ہے تو وہ خود اُن روایات کی حقیقت جن مین نماز کا مضمون مضطربانہ پھڑک رہا ہے خود پہچاننے والے ہونگے۔

مین یہ بھی کہتا ہون کہ جیسے حضرت عائشہ سے تشخیص شخص مطلوب مین غلطی ہوئی تو کیا وجہ ہے کہ اُنسے تشخیص اُس شخص مین بھی کہ جسکے لیے اگر پیغمبرؐ نے درحقیقت کوئی اجازت نماز دی تھی غلطی کرنا قبول نہ کیا جاوے۔ ہو سکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے کسی دوسرے کے لیے حکم دیا ہو اور اُنھون نے اپنی غلط فہمی خواہ مختلف الفہم ہونے کی وجہ سے اپنے باپ کو بالتخصیص کہلا بھیجا ہو کہ آپ ہی کے لیے حکم ہوتا ہے۔

افسوس ہے کہ اِس حکم کی کتابت کے لیے دوات و قلم نہ مانگی گئی باوجودیکہ بی بی عائشہ روایت فرماتی ہین کہ مجھسے پیغمبر خدا نے مرض موت مین یہانتک فرمایا تھا کہ اپنے باپ بھائی کو مجھے بلا دو تا کہ مین اُنکو ایک کتابت لکھدون اِسواسطے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ ہم مستحق خلافت ہین اور نہ خدا پسند کرتا ہے اور نہ مسلمان کہ سوائے ابوبکر کے کوئی اور خلیفہ ہو[لہ]"

مین خیال کرتا ہون کہ پیغمبرؐ ایسی کتابت اگر لکھنا چاہتے تو ہرگز مخالفت اُس حکم پیغمبرؐ مین نہوتی۔

[لہ] اس حدیث صحیح مسلم کی حقیقت ہم آیندہ ایک اور بحث مین دکھائین گے۔

میرے ذہن مین نہین آتا کہ یا تو پیغمبر کی یہ حالت ہو کہ مرض کی وجہ سے طاقت رفتار تا بہ مسجد بھی نہو اور پھر فوراً ہی ایسی طاقت بھی آجاوے کہ دو دو آدمیون کے سہارے سے مسجد مین قبل اس کے کہ حضرت ابوبکر نماز جماعت ختم کرین پہونچ بھی جاوین۔ اور پھر جبکہ اُنھون نے حکم ہی دیدیا تھا کہ وہ نماز پڑھا دین تو پھر ڈگمگاتے ہوئے دو آدمیون کے سہارہ سے کیون تشریف لے گئے۔ یہ بھی سمجھ مین نہین آتا کہ حضرت ابوبکر نے نماز مین اشارہ کنایہ کیسے کیئے۔ کیا اسی کا نام رجوع قلب ہے مگر بے شک پیغمبر کی طرف قلب رجوع تھا۔ کہ حجرہ سے صدائے شیون کب بلند ہوتی ہے۔

مین یہ بھی کہتا ہون کہ کسی کو نماز کے پڑھا دینے کی اجازت مل جانا دراصل اُس شخص کو اُس شخص سے جس سے کہ وہ درحقیقت افضل نہین ہے افضل نہین بنا سکتا۔

جب حضرت عمر افسوسناک ضرب سے کہ جس سے بالآخر وہ جان بر نہو سکے زخمی ہوئے اور اُنکو اُمید زندگی کی باقی نہین رہی تو اُسوقت مین اُنھون نے ایک کمیٹی قرار دی تا کہ وہ اُن کا عہدہ خالی ہونے پر تعین خلیفہ کی کرے اُسی موقع پر اُنھون نے چند اور فرمان قضا جریان بھی دیگر لوگون کے حق مین صادر فرمائے منجملہ اُنکے صہیب ابن سنان غلام عبداللہ ابن جدعان کو حکم دیا کہ وہ میرے بعد اُسوقت تک جبتک کہ ممبران کمیٹی تعین خلیفہ کی نہ کرین لوگون کو نماز پڑھائے۔[1]

صہیب اُن (۶) لوگون مین نہ تھا جن مین سے خلیفہ منتخب کرنے کے لیے کمیٹی کو وہ منعقد فرما گئے تھے لیکن مین بتائید رائے ذی علم سائل کے یہ کہتا ہون کہ اگر صرف نماز پڑھا دینے کا کسی کیواسطے حکم یا اجازت باعث افضل الناس ہونے کا ہے تو میرے خیال مین اُن چھیون سے صہیب کو ہی افضل تصور کرنا چاہیے اور بہت بہتر ہوتا کہ بجائے حضرت عثمان کے ممبران کمیٹی اُسی کو خلیفہ کر دیتے۔

---

[1] دیکھو کامل ابن اثیر جزو ثالث مطبوعہ مصر۔

محدثین اہل سنت لکھتے ہین کہ پیغمبرؐ نے خود ایک موقعہ پر کسی غزوہ مین عبد الرحمن ابن عوف کے پیچھے نماز پڑھی تھی[1] استدلال سائل کے بوجب پیغمبرؐ سے اوس کو افضل تصور کرنا چاہیے اور خدا کو بھی اُسیکو مبعوث برسالت کرنا چاہیے تھا اور کم سے کم یہ سمجھ لینا تو ضرور ہے کہ تبلیغ رسالت اور خلافت فی الارض پیغمبرؐ کی طرف سے اُسی وقت ابن عوف کی طرف منتقل ہو گئی۔

ذی علم سائل نے جس طرح متعلق نماز کے یہ غلط نتیجہ مرتب کیا تھا اُسیطرح وہ یہ نتیجہ بھی اخذ فرماتے ہین کہ ”بعد وفات پیغمبرؐ بوعدہ حقانی پیغمبرؐ کے خلیفہ و جانشین ہوئے“ جس حالتین کہ ماخذ نتیجہ ہی خود غلط ہے تو نتیجہ کب صحیح ہو سکتا ہے ورنہ ذی علم سائل کوئی اپنے مفید نتیجہ اُس سے پیدا کر سکتے ہین اگر وہ ماخذ پر اُس نتیجہ کے غور کرنے والے ہون گے۔

بہرحال چونکہ اُنھون نے یہ غلط نتیجہ مرتب کیا ہے اسواسطے مین اس خاص نتیجہ کے متعلق بھی ذی علم سائل سے عرض کرتا ہون کہ اگر آپ اُن آرا علما پر جو متعلق نص خلافت حضرت ابوبکر کے دی گئی ہین نظر فرمائینگے تو آپ جان لین گے کہ آپکا دعوی محض بے حقیقت ہے جو نہ صرف شیعونکے ہی نزدیک قابل مضحکہ ہے بلکہ گہری نظر رکھنے والے سنی بھی ضرور افسوس کرینگے۔

مائی ڈیر۔ کوئی بھی آیت قرآن ایسی نہین ہے کہ جو آپ کے بزرگ اول کی خلافت پر نص ہو اور جو آپ کے دعوے وعدہ حقانی کی تائید کر سکے اور اگر نص ہوتی تو اکابر علمائے اہل سنت اسکا اعتراف نہ کرتے کہ خلافت خلفا پر کوئی نص نہین ہے۔

ہماری یاد اگر صحیح ہے تو ہم کہہ سکتے ہین کہ ہمنے ابتک کوئی حقیقت آپ کے کسی دعوے کی اسی نوعیت سے نہین دکھلائی ہے کہ جس نوعیت سے آپ نے فضائل مرتب کئے ہین بلکہ ہمنے اپنی تحقیق کی تائید نظائر سے دکھلائی ہے تاکہ آپ کو ہماری تحقیق پر

---

[1] دیکھو خمیس جلد ثانی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۴۔

کامل غور اور فکر کا موقع ملے۔ گو ہمکو یقین ہے کہ زنجیر تقلید جو اپنی ہر کڑی کو دوسری سے ملائے ہوے ہے غلط تاویل کے ہیر پھیر سے آپ کو ٹوٹنے نہ دیگی مگر ہمارا کام یہی ہے کہ آپ کو آپ کے دعوونکی حقیقت اور اصلیت ایسی نوعیت سے دکھلا دین تا کہ آپ اُنپر غور اور فکر کر سکین۔

چنانچہ مین اپنے اِس دعوے کی تائید (کہ کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جو متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہو خواہ منفرداً ایسی نہین ہے کہ جس سے خلافت اول پر آپ نص کا فائدہ اُٹھا سکین یا اُس سے وعدہ حقانی کا استنباط کر سکین) آپ کو علامہ ابن حجر عسقلانی شارح صحیح بخاری و علامہ نووی شارح صحیح مسلم و امام فخر الدین رازی و ملا جلال الدین دوانی شارح عقائد عضدیہ کی متفقہ اِن آرا پر کہ کوئی نص خلافت پر نہ تھی[1] توجہ دلاتا ہون۔

اور اگر سائل کی مراد آیت استخلاف سے ہے تو وہ وعدہ جو خلافت فی الارض کا مومنین سے خدا نے کیا تھا وہ اپنا وعدہ خدا نے عہد پیغمبر مین ہی حسب تصریح اکابر مفسرین اہلسنت پورا کر دیا۔ (دیکھو تحفہ اثنا عشریہ بسلسلہ قدح حدیث قرطاس)

آیت وعدہ استخلاف فی الارض

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ
وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ
کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ
لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّهُمْ
مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ
بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ

وعدہ کیا خدا نے اُن لوگون سے کہ ایمان لائے ہین وہ تم مین سے اور عمل کیے ہین اُنھون نے نیک البتہ جانشین کرے گا اُن کو بیچ زمین کے جیسے کہ جانشین کیا ہے اُن لوگون کو کہ پہلے اُن سے تھے اور البتہ متمکن

---

[1] دیکھو فتح الباری و شرح صحیح مسلم و نہایۃ العقول (کلام) و شرح عقائد عضدیہ ۱۲

فَاُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ" کریگا واسطے اُن کے دین اُنکے کو۔ ایسا دین
کہ پسند کیا ہے واسطے اُنکے اور البتہ بدل دیگا اُنکو بعد خوف اُنکے کے۔ امن کو اور عبادت
کرینگے وہ میری۔ نہین شریک کرینگے وہ ساتھ میرے کسی چیز کو اور جو کوئی کفر کرے
یا نعمت کی ناشکری بعد اِسکے پس وہ لوگ فاسق ہین"

آیات پورا کردینے وعدہ استخلاف کو

"امنوا بالله ورسوله وانفقوا مما جعلكم "ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول
مستخلفین فیه والذین امنوا اُس کے کے اور خرچ کرو اُس چیز سے کہ
منکم وانفقوا لهم اجر کبیر" کیا ہے تمکو جانشین پہلون کا بیچ اُس کے
(سورہ الحدید) پس جو لوگ کہ ایمان لائے تم مین سے
اور خرچ کیا اُن کے واسطے ہے ثواب بڑا"

آیت سورہ یونس

"ثم جعلناکم خلائف فی الارض "پھر کردیا ہمنے جانشین تمکو بیچ زمین کے
من بعدهم لننظر کیف تعملون" بعد اُنکے تاکہ دیکھین ہم کیونکر عمل کرتے ہو تم"

آیت سورہ انعام

"وهو الذی جعلکم خلائف الارض" اور وہ ایسا ہے جسنے کیا تمکو جانشین
ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت لیبلوکم زمین کا اور بلند کیا بعض تمہارے کو اوپر
فی ما اٰتٰکم ان ربك سریع العقاب بعض کے درجہ مین تاکہ آزماوے تمکو بیچ اُس
وانه لغفور رحیم" چیز کے کہ دیا ہے تمکو تحقیق کہ پروردگار تیرا
جلد عذاب کرنے والا ہے اور تحقیق وہ البتہ بخشنے والا مہربان ہے"

اِن آیات سے کچھ شبہہ نہین رہتا ہے کہ جس خلافت فی الارض کا جس سے مراد بادشاہت اور سلطنت ہے خدا نے مومنین سے وعدہ کیا تھا اُس وعدہ کو خدا نے

خود عہد حضرت پیغمبر مین پورا کر دیا اور مومنین کو خلافت فی الارض حاصل ہو گئی جسکے خلیفہ اور بادشاہ خدا کی طرف سے درحقیقت آنحضرت صلعم تھے جیسا کہ خدا نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کے لیے فرمایا ہے "انی جاعل فی الارض خلیفہ تحقیق کہ مین زمین مین خلیفہ کرنے والا ہون"

اور اگر ذی علم سائل اسکو قبول نہ کرین گے تو پھر اُن کو یزید اور تمام بنی اُمیہ و بنی عباس کی خلافتون کو بھی بموجب وعدۂ حقانی کے قبول کرنا چاہیے۔

مین اس مقام پر اُس حالت مین جبکہ ذی علم سائل کسی راے کو جن کا ماخذ قرآن اور حدیث سے ہے قبول نہ کرین کہ جس کا قبول نہ کرنا مین دشوار تر سمجھتا ہون تو مناسب جانتا ہون کہ اِس مقدمہ مین ایک قول اُنکے اعلیٰ لیاقت والے خلیفہ کا لکھدون جس سے قطعی فیصلہ خلافت اول کے نص سے ہونے نہ ہونے کا ہو جاوے۔

صاحب تاریخ کامل تحقیق کرتے ہین کہ "جس وقت حضرت عمرؓ اپنی زندگانی سے مایوس ہو چکے اور نسبت تعین خلیفہ کے عجب عجب خیالات ظاہر کیے تو اُس وقت انکے بعض لوگون نے تاکیداً یہ کہا کہ آپ کسیکو خلیفہ ضرور مقرر کرین اور بہتر ہو کہ اپنے صاحبزادے کو خلیفہ مقرر کیجیے یہ سنکر غضبناک ہو گئے اور راے دہندہ کو فرمایا کہ خدا تجھے غارت کرے تونے یہ راے خالصۃً للہ مجکو نہین دی اور مین کبھی ایسے شخص کو کہ جو زوجہ کو طلاق نہ دے سکتا ہو اُمت محمدی پر خلیفہ نہین کر سکتا اور مین اگر کسیکو خلیفہ مقرر کرون گا تو پیروی کرونگا اُس شخص کی جو مجھ سے بہتر تھا۔ (ابوبکرؓ) اور اگر کسی کو خلیفہ مقرر نہ کرون گا تو پیروی کرون گا اُس شخص کی جو سب سے بہتر تھا۔ (محمدؐ)"

یہ قول حضرت عمرؓ کا تائید اِس امر کی کرنے والا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پیغمبر کے بنائے ہوئے خلیفہ نہ تھے۔

اب مین اُن علماء کی آرار کو جن کی تائید حضرت عمرؓ کے کلام سے ہوتی ہے

پیش نظر رکھکر بلا تامل یہ راے دینے پر بھی مجبور ہون کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کو وعدہ حقانی تسلیم کرنا خدا پر تہمت دھرنا ہے۔

اگر اس مین شک نہین ہے کہ جس خلافت پر وعدۂ حقانی کا انطباق ہوگا خلافت حقہ اور صحیحہ وہی ہوگی اور اس مقام پر مجھے اس امر کے ظاہر کرنے کی ضرورت نہین ہے کہ کسی خلافت پر وعدۂ حقانی کے انطباق کی شناخت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ بحث ہمارے نامی رسالہ روشنی کے ضمیمہ جلد سال اول مین موجود ہے اور اُسکی شناخت کا طریقہ آیات قرآنی کو قرار دیا ہے۔ اس مقام پر مین صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہون کہ اس خلافت پر نص تو کوئی بھی نہین صرف اجماع پر زور دیا جاتا ہے تو آیا اجماع بھی ہوا یا نہین۔ اگرچہ یہ بحث بھی مثل دیگر بحثون کے بہت ہی پُرانی ہے اور مین بہت کوشش کرتا ہون کہ کوئی پُرانی دُھرانی بات جسکو معزز سائل نہایت ناپسند فرماتی ہین بیان نہ کرون لیکن مجبور ہون کہ وہ گڑے ہوے مردے خود اُکھاڑنے پر آمادہ ہوے ہین اُنکی خاطر سے اُن پر اپنی تہذیب کے بموجب مجھے بھی صلواۃ پڑھنے کا موقع ملتا ہے (بیش باد)

مین اس واقعہ کو کہ آیا اجماع ہوا یا نہین اُن تواریخ سے لکھنا نہین چاہتا کہ جو مصر و قسطنطنیہ کی مطبوعہ ہین اور اسوقت میری میز پر موجود ہین شاید ذی علم سائل کو بوقت جانچ واقعات اُن کتب کی تلاش مین دقت ہو اسواسطے مین روضۃ الاحباب جلد دوم صفحہ ۲۳ مطبوعہ انوار محمدی پریس لکھنؤ سے مختصراً واقعات سقیفہ کو کہ جہان پر اجماع کا ہونا بیان کیا جاتا ہے نوٹ کرتا ہون۔

عہ سقیفہ مین مخالفت کا ایک طوفان بے تمیزی تھا کہ جوش زن تھا۔ مہاجر اور اُن مین بھی حضرت ابوبکر و عمر کی متحدہ راے یہ تھی کہ ہم خلیفہ ہون اور انصار اس بات پر اڑے ہوے تھے کہ ہم مین سے کوئی خلیفہ ہو۔

مہاجر و انصار کی مخالفت اور اپنی اپنی خواہشون کا اندازہ شاید اِن اشعار سے ہو سکے۔

پڑ گئی کشمکش ہجر مین بیمار کی جان   دیکھئے معرکہ کس شخص کے یہ ہاتھ رہے
ملک الموت اڑے ہین کہ مین جان لیکے ٹلون   سر بسجدہ ہین مسیحی کہ میری بات رہے

نوبت باینجا رسید کہ حضرت عمرؓ سے لوگون نے نہایت غلیظ باتین شروع کر دین لیکن معترض سائل کا بانکا ہیرو بھی کسی سے کہنے سُننے مین گھٹیل نہ رہتا تھا اور اپنی مہیب آواز سے پکارتا تھا کہ اسے قتل کر دو اور اُسے قتل کر دو۔ قبضون پر ہاتھ پہونچ چکے تھے۔ تلوارون کے ڈورے کھل چکے تھے مگر کاٹھیان ابھی خالی نہ ہوئی تھین کہ انصار کی طرف سے یہ امر پیش ہوا کہ ایک امیر ہم مین سے ہو اور ایک تم مین سے۔ جس کے جواب مین حضرت عمرؓ نے گویا یہ فرمایا کہ دو پادشاہ در اقلیمے نہ گنجند۔ اس پر بعضے انصار یہ بولے کہ تو پھر ہم بجز علی مرتضیٰ کے اور کسی سے بیعت نہ کرین گے۔ [ه]

صاحب روضۃ الاحباب فرماتے ہین کہ گویا فریدالدین عطار نے یہ شعر۔

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام ست   علیؑ و آل و اولادش تمام ست

اُنھین انصار کی زبانی نظم کیا ہے۔

حضرت عمرؓ نے جون ہی علی مرتضیٰ سے بیعت کا نام سُنا۔ ہوش اُڑ گئے اور دل مین سوچے کہ افسوس وہ تمام محنت ہی اکارت جاتی ہے۔ کہ جس غرض سے بظاہر تابع اسلام بھی ہوئے۔ مواقع جنگ سے بھی کس کس تدبیرون سے بچا کیے اتفاقیہ بجز ایک مرتبہ کے بدن پر کبھی ادرچہ کا بھی نہ کھایا۔ گولی سو قدم تو بندہ دو سو قدم پر عمل بھی کیا مارتے کے آگے بھاگتے کے پیچھے بھی رہے۔ پیغمبر کی کارروائیون کو جو وہ

[ه] اصل فقرہ یہ ہے کہ ”میان عمرؓ و حباب سخنان بغایت غلیظ واقع شدند [ه] فقالت بعض الانصار لانبایع الا علیاً۔ دیکھو طبری مطبوعہ جرمن صفحہ ۱۱ و کامل صفحہ ۱۲۵۔

حق مین علیؑ کے چاہتے تھے اِس آخر وقت مین اُنکو بگاڑا بھی کیے۔ انتہا یہ کہ پیغمبر کے دفن وکفن پر بھی خاک ڈالی اور شکار مطلب کی فکر مین یہان بھاگے ہوئے آئے مگر پھر عمر کے تین حرف تینون خالی آتھین خیالات کج و واکج مین تھے کہ دفعتا حضرت ابو بکر سے دکہ یہ حضرت بھی انصار کی مخالفت پر غصے ہنے یا علی مرتضیٰ سے بیعت کا نام سنکر کانپ رہے تھے۔ بولے کہ بڑھاؤ اپنا ہاتھ مین تم سے بیعت کرتا ہون۔ ملی بھگت تو تھی ہی اودھر اُنھون نے ہاتھ بڑھایا اِدھر اِن حضرت نے فوراً سے پیشتر اُن کے رعشہ دار ہاتھون پر بیعت کی۔ اور ساتھ ہی اُس قلیل پارٹی نے بھی جس مین دو شخص سے زیادہ نہ تھے جو انکے موید تھے۔ اور دیگر گروہ انصار و مہاجر جو اِن سے خلاف راے رکھنے والے تھے یہ تماشہ دیکھ کمیٹی گھر سے اُٹھے ہوئے اپنے اپنے گھرون کو چلے گئے۔

صاحب تاریخ طبری اِن واقعات سقیفہ اور حضرت عمر کی بیعت کی نوعیت کو جیسے کہ ہمنے بیان کی ہے اُسی نوعیت کو عجب دل خوش کن عبارت مین تحریر فرماتے ہین کہ جس کو مین اصل نسخہ طبری مطبوعہ جرمن سے لکھتا ہون۔ کہ۔

"فقال عمر ابسط يدك لا بايعك قال۔ فقال ابو بكر بل انت يا عمر انت اقوى لها منى وكان عمر اشد الرجلين قال وكان كل واحد منهما يريد يفتح يده يضرب عليها[لہ] ففتح عمر يد ابى بكر وقال ان لك قوتى ما قوتك"

جس کا ماحصل یہ ہے "حضرت عمر نے حضرت ابو بکر سے کہا کہ ہاتھ پھیلاؤ تا کہ مین تم سے بیعت کرون۔ راوی کہتا ہے کہ اِسکے جواب مین حضرت ابو بکر نے حضرت عمر سے یہ کہا بلکہ تم اے عمر لائق اسکے ہو اور مجھ سے قوی اور حضرت عمر کی قوت دو آدمیون کی سی تھی"

[لہ] یہ ایسی بات ہے کہ مثلاً دو شخص ہاتھ کھولے ہون ایک کہے کہ مین نے تم سے بیعت کی دوسرا کہے نہین حضرت مین نے تم سے بیعت کی پھر وہ کہے نہین حضرت مین نے بیعت کی دوسرا کہے نہین مین نے کی اسیطرح سلسلہ ختم نہو اور ہر شخص جب نے در بیعت ہنی کا کرے دوسرے سے بیعت کرنیکا اقرار کرے تو ہاتھ پر ہاتھ مارتا جاوے اسیطرح یہان ہاتھ پر ہاتھ پڑ رہا تھا چٹاچٹ پٹاپٹ کی صدا تھی۔

راوی کہتا ہے کہ دونوں (عمر و ابوبکر) اپنے اپنے ہاتھ کھولے ہوئے تھے اور ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا تھا کہ یک دفعہ عمر نے ابوبکر کے ہاتھ کو پکڑ کر کہا کہ میری قوت تمہاری قوت کے ساتھ ہے''

اسی مقام پر مجھے یہ بھی ظاہر کر دینا چاہیے کہ یہ بھی ایک اعلیٰ درجہ کی پالیسی تھی جو حضرت عمر نے اپنے امارت سے حضرت ابوبکر کی امارت کو مقدم رکھا۔

اور وہ پالیسی یہی ہو سکتی ہے کہ وہ خلافت ابوبکر کو برخلاف اُس خلافت کے جاننے والے تھے جس کا اعلان خود رسولؐ نے اُمت پر بروز خم غدیر کیا تھا۔ اور آج سقیفہ مین بھی اختلاف علی مرتضےٰ کی خلافت پر رفع ہوتا تھا جو برخلاف اُن کی خواہش ہائے نفسانی کے تھا وہ سمجھے کہ اگر ابوبکر کی خلافت پر علی مرتضےٰ کی طرف سے مخالفت ہو کر نوبت جدال پہونچی تو جو کچھ جان جوکھم ہوگی وہ انہین بڑے میان کے سر پڑے گی اور اگر علی مرتضےٰ کی طرف سے سکوت ہوا یا مقابلہ مین ہمکو کامیابی ہوئی تو حضرت ابوبکر ہمسن اپنے داماد کے ہین اور چراغ سحری ہین زیادہ زندہ نہین رہ سکین گے اُن کا عہدہ خالی ہونے پر بلا کھٹکے مین خود متصرف ہونگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مورخین نے قبول کر لیا ہے کہ حضرت ابوبکر کے کمزور ہاتھون مین برائے نام خلافت تھی اور دراصل عنان انتظام انہین کے ہاتھ مین رہی۔ ۱؎

اور خود علی مرتضےٰ نے اُسیوقت (جبکہ وہ بیعت کے واسطے بلائے گئے اور اُنسے گفتگوئین ہوئین اور آپ نے اپنی حجتون سے حضرت ابوبکر کو ساکت کر دیا جس پر آخری جواب حضرت عمر نے یہ دیا کہ "ہم تم کو جب تک کہ تم بیعت نہ کروگے نہ چھوڑینگے") یہ فرما دیا تھا۔ "احلب حلبًا لک شطرہ اشددہ لہ الیوم یردہ علیک غدًا" ماحصل مطلب جس کا یہ ہے کہ اے عمر کچھ ایسا دوہ لے کہ تجھکو بھی اُس مین سے حصہ ملجاوے آج سے ابوبکر کے لیے مضبوط کر تاکہ وہ کلہ تجھے پھیر دے۔ ۲؎

۱؎ دیکھو سیرۃ الفاروق مولفہ سراج الدین احمد۔ ۲؎ دیکھو کتاب امامت و السیاست ابن قتیبہ و سوانح عمری علی مرتضےٰ مولفہ علامہ مرزا نادر حسین صاحب عرف منے آغا صاحب۔

مین نے ہر واقعہ سے قابل یقین کے یہ دکھلا دیا ہے کہ ممدوحین سائل کا بظاہر تابع اسلام ہونا بغرض دنیاوی لالچ کے تھا اور اس مقام پر مین پھر اپنی تمام یادداشتونکو تازہ کرکے کہتا ہون کہ کیا پیغمبرؐ کو بلا دفن وکفن چھوڑ کر امر باطل کی طرف رجوع کرنا قابل شرم کے نہین تھا۔ ہم قبول کرتے ہین کہ جسوقت ایک صاحب سے دوسرے صاحب کو سقیفہ کے متعلق واقعات کی اطلاع ملی اور انھون نے بمقابلہ ثواب شرکت دفن پیغمبرؐ وہان کا جانا ضروری بھی سمجھا تو علی مرتضیٰ کے گوش گذار کیون یہ واقعہ نہین کیا گیا۔؟

کیا بجز اس کے اور کچھ ذہن مین آسکتا ہے کہ یا تو علی مرتضیٰ ان کو اطمینان دلاتے کہ کچھ نہوگا تم اطمینان رکھو اور دفن وکفن پیغمبرؐ سے فارغ ہو لو تو چلو۔ یا وہ ان مین سے ہی کسی کو یا کسی کو بنی ہاشم مین سے وہان اس خبر پر روانہ کرتے اور جو اس بات کی کوشش کرنے والا ہوتا کہ تا دفن وکفن یہ امر ملتوی رکھا جاوے اور یہ دونون امور انکی قدیمی اغراض ذاتی کے برخلاف ہوتے اسواسطے یہی تدبیر سوچی گئی کہ علی مرتضےٰ کو خبر ہی نہ کیجاوے وہ ادہر دفن وکفن پیغمبرؐ اور پیغمبرؐ کی نہایت پیاری دختر اور کم سن نواسون ودیگر اہل بیت کی تسکین وتشفی مین مصروف رہین اور ہم ادہر پہنچکر خلافت کو لپک لین۔

ہمکو سخت تعجب ہے اور ہمارے ذہن مین نہین آتا یا تو پیغمبرؐ کی وہ ہمدردی کہ مرض علالت مین باوصف اس کے کہ پیغمبرؐ لعن بھی کرین ان سے فراق گوارا کیا جائے یا مرنے کے بعد ہی وہ محبت یک قلم ندارد۔ مگر درحقیقت جس چیز کی محبت تھی اس کا ہر وقت خیال رکھا۔

مجھے ذی علم سائل یہ بھی بتلادین کہ بی بی عائشہ نے جو پیغمبرؐ سے یہ کہا کہ اسکا باپ ایک مرد رقیق القلب ہے وہ آپ کی جگہ کھڑا نہو سکے گا نہ نماز پڑھا سکے گا کیا یہ انھون نے بالقلب سچی بات کہی تھی۔؟

اگر یہ بات سچی تھی تو کون سی وہ خوشی اُن کو حاصل ہوگئی کہ جس نے اون کے قلب کو ایسا مضبوط کردیا کہ پیغمبرؐ کے دفن و کفن پر خاک ڈالکر بجاے جاے نماز پیغمبرؐ مسند پیغمبرؐ پر بیٹھنے کو سقیفہ مین بھاگے ہوئے گئے۔

اور اگر اسی کا نام رقیق القلبی ہے تو مہربانی فرما کے مجھے بتلا دین کہ قسی القلبی کسے کہتے ہین اور اُسکی کیا تعریف ہی؟

مولوی روم نے بھی اپنی مشہور مثنوی مین کہ جسکو اہل سنت نے مقبولیت کا درجہ عطا کیا ہے اِس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہی۔

چون صحابہ حُب دنیا داشتند
مصطفےٰ را بے کفن بگذاشتند

اگرچہ اِس شعر مین لفظ صحابہ کا عام ہے لیکن جو لوگ جن صحابہ کو پیغمبرؐ کے مخصوصین صحابہ مین شمار کرنے والے ہون۔ اُن لوگون کو اُن مخصوصین صحابہ کے حق مین اُسیقدر تخصیص کے ساتھ یہ شعر قبول کرنا چاہیے اور جس سے ہمارے دعوے کے لیے ایک اور سند ہوگی۔

اب مین زیادہ اِس بحث کو طوالت مین ڈالنا نہین چاہتا اور اُسی قدر بتلانا مجکو باقی ہے کہ جب نص بھی نہ تھی اور اجماع کی وہ حالت تھی جو ظاہر ہوئی تو پھر جس صورت سے کہ یہ خلافت ہوگئی وہ کیا تھی؟

بجواب اِس سوال کے مین ایک طولانی روایت سے جو متفق علیہ بخاری اور مسلم کی ہے اور اُسکو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفا مین بھی لکھا ہے بقدر ضرورت کے نوٹ کرتا ہون۔

عمر ابن الخطاب اپنے زمانہ خلافت مین جبکہ ایک مرتبہ حج سے واپس مدینہ آئے تو ایک طولانی خطبہ پڑھا جس مین حاضرین کو مخاطب کرکے بیان کیا کہ

مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم مین سے فلان[اول] شخص یہ کہتا ہے کہ اگر عمر مر جاوے گا تو ہم فلان[٥٢] شخص سے بیعت کر لین گے۔ پس تم لوگون کو چاہیے کہ کوئی دھوکہ مین نہ آئے کیونکہ ابوبکر کی بیعت فلتہ[٥٣] (بے اندیشہ وناگاہ) تھی اور خدا نے اُسکے شر سے ہمکو بچایا۔''

حضرت عمر کا شیعون کو نہایت ہی شکرگذار ہونا چاہیے کہ اُنھون نے قطعی فیصلہ حضرت ابوبکر کی خلافت کا کر دیا کہ وہ نہ نص ہوئی اور نہ اجماع سے بلکہ بے اندیشہ وناگاہ بلا سوچے سمجھے بلا اتفاق رائے مہاجر وانصار وبرخلاف خوشنودی خاندان نبوت ہوئی اور یہ ایک ایسا مشہور خطبہ حضرت عمر کا ہے کہ بدرجہ اتم مشہور ہونے کی وجہ سے لوگون کے چھپائے نہ چھپ سکا اور اِس پایہ اور عظمت کا سمجھا گیا کہ وہ داخل صحیحین ہوا۔

مین کل مقلدین حضرت عمر سے بالعموم اور اپنے معزز سائل مخاطب سے بالخصوص یہ اُمید کرتا ہون کہ وہ اگر صحیحین پر پس از کتاب باری صحیح کتاب ہونے کا ایمان رکھنے والے ہونگے اور حضرت عمر کے بھی سچے دل سے معتقد ہون گے تو ضرور اِس روایت کو بلا شک وشبہہ قبول کرنے والے ہونگے۔ اور جسوقت ہم اُن واقعات کو دیکھتے ہین کہ لوگون کو اِس بیعت پر ندامت ہوئی تو کوئی شبہہ حضرت عمر کی اِس رائے کے صحیح ہونے مین۔ کہ ''بیعت حضرت ابوبکر کی فلتہ تھی'' نہین رہتا جسمین کسی کو موقع سوچنے محل اور غیر محل استقرار خلافت کا ملا ہی نہین۔ کیونکہ ندامت اُسی بات پر ہوتی ہے کہ جو بے سمجھے بوجھے اتفاقیہ ہوتا ہے اور جس کے نتائج ضرور خراب ہوتے ہین مین اِس مقام پر حسان کے دو شعر جو عتبہ بن ابی لہب نے اُسی ندامت کے موقع پر پڑھے تھے لکھتا ہون۔

اول علامہ ابن ابی الحدید نے اول شخص عمار یاسر کو بتلایا ہے اور دوسرا شخص علی ابن ابی طالب کو۔ ٥٣ تاریخ الخلفا مطبوعہ لاہور کے صفحہ ٥٤ کے حاشیہ پر یہ عبارت مندرجہ خطوط ہلالی درج ہے۔

ما کنت حسب ان الامر منصرف   عن هاشم ثم منهم عن ابی حسن
عن اول الناس ایمانا و سابقة
الیس اول من صلی لقبلتکم   واعلم الناس بالقرآن والسنن

(حاصل ترجمہ) "مجھے گمان نہ تھا کہ خلافت بنی ہاشم سے پھیر دی جائے گی اور اُس مین بھی علی مرتضے سے۔ کیا وہ اول شخص سابق الایمانی مین ہم سے نہین ہین یا وہ ایسے بزرگوار نہین ہین کہ جنھون نے ہم لوگون کے قبلہ کیطرف اول نماز پڑھی اور آیا وہ داناترین مردم قرآن و سنت رسول مین نہین ہین" (دیکھو تاریخ ابوالفدا مطبوعہ قسطنطنیہ صفحہ ۱۶۴ و حاشیہ تفسیر بیضاوی از ملا عصام)۔

اب ذی علم سائل صاحب فرمائین کہ آپکا وہ دعوے کہ یہ خلافت وعدہ حقانی کی مصداق تھی کہان گیا اور بتلائیے کہ اسکو ہم ایسی معتبر شہادتون کے بعد آیا وعدہ حقانی قبول کرین یا وعدہ اُس کسی کے کہ جو حضرت شیخ اول کے رفاقت مین رہتا تھا۔ اور جس کا حضرت عمر نے پنجہ مروڑ دیا تھا۔

مائی ڈیر۔ مولوی ولایت حسین۔ حضرت عمر نے اس خطبہ مین اپنے بیان کی تائید مین کہ یہ بیعت "فلتہ" تھی اور بھی بہت سے واقعات بیان کیے ہین جنکو مین نے بنظر طوالت نظر انداز کیا ہے منجملہ اُن کے ایک یہ بھی بات ہے وہ فرماتے ہین کہ "جب ہم سقیفہ کو روانہ ہوئے تھے تو مین نے راستہ مین ایک جھوٹی[لہ] تقریر دل مین گڑھ لی تھی اور مین نے چاہا کہ اُسکو بیان کرون لیکن حضرت ابوبکر نے مجھے روک دیا اور جب وہ خود اسپیچ دینے کھڑے ہوئے تو وہی سب کچھ بلکہ کچھ اُس سے بھی بڑھا ہی ہوا اُنھون نے بیان کیا۔ جو مین نے دل مین گڑھا تھا۔

میری راے مین یہ توارد مضمون بعید نہین ہے کیونکہ دونون بزرگوار غرض مشترک

[لہ] تزویر کا ترجمہ ہے)

کے ہی لیے وہان تشریف لے گئے تھے۔ اور متحد الخیال بھی تھے۔

اب مین اس بحث کو ختم کرتا ہون اور اُمید کرتا ہون کہ ذی علم سائل اپنے دعوے کو واپس لین گے گو مجھے اُن سے ایسا یقین نہین ہے۔

اِسکے بعد ذی علم سائل اِن تمام بے بنیاد نتائج پر یہ ترقی فرماتے ہین کہ "حضرت خلفائے دم واپسین تک طریقۂ مرضیہ صراط مستقیم پر ثابت قدم رہے"

افسوس ہے کہ مخاطب ہمکو قسمت سے ملے بھی تو ایسے کہ جن کو نہ قطعی واقعات پر عبور رہے اور نہ وہ کسی امر کو تحقیق کرنا پسند کرنے والے معلوم ہوتے ہین۔ مائی ڈیر۔

من انچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم ۔ تو کاش از سخنم پند گیر خواہ ملال

اگر آپ کو کتب عربی کے مطالعہ مین کچھ دقت ہو تو اردو کی کتب خریدیے اور ملاحظہ فرمایئے نول کشور پریس لکھنؤ مین کل صحاح کے ترجمے طبع ہو چکے ہین اور جب پہلے آپ کل صحاح پر ایک مرتبہ از اول تا آخر بغور نظر ڈال جائین تو اِس عمیق دریا مین تیرنے کے لیے آمادہ ہون اور آپ اگر یہ نکرین گے تو لوگ جان جائین گے کہ آپ کو صرف ٹھوکے سے ہی پانی مین ہاتھ پیر مار کر پانی کو گندلا کر آتا ہے اور جس کا اثر آپ کے تمام علماء پر پڑتا ہے۔ ذیل کی دو روایتین جو آپ کے دعوے کو جھٹلاتی ہین ملاحظہ ہون۔

"ان رسول اللہ صلعم قال لشہداء احد ھولاء اشھد علیھم فقال ابو بکر الصدیق یا رسول اللہ السنا باخوانھم۔ اسلمنا کما اسلموا۔ وجاھدنا کما جاھدوا۔ فقال رسول اللہ صلعم بلی ولا ادری ما تحدثون بعدی فبکی ابو بکر ثم بکی۔ ثم قال ءانا لکائنون بعدک" (دیکھو موطاء امام مالک صفحہ ۱۷۳)

"رسول خدا نے شہدائے احد کے بارہ مین فرمایا کہ مین اِن کا گواہ ہون حضرت ابو بکر نے کہا کہ کیا ہم اِن کے بھائی نہین ہین جیسا یہ اسلام لائے ویسا ہم اسلام لائے جیسا اُنھون نے جہاد کیا ویسا ہمنے جہاد کیا پیغمبر نے فرمایا ہان۔ لیکن مین نہین جانتا تم لوگ میرے بعد کیا اِحداث

کرو گے یہ سنکر ابوبکر بہت روئے اور کہا کہ کیا ہم آپ کے بعد زندہ رہین گے“

عن سہل بن سعد قال قال النبی صلعم انا فرطکم علی الحوض من مر علی شرب و من شرب لم یظمأ ابدًا لیردن علی اقوام اعرفہم و یعرفونی ثم یحال بینی و بینہم ” بخاری صفحہ ۹۷۴ ۔

”حضرت نے فرمایا کہ مین حوض کوثر پر فرط (پہلے سے پہونچنے والا) ہونگا جو کوئی گذرے گا میرے پاس سے وہ پیئے گا اور جو پیئے گا اُس سے تو نہ پیاس لگے گی اُس کو بعد اُس کے کبھی البتہ وارد ہونگی مجھپر چند قومین کہ پہچانتا ہونگا مین اُنکو اور پہچانتے ہونگے وہ مجھکو پھر آڑ ہوجاویگی درمیان میرے اور اُنکے“

اس حدیث کے لکھنے کے بعد بخاری نے نعمن بن ابی عیاش سے نقل کیا ہے کہ وہ بہ قسم کہتا ہے کہ ابوسعید خدری اس حدیث مین اسقدر اور زیادہ کرتا تھا ”فاقول انہم منی۔ فیقال انک لا تدری ما احدثوا بعدک فاقول سحقًا سحقًا لمن غیّر بعدی“ آنحضرت نے فرمایا کہ مین کہونگا تحقیق کہ یہ لوگ میرے مخصوصین سے ہین پس کہا جائے گا مجھ سے کہ تم نہین جانتے کہ تمہارے بعد اُنھون نے کیا کیا پس مین کہونگا کہ دوری ہو دوری ہو اُن لوگون کے لیے جنھون نے میرے بعد احکام کو بدل ڈالا“ [1]

مائی ڈیر مولوی ولایت حسین!!

پہلی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ جب پیغمبر خدا نے شہداء احد کے بارہ مین فرمایا کہ مین اُنکا گواہ ہون تو اُس پر حضرت ابوبکر نے بطور تعریض اُن کے عمل پر اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا ہم مثل اُن کے نہین ہین اور کیا ہم نے مثل اُن کے کام نہین کیے۔ اُس پر پیغمبر نے فرمایا کہ ہان مگر مین تمہاری نسبت اپنے مابعد زمانہ کے لیے مطمئن نہین ہون یہ سنکر حضرت ابوبکر روئے اور جیسے کہ ہندوستان مین بھی بطور اظہار محبت محاورہ مین

---

[1] صفحہ ۲۶۶ پر احادیث اور دیکھو ۱۲ منہ

بات کہی جاتی ہے یہ فرمایا کہ خدا ہمین اُس وقت کو نہ رکھے کہ آپ نہون اور ہم ہون۔

دوسری حدیث مین پیغمبرؐ خدا نے اپنے حوض کوثر پر ہونے اور لوگون کو پانی پلانے کا اور ادہر سے کچھ لوگون کے گذرنے کا کہ وہ پیغمبرؐ کے جاننے والے ہون گے اور پیغمبرؐ اُن کے اور پھر اپنے اور اُنکے درمیان مین آڑ ہو جانے کا ذکر کرکے یہ فرمایا ہے کہ مین کہون گا یہ تو میرے مخصوصین مین سے ہین جس پر حکم ہو گا کہ تمہین معلوم نہین کہ بعد تمہارے اُنھون نے کیا کیا اُس وقت اِن سے مین دوری اختیار کرون گا۔

ڈیر سائل۔

مین دعوے سے بیان کرتا ہون کہ درحقیقت یہ ارشاد پیغمبرؐ حضرت ابوبکر کے حق مین ہے اور دعوے پر دلیل یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے اپنے مابعد زمانہ کے واسطے حضرت ابوبکر کو اطمینان نہین دلایا کہ تم سے احداث بپا نہون گے۔ مطمئن رہو۔ اور کسی مسلمان کو یہ حق حاصل نہین ہے کہ وہ ارشاد پیغمبرؐ پر عدم صحت کا گمان کرے اور بالخصوص فرقہ شیعہ کے لوگ تو ارشاد پیغمبرؐ کو وحی تسلیم کرنے والے ہین۔ ہان اُن بزرگوارون کا مجھے علم نہین جو اُن بزرگوارون کی تقلید کرنے والے ہین کہ جنھون نے نبوت ہی مین شک کیا تھا۔ اور نہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ پیغمبرؐ اپنے مابعد زمانہ کا علم رکھنے والے نہین تھے وہ اُن تمام واقعات پر عبور رکھنے والے تھے جو ازل سے ابد تک ہونے والے تھے اور علم واقعات مابعد کا پیغمبرؐ آخر الزمان کی ذات کے واسطے ہی محدود نہین تھا بلکہ اکثر انبیا و پیغمبرون کو ایسا علم حاصل تھا اور جس کی تصدیق اسی سے ہو سکتی ہے کہ ہر نبی نے اپنے مابعد زمانہ اور بالخصوص پیغمبرؐ آخر الزمان کی بشارتین اپنے اپنے زمانون مین دی ہین اور جن کے تذکرے دیگر کتب سماوی مین موجود ہین۔ اگر پیغمبرؐ خدا کو اپنے مابعد زمانہ مین حضرت ابوبکر کی

نسبت اطمینان ہوتا تو وہ ضرور اُن کے گریہ کرنے پر رحم کرکے اُن کو اطمینان دلاتے اور اُن کے قول کی تکذیب نہ کرتے جیسے کہ حضرت اُم سلمہ کو پیغمبر خدا نے یہ اطمینان دلایا تھا کہ تمہارا انجام بخیر ہے مگر تم چادر تطہیر مین داخل نہین ہوسکتی ہو [سلہ]

اور اگر ہماری اس طعن کو ذی علم سائل قبول نہ کرین تو پھر مین اُن سے یہ پوچھتا ہون کہ آپ نے شروع مین یہ دعوی کیا ہے کہ ہم کل صحابہ کے اسلام و ایمان کے انہین فضائل کی بناپر قائل ہین تو پھر فرمایئے کہ یہ ارشاد پیغمبرؐ کون سے صحابہ کے واسطے تھا؟ اور وہ صحابہ آپ کے اِن ہر سہ صحابہ کے علاوہ اور کون سے مخصوصین صحابہ مین سے تھے۔ ؟ یا یہ فرمایئے کہ راویون نے پیغمبرؐ پر تہمت باندھی۔ اگر آپ یہی رائے رکھنے والے ہون گے تو پھر مین یہ بھی آپ کی مہربانی سے اُمید کرتا ہون کہ آپ اُس تبرّا سے جسکا شیعون کو الزام دیا جاتا ہے ضرور اُن راویون کو یاد فرماوین گے کہ انھون نے ایسی غلط احادیث وضع کرکے پیغمبرؐ کی طرف منسوب کین۔ لیکن اس بات کا لحاظ رہے کہ آپ کے اُس تبرّا کا اثر اُن علماء پر بھی پڑے گا جنھون نے اپنی تالیفات مین اُن روایات کو صحیح قبول کیا ہے اور اُن کے تالیفات کے القاب اصح الصحاح واصح الکتب بعد کتاب باری کے قبول کیے گئے ہین۔

پھر ذی علم سائل خلفاء کی نسبت یہ فرماتے ہین کہ "یہ اُن کے خلوص نیت اور مساعی جمیلہ نے تمام عالم مین شرق سے لیکر غرب تک اسلام کا ڈنکا بجایا کفر و کفار نگونسار ہوئے" اور پھر دوسرے مقام پر تحریر فرماتے ہین کہ خلفاء نے خدا کی خوشنودی اور رضامندی کے لیے بغرض اشاعت دین کفار سے جہاد کیے اس واسطے خدا نے اُن کی جماعت قلیل کو جماعت کثیر پر حسب وعدہ "کم من فئۃ قلیلۃ غلبت

[سلہ] دیکھو معالم التنزیل روایات درتحت تفسیر آیت تطہیر ۱۲

فئتہ کثیرۃ“ غالب اور منصور فرمایا اور وعدہ ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین - جانبین سے سچا ہوا“ پھر تیسرے مقام پر فرماتے ہین کہ ”سلطنت فارس و روم حبش کی فتح کا وعدہ آنحضرت سے کیا گیا تھا۔ انہین حضرات کے ہاتھون پر پورا ہوا“ پھر چوتھے مقام پر تحریر کرتے ہین کہ ”اگر یہ خلفاء راشد اور امام برحق نہوتے بہ تقاضائے امر خداوندی ہرگز کامیاب نہوتے اور اگر کافر و منافق و ناصب ہو کر مظفر و منصور ہوجائین تو پھر اپنے عدل کو بھی دونون ہاتھون سے سلام ہے اگر ایسا ہو تو جو چاہے مدعی نبوت ہوجاتا اور کامیاب ہوجاتا حالانکہ یہ ہرگز ممکن نہین - ہان عجب نہین کہ حق تعالے کی نسبت بھی تقیہ کی شاخ بعض فرقہ شیعہ لگانے پر مستعد ہوجائین“ انتھے -

اس دعوے مین ذی علم سائل نے بہت کوشش کی ہے کہ کسی طرح اُن کے عہد و حین شرق سے غرب تک دین اسلام کے پھیلانے والے کفر و کفار کے سرنگون کرنے والے اور اس وجہ سے وہ خلافت حقہ کے مستحق قرار پاجاوین لہذا مین بنظر اُن تمام واقعات کے جن کا تعلق فتوحات عہد خلفاء سے ہے امور ذیل اس دعوے مین تنقیح طلب قرار دیتا ہون -

تنقیحات

نمبر ۱ آیا خلفاء ہی تمام عالم مین غرب سے لیکر شرق تک دین اسلام کے پھیلانے والے اور کفر کفار کے سرنگون کرنے والے ہین یا نہین یا اُن کا سرنگون کرنا یا فارس و روم کی فتحیابی دلیل اُنکے امام برحق ہونے کے ہوسکتی ہے یا نہین - ؟

نمبر ۲ آیا خلفاء کے عہد مین جو فوجین مہمون پر بھیجی گیئن اُن کی تعداد

اور کامیابی پر آیات مندرجہ دعوے صادق آتی ہین یا وہ
صرف ملک گیری کے لیے تھین اور اُنھون نے مذہب
اِسلام پر بزور شمشیر مذہب قبلوانے کا الزام لگایا ہے؟

نمبر ۳ آیا پیغمبر اِسلام کی پیشین گوئیون کا مقصود صرف اخبار
آئندہ کے واقعات سے تعلق رکھتا ہے یا وہ فاتحین کی
حقیت پر دلیل ہونے والی ہین۔؟

نمبر ۴ آیا کافر و منافق کا مظفر و منصور ہو جانا عدل خداوندی کے
خلاف ہو سکتا ہے یا نہین۔؟

نمبر ۵ آیا کل فرقۂ شیعہ یا بعض جیسا کہ دعوے مین ہے خدا کی
نسبت بھی تقیہ کی شاخ لگا سکتے ہین یا نہین۔؟

اِن تنقیحات کی نسبت جو شخص کہ کتب مذہب اِسلام پر نظر رکھنے والا ہے یہ ججمنٹ
دے سکتا ہے۔

ججمنٹ

نسبت تنقیح اول کے مائی ڈیر مولوی ولایت حسین ع !!

ہم آپ سے یہ کہتے ہین کہ اگر کل روے زمین کا نقشہ کھینچا جاوے اور اُس کی
آبادی کا اندازہ کیا جاوے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ خلفاے ممدوحین سائل دعویدار
کے عہد مین مسلمانون کی مقبوضہ زمین کا کون سا حصہ کرہ زمین مین قرار پا سکتا ہے
اگر کسور اعشاریہ کے حساب سے نکالا جاوے تو دسوین حصہ کی کسر ہو گی جبکہ وہ
دسوان حصہ منجملہ نناوے کے ہو۔

جب ہم اِن خلفار کے عہد حکومتون کے بعد دیگر خلفار کے عہد کے فتوحات کو اور دین اسلام کے پھیلنے کو مردم شماری کے نقشہ سے ملاحظہ کرتے ہین تو ہم یہ پاتے ہین کہ درحقیقت غیر مذہب اسلام والون کی تعداد تمام جہان مین پھیلی ہوئی ہے۔

سب سے زیادہ بودہ حصہ مذہب کا ہے۔ پھر عیسائی۔ اُن کے بعد ہنود اور آریہ اور سب سے آخر درجہ مین مسلمان۔ اندرینصورت خلفار کی نسبت ایسا دعوی کہ وہی تمام عالم مین غرب سے شرق تک دین اسلام کے پھیلانے والے اور کفر و کفار کے سرنگون کرنے والے تھے ایسے ہر شخص کی نگاہ مین جو علم جغرافیہ اور تاریخ کا خبیر ہوگا بہت ہی قابل مضحکہ کے ہے۔

ہم جس وقت کہ دنیا کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہین جب سے کہ وہ موجود ہے تو ہمکو مسلمانون کی فتحمندی بمقابلہ مغلون اور ترکون اور تاتاریون اور رومیون اور اسکندر اعظم کے جو قبول اسلام سے پہلے یا بعد اُنھون نے کی تھین اور جن پر بالفعل یورپ کی عیسائی قومون کا قبضہ ہے بہت ہی کم درجہ پر ملتی ہے۔

گو اس مین کچھ شک نہین ہے کہ خلافت دویم مین جو کچھ فتوحات ملک گیری کے لیے ہوئے وہ بمقابلہ پہلی اور تیسری خلافت کے ظفرور قابل تحفیکس اُن کے مقلدین کے واسطے ہوسکتے ہین مگر وہ فتوحات بمقابلہ فتوحات عہد خلفار بنی اُمیہ وبنی عباس و محمود غزنوی اور مسلمان مغلون اور ترکون کے کچھ حقیقت نہین رکھتے۔

جس فتحمندی شیخ ثانی کو شیخی کے ساتھ دکھلایا جاتا ہے بنظر اس تحقیق کے جسکو ہمنے لکھا اُس کی مثال بالکل ایک اُس شے کی سی قرار پاسکتی ہے کہ جسکا نفع بمقابلہ ضرر کے بہت کم ہو۔

اس مین کچھ شک نہین ہے کہ خلافت کو اُس کے صحیح مرکز اعلم دین کے ہاتھون

مین نہونے سے مذہب اسلام اور اُسکی فتحمندی کو سخت نقصان پہونچایا گیا۔ اگر یہ نقصان نہ پہونچایا جاتا اور قوت مجتمع اسلام کی (اُس آتش حسد کے سبب سے جو حقیقت مین ابتداے اسلام ہی سے سینون مین دبی چلی آتی تھی اور جسکے شعلے کبھی کبھی حیات پیغمبر مین بھی بھڑکے تھے۔ لیکن پیغمبر اسلام کے وفات پاتے ہی یک لخت ایسے بہڑکے کہ جو آجتک بجھے نہین۔ اور جو اودہر سے ادہر اور ادہر سے اودہر برابر لپک رہے ہین اور اُسی کی ایک چنگاری ہمارے محترم دوست ذی علم سائل کا یہ سوال بھی ہے) منتشر نہو جاتی اور وہ سرداری و امارت جو قدیم سے اسی شاخ اور سلسلہ مین حضرت اسمٰعیلؑ کے وقت سے چلی آتی تھی۔ خاندان رسالت سے نہ نکال لی جاتی تو بیشک آسانی سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانون نے اپنے سچے اُصول دین کے برتاؤ سے کسقدر فتحمندی حاصل کی اور کسقدر دین اسلام پھیلا۔ لیکن وقت یہ پیش آگئی کہ کامل علم دین جن بزرگوارونکے سینون۔ قلبون اور دماغون مین تھا وہ بہ سبب چھوٹجانے امر خلافت کے نہ صرف بے دست و پا ہوگئے بلکہ جس امر خلافت کی ضرورت تھی اُسی کے حصول اور ارادہ کی کوشش مین ایک سے لیکر بارہ تک زمانہ مین لوگونکی نگاہ سے غائب کر دیے گئے۔

ہم جہانتک اُن واقعات کو کہ جنکا تعلق خاندان رسالت کے ساتھ برتاؤ کا ہے جو متعلق فتوحات کے ہین اور جو تاریخون اور کتب احادیث مین مندرج ہین غور اور لحاظ کرتے ہین تو یہ پاتے ہین کہ حقیقت مین مذہب اسلام کی چلتی گاڑی کے سیدہے اور صاف راستہ مین گڑہے کھود کھود کر ایسا خراب کیا گیا کہ کچھ دنون تو وہ اپنے پرزونکی مضبوطی کی وجہ سے اپنی تیز رفتاری مین فرق نہ لائی لیکن آخرکار راستہ کی خرابی نے آہستہ آہستہ اُسکی چولین ڈہیلی کر دین اور اب وہ اپنی ایک حالت پر رکی ہوئی ہے اور اُسنے مسلمانونکے خونین نااتفاقی کا

ایسا اثر پیدا کردیا ہے کہ جبتک کوئی اولوالعزم طبیب (ہادی دین) خاندان نبوت سے ہی ظاہر نہوگا وہ خون مرض نااتفاقی سے صاف نہین ہوسکتا۔

اب مین اس امر کو معلوم کرنا چاہتا ہون کہ جن فتوحات خلفاء پر ذی علم سائل نے خلافت حقہ کا نتیجہ اخذ کیا ہے اُنکا سلسلہ کیونکر شروع ہوا چنانچہ اس سوال کے حل ہونیکے واسطے میری تحقیق کا عنوان اِس فقرہ سے شروع ہونا چاہئیے کہ جب حضرت ابوبکر پر انعقاد خلافت کا بے اندیشہ وناگاہ ہوچکا اور وہ دعویداران خلافت کو بنظر مصلحت ملکی کمزور کرچکے اور اُنکے قلوب اور گھر کو جلا کر اپنے قلب کی چھپی ہوئی آتش کینہ دیرینہ کو ٹھنڈا کرچکے اور سب طرح پر اطمینان استقرار خلافت کا ہوچکا تب اُنکے بظاہر اسلام لانیکی قدیمی اصلی غرض نے اُنکو گُدگُدا کر مہاجر و انصار کی ایک کمیٹی مین فارس و روم پر چڑہائی کرنیکا ایک رزولیوشن پیش کرایا جس پر بالاتفاق اختلاف کیا گیا اور مخالفون نے اختلاف کرتے وقت اپنی اسپیچ مین اِس امر پر زور دیا کہ روم و فارس کی سلطنتین چونکہ نہایت پرانی اور طاقتور ہین اور ہم لوگ عرب کے وحشی ہین جو کسیطرح اُنسے تاب مقابلہ نہین لاسکتے ہین اور نہ اُنپر فتحیاب ہوسکتے ہین۔

• چونکہ یہ اختلاف برخلاف حضرت ابوبکر کی اصلی غرض کے تھا اسواسطے اُنہون نے مناسب جانا کہ علیؑ مرتضٰے جو معصوم اور محفوظ عن الخطا ہین اُنسے بھی خاص طور پر راے لیجاوے چنانچہ علیؑ مرتضٰے سے جسوقت راے لی گئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ "مجھے تو پیغمبرؐ خدا نے خبر دی ہے کہ روم فتح ہوگا"۔

• جسوقت لوگونکو علیؑ مرتضٰے کی زبانی پیغمبر خدا کی پیشین گوئی متعلق فتح روم معلوم ہوئی توسب نے اپنی مختلف آراء کو واپس لے لیا اور مہم پر روانگی کا رزولیوشن پاس ہوگیا۔[1]

---

[1] دیکھو خمیس دیاربکری مطبوعہ مصر۔

چنانچہ تیس ہزار اور ایک روایت کے بموجب ساٹھ ہزار مسلمان اس مہم پر روانہ ہوئے لیکن حضرت ابوبکر یا حضرت عمر خود اس جنگ پر نہین گئے۔ مجکو کسی تاریخ سے یہ پتہ نہین چلتا کہ ان خلفاء مین سے کسی نے بھی اپنے اپنے عہد کی مہمون پر بہ نفس نفیس بحیثیت کمانڈر انچیف کے اپنے زیر کمان فوج کو لیجا کر میدان جنگ مین بمقابلہ کفار کے لڑا یا ہو یا کوئی کارنمایان کیا ہو۔

اِس موقع پر یہ امر غور کرنا چاہئے کہ جس حالت مین علیؑ مرتضےٰ کا علم ہی باعث روانگی لشکر کا ہوا اور خلفاء خود بہ نفس نفیس شریک جنگ نہین ہوئے تو فتوحات کا خلفاء کے ہی ہاتھ پر ہونا کسطرح صادق آسکتا ہے۔ اور کسطرح سے اپنے دعوے کے موافق اس تنقیح سے بحث خلفاء کوئی مفید نتیجہ لائق سائل حاصل کر سکتے ہین اگر یہ فضیلت قرار پا سکے گی۔ تو اُسکا فائدہ بجز علیؑ مرتضےٰ کی ذات اقدس کے دوسرے کو مل نہین سکتا اور یہی وہ بات ہے جیسا کہ ہم شروع مین ایک اصول فن منطق و مناظرہ کا بتلا آئے ہین کہ دلیل ذی علم سائل کی خاص ہے اور مدعا عام اور جسکا انطباق سراسر علیؑ مرتضےٰ پر ہے اور جو دلیل خاص مدعا سے ہوگی وہ ثبوت کے واسطے فن مناظرہ مین کافی متصور نہین ہو سکتی ہے۔

اس امر کی تائید مین کہ علیؑ مرتضےٰ کا ہی علم باعث روانگی لشکر کا ہوا جسوقت ہم خلفاء کی لائف پر نظر ڈالتے ہین تو ہمکو تواریخ سے یہی قابل اطمینان کے ملتا ہے کہ ہر دشوار موقع پر خواہ اُسکا تعلق مسائل فقہ سے ہو یا مسائل حکمیہ خواہ پولٹکل امور سے جب کسی سائل کے سوال پر خلفاء عاجز آتے تھے اور وقت ٹالنے کی غرض سے سرنگون ہو جاتے تھے جسکو اُردو کے محاورہ مین بغلین جھانکنا کہتے ہین تو سائل اپنی نگاہ مین اُنکے جانشین پیغمبر ہونیکا اندازہ کرتا تھا اور اکثر سائلون نے مُنھ پر صاف کہہ بھی دیا ہے کہ ایسا شخص ہرگز نائب پیغمبر نہین ہو سکتا۔ اُسوقت کبھی تو

---

[1] عرائس التیجان ثعلبی و زین الفتی عاصمی۔

کبھی تو وہ بزرگوار خود معہ سائل ایسے شخص کے پاس جاتے تھے جو درحقیقت شہر علم پیغمبر کا دروازہ تھا یا کبھی خود وہ شخص واسطے حل اُن مسائل کے بُلایا جاتا تھا اور عالم علوم پیغمبر اُن مسائل کو اسطرح قابل اطمینان حل کردیتا تھا کہ جو نہ صرف باعث سکوت اور اطمینان قلب سائل ہی ہوتا تھا بلکہ وہ خلفائے راشدین بھی مقر ہوجاتے تھے کہ اگر یہ شخص نہوتا تو ہم ہلاک ہوجاتے۔ ایسے واقعات مختصراً بہ سلسلہ علم اِن بزرگوارونکے ہمنے دکھلادئیے ہین۔ اُنکے اِعادہ کی ضرورت نہین ہے صرف ہمارا مقصد اپنے بیانکی تائید سے تھا کہ علم علیؑ مرتضےٰ ہی باعث روانگی فوج کا ہوا اور اِس سبب سے اگر کوئی فضیلت ہوگی تو اُسکا فائدہ علیؑ مرتضےٰ کو ہی ملے گا نہ خلفاء کو۔

اِسمقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ جب یہ فوجین روانہ ہوگئین اور میدان جنگ مین پہونچکر بعد مورچہ بندی لڑائی شروع ہوگئی اور ملٹری آفیسرس آن ڈیوٹی نے روزنامچہ ہائے جنگ بھیجنا شروع کئے جنمین اُن دشواریونکی بابت جو اُنکو میدان جنگ مین واقع ہوتی تھین یا موجودہ صورت جنگ سے آئندہ اُن دشواریونکا وقوع مین آنا ذہن نشین ہوتا تھا استصواب کیا جاتا تھا کہ آیا اُن موقعون پر کونسی تدبیر کیجائے کہ اُن دشواریونسے تحفظ بھی ہو اور جنگ مین کامیابی بھی۔

مثلاً کوئی خاص صورت واقع ہونے پر کس اصول پر اور کس پالیسی کو ذہن مین قرار دیکر جنگ کیجائے کونسا موقع بہتر ہوگا کہ پیادہ پلٹنین سوارونکے آگے ہون اور کون موقع پر سوارونکا بمقابلہ پیادہ پلٹنون کے آگے ہونا مفید ہے۔ یا مثلاً موسمی تغیر کی حالت مین کونسے مورچہ پر بغرض اُسکے استحکام مزید کے فوجکی زیادتی کیجائے اور کس مورچہ پر فوج کم کردیجائے اور اگر کسی جدید مورچہ کے قائم کرنیکی ضرورت ہے تو کسقدر جمعیت وہان کافی سمجھی جاوے۔ اگر دھاوہ کیا جاوے تو کون سی حالت زیر نظر رکھکر کہ کامیابی ہو اور اگر کسی وقت مین ہماری طاقت بمقابلہ

مخالف فوج کے کم پڑے تو کونسی تدبیر عمل مین لائی جائے کہ مخالف فوج کو ہماری کمی قوت کے معیار پر موقع دلیری کا نہ مل سکے علاوہ ان اُمور کے اگر کوئی اور دقیق مسئلہ پیش ہوتا تھا یا جیسا کہ اوپر ظاہر ہوا کہ صورت ظاہری آئندہ اُس دقیق موقع کے پیش آنیکی خبر دے دیتی تھی اور جسکا انتظام پہلے سے کر لینا لازمی ہوتا تھا تو یہ جملہ امور استصوابی افسران متعینہ جنگ ایسی نوعیت سے لکھتے تھے کہ پورا نقشہ میدان جنگ کا اُسمین دکھلایا جاتا تھا کہ جواب لکھنے والے کو واقعات اور مواقع کے علم مین تشنگی باقی نرہے اور اگرچہ حالات کے سمجھنے مین دقت واقع نہوتی تھی اور اگر واقع ہوتی تھی تو قاصد سے تمام امور او موقع فوج کشی اور میدان کارزار کے دریافت ہو جاتے تھے تاہم یہ امور ایسے تھے کہ اُنکا جواب وہی کوئی لکھ سکتا ہے کہ جسنے معرکہ ہائے جنگ مین مثل ایک جوان عالی خاندان کے نبرد آزمائی کی ہو کبھی کیسی ہی بگڑی ہوئی لڑائی کے موقعہ پر بھی استقلال اور تحمل اُسکے جلو سے دم بھر علیحدہ نہوئے ہون جسنے کبھی مبارز کے جواب دینے مین اپنے ساتھیون مین سے کسی کو بھی موقع سبقت کا نہ دیا ہو جسکی آنکھ کبھی لاکھون ہزارونکے مقابلہ مین بھی میدان جنگ مین نہ جھپکی ہو۔ جسنے اپنے مبارز کو بلاقتل کبھی چھوڑا ہی نہو۔ جو کبھی رن سے ایک قدم بھی پیچھے نہ ہٹا ہو۔ جو پیغمبرؐ کی حمایت مین اُسوقت جبکہ تمام فوج بعض غزوات سے بجز معدودے چند پیغمبرؐ کے جانبار عزیزون اور انصار کے پیغمبرؐ کو میدان کارزار مین چھوڑ کر فرار کر گئی ہو وہ پیغمبرؐ کا سینہ سپر بھی رہا ہو۔ پیغمبرؐ سے دشمنونکے حملونکو نہ صرف دفع کرتا رہا ہو بلکہ اُنکو قتل بھی کیا ہو اور گو خود بھی زخمی ہوا ہو مگر ہمیشہ لڑائی کا میدان اُسی کے ہاتھ رہا ہو جسنے اپنی تلوار کے لوہے کو نہ صرف کفار کو منوا دیا ہو بلکہ اُنکے قلوب پر اپنی ضرب کا سکہ بٹھا دیا ہو اور جسکی شبیہہ مبارک

محض بغرض حصول فتح سلاطین فرنگ وآل سلجوق نے بطور فال اپنی شاہی تلوارون پر کندہ کی ہوا ور اُسکا نام لیکر رن پر چڑھتے ہون[لہ]۔ اور جسکے ان کلمات کے معترف بقول ہمارے بزرگ قوم آنریبل خلیفہ سید محمد حسن خان صاحب بہادر بالقابہ۔ نہ صرف اُنکے کفش بردار مؤمنین اور مسلمان ہی ہون بلکہ مخالفون اور غیر مذہب والون نے بھی اُسکی نسبت یہ کہا ہو کہ اُسنے اُس زمانہ مین جبکہ شجاعانِ عرب شہرۂ آفاق تھے ضرغام آل ابوطالب اسد اللہ الغالب اور اشجع عرب کا لقب پایا ہو اور جسکا شجاعت۔ حکمت۔ ہمت۔ عدالت۔ سخاوت اور زہد تقوے مین عدیل ونظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہو[عہ]۔ برخلاف اِسکے ایسے شخصونکا کام اِن خطوط کے جواب لکھنے کا نہین ہوسکتا تھا کہ جنکو زمانہ نے بڑے بڑے عمامون اور جامونکی وجہہ سے اکابر صحابہ کا لقب عطا کیا ہو۔ اور گو وہ مثل ایک بارگیر سپاہی کے شرکت فوج کا تمغہ پائے ہوئے ہون یا کبھی کسی موقع پر حریف کی بدولت چرکہ کھا کر لہو لگا کر شہیدونمین داخل ہوگئے ہون مگر درحقیقت جو صفتین کہ جواب لکھنے والے مین ہونا چاہئین اور جنکو ہمنے مختصراً بتایا ہے اُن صفتونکی ہوا تک بھی اُنکو نہ لگی ہو۔

ایسی حالت مین جسطرح کہ علیؑ مرتضےٰ کی پیشین گوئی ابتدائً باعث روانگی لشکر کا ہوئی اُسیطرح اِس مقام پر بھی ذی علم سائل کو اپنے دعوے کے موافق یا تو یہ امر تسلیم کرنا چاہئیے کہ علیؑ مرتضےٰ کی ہی تدابیر باعث فتوحات کا ہوئین یا امامت حقہ کا استحقاق اُن سپہ سالاران فوج کو ملنا چاہئیے کہ جو جنگ کے میدانونمین موجود تھی اور جنکے ہاتھونسے فتوحات ہوئین نہ کہ خلفاء جو

[لہ] دیکھو ینابیع المودت لاہل القربیٰ مؤلفہ قندوزی حنفی بلخی نقشبندی وشرح ابن ابی الحدید معتزلی۔

[عہ] دیکھو اعجاز التنزیل صفحہ ۱۶۵ و ۱۶۶ مطبوعہ مراد آباد۔

اپنے مرکز پر بیٹھے رہے۔

اسی موقع پر مجھے یہ بتلا دینا چاہیئے کہ علیٔ مرتضےٰ کا جواب خطوط لکھدینا خلفاء سے برسم اتحاد و اتفاق سمجھنا ایک سخت غلطی کی بات ہے۔ علیٔ مرتضےٰ کی تحریر جوابات کی حالت اس سے زیادہ نہین تھی جیسے کہ کوئی عالم کسی مسئلہ کا جو اُس سے پوچھا جائے صورت استفتاء کو پیش نظر رکھکر جواب لکھدے ایک مفتی کا کسی مسئلہ کا جواب دینا فرض ہوتا ہے اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ وہ اُنکی خلافتوںکے موئد تھے صریح ایک غلطی کی بات ہے۔

ذی علم سائل کو یاد ہوگا کہ ہمنے تمہید مین جہان شرائط سوال غلط ثابت کرکے دہوکہ اور مبالغہ بتلایا ہے اُسی مقام پر ہم یہ بھی لکھ آئے ہین کہ محض فتوحات نہ دلیل کسی کے افضل ہونیکی ہو سکتی ہین نہ خلافت حقہ پر کسیکی وہ دال ہو سکتی ہین نہ وہ کسیکا کامل الایمان والاسلام ہونا ثابت کر سکتی ہین۔ اس موقعہ پر مین اپنے اس دعوے کی تائید مین شاہ عبد العزیز صاحب کے ایک فتوے کو پیش کرتا ہون جسکا ذکر اس بحث سے بہت تعلق رکھتا ہے۔

وہ فرماتے ہین کہ ”کثرت محبت دینی دو معنی دارد۔ اول آنکہ در محبوب خود زیادتی اُمور دنیہ را معتقد شود۔ این معنی مستلزم اعتقاد افضلیت است۔ دویم آنکہ این کس را از محبوب نفع عظیم دینی رسیدہ است کہ از غیر او نرسیدہ است این معنی مستلزم اعتقاد افضلیت نیست۔ زیرا کہ ہر مرید را با شیخ خود وہر تلمیذ را با وستاد خود کثرت محبت باین معنی میباشد حالانکہ معتقد تفضیلش نمیشود“

شاہ صاحب نے اس فتوے مین محبت دینی کی دو قسمین بتلائی ہین ایک تو یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے محبوب مین زیادتی امور دنیہ کا ایسا معتقد ہے کہ کسی دوسرے مین اپنے محبوب کے مقابلہ مین زیادتی امور دنیہ کا متقد ہی نہو یعنی یہ قبول کرتا ہو

کہ بجز میرے محبوب کے اور کسی مین زیادتی اُمور دنییہ کی قطعی نہین ہے۔ تو اِسکو شاہ صاحب دلیل اعتقاد افضلیت تسلیم کرتے ہین۔ اور دوسرے معنی یہ فرماتے ہین کہ اگر کسی طالب کو اپنے مطلوب یا محبوب سے ایسا نفع عظیم دین مین پہونچا ہو کہ بمقابلہ اُسکے غیر سے نہ پہونچا ہو۔ تو یہ معنی دلیل افضلیت اعتقاد کے لئے نہین ہوسکتے جسکی مثال یہ دی گئی ہے کہ ہر مرید اپنے پیر سے یا شاگرد اپنے اوستاد سے محض اس وجہ سے محبت رکھتا ہے کہ اُسکو اُس سے نفع پہونچا ہے یعنی اُس سے اُسنے کچھ حاصل کیا ہے ورنہ حقیقت مین وہ معتقد اُسکی افضلیت کا نہین ہوتا یعنی اُسکی نسبت یہ قبول نہین کرتا ہے کہ بمقابلہ اُسکے کسی دوسرے پیر یا اوستاد مین نفع پہونچانیکی قابلیت ہی نہین ہے۔

اب اِس امر کو غور کرنا چاہئیے کہ ان فتوحات سے مسلمانونکو بے انتہا نفع پہونچنا ظاہر کیا جاتا ہے اور جسکی نسبت یہانتک ترقی کی گئی ہے کہ ان فتوحات سے گویا مذہب اسلام کو نفع پہونچا بہرحال کچھ ہی ہو مگر چونکہ فتوحات سے مسلمانون یا مذہب اسلام کو (جو چاہو سو سمجھو) نفع پہونچا اسواسطے وہ فتوحات بموجب فتوے شاہ صاحب دلیل اعتقاد افضلیت کی قرار نہین پا سکتی ہین۔ اور اس صورت مین بھی افسوس ہے کہ ممدوحین سائل کی کچھ افضلیت ثابت نہین ہوتی۔

- اب مین بعض اخبار کا ذکر کرتا ہون کہ جنکا تعلق فارس و روم کی فتحیابی سے ہے

[۱] ان رسول اللہ صلعم قال
اذا فتحت علیکم خزائن فارس والروم
ای قوم انتم۔ قال عبد الرحمن بن عوف
کما امرنا اللہ تعالیٰ۔ فقال رسول اللہ
صلعم کلا۔ بل تتنافسون۔ تتحاسدون
ثم تتدابرون۔ ثم تتباغضون" (صحیح مسلم)

[۱] آنحضرت نے فرمایا جسوقت
کھولے جائینگے تمپر خزانہ فارس و روم کے
تو اُسوقت تم کیسے لوگ ہوگے۔ عبد الرحمن
بن عوف نے کہا جیسا ہمین خدا نے حکم دیا
ہے ویسے ہونگے۔ آپنے فرمایا کبھی نہین
بلکہ تم لوگ باہم نفسانیت کروگے پھر باہم

حسد کروگے پھر باہم قطع کروگے پھر بغض رکھوگے ایک دوسرے سے ”

“عن ابی سعید ن الخدری عن النبی قال لتتبعن سنن من قبلکم شبرًا بشبرٍ وذراعًا بذراعٍ حتی لو سلکوا جحر ضبٍ لسلکتموہ۔ قلنا یا رسول اللہ الیھود والنصاری قال فمن (صحیح بخاری صفحہ ۱۹۱۳ چھاپۂ دہلی)

“فرمایا آنحضرتؐ نے ہر آئینہ پیروی کروگے تم اُن لوگونکے طریقہ کی کہ جو تھے تمسے پہلے بالشت بالشت تک اور ہاتھ ہاتھ بھر تک یہانتک کہ اگر وہ سوسمار (گوہ) کے سوراخ مین گھس جائین توتم اُسمین بھی چلے جاؤگے کہا ہمنے اے رسولؐ اللہ یہود ونصارے کے۔ فرمایا کہ پھر کون۔ یعنی تم اُنھین کی پیروی کروگے ”

“چند لوگ قبیلہ ربیعہ کے عمرو بن عاص کے پاس بیٹھے تھے ایک شخص نے جو

“کان ناس من ربیعہ عند عمرو بن العاص فقال رجل من بکر بن وائل لتنتھین قریش اولیجعلن اللہ ھذا الامر فی جمھور من العرب فقال عمرو بن العاص کذبت۔ سمعت رسول اللہ یقول قریش ولاۃ الناس فی الخیر والشر الی یوم القیمۃ” (صحیح ترمذی صفحہ ۲۷۰ چھاپہ دہلی)

قبیلہ بکر بن وائل سے تھا کہا کہ قریش یا تو باز رہین ورنہ خدا امر خلافت کو تمامی عرب مین کریگا (یعنی خلافت خاص قریش مین نرہیگی بلکہ ہر ایک قبیلہ سے خلیفہ ہونے لگے گا) اسپر عمرو بن عاص نے کہا کہ تونے جھوٹ کہا۔ مین نے رسولؐ خدا کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ قریش حاکم ہین آدمیونکے خیر مین اور شر مین قیامت تک ”

“عن ابن عباس قال خطب رسولؐ اللہ صلعم فقال ایھا الناس انکم محشورون الی اللہ جفاہ عراۃ عزلًا ثم قرأ کما بدأنا اول خلق

“ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول اللہ نے خطبہ ادا فرمایا اور کہا کہ اے گروہ مردم تم محشور ہوگے خدا کیطرف برہنہ پا عریان اسطرح کہ کسی کے پاس کچھ نہوگا

نعیده وعدًا علینا انا کنا فاعلین الیٰ آخر الآیه - ثم قال الا وان اول الخلایق یُکسیٰ یوم القیمة ابراهیم الا وانه یجاء برجال من اُمتی فیوخذ بهم ذات الشمال فاقول یارب اصحابی فیقال انك لاتدری ما احدثوا بعدك فاقول کما قال العبد الصالح فکنت علیهم شهیدا مادمت فیهم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علیٰ کل شئ شهید - فیقال ان هولاء لم یزالو مرتدین علیٰ اعقابهم منذ فارقتهم" (بخاری صفحه ٦٦٥ چھاپه دهلی)

پھر تلاوت فرمائی حضرت نے جسطرح ہمنے اول مرتبہ پیدا کیا تھا اعادہ کرینگے یہ لازم ہے ہمکو ہم ضرور کرینگے پوری آیت حضرت نے تلاوت فرمائی پھر فرمایا کہ آگاہ ہو کہ سب سے پہلے خلائق مین سے جسکو لباس پہنایا جاویگا بروز قیامت وہ حضرت ابراہیم ہین آگاہ ہو کہ کچھ لوگ میری اُمت کے میرے پاس لائے جائینگے پس گنہگار رونمین محسوب ہو کر گرفتار کئے جائینگے پس مین کہونگا کہ خدایا یہ میرے اصحاب ہین - پس کہا جائیگا کہ تم نہین جانتے جو کچھ انہون نے بعد تمہارے حدث کئے - پس مین کہونگا جسطرح حضرت عیسےٰؑ نے کہا یعنی مین تو اُنمین اُسوقت تک ناظر تھا جبتک اُنمین موجود تھا اور جب تونے مجھے وفات دی تو خود نگہبان اُنپر تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے - پس کہا جائیگا کہ یہ لوگ ہمیشہ تمہارے بعد وفاتکے دین سے پھرے"

ۓ کہا عبداللہ ابن مسعودؓ نے کہ فرمایا پیغمبر خداؐ نے مین حوض پر تمہارے لئے پہلے

ۓ قال عبد الله قال النبی صلعم انا فرطکم علی الحوض لیرفعن الی رجال منکم حتی اذا اهویت لاناولهم اختلجوا دونی فاقول ای رب اصحابی یقول لا تدری ما احدثوا بعدك" (بخاری ص ١٠٤٥)

سے پہونچنے والا ہونگا البتہ میری طرف کچھ لوگ آئینگے - جب اُنھین مین پانی پلانے جھکونگا میرے پاس سے دور ہو جائینگے اُسوقت مین کہونگا کہ اے پروردگار یہ تو میرے اصحاب ہین - خدا کہے گا تم نہین جانتے ہو جو انہون نے تمہارے بعد احداث کئے"

”عن اسماء بنت ابی بکر قالت قال النبیؐ انی علی الحوض حتی انظر من یرد علی منکم وسیوخذ ناس دونی فاقول یا رب منی ومن امتی فیقال هل شعرت یا عملوا بعدك والله ما برحوا یرجعون علی اعقابهم فکان ابن ابی ملیکه یقول اللهم انا نعوذ بك ان ترجع علی اعقابنا او نفتن عن دیننا“ (بخاری شریف ۹۷۰)

”اسماء بنت ابوبکر سے منقول ہے وہ کہتی ہین کہ کہا رسولؐ خدا نے کہ مین حوض پر ہونگا تاکہ دیکھون تم مین سے کون مجھپر وارد ہوتا ہے اور کچھ لوگ میرے پاس سے گرفتار کئے جائینگے اُسوقت مین کہونگا کہ اے پروردگار یہ تو مجھسے اور میری اُمت سے ہین۔ پس کہا جائیگا کہ تمکو کچھ معلوم ہے کہ انہون نے تمہارے بعد کیا کیا قسم بخدا کہ ہمیشہ پچھلے پانون دین سے پھرتے رہے اُسوقت ابن ابی ملیکہ کہتا تھا کہ خداوندا ہم پناہ مانگتے ہین تجھسے اسبات سے کہ ہم پچھلے قدم ہٹین یا دین مین اپنے مفتون ہون“

”عن عقبه ان النبیؐ خرج یوماً فصلی علی اهل احد صلاته علی المیت ثم انصرف علی المنبر فقال انی فرط لکم وانا شهید علیکم وانی والله لانظر الی حوضی الآن وانی اعطیت مفاتیح خزائن الارض او مفاتیح الارض والله ما اخاف علیکم ان تشرکوا بعدی ولکن اخاف علیکم ان تنافسوا فیها“ (بخاری ص ۹۷)

”بالتحقیق کہ ایک روز نبیؐ نکلے اور نماز پڑھی اہل اُحد پر کہ نماز میّت تھی۔ پھر آپ تشریف لے گئے منبر پر اور فرمایا کہ مین ملنے والا ہون تمہارے ساتھ۔ اور مین ظاہر کرنیوالا ہون تمپر۔ قسم ہے خدا کی کہ ہر آئینہ دیکھتا ہون مین طرف حوض اپنے کے اسوقت۔ اور تحقیق مین نے عطا کردین کنجیان خزانون زمین کی۔ (علوم نباتات و معدنیات وحیوانات) اور کنجیان زمین کی (علم فتح ملک) اور قسم ہے خدا کی کہ نہین ڈرتا ہون مین اوپر تمہارے یہ کہ مشرک ہوجاؤ تم بعد میرے بلکہ ڈرتا ہون مین تم پر یہ کہ حرص اور خواہش کروگے تم“

ان اخبار پیغمبرؐ اور آیات پر غور کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ پیغمبر خداؐ نے اپنے مابعد زمانہ مین ائمہ خلافت اور ائمہ اشرار اور اصحاب ارتداد اور اصحاب حریص ملک ومال اور طریقہ اور سُنّت نبوی مین احداث کرنیوالون اور بروز حشر آنحضرتؐ سے جدا ہوکر گرفتار عذاب ہونیوالونکا بطور پیشین گوئی کے ذکر کیا ہے اور بعد آنحضرتؐ جو جو واقعات پیش آئے ہین اُنکو ہر ایک صحابی پر منطبق کرنیکے بعد آسانی سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کہانتک پیغمبرؐ کی پیشین گوئیونکا ظہور ہوا اور اُسکے بعد خود بخود یہ نتیجہ مرتب ہوجائیگا کہ خلفاے اولین کے وقت مین دین نبی کس نوعیت سے پھیلا اور چند حصہ ملک کی فتوحات کس شان سے ہوئی اور وہ فتوحات یا اُنسے دین کا پھیلنا کہانتک قابل فخر کے ہے اور وہ مصداق امامت خواہ خلافت حقہ کا جیسا کہ دعوے مین ظاہر کیا ہے کسطرح ہوسکتے ہین؟ اور کیا وجہ ہے جو قبول نہ کیا جاوے کہ پیغمبر خدا نے جن اپنی پیشین گوئیون مین متعلق روم وفارس کی فتح اور اصحاب کی نسبت بغض وحسد اور جنگ وجدل اور آپس مین نفسانیت کرنیکی خبر دی تھی وہ وہی اصحاب نہین ہین کہ جنکے عہد مین یہ فتوحات ہوئے۔

اب مین اُن لوگونکا بھی ذکر کرتا ہون جو شریک جنگ تھے تاکہ معلوم ہو کہ اُنکے قلوب کسقدر حب وجاہ دنیاوی سے بے لوث تھے اور آیا لڑائیون مین جان لڑانا خدا کی خوشنودی کے سبب سے تھا یا محض طمع دنیاوی کے واسطے تاکہ اُن کی نیتون کے اثر سے اُن لوگون کے قلبی خیالات پر کہ جنکے وہ تابع تھے ایسا یقین ہوجاوے جیسے دُھوین سے آگ پر۔

علامہ واقدی لکھتے ہین کہ "جب بمقام پرموک شہنشاہ روم کی فوجین جنکی تعداد پانچ لاکھ سے لیکر دس لاکھ تک باختلاف روایات تحقیق ہوئی ہے مسلمانون کے مقابلہ مین پہونچ گئین تو مسلمانون نے اپنی فوجی قوت کو اُنکے

مقابلہ مین کم جان کر آپس مین یہ مشورہ کیا کہ آیا ان سے مقابلہ کیا جاوے یا ہٹ جانا چاہیئے۔

ابو عبیدہ جراح[لہ] نے جو امیر لشکر تھے کھڑے ہو کر کہا کہ مین بھی تم مین سے ایک مرد ہون۔ تم کلام کرتے ہو مین جواب دیتا ہون۔ اور جس امر مین تم مشورہ دیتے ہو مین بھی اُس امر مین مشورہ دیتا ہون اور اللہ توفیق دیتا ہے اُنکی اِسقدر تقریر سُنکر دس مسلمان جنمین کچھ یمنی تھے اور کچھ بصری کھڑے ہو گئے اور ابو عبیدہ کے فضائل بیان کر کے امر زیر بحث کے متعلق یہ راے دی کہ ہمکو اِس مقام سے ہٹ جانا چاہیئے اور قریب وادی قری کے پڑاو ڈالنا چاہیے وہان سے مدینہ قریب ہے اور خلیفہ ابن خطاب کی طرف سے مدد پہونچے گی اور اِس صورت مین ہم امید فتح پانے کی کر سکتے ہین یہ تقریر سُنکر ابو عبیدہ کھڑے ہوے اور کہا کہ تم بیٹھو خدا تمپر رحمت کرے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ تمہاری راے مین جو امر صائب نظر آیا وہ تمنے راے دی لیکن مین اگر اِس راے پر عمل کرون تو خلیفہ میرے اس فعل پر ملامت کرینگے اور یہ فعل مثل ایک شکست و ہزیمت یافتہ کے ہمسے ہو گا۔ یہ کہکر اُنہون نے دیگر حاضرین سے راے لی اسپر قیس ابن ہُبیرہ مرادی کھڑا ہوا اور اُسنے یہ راے پیش کی کہ ہم اپنے اہل و عیال کی طرف صحیح و سالم نہ واپس جائین گے اور کبھی ملک شام سے نہ نکلین گے۔ ہم کیونکر یہ بہتے ہوئے چشمے اور نہرین اور سبز و شاداب کھیتی اور انگور اور سونا اور چاندی اور ریشمی کپڑے چھوڑ سکتے ہین اور کیونکر طرف

[لہ] یہ وہی بزرگوار ہین جنھون نے سقیفہ مین علیؑ مرتضےٰ کی حجتون سے ساکت ہو کر یہ فرمایا تھا تم کم سن ہو اور ابو بکر تمسے زیادہ تجربہ کار ہین اور اُنسے اب بیعت ہو گئی ہے اگر تم زندہ رہے تو اُنکے بعد تمسے بہتر کوئی خلافت کے لئے نہین ہے۔

قحط حجاز اور زمین خشک بے گیاہ و غذا اور لباس صوف کے ہم پہر سکتے ہین[۵۱] یہ سُنکر ابو عبیدہ جراح پھر کھڑے ہوئے اور کہا کہ بیشک قیس ابن جبیرہ نے بہت سچ کہا کیا تم لوگ اُس شہر کیطرف کہ جسمین سوائے پتھر اور ڈھیلون کے کچھ نہین ہے پلٹنا اور گھرون کے واسطے محلون - شہر پناہون - باغون - نہرون اور عمدہ عمدہ غذاؤن اور چاندی سونے کو چھوڑنا پسند کرتے ہو بالتحقیق جو کچھ کہ قیس نے کہا وہ بالکل سچ ہے اور بدین وجہ ہم اپنی جگہ سے جانے والے نہین ہین[۵۲]"

کیا اس تقریر کے علم پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ امیر فوج ابو عبیدہ جراح اور دیگر اہل فوج کا مستعد جنگ ہونا محض واسطے طمع و لذات دنیاوی و خواہشہائے نفسانی کے نہین تھا؟ -

واقدی نے یہ بھی لکھا ہے کہ "حضرت ابو بکر کو جب بذریعہ عبدالرحمن ابن محمد جمحی قاصد کے فتح شام کی خبر ملی اور اخبار اس فتح کے مکہ تک پہونچے تو ابوسفیان وغیرہ چند اکابر قریش معہ اپنے چند ساتھیون کے مدینہ مین آئے اور حضرت ابو بکر سے خواہش کی کہ اُنکو بھی شریک فوج ہو کر کفار سے جہاد کرنیکی اجازت ملے - لیکن حضرت عمر نے (جو حضرت ابو بکر کے مشیر الملک تھے) ان لوگونکے شام جانیکو بُرا جانا اور حضرت ابو بکر (کنگ) سے کہا کہ اس قوم کے دلونمین مسلمانونکی نسبت انکار و کینہ ہے اور اُس خدا کی جسکا کلام بر تر ہے تحریف ہے اور اس قوم کا قول و کلام پست ہے اور یہ لوگ کفر پر ہین اور انہون نے چاہا تھا کہ نورِ الٰہی کو اپنے مُنھ سے بجھا دین اور خدا انکی خواہش سے

---

[۵۱] ان فقرات کو ہماری بحث سے بڑا تعلق ہے [۵۲] دیکھو ترجمہ تاریخ واقدی صفحہ ۲۰۲ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ -

انکار کرتا ہے مگر یہ کہ پورا اور تمام کرے خدا اپنے نوشتہ کو۔ اور ہم کہتے ہین کہ اللہ کے ساتھ کوئی شریک و معبود نہین ہے اور یہ لوگ کہتے ہین کہ اللہ کے ساتھ شریک و معبود ہے۔ لیکن جبکہ خدا نے غالب اور بزرگ کیا ہمارے دین کو اور مدد دی ہماری شریعت کو یہ لوگ اسلام لائے بخوف تلوار کے اور جب اُنھون نے سُنا کہ فوج اللہ کی رومیون پر غالب ہوئی تو یہ ہمارے پاس آگئے تا کہ اِنکو ہم دشمنونکی طرف بھیجین اور مطلب اِن کا اس سے یہ ہے کہ ہم مہاجرین سابقین و انصار کے برابر ہوجاوین پس بہتر ہے کہ تم انکو وہان نہ بھیجو یہ سنکر حضرت ابو بکر نے کہا کہ مین تو کسی قول اور کام مین تمہارے خلاف راے کام نہ کرون گا[1]

اس مقام پر مجھے اِس امر کے ظاہر کرنیکی تو چندان ضرورت نہین ہے کہ ابو سفیان اور اُنکے ساتھی جو بغرض شرکت جنگ مدینہ مین اجازت کے لئے آئے اُن کا اصلی منشاو اور نیت کیا تھی کیونکہ حضرت ابو بکر کے نفس ناطقہ حضرت عمر نے خود ہی اُسکو خوب تفصیل سے ظاہر کر دیا ہے نہ اس امر پر زور دینا چاہتا ہون کہ باوجود اُنکی نیت کے معلوم ہوجانیکے پھر کیون حضرت عمر نے اپنی راے واپس لے لی اور اُنکو شریک جنگ ہونیکو بھیجدیا جیسا کہ واقدی نے آگے بڑھکر اُسی موقعہ پر لکھا ہے اور جسکو مین نے بغرض طوالت چھوڑ دیا ہے لیکن سب سے زیادہ جس امر نے مجھے حیرت مین ڈالا ہے وہ یہ امر ہے کہ حضرت عمر نے اپنی تقریر مین اُن لوگون پر کیون وہ الزام قائم کئے جنکا تعلق اُنکی حالت کفر سے ہے جبکہ ہم اُن اوصاف کو قبول اسلام سے پیشتر خود حضرت عمر مین بھی موجود پاتے ہین اور جسکا عمل قبول اسلام کے

---

[1] دیکھو ترجمہ تاریخ واقدی صفحہ ۹۰۔ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنو۔

بعد بھی بوجہ عادت دیرینہ اور اثر جاہلیت کے کبھی کبھی اُن سے ظاہر ہوا ہے جیسا کہ بطور واقعہ کتب تواریخ اور حدیث مین جنکی مورخانہ شان ہے مورخین و محدثین نے دل کھول کر لکھدیا ہے اور بقدر ضرورت مین نے بھی اس کتاب مین کہین کہین اُسکا ذکر کیا ہے۔ بہرحال میرا یا بالعموم شیعون کا حضرت ابوسفیان کی نسبت حضرت عمرؓ کے اس ریویو سے تعجب اور حیرت دور ہو یا نہ ہو لیکن جملہ اہل سُنّت اور بالخصوص ذی علم سائل کو خوش ہونا چاہیئے کہ اُنکے ممدوح حضرت عمرؓ نے حدیث الصحابۃ کلہم عدول" کے معنی خوب حل کر دیے۔ لیکن حضرت عمرؓ نے ابو سفیان کی شرکت کو ناپسند کیا وہ اُن کی راے درحقیقت ایسی تھی جو ایک اعلےٰ درجہ کی پولیٹکل مین — مین ہونی چاہیئے۔

ابو سفیان قوم قریش سے شمار کیے جاتے تھے اور اُنکے دماغین ارثی خواہش امارۃ اور توقیر کی بمقابلہ بنی ہاشم کے چلی آتی تھی اگر اُنکو موقع شرکت کا ایسے امور مین دیا جاتا کہ جس سے اُنکو ایک طرح کا غلبہ اور دعوے خلافت کا پیدا ہو جاتا تو حضرت عمرؓ کو پھر وہی مہم اپنی اوپر خلافت قائم کرنے مین پیش آتی جو بعد پیغمبرؐ کے بنی ہاشم کے ہاتھ سے اوچک لینے مین خلافت کی دشواری پیش آئی تھی اور جسمین احتمال قوی اس امر کا تھا کہ خلافت حضرت عمرؓ پر بعد ابو بکرؓ کے قرار نہ پاسکے گی وہ جانتے تھے کہ ابو سفیان نے پیغمبرؐ کے مقابلہ مین درگذر نہین کی ہے اور وہ جنگ سے باز نہین آئے ہین اور اُنکے زیر کرنیوالے بنی ہاشم جو پیغمبر کے ساتھ تھے ہمارے ساتھ نہین ہین۔

اس مقام پر مجھے امام غزالی صاحب کی ایک اور راے بھی لکھنی چاہیئے جو اُنھون نے اپنی کتاب موسوم احیاء العلوم مین بہ سلسلہ بحث جواز

وعدم جواز مناظرہ ظاہر فرمائی ہے "طالب ریاست فتنہ سے ناجی نہین ہو سکتا بلکہ وہ اُن لوگونمین ہے جنکے بارہ مین رسول خدا فرما گئے ہین کہ خدا اس دین کی تائید اُن لوگونسے کریگا جنکو اہلبیت سے بہرہ نہین ہے نیز یہ بھی فرما گئے ہین کہ خداوند عالم اس دین کی تائید مرد فاسق سے کریگا۔ پس طالب ریاست اپنی حد ذات مین ہلاک ہے۔ اور لوگ اُسکی بدولت فائدہ اوٹھاتے ہین اگر وہ ترک دُنیا کیطرف دعوے کرے اور ظاہری حال اُسکا علمائے سلف کے حال کے مثل ہو مگر وہ دل مین قصد جاہ ثروت کا رکھتا ہو تو اُسکی مثال شمع کی ہے کہ خود جلتی ہے اور دوسرے لوگ اُس سے روشنی حاصل کرتے ہین پس دوسرونکی درستی اسکی ہلاکت کی بدولت ہے"

حاصل اس راے کا امام صاحبکی صرف اسقدر ہے کہ "جو شخص طالب ریاست ہے وہ فتنہ سے نجات نہین پا سکتا اور وہ خود ہلاکت مین مرتا ہے گو دنیاوی نفع دوسرونکو پہونچاوے (خدا ہر مسلمان کو فتنہ انگیزی کے الزام سے بچاوے) اس راے کو امام صاحب کی جب اُس راے امام صاحب سے ملا کر دیکھا جاوی جسکو ہم "سر العالمین" سے اس کتاب مین لکھ چکے ہین تب معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ طالب حب ریاست وجاہ وثروت کون قرار پاتا ہے۔ کیا ایک ایسے شخص کی خلافت اُس حالت مین جبکہ اُس شخص نے اپنے واسطے بعد وفات کہ ہنوز جسم مبارک پیغمبر بالائے زمین ہو بلکہ سرد بھی نہ ہونے پایا ہو حب وجاہ دنیاوی کی تدابیر کو برخلاف مرضی سردار اہلبیتِ نبوت اصلی جانشین پیغمبر کے عمل مین لا کر بے اندیشہ وناگاہ کامیابی حاصل کر لی ہو خلافت حقہ ہو سکتی ہے؟! اور کیا وہ شخص خاص یا چند اُسکے ہم خیال ان اخبارات پیغمبر سے جنکا اس تنقیح مین بطور مختصر موقع بموقع ذکر ہوا مستثنےٰ ہو سکتے ہین جبکہ فتوحات کا اُسی خاص شخص یا چند اُسکے متحد الخیال شخصون کے ہی ہاتھ پر ہونا قبول کیا گیا ہے اور جو نہایت ہی

قابل افسوس کے ہے مگر ایک محقق یا عالم کیواسطے نہ کہ جاہل اور مبتدی کے لئے۔

میری اس تمام محققانہ راے کا خلاصہ یہ ہے کہ نہ خلفاء ثلثہ اور بنی امیہ اور بنی عباس جو یکے بعد دیگرے اس ایک ہی اصول پر جانشین ہوتے چلے آئے امام برحق قرار پا سکتے ہین اور نہ غرب سے مشرق تک دین اسلام کا پھیلانا اور کفر و کفار کا سرنگون ہونا اگر تھوڑی دیر کیواسطے فرض بھی کر لیا جاوے یا فارس و روم کی فتح دلیل اُنکی خلافت حقہ کی ہو سکتی ہے واقعات اُنکے عہد خلافتونکے یہ ثابت کرتے ہین کہ وہی مصداق درحقیقت اُن اخبار پیغمبر کے تھے مین جہان تک غور کرتا ہون تنقیح اول کسی طرح بھی اُنکی افضلیت و کامل الایمانی کی تائید نہین کر سکتی نہ اُسکی رو سے وہ امام برحق قرار پا سکتے ہین۔

تنقیح دوم - کی نسبت مین جہانتک غور کرتا ہون وہ آیات جنکا فائدہ بحق خلفاء اور اُنکے عہد کے فتوحات کے ظاہر کیا گیا ہے کسی طرح بھی خلفاء اور اُنکے عہد کے مہمات پر صادق نہین آتین - وہ تعداد فوج کی جو مہمونپر بعہد خلافت ہائے خلفاء روانہ ہوئی بمقابلہ اُس تعداد کے جسکو پیغمبر صلعم اسلام ابتداء اپنے ساتھ کفار کے کثیر گروہونکے حملہ کی روک تھام اور بغرض قائم رکھنے امن کے لیکر گئے قلیل گروہ قرار نہین پا سکتے۔ جس وعدہ فتح کو فتوحات خلفاء سے متعلق کیا گیا ہے اُس وعدہ کے پورا کرنیکی خدا کو چونکہ خود عہد پیغمبر مین ہی ضرورت تھی اس وجہ سے وعدہ کو خدا نے عہد پیغمبر مین پورا کر دیا[1] کہ جسکا نتیجہ وہ مسلمان ہین جو عہد خلفاء مین شریک فتوحات تھے وہ پیغمبر صلعم اسلام کے ہی فتوحات تھے جو خدا کے دین کی حمایت مین کئے جاتے تھے اور جنپر خدا کی خوشنودی کا اطلاق ہوا جیسا کہ اسکی تائید مفید اثر کے پیدا ہونیسے ہوتی ہے برخلاف لڑائیون

---

[1] دیکھو درمنثور از علامہ سیوطی تحت تفسیر آیۂ استخلاف۔

عہد خلفاء کے کہ اُنکا اثر - قدیم اثر جاہلیت پر عود کرنیوالا ہوا۔

ہمنے اس کتاب مین امام غزالی ایک راے کو کتاب سر العالمین سے لکھا ہے اور دوسری اُنکی راے اُنکی کتاب موسوم احیاء العلوم سے ابھی ابھی اوپر بہ سلسلۂ تنقیح اول لکھ چکے ہین جن مین اُنہون نے پیغمبر خدا کی پیشین گوئیون کے ظہور کا زمانہ اور اُنکا مصداق گو صاف صاف نہین مگر اسطرح کنایۃً بتلادیا ہے کہ جس سے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ وہ کون کون تھے اور گو زمانہ حیات پیغمبرؐ مین اُنکے خیالات کیسے ہی ہون مگر پس از وفات پیغمبرؐ وہ اپنے ہوا و ہوس کو چھپا نہ سکے۔ ہر شخص جب اُن واقعات سے جنکا تعلق عہد خلفاء سے ہے اُن اخبارات پیغمبرؐ اور راے امام غزالی و علامہ واقدی کی تحقیق کو جو متعلق حضرت ابوبکر کے ہے جسکو ہمنے بہ سلسلۂ تنقیح اول لکھا ہے ملا کر دیکھے گا تو آسانی سے یہ نتیجہ نکالیگا کہ فتوحات عہد پیغمبرؐ سے فتوحات عہد خلفاء کو درحقیقت کچھ تعلق نہین ہو سکتا ہے تاہم مین اس مقام پر امام فخر الدین رازی کی بھی ایک راے بتائید اُنھین اراء امام غزالی صاحب کے لکھتا ہون جو اُنھون نے اپنی تفسیر کبیر مین تحت تفسیر آیت “لو انفقت مافی الارض الخ الایتہ” (آخر سورۂ انفال) مین ظاہر کی ہے کہ “عرب قبل رسول خدا صلعم طالب مال و جاہ و مفاخرت تھے اور آپس مین اُنکی محبت کا باعث یہی چیزین تھین - لیکن ایسی محبت سریع الزوال ہوتی ہے اور فوراً ذرا سی بات پر جنگ و جدل شروع ہوجاتی ہے چنانچہ ایام جاہلیت مین ایسا ہی ہوتا تھا مگر جب آنحضرتؐ مبعوث برسالت ہوئے تو اُن لوگون کو عبادت خدا کی طرف دعوت کی اور دنیا کی بے ثباتی ظاہر کرکے آخرت کا خوف دلایا۔ اِس تعلیم پیغمبرؐ کے سبب سے خصومت اور لڑائیان دفع ہوگئین اور سب آپس مین بھائی بھائی ہوگئے - لیکن پیغمبر کے مرتے ہی

جب فتوحات حاصل ہوئین اور ابواب دنیا کے پھر ظاہر ہوئے تو اُنھون نے اسکی طلب پر توجہ کی اور پھر جنگ وجدل شروع کردی ۔”

اب مین بادب ذی علم سائل سے پوچھتا ہون کہ کیا امام غزالی کی وہ آرا اور امام واقدی کی یہ راے اس امر کی تائید کرنیوالی نہین ہین کہ پیغمبر خدا کے عہد کے فتوحات کا اثر مفید ہوا اور خلفار کے عہد کے فتوحات جو صرف ملک گیری کے لئے تھے ابواب دنیا کے ظاہر ہوجانیکی وجہ سے حالت جاہلیت پر عود کر گئے ؟!

کچھ شک نہین ہے کہ خدا کی خوشنودی اُنھین جنگون پر صادق آسکتی ہے کہ جو بعد پیغمبر نمونہ غزوات پیغمبر کا ہووین یعنی اُن سے یہ پایا جاوے کہ وہ فوجین خود کسی پر چڑھ کر نہ گئی ہون بلکہ جس نے مسلمانون پر چڑھائی کی ہو اُسکے حملہ کی روک تھام اور دفاع کی غرض سے بوجہ قائم رکھنے امن کے ہتھیار اوٹھائے گئے ہون ۔

مین اس امر کے کہنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ مخالفین اسلام نے جو اپنی غلط فہمی سے پیغمبر اسلام پر یہ اعتراض وارد کیا ہے کہ مذہب اسلام نے بزور شمشیر مذہب قبلوایا اگر اس اعتراض کو اُن لوگون کے حق مین کہ جنکی طرف پیغمبر خدا نے اپنے اخبارات مین اشارہ فرمایا ہے اور جنکو علامہ واقدی اور امام غزالی اور امام فخرالدین رازی نے اپنی اپنی محققانہ آرا مین بتلا دیا ہے کہ وہ کون لوگ ہین کیا وجہ مانع ہوسکتی ہے جو قبول نہ کیا جاوے اور اس حیثیت سے کون سی وجہ اُنکے اعتراض کی دفع کرنے والی ہوسکتی ہے ۔

اور جس حالت مین کہ پیغمبر خدا کے غزوات کہو یا فتوحات کے اثر نے اُن خرابیونکو جو اُنکے مبعوث ہونیسے قبل ملک عرب مین رجس کے

جاہل قوم والے جو دنیا کی قومون سے ایسے بے تعلق اور کونے مین پڑے ہوے تھے کہ تعلیم اور تربیت کی ہوا بھی اُن کو نہ لگی تھی جو جہالت اور ضلالت مین ایسے سرشار تھے کہ مبداء اور معاد کی خبر بھی نہ تھی اخلاق کو وہ یہ بھی نہین جانتے تھے کہ اسمین کئے حرف ہین جو صرف انسان کی ہستی کا مآل یہ سمجھے ہوے تھے کہ جینا مرنا جو کچھ ہے اسی دنیا مین ہے مارنے جلانیوالا کوئی نہین) پھیلی ہوئی تھین دور کر دیا تو کسی طرح سے پیغمبر اسلام پر وہ اعتراض وارد نہین ہو سکتا لیکن برخلاف اسکے اُنکے وفات پاتے ہی نفسانی خواہشونکی بنا پر محض ملک گیری کے لئے عہد خلفاء مین چونکہ فتوحات ہوے لہذا اُنکے اثر سے حسد و عناد و جنگ و جدل پھر آپس مین شروع ہو گئی یعنی جیسا کہ اخبارات پیغمبرؐ مین مذکور ہوا ہے پھر حالت جاہلیت پر وہ لوگ عود کر گئے اور اندرین صورت فتوحات عہد خلفاء محض بغرض ملک گیری ثابت و ظاہر ہو کر نہ جلوہ غزوات عہد پیغمبرؐ قرار پا سکتی ہین اور نہ وہ اعتراض مخالفین مذہب اسلام کا اُن فتوحات کی بنا پر غلط قرار پا سکتا ہے جسکا اثر خلفاء کی ذات پر محدود ہوگا یہ اُن معترضین کی کمی معلومات کی وجہ ہے جو پیغمبرؐ اسلام تک اعتراض پہونچانیکا قصد کیا ہے۔

مخالفین مذہب اسلام کے اس اعتراض کو آنریبل سر سید احمد خان نے اپنے خطبات احمدیہ مین رفع کر دیا ہے اور قبول کر لیا ہے کہ "خلفاء کے افعال سے مذہب اسلام یا پیغمبرؐ اسلام پر کوئی الزام قائم نہین ہو سکتا یہ جنکے ذاتی افعال خواہشہاے نفسانی کی بنا پر تھے وہی اُسکے جوابدہ ہو سکتے ہین نہ مذہب پاک اسلام یا اُسکا پیغمبرؐ"

آنریبل سر سید احمد خان کی یہ رائے حقیقت مین مسلمانونکے لئے قابل شکر گذاری کے ضرور ہے لیکن مخالفین مذہب اسلام کی شکر گذاری کے

قابل اُسوقت ہوتی اگر وہ پیغمبر اسلام کی اُن پیشین گوئیونکو بھی اُسی موقع پہ لکھدیتے کہ جنکا تعلق اِن فتوحات سے ہے اور جنکو مختصراً مین نے بہ سلسلۂ تنقیح اول لکھا ہے اور اُن نظائر کے دیکھ لینے کے بعد اُن کو اپنی راے اور اعتراض کی بے وقعتی پر اور سر سید کی راے اور حقیقت واقعہ پر کامل اطمینان ہوجاتا گو یہ امر دوسرا ہے کہ مسلمانونکا ایک گروہ راے کی تائید مین اِن نظائر کے پیش ہونے سے سر سید کا شکر گذار نہوتا لیکن ایک گروہ مسلمانونکا جس مین مین اپنے آپکو شمار کرتا ہون جب اُس راے کے ساتھ اُن نظائر کو دیکھتا ضرور چیئرز کے نعرے بلند کرتا گو اب بھی اُس گروہ کو شکر گذاری کا موقع ہے کہ وہ اُنکی اُس راے کو درحقیقت تفسیر اُنھین پیشین گوئیون کی تسلیم کرتا ہے۔

بیس صابرونکا جو آیت مین اشارہ ہے وہ بہت ہی گہری بات ہے لیکن نہ ایسی گہری کہ جو سمجھ مین نہ آسکے۔ غور کرنا چاہیے کہ پیغمبر خدا کو اپنے عہد کے غزوات مین اور خلفاء کو اپنے عہد کے فتوحات مین کبھی کوئی وقت ایسا ہوا ہے جبکہ تعداد فوج کی بیس سے زیادہ میدان جنگ مین موجود نہ رہی اور فوج مخالف کی تعداد کثیر ہو مگر باانہمہ کثیر پارٹی کفار کے مقابلہ مین اُسی قلیل پارٹی اسلام نے ہی فتح پائی ہو۔

اگر ایسا کوئی وقت عہد پیغمبر مین ملے گا تب تو ہمارا دعوے صحیح ہے اور ذیعلم سائل کا دعوے جھوٹا اور اگر کوئی ایسا وقت عہد پیغمبر مین نہین ملے گا اور فتوحات عہد خلفاء مین ملیگا تو ہمارا بیان غلط اور ذیعلم سائل کی معہ خرچہ ڈگری۔ لہذا ہم تو اپنے بیان کی تائید مین بتلاتے ہین کہ احد اور حنین کے میدانون مین وہ وقت ڈھونڈلو۔

اب ذی علم سائل بھی بتلائین کہ اُن کے ممدوح سِلاح جنگ سے

آراستہ بمقام روم یا شام یا مصر یا جہان جہان کہ فتوحات ہوے میدان جنگ مین کھڑے ہون اور فوج اُنکو چھوڑکر فرار کر گئی ہو اور وہ بھاگے ہوے لشکریونکو پکارتے ہون کہ اے اصحاب جاہلیت والے یاران دسترخوان ہم زندہ ہین کہان اِن کفار مین ہمین چھوڑکر بھاگے جاتے ہو بکوشید تا جامۂ زنان نہ پوشید لیکن وہ از خود رفتہ مثل شتر بے مہار مُنہ اُٹھائے اِسطرح بھاگے جاتے ہون کہ مُنھ پھیر کر بھی نہ دیکھتے ہون لیکن میدان جنگ مین ایسے وقت نازک پر خلفاء کے چند جانباز بھائی بند مہاجر اور چند انصار مثل علیؑ اور حمزہ اور عباس اور دیگر بنی ہاشم و ابو دجانہ انصاری وغیرہ وغیرہ۔ پیغمبرؐ کے جانباز بھائی بندون اور انصار کے کہ اُن سب کا ٹوٹل کسیطرح بیسؔ سے بڑھنے نہ پایا ہو خلفاء کے آس پاس کوئی داہنے کوئی بائین کوئی رکاب تھامے ہوے کوئی مرکب کے آگے بڑھا ہوا دشمنونکے حملونکو اُن پر سے دفع کر رہے ہون اور پھر خدا نے اُنھین قلیلونکو فتح بھی دی ہو۔

اس مقام پر شبہہ ہو سکتا ہے کہ خلفاء چونکہ غزوات پیغمبرؐ مین شریک رہے ہین اور غزوات پیغمبرؐ کو مین نے بمقابلہ گروہ کفار گروہ قلیل تبلایا ہے جو سچی بات ہے اور اس حیثیت سے وہ گروہ قلیل مین بوجہ شریک رہنے کے تحت مین اُن آیات کے داخل ہو سکتے ہین۔ اس شبہہ کو یہ خیال دل مین جگہ نہین دے سکتا کہ محض شرکت فوج کا تمغہ اُسوقت سینہ پر نہایت خزیب ہو سکتا تھا جبکہ اِن بزرگوارون نے حمایت پیغمبرؐ مین جو عین حمایت دین خدا تھی بدن پر زخم کھاکر کچھ کارنمایان بھی کئے ہوتے جیسے کہ خیبر مین دو روز حضرت عمرؓ اور ایک روز حضرت ابوبکرؓ علم فوج لیکر گئے فتح کر کے پھرے ہوتے تا کہ فوج کو اُن پر یا اُن کو فوج پر الزام جُبن کا موقع ہی نہ ملتا۔

مین اُن غزوات کے جن مین شدید جنگ واقع ہوئی ہے اور جن مین ممدوحین سائل موجود رہے ہین جو سلسلۂ بیان غزوات وسریات مرقعے کھینچ آیا ہون سر بکف بیان کرکے اور دل کی آنکھین کھولکر دیکھنا چاہئے کہ احد اور حنین مین پیغمبر اسلام میدان کارزار مین معہ اپنے دوچار عزیز و انصار کے کس مقام پر تشریف رکھتے ہین اور یہ بزرگوار کہان۔ اگر ذی علم سائل جیسا کہ مین نے لکھا ہے آنکھ کھولکر اور نیز کسیقدر اوچک کر دیکھین گے تو دونون مین سے ایک بزرگوار قلانچے مارتے ہوئے پہاڑ پر دکھائی دینگے۔ اِن آیات کے تحت مین وہ ہی داخل ہوسکتے ہین جن قلیلون نے میدان جنگ مین قائم رہ کر اپنی سعی بلیغ سے مخالفون کو مغلوب کرکے فتح حاصل کی۔

ایسی حالت مین نہ صرف میری بلکہ ہر محقق کی یہ راے ہوگی کہ یہ بزرگوار خود یا اُنکے عہد کے فتوحات کسیطرح بھی اُن آیات کے تحت مین داخل نہین ہوسکتے اور نہ خدا کی خوشنودی اور رضامندی کا اطلاق اُن فتوحات پر ہوسکتا ہے اور نہ وہ جنگین پرتو پر اُن جنگون کے تھین جو پیغمبر اسلام کو اپنی حیات مین بغرض زندہ رکھنے اصول توحید کے جسپر حملے کئے جاتے تھے پیش آئی تھین اور جنمین خواہشہاے نفسانی کا میل نہ تھا۔ مین جہانتک غور کرتا ہون اِس تنقیح سے بھی بحق ممدوحین سائل کوئی مفید نتیجہ کسی پہلو پر حاصل نہین ہوسکتا۔

تنقیح سوم۔ کی اگرچہ بہت کچھ تجویز اُن واقعات سے بھی تعلق رکھتی ہے جنکو تنقیحات ماسبق مین ہم لکھ آئے ہین لیکن ہمکو خاص طور پر بھی اختصار کے ساتھ بطور علحدہ محققانہ تجویز دینا چاہیئے کیونکہ علماے اسلام اپنی دریادلی سے نسبت خلفاء ممدوحین سائل بہت کچھ سرمایہ آئندہ نسلون کے لئے

چھوڑ گئے ہین اور جواب تک کام مین لایا جاتا ہے اور لایا جائیگا۔ اور پھر یہ ایسا خزانہ ہے جو کم نہین ہو سکتا۔

یہان اس امر کو غور کر لینا چاہیئے کہ خدا نے جو وعدہ کہ پیغمبرؐ سے کیا تھا آیا وہ خود عہد پیغمبرؐ مین خدا کو پورا کرنا چاہیئے تھا یا نہین اور جبکہ وہ عہد پیغمبرؐ مین پورا نہین ہوا تو وہ خدا کا وعدہ پیغمبر سے نہین ہو سکتا بلکہ ایک پیشین گوئی متعلق واقعات آئندہ کے ہوگی یا وعدہ کے الفاظ ایسے ہوتے کہ جنکا تعلق پیغمبرؐ کے مابعد زمانہ مین پیغمبر کی ذات سے متعلق ہوتا تو اُسکو وعدہ سے تعبیر کر سکتے تھے جیسا کہ اور پیغمبرون سے پیشین گوئیان کی گئی ہین مثلاً توریت مین حضرت ابراہیمؑ سے کہ "تیری دعا اسمٰعیلؑ کے حق مین قبول کی اُسکی نسل سے بارہ سید اور سردار پیدا کرونگا اور اُنکو بڑی قوم کرونگا۔

زبور مین یہ پیشین گوئی ہے کہ "تیرے بیٹے تیرے باپ دادونکے قائم مقام ہونگے تو اُنھین تمام زمین کا سردار مقرر کریگا۔ مین ساری پشتونکو تیرا نام یاد دلاؤنگا۔ پس سارے لوگ ابدالآباد تک تیری ستایش کرینگے"

ان تمام پیشین گوئیونکے الفاظ سے ظاہر ہے کہ پیشین گوئیان آئندہ زمانہ کیواسطے تھین لیکن اُنکا تعلق چونکہ انبیاؑ کی ذات سے تھا اسواسطے ہم اسکو وعدۂ حقانی تسلیم کر سکتے ہین مگر ایسے واقعہ کی اطلاع جو خود عہد پیغمبرؐ مین پیش نہ آوے نہ اُسکے الفاظ سے کوئی تعلق پیغمبرؐ کی ذات کو ہو تو اُنکو وعدہ خدا کا پیغمبر سے قبول نہین کرنا چاہیئے وہ صرف اطلاع واقعۂ آئندہ کی بغیر کسی واقعۂ حقانی کی ہے یعنی جس فتحیابی کو خدا کا وعدہ پیغمبر سے بتلایا جاتا ہے اُسکو صرف اطلاع متعلق واقعات آئندہ کے بطور رفتن قبول کرنا چاہیئے نہ یہ بات کہ خدا نے وعدہ پیغمبرؐ سے فتح کا کیا تھا خدا نے جو پیشین گوئیان فتح فارس و روم کی پیغمبر خدا سے کی تھین پیغمبرؐ خدا نے بھی اُسکا اظہار اپنی احادیث مین فرمایا ہے جسکو مین تنقیح اول مین لکھ چکا ہون اور اس مقام پر بھی مین خاص تین پیشین گوئیون پیغمبرؐ خدا

کا ذکر کرنا چاہتا ہون کہ جن مین پیغمبر خدا نے واقعات آیندہ کی خبر دی ہے اور وہ ذی علم سائل کی ایسی مقبولہ کتب مین درج ہین کہ جنکو بعد کتاب باری واجب التعمیل والتعظیم قرار دیا گیا ہے اور جنپر دار و مدار مذہب کا ہے۔

پہلی پیشین گوئی

پیغمبر خدا فرماتے ہین کہ " بالتحقیق خدا اس دین کی ایک شخص فاجر سے تائید کریگا "	" ان اللہ لیوئد ھذا الدین بالرجل فاجر " (دیکھو صحیح بخاری صفحہ ٢٣١)

دوسری پیشین گوئی

" بالتحقیق خدا اس دین کی تائید اُن لوگون سے کریگا جنکو دین سے بہرہ نہین ہے " (امر بالمعروف)	" ان اللہ لیوئد ھذا الدین باقوام لاخلاق لھم " (دیکھو سبل الھدا والرشاد فی سیرۃ خیرالعباد مؤلفہ محمد بن یوسف شامی)

تیسری پیشین گوئی

" بالتحقیق خدا اس دین کی تائید اُن لوگون سے کرے گا جو اُسکے اہل نہین ہین "	" ان اللہ لیوئد ھذا الاسلام برجال ما ھم من اھلہ " (علامہ مناوی در فیض القدیر)

یہ تینو پیشین گوئیان باختلاف الفاظ ہم مضمون ہین ایک مین دین کی تائید مرد فاجر سے بطور پیشین گوئی تبلائی گئی ہے اور ایک مین ایسے لوگون سے جنکو دین سے بہرہ نہین ہے اور ایک مین اُن لوگون سے جو اسلام کے اہل نہین ہین۔

اِس موقعہ پر مجھے اِس تحریر کے پڑھنے والے پیغمبرؐ خدا کی ان ہم مضمون پیشین گوئیون کی جو تعدادین تمین ہین بلاغت ظاہر نے پر تو مجبور نہ فرمائین صرف ذی علم سائل سے اس امر کو باادب دریافت کرنیکی اجازت دین کہ اِن پیشین گوئیون پیغمبرؐ کی بموجب فخر فتحمندی اور شرق سے غرب تک تمام عالم مین دین اسلام کے پھیلانے اور کفر وکفار کے سرنگون کرنیکا کہانتک اور کسپر صادق آسکتا ہے۔؟

مین نے جو یہ راے ظاہر کی ہے کہ اخبار فتوحات کا تعلق صرف اطلاع واقعات آیندہ سے بطور رفتن قبول کرنا چاہیئے نہ کہ خدا کا وعدہ اِس میری راے کا ماخذ وہ تفسیر علامہ مناوی کی ہے جو فیض القدیر مین اُنہون نے بہ سلسلہ پیشین گوئی نمبر ۱ لکھی ہے یہ ہے۔

"وهذا يحتمل انه اراد به رجالاً في زمنه ويحتمل انه اخبر بما سيكون۔ فيكون من معجزاته فانه اخبرها من غيب"[1]

"اس حدیث مین دو احتمال ہین ایک یہ کہ یہ خبر متعلق اُن لوگونکے بھی ہے جو خود آنحضرت کے زمانہ مین بھی تھے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اُن لوگون کے متعلق ہے کہ جو بعد پیغمبرؐ بہت جلد ہونے والے ہون۔ اور ایسی صورت مین یہ حدیث ایک معجزہ پیغمبرؐ کا ہوگی کہ جسمین اخبار غیب کی خبر دی گئی ہے"[2]

ذی علم سائل اور دیگر مسلمانون کو شارح کے اس قول پر غور کرکے مشکور ہونا چاہیئے کہ اُس نے اُن مسلمانون کا وسعت کے ساتھ مین پتہ بتادیا کہ وہ مسلمان کون ہونگے اور اُنپر شرق سے غرب تک مذہب اسلام کے پھیلانیکا فخر جیسا کہ ذی علم سائل کرتے ہین ہونا روا ہے یا نہین لیکن افسوس ہے کہ شارح ذرا پردہ رکھ گئے اور

---

[1] قریب قریب اسی کے علامہ نووی شارح صحیح مسلم نے بھی راے دی ہے (دیکھو صفحہ ۲۷۲ جلد ثانی مطبوعہ لکھنو)

[2] بتزییل سرسید کی وہ راے جو بہ سلسلہ اعتراض مخالفین اسلام اُنھون نے دی ہے اس راے علامہ مناوی سے ملتی جلتی ہے۔

انھون نے اپنے بیان شرح کے مصداق نام لیکر نہ بتائے کہ جس سے ذی علم سائل کو مغالطہ نہوتا مگر ہمکو یقین ہے کہ جو کوئی ادنےٰ غور کریگا وہ بنظر احتمال اول و دوم کے خواہ خلفاے ثلثہ مین سے کسیکو خواہ خلفاے بنی امیہ اور بنی عباس مین سے کسیکو ضرور قرار دیگا لیکن ذی علم سائل کے لئے یہ بھی مشکل ہے کہ اگر ہم احتمال اول کو برقرار رکھتے ہین تو اُسمین یہ وقت واقع ہوتی ہے کہ وہ برخلاف دعوے ذیعلم سائل کے ہے کیونکہ انکا ایمان خلفا کی ہی نسبت یہ ہے کہ تمام عالم مین غرب سے لیکر شرق تک جو کچھ دین اسلام پھیلا یا کفر و کفار کو سرنگون کیا وہ محض خلفاء ہی نے کیا اور وہ تیس ہزار یا ساٹھ ہزار مسلمان جو ابتدًا جنگ پر بھیجے گئے تھے اُنکے مسلمان ہونیکے زمانہ کو ہم اگر عہد پیغمبر مین قرار دیتے ہین تو وہ مخالف دعوے ذی علم سائل کے ہوتا ہے اور اگر اُنکا مسلمان ہونا عہد خلفاء مین تسلیم کرتے ہین تو ہمکو کسی تاریخ سے یہ پتا نہین چلتا کہ وہ کسوقت اُنکے عہد مین مسلمان ہوے اندرینصورت جبتک کہ دونون احتمالون کو جمع نہ کیلہ جاوے صحیح راے قرار نہین پاسکتی اور دونون احتمال اسطرح جمع ہو سکتے ہین کہ جس حالت مین وجود منافقون کا یا ایسے لوگون کا جنکا ذکر حدیث مین ہے خود عہد پیغمبر مین پایا جاتا ہے تو اُن لوگون کا صرف وجود تو بموجب احتمال اول کے عہد پیغمبر مین قبول کر لینا چاہیئے اور احتمال دوم سے یہ فائدہ اُٹھایا جاوے کہ وہ لوگ جنکا صرف وجود عہد پیغمبر مین بموجب احتمال اول قبول کیا گیا ہے بموجب احتمال دوم کے اُنھین لوگونکو مصداق اِس حدیث کا قرار دینا چاہیئے ایسی حالت مین بلاشک نتیجہ واحد حاصل ہو کر وہ حدیث متعلق اخبار غیب کے ہوگی اور معجزہ کا ظہور بھی خودبخود ہو جائیگا اگر بعد وفات پیغمبر لفظ "سیکون" مندرجہ شرح حدیث کو پیش نظر رکھکر اُن لوگونکی تلاش کیجائیگی جنسے اسلام کی تائید کرانیکا ذکر حدیث پیغمبر مین ہے۔

اب غور کرنا چاہیے کہ اس تمام تقریر سے جو نتیجہ مرتب ہوا اُسکے بموجب فخر فتحمندی کا کسکی قسمت مین ہونا چاہیے۔ اس موقع پر ذی علم سائل کو یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ ان احادیث مین جو خبر فاجرون اور غیر متدین اور نا اہل لوگونکے ذریعہ سے تائید دین اسلام کی ہے اُسکو وعدہ حقانی کہینگے یا کیا اگر ایسے وعدہ حقانی سے کسی فاجر اور بے دین اور نا اہل کے لیئے فخر مباہات ہو تو ہم شیعون سے سفارش کرتے ہین کہ وہ بموجب استدلال ذی علم سائل کے خلفاء کو ایسا ہی مان لین۔

تنقیح چہارم پر مین جہانتک غور کرتا ہون تو میرے نزدیک کسی غیر مستحق اور کسی مخالف مذہب اسلام یا کسی بے اصول خلیفہ یا کسی کا فرومنافق و غاصب کے مظفر و منصور ہوجانیکو عدل خداوندی سے کچھ تعلق نہین ہو سکتا۔

ذیل کے سوالون کے جوابات جو مین بحضور اپنے محترم دوست ذیعلم سائل کے کرتا ہون میری راے کے موئد ہونگے۔

(۱) آپ کیا راے رکھتے ہین قاتل حضرت یحییٰؑ کے باب مین جسنے ایک زن زانیہ کی خاطر سے اُس نبیؑ معصوم کو نماز پڑھنے کی حالت مین شہید کیا؟[1]

(۲) آپ کیا راے رکھتے ہین قاتلان حضرت ذکریاؑ کے باب مین کہ جنھون نے اُن جناب کے سر پر آرہ چلایا اور اُنکے جسم مبارک کو معہ درخت دو ٹکڑے کر دیا[2]

(۳) آپ کیا رکھتے ہین اُن ظلمہ بنی اسرائیل کے باب مین جنھون نے صخرہ بیت المقدس پر ستر نبیون کو قتل کیا جنمین سے ذکریا ابن یحییٰؑ بھی ہین[3]؟

(۴) آپ کیا راے رکھتے ہین اُن بے رحم بنی اسرائیل پر جو ہر روز تین سو نبیؑ قتل کرکے اخر روز سبزی کا بازار لگایا کرتے تھے[4]؟

(۵) مائی ڈیر۔ فرمائیے۔ آپ کیا راے رکھتے ہین بابت قصۂ بخت نصر کے

---

[1] و [2] و [3] و [4] (دیکھو تفسیر در منثور علامہ سیوطی۔)

جسکا ذکر قرآن مین موجود ہے جسنے بیت المقدس کو فتح کر لیا تھا اور قید یونمین ایک پیغمبر بھی مقید ہوے تھے ؟۔

(۶) آپ کیا راے رکھتے ہین یزید کی بابت کہ جسنے حسینؑ پر فتح پائی اگر آپ سید ہین تو قبول کرنا چاہیئے کہ آپکی دو خوزادیون کو جو نبی کی نواسیان تھین نہ صرف قید ہی کیا بلکہ کربلا مین اُنکے سرونسے معہ دیگر اہلبیت نبوت کی چادرین چھین لین برہنہ سر دربدر بازار ون شہرونمین پھرایا دربارون مین بلایا اُنکے اطفال کو کنیزی مین طلب کیا اگر آپکی راے واقعہ قتل حسینؑ اور فتحیابی یزید مین موافق حسینؑ کے نہین ہے تو پھر آپ کیا راے رکھتے ہین اُس سُنّی فرقہ کی نسبت جو یزید اور دیگر قاتلان حسینؑ پر لعن کا قائل ہو گیا ہے ؟۔

(۷) آپ کیا راے رکھتے ہین حضرت عبداللہ ابن عمر کی نسبت جنھون نے واقعہ قتل حسینؑ کو سُنکر یزید کو لکھا کہ اسلام مین مصیبت عظیم واقع ہو گئی اور اُسنے جواب مین اُنھین کو "احمق" بتایا اور یہ بھی لکھا کہ اس مصیبت عظیم کی تخم ریزی تمھارے باپ کر گئے ہین[1]۔

(۸) آپ کیا راے رکھتے ہین مُسرف کے باب مین جسنے بحکم یزید مدینہ منورہ پر سخت حملہ کیا اور بیشمار اولاد مہاجرین اور انصار کو قتل کیا اور گھوڑے مسجد رسولؐ مین باندھے اور دوشیزہ عورتون سے بکثرت بے حرمتی کی کہ ہزار سے زیادہ اولاد پیدا ہوئی[2]۔

(۹) آپ کیا راے رکھتے ہین متعلق جنگ روم و روس جس مین روسیون کی رومیونپر فتح ہوئی ؟

(۱۰) آپ کیا راے رکھتے ہین ہلاکو خان تاتاری کی بابت جسکا رجحان

---

[1] دیکھو تاریخ بلاذری و ابطال الباطل مصنفہ فاضل روزبہان ۱۲ [2] جذب القلوب شیخ عبدالحق دہلوی ۱۲

مذہب عیسوی کیطرف تھا کہ بنی عباس مسلمانون پر اُسنے فتح پائی ؟۔

(۱۱) آپ کیا راے رکھتے ہین سکھون کے دسوین گرو گوبند کے چیلے گرو بندا پر جسنے بہادر شاہ اول بادشاہ دہلی کے عہد مین مسلمانونکے مقابلہ مین سفاکی اور بیرحمی پر کمر باندھی تھی اور جسنے مسجدونکو مسمار اور جوانون عورتون بوڑھون اور بچون کو قتل کر ڈالا مُردون کی لاشون سے اُنکی بوٹیان نچوا کے چیل کوّون کو لٹائین حاملہ عورتونکو پیٹ چاک کرا کے بچے نکلواے اور اُنکو قتل کیا۔

(۱۲) آپ کیا راے رکھتے ہین راجا جیت سنگھ والی جودھپور کی بابت جسنے فرخ سیر بادشاہ دہلی کے عہد مین اپنے تمام حدود حکومت کی مسجدین منہدم کرائین اور بجاے اُنکے بتخانہ تعمیر کراے ؟۔

(۱۳) آپ کیا راے رکھتے ہین نسبت حجاج ابن یوسف عامل عبد الملک ابن مروان کے جسنے مکہ کو فتح کیا منجنیق کے ذریعہ سے ٹھنڈی گولیونکا کعبہ پر مینہ برسایا اور عبد اللہ ابن زبیر صحابی کو قتل کیا اور وہ وہ ظلم کئے کہ جنکو خیال کر کے خود عبد الملک یہ کہا کرتا تھا کہ تمام امم سابقہ کے ظلم ایکطرف اور حجاج ایکطرف روز قیامت ہوگا ؟!

مائی ڈیر مولوی ولایت حسین آپکو اپنے اصول مسلمہ کے بموجب اس موقع پر عدل خداوندی کو دونون ہاتھون سے جھک کر سلام کرنا چاہئے !!۔

تنقیح پنجم۔ بمنظوری درخواست فاضل سائل ہم شروع مین قابل اطمینان کے بتلا آئے ہین کہ مذہب شیعہ مین تقیہ کسکو کہتے ہین ؟۔

اس مقام پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بعض فرقہ شیعہ کہین خدا مین بھی تقیہ کی شاخ نہ لگا دے۔ اگرچہ خدا کی نسبت در پردہ استہزا کا پہلو رکھا گیا ہے لیکن چونکہ یہ امر سائل مخاطب کے عقیدہ کے متعلق ہے اسواسطے ہم اُسکے جواب کے ذمہ دار نہین ہین لیکن جو ظاہرہ مقصود کہ اُسکا ہے اُسکی نسبت ہم ذی علم سائل کو اطمینان دلاتے

ہین کہ بعض فرقہ شیعہ ہی نہین بلکہ کل فرق اُس تقیہ پر جسکو وہ قبول کرتے ہین اور اُنکا خدا اور اُنکا رسول بھی اُسپر عمل کرتا تھا اور شیعون کے ائمہ کا اُسکی نسبت یہ قول ہے کہ ”تقیہ دینی و دین ابائی“ اور یہ قول شیعون کا ایمان ہے۔

مین بہ سلسلہ بیان تقیہ پیغمبر کے چند تقیہ (راز) دکھلا آیا ہون اور اُنپر قدیم علمائے اہلسنّت کے عمل کی نظیر بھی پیش کر آیا ہون اس مقام پر صرف ایک تو مین خدا کا تقیہ دکھلاؤنگا اور ایک پیغمبر کا تقیہ (راز) معہ اُس راز کے فاش کرنے کے نتیجہ کے۔

”خدا کا تقیہ“

خدا قرآن پاک مین قیامت کے دن کی حالت کو اِسطرح ظاہر کرتا ہے ”جسدن پھٹ جاوے آسمان بدلی کیطرح۔ اور اُتارے جاوین فرشتہ لگاتار۔ اُسدن بادشاہی کی سچائی ہے رحمن کے لئے۔ اور وہ دن کافرونکے لئے مشکل کا ہوگا“ اس آیت کے جزو اول مین خدا نے کافرونکی حالت کا بیان کرکے جزو ثانی آیت مین گنہگارون اور ظالمونکی حالت کی یہ خبر دی ہے۔ کہ ”کہ جسدن کاٹ کاٹ کھاویگا ظالم اور گنہگار اپنے ہاتھ اور کہے گا کاش پکڑی ہوتی مین نے رسول کے ساتھ راہ[لہ]۔ ہائے افسوس نہ پکڑا ہوتا مین نے فلانے کو دوست ہر آئینہ بہکا دیا مجھکو نصیحت سے بعد پہونچنے کے۔ اور شیطان ہے آدمی کا نیان پہونچانے والا۔ اور کہا رسول نے اے رب میرے۔ میری قوم نے ٹھہرایا اِس قرآن کو مہجور (متروک) اور اسیطرح ہم رکھتے ہین ہر نبی کے دشمن گنہگارونمین۔ بس ہے رب تیرا ہدایت کرنیوالا اور مدد کرنیوالا“

ہمکو اِس مقام پر اِس امر کے تنقیح کرنیکی ضرورت نہین ہے کہ قیامت کیدن

[لہ] رسول کی تقلید سے مراد ہے۔

کون کمبخت جہنمی لوگ ایسے ظالم اور گنہگار ہونگے کہ جو اپنا ہاتھ اس افسوس پر کاٹ کاٹ کھا دینگے کہ ہم پیغمبر کے ساتھ راہ پر کیون نہ چلے اور ہمنے فلانے کو دوست کیون رکھا۔ اور مصداق اسکے کون لوگ ہوسکتے ہین۔ اور نہ اس موقع پر مجھکو یہ امر ظاہر کرنا ہے کہ پیغمبر کا قول بذریعہ وحی کے ہوتا ہے اور اُسی کا نام قرآن ہے اور قرآن کو مہجور رکھنا جسکا ذکر پیغمبر کے زبانی خدا اس آیت مین فرماتا ہے اُسکا مصداق کس ظالم اور گنہگار پر عائد ہوتا ہے۔ اور نہ ہمکو اس امر کے ظاہر کرنیکی ضرورت ہے کہ ”مجرمین“ مین سے دشمن نبی کون کون لوگ قرار پا سکتے ہین۔ گو شیعہ کسی کو مین اور خوارج نواصب کسیکو۔ اور اہلسنت وجماعت اپنے آپ کو نا تحقیق حالت مین رکھین یا کچھ غور کرنیوالے خلفاے بنی امیہ یا بنی عباس مین سے کسیکو لین۔ اور بے تعصب اور آزاد راے رکھنے والا مین نہین جانتا کہ اپنی بلند خیالی اور روشن دماغی سے اپنی راے کو کہانتک ترقی دے۔ مگر مین اس مقام پر صرف ذی علم سائل سے یہ پوچھتا ہون کہ خدا نے جو اس آیت مین لفظ ”فلان“ کا ارشاد فرمایا ہے تو خدا نے اُس ظالم یا گنہگار کا نام کیون نہین لے دیا۔ کیا خدا کو کسی سے خوف تھا کیا وہ تقیہ جسکا گمان شیعون پر ذیعلم سائل خواہ اُنکے متحد الخیال فرماتے ہین خدا اور اُسکا نبیؐ کرتا تھا۔ نہین۔ ہرگز نہین۔ بلکہ وہی بات ہے جسکے شیعہ قائل اور عامل ہین اور اپنا ایمان جانتے ہین یعنی جب مصلحت وقت کی نبیؐ کو ضرورت ہوتی تھی یہی مصلحت وقت کا خدا بھی لحاظ رکھتا تھا اور یہی مصلحت وقت پر عمل کے لیے شیعون کے خدا کا حکم شیعون کے پیغمبر کو تھا اور اُسکی تعلیم شیعون کے پیغمبر سے بذریعۂ اولاد پیغمبر جو برحق ائمہ طاہرین ہین شیعون کو ہوئی اور اُسی پر وہ عمل کرتے ہین اور اُسیکا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے اور اسی تقیہ کرنے کے وہ اپنے خدا اور رسول کی نسبت بھی قائل ہین اور جسکی تائید صحیح بخاری صفحہ ۱۰۱۸۔ پارہ (۲۸) کی اس عبارت سے ہوتی ہے“

ای لتقیۃ ثابت الی یوم القیامۃ لم تکن مختصۃ بعہد رسول اللہ ۔

پیغمبرؐ کا تقیہ (راز) اور اُسکے فاش کرنیکا نتیجہ

صحیح بخاری کتاب المغازی مین ایک حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے ۔

قال الراوی انہ سمع رسول اللہ صلعم اذا رفع من الرکوع من الرکعۃ الاخیرۃ من الفجر - یقول اللھم العن فلاناً - وفلاناً - وفلاناً - بعد ما یقول سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد فانزل اللہ "لیس لک من الامر شئ" الی قولہ فانہم ظالمون "

راوی کہتا ہے کہ وہ سُنا مین نے آنحضرت کو جسوقت کہ کھڑے ہوے رکوع سے رکعت آخر نماز فجر مین تو تین مرتبہ کہتے تھے ۔ الٰہی لعنت کر فلان اور فلان اور فلان پر بعد اسکے کہتے تھے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہ آیت لیس لک من الامر شئ نازل ہوئی اس حدیث مین پیغمبر خدا کا تین مرتبہ بالاتصال فلان اور فلان اور فلان پر لعنت کرنا راوی نے بیان کیا ہے ۔ لیکن نام کسی مورد اللعن کا ظاہر نہین کیا جسکی وجہ بظاہر یہ پائی جاتی ہے کہ یا تو خود راوی نے وہی تقیہ کیا جسکو مذہب شیعہ مین تقیہ کہتے ہین یا یہ بات ہو کہ پیغمبر خدا نے ہی اس راز کو مخفی رکھا یا فاش کرنیکی راوی کو ممانعت کر دی ۔

درحقیقت مذہب شیعہ مین نااہل پر راز کو ظاہر نہین کرتے ہین اور اُسکو مذموم جانتے ہین کہ بوجہ اُسکے نااہل ہونے کے وہ فائدہ راز کا اُٹھا نہین سکتا یعنی جس غرض کے لیے کہ راز قرار دیا گیا ہے وہ غرض ہی فوت نہین ہوتی بلکہ سخت اور خطرناک صورتون کے پیش آنے کا خدشہ ہوتا ہے اور ضرور پیش آتی ہین ۔ بہرحال یہ حدیث خواہ پیغمبرؐ کا راز تصور کیا جاوے خواہ راوی کا اسی کا نام مذہب شیعہ مین تقیہ ہے ۔

اب مجھکو موقع ہے کہ مین ذی علم سائل کے مزید اطمینان کیواسطے اُس مذموم نتیجہ کو

بھی دکھلاؤن جو راز کے فاش کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ ایک اتفاق حسنہ کی بات ہے کہ مثال مین اسی راز پیغمبرؐ کے جو حدیث مین ہے فاش کرنیکے نتیجہ کو مین ظاہر کرتا ہون۔

صاحب عینی شارح صحیح بخاری نے باب “لیس لک من الامر شیٔ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظالمون” کی شرح مین بیان کیا ہے “ھذا باب فی ذکر قولہ تعالے لیس لک من الامر شیٔ” الآیتہ” اور اسی باب مین اس حدیث پیغمبرؐ کو بھی لکھا ہے اور اُسکی شرح مین پانچ سبب نزول آیت مذکور کے بتلائے ہین۔

ایک سبب تو یہ لکھا ہے کہ جنگ احد مین دندان شریف شکستہ ہوئے اور پیشانی اقدس پر زخم آیا یہان تک کہ چہرہ پر خون جاری ہوا اور فرمایا کہ کسطرح رستگار ہوگی وہ قوم جنھون نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ایسا کیا حالانکہ نبیؐ اُنکو خدا کیطرف دعوت کرتے تھے۔

میری رائے مین اس سبب مین بعض واقعات صحت پر دلالت کرتے ہین اور بعض نہین۔ مثلاً درحقیقت احد کے روز دندان مبارک مین آپ کے دراز بھی آگئی تھی اور پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی تھی لیکن جو کہنا یہ اُس قوم کی طرف جس نے کہ یہ صدمہ پہونچایا ان الفاظ سے کیا گیا ہے، ”کہ اُنھون نے اپنے نبیؐ کے ساتھ ایسا کیا،“ اسکو مین اس وجہ سے قبول نہین کر سکتا کہ جس قوم نے اُنکو صدمہ پہونچایا اُس قوم نے آن حضرتؐ کو اپنا نبیؐ قبول نہین کیا تھا گو اس بات کو مین قبول کر سکتا ہون کہ لعنت آپ نے بہ تکرار اُسی قوم پر کی ہو۔ اس واسطے میری رائے مین یہ ارشاد پیغمبرؐ ایسے لوگون کی طرف منسوب ہونا چاہیئے کہ جنھون نے درحقیقت آنحضرتؐ کو اپنا نبیؐ قبول کر لیا ہو اور بعد قبول کر لینے آن حضرت کو اپنے نبیؐ کے ایسے لوگونکا کوئی عمل باعث اس صدمہ کا ہوا جس کو شارح نے بیان کیا ہے کیونکہ کفار و مشرکین پر لعنت کرنے کی خدا ممانعت نہین کرتا۔ اور اس صورت مین یہ سبب

درست نہین ہوسکتا ہے دوسرا سبب جو مسلم سے موافق حدیث انس ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ "حضرت نے ایک قوم پر منافقین مین سے لعنت کی" یہ سبب بھی نہایت تشنہ ہے اگر ایک قوم پر گو وہ منافق سہی اگر حضرت لعنت کرتے تو ایک ہی لعن کافی تھی نہ کہ تین واجب اللعون کا نام ذہن نشین فرما کے بنام نہاد فلان اور فلان اور فلان پر لعنت فرماتے۔ اور علاوہ اِسکے وہی دقت یہان بھی ہے کہ کافر یا منافقون پر لعن کرنے کو خدا منع نہین کرتا جبکہ خود پارہ ۲۔ رکوع ۳۔ و پارہ ۳۔ رکوع ۱۷۔ و پارہ ۱۳۔ رکوع ۹۔ و پارہ ۲۲۔ رکوع ۵۔ و پارہ ۲۶۔ رکوع ۷۔ وغیرہ اپنے کلام مین ایسے لوگون پر خدا لعنت فرماتا ہے۔

تیسرا سبب جو لکھا گیا ہے مین اُسکی نسبت کچھ اپنی راے از روے اخلاق لکھنا پسند نہین کرتا لیکن بمصداق اس کے کہ جو کچھ ظرف مین ہوتا ہے وہ چھلکتا ہے بجنسہ شارح ممدوح کی عبارت لکھے دیتا ہون "و قیل انه علیه السلام سب الذین انهزموا یوم احد و کان فیهم عثمان بن عفان فنزلت هذه الآیة فنکف عنهم" چوتھے سبب مین دو قبیلون پر چالیس صبح تک آن حضرت کا دعاے بد فرمانا ظاہر کیا گیا ہے اور پانچوین سبب مین یہ بیان ہے کہ آن حضرت نے جب حمزہ کو مثلہ کیا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ مین بھی اسی طرح اُنکو مثلہ کرون گا" یہ اسباب بھی ایسے ہین کہ جو باعث نزول آیت کے قرار نہین پا سکتے اِسواسطے کہ وہ قبائل یا قاتلان حضرت حمزہ کہ جنپر پیغمبر خدا لعن فرماتے ایسے قرار نہین پا سکتے ہین کہ اُنپر دعاے بد کی ممانعت کی جاوے۔ بہرحال پیغمبرؐ یا راوی یا کاتب حدیث کسی کا راز عبارت حدیث مذکور مین قبول کیا جاوے اُس کے فاش کرنے کا نتیجہ اگرچہ سبب سوم پر اشارہ کر رہا ہے جو دلیل نفاق ہے۔ [2] اور پھر ایسے شخص کو بھی کہ جو اُن حضرت

---

[1] عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مین بھی یہی سبب نزول لکھا ہے۔ مولف عفی عنہ
[2] مشکوۃ مطبوعہ دہلی صفحہ ۹

سے جنکو فراریون مین قبول کیا گیا ہے دلچسپی نہین ہے اُسکے ترجمہ سے از روے اخلاق روکا اور درحقیقت ذی علم سائل اِسی مقام سے راز کے فاش کرنے کے مذموم نتیجہ کو سمجھ سکتے ہین اور ہمکو کچھ ضرورت نہین تھی کہ آگے بڑھتے لیکن اہل سنت اور اُنکے علما چونکہ قائل اور عامل مسئلہ تقیہ کے نہین ہین اِس وجہ سے وہ راز کے فاش کرنے کو بھی مذموم نہین جانتے لہذا ہمکو بھی اپنی تقریر کو اسی مقام پر ختم نہین کرنا چاہیئے۔ بلکہ پانچون سببون کو ذہن مین تازہ کرنے کے بعد اِس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ جو پانچ سبب بیان کیے گئے ہین اور درحقیقت ایک دوسرے سے بہ حیثیت اپنے واقعات کے مختلف ہین اِسوجہ سے میری راے یہ ہے کہ جو سبب اِسمین بوجہ اپنے واقعات اور مضامین کے کسیقدر بھی ایک دوسرے سے اتحاد رکھنے والا ہو اُنھین کو صحیح قبول کرنا چاہیے اور جو بالکل مخالف ہون اُنکو قبول نہین کرنا چاہیے۔

اِس بنا پر جب ہم غور کرتے ہین تو منجملہ پانچ سببون کے تین سببون کے واقعات مین اتحاد پاتے ہین۔ یعنی سبب اول و سوم و پنجم کہ اُن کے واقعات کا تعلق محض غزوۂ احد سے ہے لہذا یہ کثرتِ اتحاد واقعہ ہی میری راے مین سبب نزول آیت مذکور قبول کرکے اصلی سبب نزول آیت کو اِن ہر سہ سبب سے جانچ کرنا چاہیے اور غور کرنا چاہیئے کہ جو امر ہم نے سبب اول مین معارض ظاہر کیا ہے وہی امر سبب پنجم مین بھی معارض ہے یعنی حضرت حمزہ کے قاتلون کے حق مین اگر وہ دعاے بد قبول کی جاوے تو اُس سے تین پر لعنت کرنے کی کوئی خاص وجہ نہین پائی جاتی یعنی یہ امر واضح نہین ہوتا کہ آیا اُنکے تین شخص قاتل تھے یا تین قبیلہ قاتل تھے اور اگر یہی قبول کرلیا جاوے تو پھر ایسے کفار پر دعاے بد کی ممانعت کی کوئی وجہ ذہن نشین نہین ہو سکتی اِس واسطے کچھ شبہہ نہین ہے کہ یہ دعاے بد اُن مسلمانون کے حق مین ہی قبول کرنا چاہیے کہ جن کا کوئی فعل باعث اِن صدمات کا ہوا جیسا کہ ہین بہ سلسلۂ

سبب اول اوپر لکھ چکا ہون۔ ایسی حالت مین ہر شخص کو یقین کرنا چاہیے کہ وہ فعل بجز اُس عمل مذموم کے اور کچھ قرار نہین پا سکتا کہ جو سبب سوم مین شارح حدیث نے تحقیق کیا ہُے یعنی ہزیمت کہ وہی باعث شہادت دندان مبارک آنحضرت بھی ہو اور باعث شہادت حضرت حمزہ بھی مین جہانتک غور کرتا ہون اس سے کسیکو انکار نہو سکیگا کہ درحقیقت یہی سبب باعث دعاے بد کا ہوا لیکن اسوقت تک یہ امر تشنہ رہتا ہے حدیث مین بتکرار تین پر جو دعاے بد کا ذکر ہے اُس سے مراد کس سے ہے اور وہ کون ہین میری راے مین شیعہ اور سنیون کے درمیان جن بزرگون کی نسبت اِس غزوہ مین فراری اور غیر فراری ہونے کی ہمیشہ سے بحث چلی آتی ہے اُنکے اکابر کی تعداد اور جس کسی کی نسبت فراری پر سب کا اتفاق ہے اُنکی تعداد کو جمع کیا جاوے اور حال جمع کی نسبت قبول کیا جاوے کہ درحقیقت پیغمبر خدا کا مطلب دعاے بد اور اظہار نفرت کا اُنھین سے ہے۔ اور جبکہ بخاری کی اس بلیغ راے پر کہ اُنھون نے اِس حدیث کو کہ جسکا تعلق صلوۃ سے ہے باب مغازی مین شامل فرمایا ہے غور کیا جائیگا تو کسی طرح بھی ہماری راے غیر صحیح قرار نہین پا سکی اور اگر کوئی ایسی کوشش کریگا کہ ہماری راے غیر صحیح قرار پاوے تو ہمکو نہایت شکرگزاری کا موقع ہوگا اگر وہ اس حدیث کے مخرج کی نسبت اِس امر کا کہ اُنھون نے کیون اس حدیث کو کتاب المغازی مین شامل فرمایا اور شارح بخاری عینی وعمدۃ القاری کی نسبت اس امر کا کہ اُنھون نے سبب سوم کو کیون اس حدیث کے متعلق سمجھا تصفیہ فرما دینگے کیونکہ درحقیقت وہی باعث پیغمبر یا راوی کے افشاے راز کے ہوے اور اُنھین نے راز فاش کر کے ہمکو اس محققانہ راے کا موقع دیا جسکی بابت ہم اُنکی روحون کا تھنکس ادا کرتے ہین۔

پھر ذی علم سائل خلفاء کی نسبت یہ فضیلت ظاہر فرماتے ہین کہ وہ جب وعدہ

دین اسلام یعنی دین خلفاء کا بول بالا ہوا تو خاندان نبوت کی تعظیم واکرام اور توقیر واحترام کو ہمیشہ ملحوظ رکھا اور باوجود حصول سلطنت دنیاوی فقر وفاقہ وزہد وتوکل ہی مین عمر گذاری - کبھی لذت اور خواہشات نفسانیہ کی طرف ذرہ بھی التفات نہ کیا۔"

پیغمبر اسلام کے وفات پاتے ہی جو افسوسناک واقعات اہلبیت پیغمبر پر گذرے ہین جنکا تعلق غصب خلافت و فدک و منع خمس اور ظلم جناب سیدہ سے[1] ہی وہ باوجودیکہ کتب صحاح ستہ مین قابل اطمینان کے تائید کرنے والے شیعون کے موجود ہین لیکن اہلسنت اس لحاظ سے کہ انکی وجہ سے شدت طعن کی خلفاء پر ہوتی ہے اُن واقعات کا شیعون کے مقابلہ مین زبان سے اقرار نہین کرتے لیکن ہم معزز رسائل کے نہایت شکر گذار ہین کہ جنھون نے اُن تمام واقعات کو اوسی عینیت سے جیسے کہ وہ انکی کتب مقبولہ مین مندرج ہین اور شیعہ طعن کرتے ہین - آج چودہ سو برس کے بعد انکا اقرار کرلیا اور وہ اقرار انکا یہ فقرہ ہے "کہ خلفا کے دین کا جب بول بالا ہوا تو خاندان نبوت کی تعظیم واکرام اور توقیر واحترام کو ملحوظ رکھا" جسکے عکسی نتیجہ سے یہ تسلیم ہوتا ہی کہ جبتک دین خلفاء کا بول بالا نہین ہوا اسوقت تک کچھ احترام اہلبیت نبوت کا نہین کیا گیا - اور دین خلفا کا بول بالا فتوحات خلفا بجبر قبول کیا گیا ہے گو ہمکو کسی وقت مین بھی اہلبیت رسالت کے ساتھ ان خلفا و نیز انکے مابعد جانشینونکا کوئی بھی ایسا عمل نہین ملتا جو مصداق اُس حکم کا ہو جس مین خدا نے اجر رسالت کا حصر صرف قرابت دارون پیغمبر سے محبت رکھنے پر کردیا ہی اور اندرین صورت مین تفصیل کے ساتھ اُن واقعات کو اس موقع پر لکھنا غیر ضروری سمجھتا ہون

---

[1] دیکھو شرح مقاصد و تفسیر درمنثور سیوطی و صحیح امام نسائی روایت مجاہد و قیس ابن مسلم و ہدایت السعدا مولفہ دولت آبادی و تفسیر کشاف علامہ زمخشری و تفسیر شاہی مجبوب عالم و تفسیر ثعلبی و عنایہ شرح ہدایہ مولفہ اکمل الدین محمد بن محمد بن احمد حنفی بسلسلہ تفسیر آیت "ذوی القربے والیتمی وبن السبیل"

اور نہ اس بات پر زور دینا چاہتا ہون کہ جبکہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ نازل ہوچکی تھی اور خدا اپنے وعدہ دین اسلام کو حیات پیغمبرؐ مین ہی تمام و کامل کر چکا تھا تو پھر وہ کون دین اسلام مخالف دین و اسلام پیغمبرؐ کے تھا جسکا عہد خلفا مین بول بالا ہوا۔ درحقیقت وہ بجز دین اسلام خلفا کے اور کوئی دین اسلام قرار نہین پا سکتا ہے جس کو ہم قابل اطمینان کے ابتدائً دکھا آئے ہین کہ خلفاء کا وہ دین و اسلام نہین تھا جو شیعون کے پیغمبرؐ یا اُن کے علیؑ کا یا جو شیعون کا ہے۔ مجھے اس مقام پر جو کچھ دریافت کرنا ہے وہ یہ امر ہے کہ ہمارے ذی علم سائل کیا راے رکھتے ہین اُن روایات کے متعلق کہ جسمین اُنکے ہر دو شیوخ ممدوح کا جناب سیدہؑ کی خدمت مین بامید عفو قصور حاضر ہونا اور جناب سیدہؑ کا قصور معاف نہ کرنا اور اس حدیث پیغمبرؐ کو کہ جسنے فاطمہؑ کو غضبناک کیا اُس نے مجھے غضبناک کیا اُنکو یاد دلا کر بہ قسم یہ ارشاد کرنا کہ تم دونون نے مجھے غضبناک کیا ہے۔ جب مین خدا سے ملاقات کرونگی تو مین تمہاری شکایت کرونگی اور بعد ہر نماز کے بد دعا کرونگی اور تا زیست ناخوش کرنے والون سے کلام نہ کرنا حتی کہ اپنے جنازہ پر آنے کی ممانعت کر دینا بلکہ بی بی عائشہ کو بھی جنازہ پر آنے سے اسماء کا روک دینا مذکور ہوا ہے (دیکھو شرح مشکوۃ عبد الحق روایت اسماء بنت عمیس و کتاب امامت و السیاست علامہ ابن قتیبہ دینوری)۔

مین اس مقام پر اس امر کے ظاہر کرنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ یہ دونون بزرگوار وہ کونسا قصور تھا کہ جسکی معافی طلب کرنے کو گئے تھے۔ ہو سکتا تھا اگر ہم اُسے متعلق منسوخی دعوے فدک کے قرار دیتے جو ابتداً بر بناے دستاویز ہبہ نامہ کیا گیا تھا اور اُسکی منسوخی پر بربناے ترکہ پدری کے۔ لیکن جب حضرت ابوبکر کو اُس حدیث پر اطمینان تھا کہ جو باعث منسوخی دعوے کا ہوئی تو اُس بنا پر اُنکا جانا قبول نہین ہو سکتا۔ گو یہ امر غور طلب ہے کہ اپنے ذاتی علم پر جسکی تائید ایک شہادت سے

بھی نہوتی ہو آیا حضرت ابوبکر ایسا فیصلہ کرسکتے تھے یا نہین ۔ یا بربنائے دستاویز ہبہ نامہ جو شہادت طلب و پیش ہوکر نا منظور جس بنا پر کردی گئی آیا وہ بنا درست ہوسکتی ہے یا نہین یا اُس شہادت کا صورت مقدمہ مین قبول نہ کرنا صحیح ہوسکتا ہی یا نہین یا اُس دعوے کے فیصلہ کو کچھ تعلق دار القضا سے ہوسکتا ہے یا نہین یا جبکہ وہ متروکہ پیغمبرؐ کو صدقہ (رفاہ عام) سمجھتے تھے اور حق مسلمانون کا جانتے تھے اور منجانب مسلمانون کے دعویدار تھے تو خود اپنے دعوے کے ثبوت مین اُنکو شہادت پیش کرنی چاہیے تھی برخلاف اُسکے جو جناب سیدہؑ کے قبضہ سے جائداد کو نکالا اور اُن سے شہادت طلب کی آیا وہ اِسکا استحقاق رکھتے تھے یا نہین تاہم جبکہ دونون صورتون دعوے کی ڈسمسی مین وہ اپنے زعم مین قصوروار نہ تھے اِسلیے ہمارا خیال ہے کہ وہ اِس کے واسطے طلب معافی کے لیے نہ گئے ہون گے ۔ دوم بفرض محال اگر یہی قصور تھا تو صرف وہ تنہا جاتے حضرت عمرؓ کا بظاہر اِس مین کیا قصور تھا وہ کیون جاتے ۔ اور اگر ہم اُن شدتون کو قصور تصور کرین جنکا تعلق علی مرتضٰےؑ کے ساتھ طلب بیعت مین ہے تو حضرت فاطمہؑ سے اُسمین معافی درکار نہین ہوسکتی ۔ گو علیؑ اور فاطمہؑ جدا جدا نہ تھے علیؑ کے حق مین قصور عین قصور حق مین فاطمہؑ کے تھا کہ علیؑ کی وجاہت فاطمہؑ کی وجہ سے صحیح مسلم اور بخاری مین قبول کی گئی ہے بہرحال کوئی ایسا قصور ہونا چاہیے کہ جس مین یہ دونون بزرگوار شامل ہون اور جسکا محض جناب سیدہؑ کی معافی پہ حصر ہو ۔

ہم جہان تک وقعات پر نظر ڈالتے ہین تو ہمارے نزدیک وہ قصور بجز دروازہ جناب سیدہؑ کے جلانے اور لات مار کر گرانے اور اُس سے پہلوے جناب سیدہ پر صدمہ پہونچنے کے جو سبب شہادت محسنؑ کا بطن مین ہوا اور کوئی قصور ایسا قرار نہین پاتا ہی کہ جسمین یہ دونون بزرگوار شامل ہون اور جسکی معافی کیلیے یہ حضرت جناب سیدہؑ کی خدمت مین حاضر ہوتے یعنی وہ

قصور ہے کہ جسمین یہ دونو بزرگوار شامل ہین[1] چنانچہ خلیفۂ اول نے تو اپنی وفات کے وقت اُسکا افسوس بھی کیا ہے اسطرح کہ کاش اُس دروازہ کا کھولنے والا نہوتا۔[2]

مین اپنی اِس راے کی تائید مین کہ یہی وہ قصور تھا کہ جسکی معافی کے لیے یہ لوگ گئے تھے دو روشن اور قوی دلیلین بھی پیش کرتا ہون۔

ایک دلیل کا ماخذ تو جناب سیدہؑ کا خود وہ ارشاد ہے جسمین حضرات شیخین کو جنازہ پر آنے سے ممانعت فرمائی ہے جو قطعی واقع کی صحت پر یقین دلاتا ہے ورنہ نہین سمجھ سکتے کہ جناب سیدہؑ کو جو کہ کم عمر تھین بمقابلہ بوڑھے شخصون کے اپنی وفات کا اِس قدر جلد کس وجہ سے یقین ہو گیا تھا کہ اِن بوڑھے اشخاص کو جنازہ کی شرکت سے منع کر دیا۔ کیا بجز اسکے اور کوئی وجہ قرار پا سکتی ہے کہ جو صدمہ جناب سیدہؑ کو پہونچایا گیا تھا اُسنے اُنکو یقین دلایا تھا کہ وہ بہت جلد اِس جہان کی چھوڑنے والی ہین اور کبھی زندہ نہین رہ سکتین۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ جسوقت علی مرتضیٰ حضرت ابوبکر کے روبرو لائے گئے ہین اور اُنسے بیعت کے لیے کہا گیا ہے اور آپنے اُس سے قطعی انکار کر کے اپنی حجتون سے حضرت ابوبکر کو ساکت کیا ہے اور اُن کا سکوت دیکھکر جب حضرت عمر نے اُنسے کہا کہ علیؑ کی بابت تم کیا حکم دیتے ہو تو اُسپر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ مین اُنکو کسی بات پر مجبور نہین کرتا جبتک کہ فاطمہؑ اُنکے پہلو مین ہے[3] تو مین پوچھتا ہون کہ حضرت ابوبکر بوڑھے شخص نے جو معصوم یا محفوظ عن الخطا نہ تھے جناب سیدہؑ کے زمانۂ حیات تک جو اُس وقت بہ نسبت اُن کے بہت کم سن تھین علی مرتضےٰؑ سے

---

[1] دیکھو کتاب سقیفۂ ابوبکر جوہری و کتاب الامامۃ والسیاسۃ علامہ ابن قتیبہ و تاریخ واقدی و غرر ابن خنزابہ و تاریخ طبری و کتاب عقد فریدہ مولفہ امام ابن عبد ربہ المغربی و ملل و نحل فاضل شہرستانی اور وافی بالوفیات صفدی و نیز عبقات الانوار حدیث غدیر و شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی۔

[2] دیکھو کنز العمال شیخ علی متقی [3] دیکھو تاریخ بلاذری۔ و صحیحین ۱۲

بیعت لینا کیون موقوف رکھا کہ وہ کونسا علم تھا کہ جسنے انکو رشتۂ حیات فاطمہؑ کے اپنی حیات مین منقطع ہوجانے پر طمینان دلایا تھا اور جسپر وہ قوی امید رکھتے تھے۔ کچھ شک نہین ہوسکتا ہے کہ وہ علم اُسی واقعہ کا تھا جو مسجد کے اندر انکی آنکھون کے سامنے ہوچکا تھا اور جسکو مین اوپر بیان کر آیا ہون۔ اور جبکہ بالاتفاق صحیحین کی روایت سے قابل یقین کے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ اپنی زندگی تک نہ فاطمہؑ نے ان لوگون سے پھر کلام کیا اور نہ علی مرتضیٰؑ نے اُنسے بیعت کی تو پھر کسیطرح کا شک و شبہہ اس واقعہ کی صحت پر باقی نہین رہ سکتا۔

یہ شبہہ نہین کرنا چاہیے کہ ان لوگون کو کیسے اسکا علم ہوا کہ سیدہ کو انکی زندگانی سے مایوس سمجھنا چاہیے اور اُس سے معافی قصور کی مانگ لینا چاہیے؟ یہ شبہہ ایسے رفع ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر تو خود اس موقع پر موجود تھے اور گھر کو آگ سے جلا دینے کی دہمکی دینے والے تھے بلکہ یون سمجھو کہ وہ اعلیٰ ممبرون مین سے تھے کہ جو لوگ اس صدمہ کے ہونچانیوالے موجود موقعہ تھے اور حضرت ابوبکر اُسوقت مسجد مین موجود تھے اور دروازہ جناب سیدہ کا بھی مسجد کے اندر تھا اور کچھ فاصلہ نہونے کی وجہ سے وہ اپنی آنکھون سے اُس واقعہ کا علم مثل حضرت عمر کے حاصل کرچکے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ سیدہ کو یہ ایک ایسا مہلک صدمہ ہونچایا گیا ہے کہ جس سے وہ قطعی جانبر نہین ہوسکتین۔ کچھ شبہہ نہین ہے جبکہ وہ دعویداران خلافت کو ہرطرح کمزور کرچکے اور کچھ اندیشہ انکی طرف سے باقی نہین رہا تب انکو خیال ہوا کہ پیغمبرؐ کی پیاری اور نہایت پیاری دختر سے اُس سنگین جرم کی معافی حاصل کرلینا چاہیے کیونکہ سیدہ کے یاد دلانے پر ہی منحصر نہ تھا بلکہ وہ خود بھی اُس حدیث کے عالم تھے جسکو جناب سیدہ نے بغرض اتمام حجت انکو یاد دلایا تھا علاوہ اسکے وہ اپنی دختر حضرت عائشہ سے کہ جنکو حضرت ابوبکر اپنے مومن ہونیکی وجہ سے ام المومنین بھی کہتے ہونگے اور اگر وہ ام المومنین نہ فرماتے ہونگے تو انکے

مقلدین کو اُنکے مومن ہونے کی وجہ سے اُنکو اپنی دختر کا ام المومنین کہنا قبول کرنا چاہیئے آپ یہی سُن چکے ہونگے کہ پیغمبرؐ جب سفر سے واپس آتے تھے تو فاطمہؑ کے پاس جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ مین فاطمہؑ سے بوئے جنّت سونگھتا ہون[1] اسی قسم کے فضائل فاطمہؑ نے جنکا نشان بہت کچھ صحاح ستہ مین موجود ہے حضرات شیخین کو فاطمہ سے قصور معاف کرانے پر مجبور کیا تھا۔

لیکن مین پوچھتا ہون کہ کیا راے رکھتے ہین مسلمان کہ جب فاطمہؑ نے صاف صاف حدیث پیغمبر یاد دلا کر بقسم کہدیا کہ تمنے مجھکو غضبناک کیا ہے مین خدا سے تمہاری شکایت کرونگی اور ہر نماز کے بعد بددعا کرونگی اور درحقیقت زندگی بھر ناخوش کرنے والون سے کلام نہ کیا اور بعد ہر نماز کے بددعا کیا کین تو ایسی حالت مین جبکہ صدیقہ شکایت روبروئے عادل پیش کرینگی تو عادل کے دربار سے ملزمون کے حق مین کیا فیصلہ ہونا چاہیئے؟

اِسی مقام پر یہ امر بھی نہایت غور طلب ہے کہ جناب سیّدہ صلوات اللہ علیہا جو سردار نسوان جنّت ہین اور جنکی معصومیت پر قرآن شاہد ہے جو رحمۃ العالمین کی ایسی محترم بیٹی ہین کہ اُنکے باپ اُنکی تعظیم کرتے تھے جو اپنے باپ کی اس ارشاد کی عالم تھین کہ دو مومنون کو تین روز سے زیادہ ملال نہین رکھنا چاہیئے تو پھر اُنھون نے کیون برخلاف اپنے ایسے فضائل و مناقب اور ارشاد پیغمبرؐ کے عمل کیا۔ کیا بجز اسکے اور وجہ قرار پا سکتی ہے کہ وہ ناخوش کرنے والون کو مومن مسلمان نہین سمجھتی تھین۔ ورنہ ایسی معصومہ سے جس وقت کہ معافی مانگی جاتی تو وہ ضرور معاف کردیتی۔ یا کم سے کم یہ امر تو ضروری ہی قبول کرنے کے قابل ہے کہ ناخوش کرنیوالے بموجب حدیث پیغمبرؐ بعد ارتکاب جرم مومن مسلمان باقی نہین رہے تھے اور اِس وجہ سے جناب سیّدہ پر تعمیل اُس ارشاد پیغمبرؐ کی جو دو مومنین صفائی سے تعلق رکھتی ہے

---

[1] عن عائشۃ قالت کان النبی اذا قدم من سفر قبل نحر فاطمۃ وقال منہا اشمّ رائحۃ الجنۃ۔ (دیکھو مودۃ القربی ہمدانی صفحہ ۳۸ مطبوعہ بمبئی)

واجب نہ تھی۔ ہاں اگر ایسے معافی مانگنے کا نام خاندان نبوت کی توقیر اور احترام اور تعظیم ہے تو سائل جو آپ کو بنی فاطمہ ظاہر کرکے اُسکو قبول کرتے ہین ہر ایک مسلمان کو اندازہ کرنا چاہیے کہ ذی علم سائل ہین حضرت فاطمہؑ اور علیؑ کے خون کا کیا اثر ہے اور حضرات شیخین کی نسبت دعوے تعظیم اور احترام کرنے کا کہان تک درجہ راستی وصدق کا رکھتا ہے خاندان رسالت کی عزت وتوقیر کا اندازہ جناب سیدہؑ کے اُس ارشاد سے ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مرقد پیغمبرؐ کیطرف مخاطب ہو کر نہایت قلبی کپکپاہٹ سے فرمایا کرتی تھین۔

صبت علیّ مصائب لو انہا
صبت علی الایام صرن لیالیا[١]

جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے بابا بعد آپ کے مجھپر ایسی مصیبتین پڑی ہین کہ اگر وہ دنون پر پڑتین تو وہ دن راتین ہو جاتین۔”

خاندان نبوت کے اکرام واحترام کا اندازہ علی مرتضیٰؑ کے اُس قول سے ہو سکتا ہے جو اُنھون نے اُس روز جبکہ وہ بیعت کے لیے گھر سے لائے گئے تھے مرقد پیغمبرؐ سے لپٹ کر حضرت ہارون کا وہ قول کہ جسکو خدا نے قرآن مین ذکر کیا ہے فرمایا تھا کہ ”اے ماں جائے میری قوم نے مجھکو ضعیف کر دیا اور قریب تھا کہ مجھکو قتل کر ڈالین۔[٢] اور ایک قول علی مرتضےٰؑ کا اہل بیت نبوت کی عزت وتوقیر کے اندازہ کیواسطے یہ کافی ہو سکتا ہے جو آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھکو زمانہ نے ایسا گھٹایا ایسا گھٹایا کہ لوگ علیؑ اور معاویہ کہنے لگے[٣]

ہمارے ذیعلم سائل کا جسطرح سے یہ دعوی محض خلاف واقع تھا ویسے ہی دوسرا دعوے بھی غلط ہے جس مین خلفا کے سلطنت دنیاوی حاصل ہو جانے کے بعد فقر وفاقہ وزہد وتوکل کو زبانی ظاہر کیا گیا ہے اور اُنکو ترک لذات اور خواہشہاے نفسانی کا عامل بتلایا گیا ہے ہمکو اُسکے متعلق اِس جگہ کسی اور روایت کا لکھنا منظور نہین ہے نہ ضرورت سمجھتے ہین کیونکہ ہر واقعہ سے قابل اطمینان کے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اُنکا ظاہ

---

[١] فواتح میبذی [٢] دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ [٣] شرح نہج البلاغہ۔

اِسلام لانا ہی محض طمع دنیاوی پر منحصر تھا اور جسکی تائید کیواسطے امام فخرالدین رازی اور امام غزالی اور آنریبل سر سید کی اقرار کافی ہین جنکو ہم اوپر لکھ آئے ہین - اور خود حضرت ابوبکر مقر ہو چکے ہین کہ مجھپر شیطان مسلط رہتا ہے اور اسیوجہ سے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نے اُنکے اور ابلیس کے ایمان کو میزان عدل مین ہم پلہ وزن کیا ہے جیسا کہ مختصر تاریخ بغداد[1] سے ہم نقل کر چکے ہین اور ایسے ہی حضرت عمر کے قول کو بھی امام صاحب مہج نے اُس کسیکا قول بتلایا ہے جسکا حضرت عمر نے پنجہ مروڑ دیا تھا[2] اور حضرت عثمان کی بابت علی مرتضٰے نے خود ایسے جانور سے مثال دی ہے کہ جسکو سوائے اپنے پیٹ بھرنے کے اور کچھ کام نہین ہوتا[3] اور جنکے پیروونکی بنسبت قول پیغمبر یہ قبول کیا گیا ہے کہ وہ دجال کی متابعت کرینگے" اُنکے عیش اور تکلفات سے جو معاشرت سے علاقہ رکھتے ہین کتب اہل سنت مالامال ہین - اور اگر فرض کیا جاوے کہ کسی نے دولت دنیا نقد جمع نہین کی تھی یا لاکھون درم قرض کے نام سے لیکر الزام تصرف بیت المال اپنے اوپر عائد نہین ہونے دیا تھا تو مجرد حکومت کا مزہ کیا کم تھا اور خوشی حاصل کرنیکے لیے گھوڑون کے سمون اور ٹاپون کی آواز اور سوارونکے پرونکے قطارین اور اُنکے ہتھیارون کے جھنکارین اور علمون کے پھریرونکا ہوا مین لہرانا کیا کم تھا جو آنکھونکی ٹھنڈک اور دل کی خنکی اعدا اپنے مخالف دعویدارون کی کمزوری اور اُنکی بے دست و پائی اُس مسرت اور انبساط کو دوبالا کرنیوالی تھی ورنہ صرف پیٹ کا کسی چیز سے بھر لینا اور اُسکی آگ کو کسی قسم سے بجھانا خصوص جن چیزونکی عادت ہمیشہ سے ہو کچھ قابل اظہار فخر کے نہین ہو سکتا ایسی حالت مین ہم افسوس کرتے ہین کہ ذی تعلیم سائل کے اس دعوے سے کہ "وہ پابند فقر و فاقہ اور زہد و توکل کے رہے یا وہ خواہشہاے نفسانی و لذات دنیاوی سے بے لوث تھے" اتفاق نہین کر سکتے لیکن

---

[1] کتب خانہ حکیم مرزا نظیر حسن خان لکھنوی [2] بوستان سعدی [3] کتاب الاوائل ابوہلال عسکری ؏

ہم ضرور اپنے محترم دوست سائل کی جرأت کی داد دیتے ہین کہ وہ اپنے ایسے اکابر کے اقوال کو جھٹلانے مین بڑے دلیر ہین اور اگر وہ اقوال اُنکے اکابر کے نہین ہین تو پھر ہمکو اُن علماء کی جرأتونکی داد دینا چاہیے کہ جنھون نے اُن اکابر مین اِن صفتون کو قبول کیا ہے اور جو ایسے علماء ہین کہ آجتک لوگ اُنکی زنجیر تقلید مین جکڑے ہوے ہین۔

ذیعلم سائل یہ بھی خلفاء کی نسبت دعوی کرتے ہین کہ "یہ حدود خداوندی جاری کرنے مین کسی بڑے چھوٹے اور خویش وبیگانے مین کبھی تفریق نہ فرمائی" ذیعلم سائل کا یہ دعوے درحقیقت ایک عجیب حقیقت کا کھولنے والا ہے۔ مین یقین کرتا ہون کہ معزز سائل ہرگز خلفاء کی لائف پر نظر رکھنے والے نہین ہین۔ اگر وہ واقعات پر نظر رکھنے والے ہوتے تو اسطرح آنکھ بند کرکے ہرگز دعوے پیش نہ کرتے جس حالت مین واقعات پکار پکار کر قابل اطمینان کے یہ شہادت دے رہے ہین کہ اُن بزرگوارون مین وہ مادہ ہی نہ تھا جو حدود خداوندی کے جاری کرنے مین اُنسے اُنکے دماغی قوتون کے کارنامون کو صفحہ روزگار پر بطور یادگار چھوڑ دیتا جس سے میری مراد اُنکی بے علمی سے ہے تب یہ امر کیسے قبول کیا جا سکتا ہے کہ وہ حدود خداوندی جاری کرنے مین ٹھوکرین نہین کھاتے تھے۔

جہان بسلسلہ علم اِن بزرگوارون کے مین نے بطور اختصار اُنکا جاہل مسائل ہونا لکھا ہے وہی واقعات جنکا بہت کچھ تعلق حدود سے بھی ہے کیا میرے اِس بیان کے مؤید نہین ہین کہ اِن بزرگوارون کے قلوب مین کچھ بھی اثر علم نہ تھا اور وہ حدود خداوندی جاری کرنے مین حد درجہ کی غلطیان کرتے تھے۔ اگرچہ کچھ ضرورت نہین تھی کہ ہم اِس بحث مین اپنے بیان کی تائید کے واسطے اور نظائر پیش کرتے لیکن ہمکو کچھ دقت بھی نہین ہے کیونکہ خود یہ بزرگوار آیندہ نسلون کے لیے بطور یادگار بہت کچھ سرمایہ چھوڑ گئے ہین۔

جو ہمیشہ کام مین لایا گیا ہے اور لایا جائے گا اور جو نہ کم ہوا ہے اور نہ ہوگا اِس واسطے مین خاص طور پر ذی علم سائل کے دعوے کے واسطے اور نظائر پیش کرتا ہون یہ

امر بھولنا نہین چاہیے کہ حضرت ابو بکر کی بابت مورخین[1] نے قبول کر لیا ہے کہ اُن کی چند روزہ حکومت برائے نام تھی بلکہ اُسکی کل حضرت عمر کے ہی ہاتھ مین تھی جس طرح وہ چاہتے تھے اُسکو گھماتے تھے اور اُسکی تائید حضرت ابو بکر کا وہ قول کر سکتا ہے جس کو ہم تاریخ واقدی سے اُس مقام پر کہ جہان ابو سفیان وغیرہ کا فتح شام کی خبر سنکر مدینہ مین آنا اور واسطے شریک جنگ ہونے کے حضرت ابو بکر سے اجازت لینا اور حضرت عمر کا بوجوہ اُنکو اجازت نہ دینے کی راے دینا اور حضرت ابو بکر کا حضرت عمر کی راے سے بدین الفاظ اتفاق کرنا کہ "مین تو کسی قول اور کام مین تمہارے خلاف راے کام نہ کرونگا" لکھ آئے ہین اسواسطے حضرت ابو بکر کے عہد خلافت کو بھی حضرت عمر کا ہی عہد خلافت تسلیم کرنا چاہیے تاہم حضرت ابو بکر نے اپنے عہد خلافت مین بلا خوف نہایت وسعت کے ساتھ حدود خداوندی کے جاری کرنے مین اپنی دماغی قوت کو جہان جہان صرف فرمایا ہے گو وہ واقعات تو بہت ہین لیکن مین بطور مختصر ذیل مین سلسلے کے ہر ممدوح کے عہد مین اس دعوی کا انطباق اُنپر دکھلاتا ہون۔

حضرت ابو بکر کا اپنے عہد خلافت مین حدود خداوندی کا جاری فرمانا

مالک بن نویرہ کو کہ جو قوم بنی حنیفہ کا سردار تھا جب یہ خبر ہوئی کہ بعد وفات پیغمبر حضرت ابو بکر کو لوگون نے خلیفہ مقرر کیا ہے وہ مدینہ مین آیا جمعہ کا دن تھا۔ حضرت ابو بکر منبر پر مصروف وعظ تھے مالک نے اُنسے کہا کہ تم اپنے نفس پر اپنی مقدار طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالو اور اپنے گھر مین جا کر بیٹھو اور اپنے گناہون کی آمرزش خدا سے چاہو اور حق صاحب حق کو سونپو۔ تم کو شرم نہین آتی کہ تم ایسی جگہ پر ٹھہرے ہو کہ خدا و رسول نے اُس کو دوسرے کے لیے مقرر کیا ہے۔ تم بھول گئے سلام کرنا

---

[1] سیرۃ الفاروق ۱۲

اپنا اُسدن علی ابن ابی طالب پر اسطور سے کہ "السلام علیک یا امیر المومنین" اور مہاجر و انصار کی طرف خطاب کرکے کہا کہ اگر حق کو اسکے مرکز اصلی پر قرار نہ دو گے تو امر تمپر دشوار ہو جائے گا۔ یہ سُنکر حضرت ابوبکر نے اُسکے ساتھ سخت کلامی کی اور اُسکو لات گھونسہ لگواکر نکلوا دیا۔

اور جب وہ اس واقعہ کے بعد اپنے گھر آئے خالد بن ولید کو بلایا وہ ایام جاہلیت سے مالک کے ساتھ کینہ و عداوت رکھتا تھا۔ حضرت ابوبکر نے اُس سے کہا کہ مالک زکوۃ دینے سے انکار کرتا ہے اُسکو قتل اور اُسکی قوم کو اسیر کر۔ خالد سو سوار لیکر وہان پہونچا اور ظاہر کیا کہ مین اور جگہ جاتا ہون آج کی رات مہمان ہون۔ مالک اور اُسکی قوم نے دعوت کی۔ جب نصف شب گذری خالد اُٹھا اور اپنی تلوار لیکر مالک کے سرہانے آیا اور اُسکو بستر خواب پر ہی قتل کر ڈالا اور اپنے لشکریون کو آواز دی اُنھون نے آکر اُسکی قوم کے مردون کو قتل اور زنان اور فرزندان کو اسیر کیا اور مالک کی زوجہ کے ساتھ اُسی شب کو زنا کیا اور مع مال اسیرون کو حضرت ابوبکر کے دربار مین حاضر کر دیا"

ابن اعثم نے کتاب فتوح مین لکھا ہے کہ "حضرت ابوبکر نے مالک سے زکوۃ طلب کی تو اُسنے یہ کہلا بھیجا کہ پیغمبرؐ نے ہمکو یہ حکم نہین دیا ہے کہ ہم تمکو زکوۃ دین اور نہ تمکو حکم دیا ہے کہ ہم سے زکوۃ لو پھر تم کیون ہم سے زکوۃ طلب کرتے ہو کہ جسکے طلب کے لیے خدا و رسولؐ نے تمکو مقرر نہین کیا ہے اسپر حضرت ابوبکر نے نام اہل ردہ رکھکر اُس بہانہ سے خالد کو بھیجا اور اُسنے اُنکے مردون کو قتل کیا اور عورتون کو اسیر کیا" ابن حجر نے اصابہ مین لکھا ہے کہ "پیغمبرؐ خدا نے مالک بن نویرہ کو عامل صدقات اُسکی قوم کا مقرر کیا تھا جب اُسکو خبر وفات آن حضرت اور خلافت خلیفہ اول کی پہونچی تو اُن صدقات کو اُسنے اپنی قوم کے فقرا پر تقسیم کر دیا اور خالد نے اُسکو قتل کیا اور اُسکی قوم کو اسیر کیا"

علامہ یافعی نے تاریخ واقدی سے ابن زہیر شاعر کے اشعار بھی جسمین اُسنے اس واقعہ کو

نظم کیا ہے لکھے ہین اور اُن اشعار کو علامہ ابن حجر نے اصابہ مین بھی بسلسلہ واقعات قتل مالک بن نویرہ کے لکھا ہے مین بھی اس مقام پر اُن اشعار کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہون۔

"تو نے قبیلہ بنی تمیم کے اُس بہادر شہسوار کو جو تمام قبیلہ کا امیدگاہ اور ستون نشانہ[1] تھا قتل کرکے تمام قبیلہ بنی تمیم کا رطب و یابس لوٹ لیا۔

آیا کوئی ہے جو خبر دے اُس قبیلہ کو جو گھوڑونکی ٹاپون سے روند ڈالا گیا کہ بعد قتل مالک تیری راتین پہاڑ ہوگئین۔ خالد نے اُسکی زوجہ کے ساتھ امر بد کا ارادہ کیا اور جسکی پیشتر سے اُسکو خواہش تھی۔ پس جاری کیا خالد نے اپنی خواہش نفسانی کو اُسپر اور نہ پھیر سکا اپنی خواہش اُس عورت سے اور نہ تھام سکا اُسکو۔ اور صبح ہوئی خالد کو اُس حالت مین کہ وہ تو صاحب زوجہ و عیال تھا۔ اور صبح ہوئی مالک کو اُس حالت مین کہ وہ بھی ایک شخص تھا منجملہ اُن لوگون کے جو اس مصیبت مین ہلاک ہوئے۔

اب کون شخص رہ گیا جو یتیمون اور بیوونکی حمایت اور سرپرستی کریگا اور کون شخص اب باقی ہے جو مفلس اور محتاج اور مساکین کی مدد کرے گا۔"

علامہ ابو الفدا اپنی تاریخ مین بدین خلاصہ لکھتے ہین کہ وہ مالک جو سردار قبیلہ دولتمند سوار معزز اور شاعر تھا اور جسنے کہ بحضور پیغمبر حاضر ہوکر اسلام قبول کیا تھا حضرت ابوبکر کو زکوۃ دینے سے منع کیا کرتا تھا۔ انھون نے خالد کو واسطے تحصیل زکوۃ کے اسکے قبیلے کیطرف بھیجا اور اُس سے اور مالک سے تند و تیز گفتگو ہوئی اور خالد نے کہا کہ تو نے خلیفہ سے انحراف کیا ہے مین تیری گردن مارونگا مالک نے کہا کہ ایسا ہی حکم تیرے صاحب کا ہے جو کچھ اسکا جواب خالد نے دیا وہ جواب خالد اور خالد کا مالک پر تعدی کرنا عبد اللہ ابن عمر اور ابو قتادہ انصاری کہ اُسوقت حاضر تھے اُنکو برا معلوم ہوا اور اُنھون نے خالد کو کنایتہً سمجھایا مگر خالد نے اُنکی بھی نہ سُنی مالک نے یہ بھی کہا کہ

---

[1] یعنی کل قبیلہ کا دارومدار اسی پر تھا جیسے کہ نشانہ ٹہی پر رُکا ہوتا ہے۔

مجھکو پاس خلیفہ کے لے چلو وہ جیسا مناسب جانین گے مجھے حکم دینگے لیکن خالد نے کہا کہ مین تیری گردن مارونگا اور ضرار بن ازور کو گردن مارنے کا حکم دیا اسوقت مالک اپنی زوجہ کیطرف متوجہ ہوکر کہنے لگا کہ یہ عورت سبب میرے قتل کا ہوئی ہے اور اُسکی زوجہ حُسن وجمال مین مشہور ویگانہ روزگار تھی خالد نے کہا کہ نہین بلکہ تیرا انحراف اسلام سبب تیرے قتل کا ہوا۔ مالک نے کہا کہ مین مسلمان ہون لیکن خالد نے کچھ نہ سُنا اور ضرار کو اشارہ کیا اور ضرار نے گردن ماردی اور اُسکی زوجہ پر خالد متصرف ہوا اور شعراء عصر نے اس قصہ کو بطور ذم وتوہین کے نظم کیا ہے[1] اِس واقعہ کی جب خبر حضرت ابوبکر وعمر کو ہوئی تو حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ خالد نے زنا کیا ہے تم اُسکو سنگسار کرو حضرت ابوبکر نے انکار کردیا پھر حضرت عمر نے کہا کہ مسلمان کو قتل کیا ہے قصاص لو انہین بھی تاویل کردی پھر حضرت عمر نے خالد کو معزول کردینے کی رائے دی تو کہا کہ مین خدا کی تلوار کو نیام مین نہ کرونگا۔ علامہ ابن خلکان نے بھی واقعہ قتل مالک اور خالد کا اُسکی زوجہ پر متصرف ہونا اور حضرت عمر کا حضرت ابوبکر کو اُسکی سنگساری پھر قصاص اور پھر معزولی کی رائے دینا اور حضرت ابوبکر کا کچھ نہ ماننا اپنی تاریخ مین لکھا ہے۔

لیکن میرے نزدیک حضرت ابوبکر کا کسی رائے حضرت عمر کو قبول نہ کرنا اور بالآخر شاہ وزیر دونوکا متفق ہوجانا درحقیقت خالد کو انھین اقسام جرائم کی مشق سے اُس آلہ کو جسکا دہ خوابیدہ رہنا پسند نہین فرماتے تھے صیقل کرتے رہنے کی اجازت دینا ہے کہ اُسکی تائید اُسکے دیگر بے اعتدالیون فتوحات جنگ سے بھی ہوتی ہے۔

اگرچہ ذی علم سائل سے مین اِسی موقع پر یہ دریافت کرنے کا بیشک مجاز ہون کہ کیا ایسی ہی کارروائیون کا نام حدود خداوندی مین تفریق نہ کرنے کا ہے؟ لیکن مین اِس امر کو بیان کرنا چاہتا ہون کہ حضرت ابوبکر نے کیون ایسے صاف وصریح جرم کی سزا مین حضرت

---

[1] انھین اشعار کیطرف اشارہ ہے جنکا ترجمہ ہمنے اوپر لکھا ہے۔ مولف عفی عنہ۔

عمر کی رائے کو منظور نہین کیا جو علانیہ نہایت ہی قابل اعتراض کے ہے مین جہانتک خیال کرتا ہون تو مجھے صرف یہ سبب اس رائے کے قبول نکرنے کا معلوم ہوتا ہے کہ درحقیقت وہ خالد کو اصلی مرتکب اس جرم کا اسوجہ سے نہین جانتے ہونگے کہ وہ اُنسے ہر قسم کی اجازت لیکر واسطے غارتگری قبیلہ کے گیا تھا اور اندرین صورت ہر کسی ایسے شخص کا ہر فعل وعمل گو وہ کیسا ہی مذموم وقبیح ہو درحقیقت شخص عامل کا وہ فعل وعمل قرار نہین پائیگا بلکہ وہ افعال واعمال قبیحہ اُس کسی کے دامن پر شرمناک دھبہ لگانے والے ہونگے جو درحقیقت بانی ایسے افعال کا ہوگا۔ اور جبکہ ہم اُس اصلی غرض کو بھی کمزور پاتے ہین کہ جو بظاہر خالد کی روانگی کی ہوئی تو یہ ہماری رائے قطعی درست ہوگی کہ حضرت ابوبکر کا خالد کو حضرت عمر کی رائے کے خلاف بالکل بری کرنا اسی غرض سے تھا کہ درحقیقت وہ خالد کے ان افعال یا غلطی یا قصور یا جرم کو اگر وہ درحقیقت غلطی یا قصور یا جرم اُنکے نزدیک قرار پاتے تو عین اپنا فعل تصور کرنے والے ہوتے اور اُسکو وہ مجرم قرار نہین دے سکتے تھے۔ اب مجھکو یہ بتلانا چاہیے کہ وہ اصلی غرض روانگی فوج کی جسکو مین کمزور کہہ رہا ہون کسطرح قرار پا سکتی ہے۔ تاکہ اُسکے کمزور ثابت ہونے کے بعد درحقیقت وہ تمام افعال جو خالد سے سرزد ہوے اور جسکی بنا پر حضرت عمر کی رائے اُسکے قتل اور معزولی کی تھی جرم قابل سزا قرار پاکر اُسکا اثر اصلی بانی تک پہونچے۔

واقعات قتل مالک بن نویرہ اور اُسکی قوم کے پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ مالک دراصل زکوۃ کا منکر نہین تھا اور اگر وہ یا اُسکی قوم زکوۃ کی منکر ہوتی تو وہ اپنی قوم سے زکوۃ کیون وصول کرتا اور قوم اُسکو کیون زکوۃ دیتی اور کیون وہ اپنی قوم کے فقراء پر تقسیم کرتا۔ البتہ وہ حضرت ابوبکر کو چونکہ خلیفہ برحق پیغمبرؐ کا تسلیم نہین کرتا تھا اسواسطے اُنکے ہاتھ مین زکوۃ دینے سے انکار کرتا تھا اور جسکی تحصیل کا وہ منجانب پیغمبرؐ عامل تھا۔

آن حضرت نے نہ حضرت ابوبکر کو خلیفہ مقرر کیا تھا اور نہ یہ حکم دیا تھا کہ مالک بن نویرہ حضرت ابوبکر کو زکوۃ دے یا حضرت ابوبکر اُس سے زکوۃ لین۔ حضرت ابوبکر اور مالک بن نویرہ دونون اصحاب پیغمبر تھے اور طلب و انکار زکوۃ کی بحث کم سے کم ایک مسئلہ اختلافی باہم دو صحابہ کے تھا لیکن حکم ارتداد کا نسبت مالک اور اُسکی قوم کے کسی طرح درست نہین تھا خصوص جبکہ نہ دینا زکوۃ صرف ابوبکر کو مالک بن نویرہ کی ہی زبان سے ظاہر ہوا تھا نہ کہ تمام اُنکی قوم کی زبان سے۔ اول اُنکی قوم سے دریافت کرنا تھا کہ آیا وہ خلیفہ کو زکوۃ دینے پر راضی ہین یا نہین۔ بغیر اُنکے دریافت پر اُنکا قتل صریح ظلم تھا اور علی الخصوص اُنکی عورتین اور بچے کس گناہ سے پکڑے گئے اُنکی نسبت کسطرح سمجھا گیا کہ وہ مانع زکوۃ اور مرتد ہین اور وہ کیون اسیر کیے گئے۔ ہمارے اِس قول کی کہ مسئلہ ادائے زکوۃ اُسوقت ایک نزاع اجتہادی کی حیثیت رکھتا تھا اِس امر سے بھی نہایت تائید ہو سکتی ہے کہ خود صحابہ کبار نے خلیفہ اول سے نہایت شد و مد مین قتال مانعین زکوۃ مین اختلاف کیا تھا اور اُنکی یہ رائے تھی کہ ہرگز مانعین زکوۃ سے قتال و تعرض نہ کیا جاے اور اِس باب مین جو احادیث رسول صلعم صحابہ کرام نے پیش کیے تھے وہ بھی اُنھین کے موید تھے حضرت ابوبکر نے اُن احادیث کے جواب مین کوئی جواب قابل اطمینان بجز اِسکے ”مین ضرور اُس سے قتال کرونگا جو نماز اور زکوۃ مین فرق کرے“ نہین دیا اور اپنی قلبی حُبّ دنیا کو یون ظاہر کیا کہ ”واللہ یہ لوگ مجھے ایک بکری اور بروایتے ایک عقال بھی اگر نہ دینگے تو مین ضرور اُنسے قتال کرونگا۔ یہ قول آخر حضرت ابوبکر کا اِس طرح راز قتال مانعین زکوۃ کو فاش کرنے والا تھا کہ جسکو سُنکر پھر اتباع خلیفہ مین اختلاف نہ رہا ہر چند پیشتر اِس سے عموماً سب کو سخت اختلاف تھا اور خاص حضرت عمر کو تو اِس درجہ مخالفت تھی کہ جسکی دفع مین حضرت ابوبکر سے رقیق القلب اور کمزور آدمی کو اُنپر جسمانی قوت سے کام لینا پڑا اور حضرت

عمر کے ساتھ وہ بطور افعال کیے جنکے ذکر سے سخت شرم کرنا چاہیے (دیکھو کامل)
اسی مقام پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مالک منجانب پیغمبر زکوۃ وصول کرتا تھا اور چونکہ
حضرت ابوبکر حسب عقیدہ اہل سنت اجماع سے خلیفہ ہوے تھے تو امر اجماعی نص
رسول کو نہین توڑ سکتا یہ امر کہ زکوۃ خاص ہاتھ مین خلیفہ صاحب کے دیجائے یا
صاحب زکوۃ اپنے اختیار سے مستحق زکوۃ پر تقسیم کردے ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جسپر
ہم دیکھتے ہین کہ مذہب اہل سنت مین بھی موافق راے مالک بن نویرہ کے اسوقت
تک عملدرآمد چلا آتا ہے اور خلاف اُسکے کبھی علماے اہل سنت نے فتوے نہین
دیا۔ برابر مسلمان جو صاحب نصاب ہوتے ہین اور زکوۃ نکالتے ہین وہ اپنا اختیار
مستحقین زکوۃ پر تقسیم کا رکھتے ہین۔ گو ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بنظر مزید احتیاط مال زکوۃ
کسی عالم مقدس کے پاس تقسیم کیواسطے بھیجدیتا ہے تاکہ وہ باضابطہ امتیاز مستحق
زکوۃ کا کرکے تقسیم کردے لیکن کسی صاحب زکوۃ کو واجب اور لازم نہین کیا گیا
ہے کہ وہ مال زکوۃ کسی شخص خاص کو واسطے تقسیم کے حوالہ کردے۔

اگر صرف اپنے اختیار سے صاحب نصاب کو تقسیم مال زکوۃ کرنا جائز اور حرام اور
سبب ارتداد کا قرار پاوے تو مثل مالک بن نویرہ اور اُنکی قوم کے اسوقت کروردن
سنی مسلمان مردہ اور زندہ مرتد اور واجب القتل اور اُنکی ازواج اور اولاد لائق
اسیری مثل لونڈی اور غلام کے تسلیم کیے جاوینگے۔

اب ذی علم سائل فرمادین کہ آیا حضرت ابوبکر کا خالد کو بھیجکر اس بنا پر قتل مالک جائز تھا۔؟
کیا حضرت خالد کے یہ افعال قبیح حضرت ابوبکر کے سفید دامن پر اگر کبھی زیب بدن ہوئی ہو)
شرمناک سیاہ دھبے نہین لگا سکتے جو بانی مبانی قتل و غارتگری اور اسیری اور زنا کے ہوئے؟
کیا صرف مالک کا اپنے اختیار سے اپنی قوم پر زکوۃ کا تقسیم کرنا اُسکے مرتد ہوجانیکا سبب
قرار پاسکتا ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تب تو ذی علم سائل کے فرقہ کے لاکھون اور کروردن

مرد وعورت کو ذی علم سائل سے واسطے زندہ رکھنے سنت حضرت ابوبکر کے اُس سلوک کا جو بالخصوص مالک اور اُسکی عورت اور بالعموم اُسکے قوم کے دیگر مرد و زن سے کیا گیا متوقع رہنا چاہیے۔ اگر یہ غلط ہے تو پھر مہربانی فرما کے مجھے بتلا دیجیے کہ کیا ایسے ہی عمل قبیح کا نام حدود خداوندی مین تفریق نہ کرنے کا ہے نعوذ باللہ من ہذا الاعتقاد۔

عہد خلافت ثانی اور اجرا حدود خداوندی

اگرچہ ہمنے شروع مین اِن جملہ بزرگوارون کا عالم علوم نبوت نہ ہونا بہ سلسلہ اُن کے حالات علم کے دکھا دیا ہے جسکا نتیجہ یہ ہے کہ اُنکے قلوب مین علم نبوت سے کچھ نہ تھا اور نہ اُنہین مادہ اخذ علوم کا تھا اور اِس مقام پر جیسا کہ حضرت ابوبکر کا ایک فیصلہ خاص متعلق حدود کے دکھایا گیا اُسی طرح ایک فیصلہ حضرت عمر کا بھی ملاحظہ ہو جسمین وہ مجرم کو بعدم ثبوت جرم بری فرماتے ہین۔

ایک ضروری نوٹ

قبل اسکے کہ واقعات اُس مقدمہ کے بیان کیے جائین اِس امر کا ظاہر کر دینا خالی فائدے سے نہین ہے کہ بعض جرائم جو جسم انسان سے علاقہ رکھتے ہین اور جنکا بیان کرنا بظاہر فحش یا خلاف تہذیب سمجھا جا سکتا ہے۔ مثلاً بیان جرائم خلاف وضع فطری یا دشنام دہی یا زنا وغیرہ۔

لیکن حقیقت مین وہ داخل فحش یا خلاف تہذیب نہین ہین کہ ضرورت اُسکے بیان پر مجبور کرتی ہے جیسا کہ کتب طب اور ڈاکٹری مین بسلسلہ تشریح بعض امراض اور نیز کتب فقہ مین بعض مسائل بیان کیے جاتے ہین۔ اگر یہ بیان اُن امور کا داخل فحش یا خلاف تہذیب ہوگا تو کتب طب و ڈاکٹری اور فقہ ہر فرقہ کی اِس قابل ہرگز نہ رہ سکین گی کہ اُس سے انسان اپنی ضرورت کے موافق فائدہ اُٹھا سکے جس مقدمہ کا مین عنقریب ذکر شروع کرنے والا ہون اُسمین چونکہ مجرم جرم زنا مین ماخوذ تھا لہذا واقعات

مین جہان شہادت گواہان ہے ایسے الفاظ ہین جو اُس جرم کی طرف اشارہ کرتے ہین۔ اسواسطے مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ وہ بیان داخل فحش نہین ہو سکتا۔

اس مقدمہ کے واقعات کو اگرچہ جملہ مورخین نے اپنی اپنی تواریخ مین کم وبیش لکھا ہے لیکن علامہ طبری کے تاریخ الرسل والملوک اور علامہ ابن خلکان کی تاریخ وفیات الاعیان مین بہت صراحت سے واقعات لکھے گئے ہین اسلیے مین اس مقام پر انھین دونون تاریخون سے واقعات کا سلسلہ وار اقتباس کرتا ہون اور اگر کوئی واقعہ کسی دوسری کتاب سے لونگا تو اُسکی سند بھی دونگا۔

واقعات مقدمہ

در سنہ ۱۷ ہجری مین جبکہ ہز ہائینس حضرت عمرؓ کی طرف سے مغیرہ گورنر بصرہ تھا تو وہ روزانہ دوپہر کے وقت دار الامارۃ (گورنمنٹ ہوس) سے نکل جایا کرتا تھا اور ابو بکرہؓ سے جو غلام رسول اللہ تھے راہ مین ملاقات ہوتی تھی۔ اور وہ پوچھا کرتے تھے کہ اے امیر کہان جایا کرتے ہو وہ یہ جواب مین کہتے تھے کہ مجھے ایک ضرورت ہے وہان جایا کرتا ہون اسپر ابو بکرہ کہتے تھے کہ امیر کے پاس لوگ ضرورت رکھتے ہین اور اُسکے پاس لوگ آیا کرتے ہین نہ کہ امیر لوگون کے پاس جاوے مگر بات یہ تھی کہ مغیرہ ایک عورت کے پاس جلیا کرتا تھا جسکا نام اُمِ جمیل بنت عامر تھا جو قبیلہ بنی ہلال مین ایک حسینہ اور جمیلہ تھی اور وہ اُس پر عاشق تھا۔ اُسکا خاوند حجاج بن عتیک بن حرث بن وہب قبیلہ بنی ثقیف سے تھا جو انصار مین شمار ہوتے تھے لیکن وہ پیشتر مر چکا تھا بصرہ بھر مین اُس عشق کا چرچا تھا اور لوگ اپنے کان کھڑے کر چکے تھے اور تاک مین رہتے تھے

ام جمیل اور ابو بکرہؓ کے مکانات برابر برابر تھے[1] اور بالاخانہ پر جسطرف اُم جمیل

---

[1] دیکھو کتاب روض المناظر فی العلم الاوائل والاواخر مصنفہ قاضی القضاۃ ابو الولید محمد ابن شحنہ حنفی حلبی۔

کی خلوت گاہ کی کھڑکی تھی اُسی طرف ابوبکرہ کے بالاخانہ پر بھی اُسکے مقابل کھڑکی تھی۔ ایک روز جبکہ ابوبکرہ معہ نافع زیاد اور شبل جو سمیہ کے لڑکے ابوبکرہ کے مادری رشتہ کے بھائی تھے معہ چند دیگر لوگون کے اپنے بالاخانہ پر بیٹھے تھے اور دوپہر کا وقت تھا کہ ہوا کا تیز جھونکا آیا جس سے ابوبکرہ کی کھڑکی کا پٹ خواہ پردہ کھل گیا اور وہ اُسے بھیڑنے کو اُٹھے دیکھا کہ ام جمیل کی کھڑکی کا دروازہ بھی ہوا سے کھل گیا ہے اور مغیرہ اُم جمیل کے ساتھ مصروف بہ زنا ہے ابوبکرہ نے اچھی طرح پہچان کر لوگون سے کہا کہ یہ کیسی مصیبت ہے کہ جسمین تم لوگ مبتلا ہو گئے ہو غور سے دیکھو۔ اب سب نے بخوبی سارا معاملہ دیکھ لیا۔ لوگون نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ ابوبکرہ نے کہا کہ ام جمیل۔ اُنھون نے کہا کہ ہمنے پشت دیکھی ہے منھ نہین دیکھا ابوبکرہ نے کہا کہ کھڑے ہوکر دیکھو۔ جب سب نے کھڑے ہوکر دیکھا تو چہرہ اُس کا صاف معلوم ہونے لگا اور سب نے پہچان لیا کہ ام جمیل ہے۔ ابوبکرہ اپنے بالاخانہ سے اُترے اور اُم جمیل کے زیر مکان آکر بیٹھ گئے جب مغیرہ فارغ ہوکر اُترے ابوبکرہ نے جھک کر سلام کیا اور کہا کہ حضرت آپکا پردہ فاش ہوگیا اور حال بخوبی ہمپر کھل گیا آپ کو چاہیے کہ ہم سے کنارہ کشی کرین۔ مغیرہ نے جنکے دماغ مین ہواے حکومت گورنری بھری تھی مطلق توجہ نہ کی کہ کوئی کیا بکتا ہے ہوکر اُسی حالت مین نماز ظہر پڑھانے مسجد کو روانہ ہوئے۔

ابوبکرہ بھی ساتھ کہتا سنتا چلا اور مسجد مین پہونچکر مغیرہ کو خدا کی قسم دیکر نماز پڑھانے سے روکا اور لوگون نے بھی واقعات بیان کیے جو دیکھ چکا تھا۔ مگر لوگون نے یہ راے دی چونکہ یہ حاکم ہین انکو نماز پڑھانے دو اور جو کچھ کہ تمنے اور

حاشیہ صفحہ گزشتہ [2] طبری نے بجاے عیتک عبید لکھا ہے مولف عفی عنہ۔ [3] طبری مغیرہ اور ابوبکرہ کو ہمسایہ تبلاتے ہین اور کہتے ہین کہ مغیرہ کے گھر یہ واردات ہوئی۔ مؤلف عفی عنہ۔

تمہارے ساتھیون نے دیکھا ہے اُسکو خلیفہ وقت کو لکھ بھیجو۔ ابوبکرہ مسجد سے واپس آئے اور بذریعہ ایک تحریری رپورٹ کے ان تمام واقعات سے کے اطلاع حضرت عمر کو بھیجدی۔[1] حضرت عمر نے بملاحظہ رپورٹ۔ حکم دیا کہ وہ مغیرہ معطل ہوکر واسطے جوابدہی الزام کے مدینہ مین حاضر ہووے اور ابوموسے اشعری تاصدور حکم ثانی بطور قائم مقام حاکم بصرہ بدین ہدایت مقرر ہو کہ تمکو ایسے مقام پر بھیجا جاتا ہے جہان شیطان نے انڈے بچے دیے ہین۔ پس جو امر نیک ہو اُسکی پابندی کرنا اور ابوبکرہ مع دیگر گواہان ثبوت کے فوراً حضور مین روانہ کیے جاوین۔ بتعمیل اس حکم کے جب ابوموسے بمقام بصرہ معہ اپنے ۱۹ ساتھیون کے جن مین انس بن مالک اور عمران ابن حصین اور ہشام ابن عامر وغیرہ تھے پہونچا اور دارالامارہ مین آیا تو مغیرہ نے عقیلہ نامی ایک عورت کو بطور ہدیہ دوستانہ پیش کیا اور کہا کہ اسکو مین نے آپ کے لیے پسند کیا ہے[2] عقیلہ درحقیقت عقلمند تھی۔ جب ابوموسے مغیرہ سے چارج عہدہ کا لیکر مغیرہ کو سبکدوش کر چکے تو مغیرہ اور دیگر طلب شدہ لوگ مدینہ کو روانہ ہوے اور راستہ مین مسٹر مغیرہ نے قبیلہ بنی مرہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ جب یہ سب لوگ مدینہ مین پہونچے تو ہزہائنس عمر نے مغیرہ سے کہا کہ وہ تو بڑا بے فکرا اور پر شہوت اور طویل العضو ہے[3] اور بالآخر حضرت عمر نے اجلاس کیا سب سے اول ابوبکرہ جن کی رپورٹ پر مقدمہ قائم ہوا تھا شہادت کے لیے پیش ہوے۔

نوٹ عدالت

---

[1] طبری کا بیان ہے کہ مغیرہ نے بھی ایک تحریر بھیجی تھی اور ابوبکرہ خود مسلمانون کی طرف سے علیحدہ تحریر لیکر گئے تھے [2] انچہ بر خود پسندی بر دیگران ہم پسند اسیکو کہتے ہین۔

[3] فارغ القلب شدید الشبق طویل الغرمول کا ترجمہ ہے (طبری)

ملزم نے عدالت کو توجہ دلائی کہ سوالات ذیل ہر گواہ سے پوچھے جاوین۔

ع ۱ مجھے اُنھون نے کیونکر دیکھا آیا میرا رخ اُنکی طرف تھا یا پشت؟

ع ۲ عورت کو کیونکر دیکھا اور کیونکر پہچانا اگر یہ میرے سامنے تھے تو کیون مین نے اپنے تئین انسے پوشیدہ نہین کیا اور اگر میرے پس پشت تھے تو کسوجہ سے اُنھون نے میری طرف دیکھنا حلال سمجھا کہ وہ میرے گھر مین دیکھتے اور میری عورت پر نگاہ کرتے؟

اظہار ابوبکرہ گواہ

بجواب[1] سوال عدالت بیان کیا کہ مین نے مغیرہ کو ام جمیل کی دونون رانون کے درمیان مین دیکھا ہے ایسی حیثیت سے کہ گویا اِسوقت مین ایک چیچک کے آبلہ کو دیکھ رہا ہون ام جمیل کی دونون رانون کے درمیان مین تھا۔

بجواب سوال عدالت بیان کیا کہ ہان مین اس امر پر گواہی دیتا ہون کہ مین نے عضو مغیرہ ام جمیل کے اندام نہانی مین داخل[2] ہوتے ہوئے دیکھا جس طریقہ سے کہ سلائی سُرمہ دانی مین ڈالی جاتی ہے۔

بجواب سوال جرح ملزم بیان کیا کہ مین کیون نہین ایسی باریک بینی کرتا اور کیون اِس امر کو بخوبی تحقیق نہ کر لیتا جس سے خدا نے تجھے ذلیل کیا۔

بجواب سوال جرح ملزم کہا کہ مین نے پس پشت سے دیکھا۔

بجواب سوال جرح ملزم بیان کیا کہ مین نے دشواری و تکلیف کرکے دیکھا تھا،، اظہار کے ختم پر حضرت عمر نے مغیرہ سے کہا جا اے مغیرہ تیرا ایک رُبع جاتا رہا،،

اظہار نافع گواہ

---

[1] اصل سوالات کا مفہوم چونکہ جوابات سے حاصل ہوتا ہے لہذا بوجہ طوالت سوال نہین لکھے گئے۔ مولف عفی عنہ

[2] طبری نے جو ابوبکرہ کے بیان مین یہ فقرہ لکھا ہے وہو یدخل و یخرج عجب نہین کہ فردوسی نے اِسی مضمون کو پیش نظر رکھکر شعر مشہور اپنا آورد و برد والا نظم کیا ہو۔

بجواب سوال عدالت بیان کیا۔ کہ مین بھی یہی شہادت دیتا ہون کہ جو ابو بکرہ نے دی ہے مکرر بدریافت عدالت کہا کہ ہان مین گواہی دیتا ہون کہ مین نے اُسی طرح اُم جمیل کی شرمگاہ مین مغیرہ کے جسم کو آتے جاتے دیکھا ہے کہ جسطرح سلائی سرمہ دانی مین ڈالی جاتی ہے۔ بلکہ پر تیر کے مقام تک پہونچگیا" اِس گواہ کے بیان کے بعد حضرت عمر نے مغیرہ سے کہا جا اے مغیرہ تیرا نصف جاتا رہا۔

اظہار شبل گواہ

بجواب سوالات عدالت کہا کہ میری شہادت وہی ہے جو مجھسے قبل دو میرے ساتھیون نے دی ہے یعنی مین نے مغیرہ کا جسم عورت کے جسم مین آتے جاتے جسطرح کہ سلائی سرمہ دانی مین آتی جاتی ہے دیکھا ہے۔

بجواب سوالات جرح ملزم بیان کیا کہ مین نے سامنے سے دیکھا تھا" اِس گواہ کے بیان کے بعد حضرت عمر نے مغیرہ سے کہا جا اے مغیرہ تیرے تین ربع جاتے رہے زیاد چوتھا گواہ پکارا گیا غیر حاضر ہوا چنانچہ بذریعہ تحریری حکم (سمن) طلب کیا گیا جب وہ آیا تو عدالت نے بخصوص اُسکے واسطے مسجد مین اجلاس کیا اور اُسمین مہاجرین و انصار جمع ہوے اور جب حضرت عمر (جو اِس فیصلہ کے سشن جج تھے) نے گواہ کو آتے دیکھا تو فرمایا کہ مین ایسے شخص کو دیکھ رہا ہون کہ خدا اُسکی زبان سے ایک مرد مہاجر کو ذلیل نہ کریگا" اور یہ کہکر ایک صیحہ[1] بھی کیا جسے اُردو کے محاورہ مین ڈانٹ ڈپٹ کہتے ہین

---

[1] ابو الفرج کتاب آغانی مین عبد الکریم ابن رشید اور وہ ابو عثمان نہدی سے بسند خود لکھتے ہین کہ جب شاہد اول نے شہادت دی تو عمر کا رنگ متغیر ہوا اور دوسرے شاہد کی شہادت پر نہایت شدید شکستگی اُنپر طاری ہوئی اور تیسری گواہی پر یہ حالت ہوئی کہ جیسے کسی نے اُنکے چہرہ پر خاک ڈالدی ہو اور جب نوخیز جوان یا دہا تھونکو ہلاتا ہوا آیا تو خلیفہ نے سر اُٹھا کر بلند آواز کرکے یہ کہا ما عندک انت یا صلح العقاب" یعنی او عقاب کے بچہ تیرے پاس کیا شہادت ہے؟ عبد الکریم کہتا ہے کہ ابو عثمان نہدی نے حکایت صیحہ خلیفہ مین ایسا صیحہ کیا کہ قریب تھا کہ مجھکو غش آجائے،

اسکے بعد ملزم اپنی جگہ سے چند قدم بڑہا اور گواہ سے کہنے لگا کہ خدا کو یاد کرو اور روز جزا کو پیش نظر رکھو کیونکہ خدا اور اُس کی کتاب اور اُسکے رسول اور امیر المومنین (عمر) نے میرے خون کی حفاظت کی ہے مگر یہ کہ تم وہ بات بیان کرو جو تمنے نہ دیکھی ہو اور تمہارا کسی منظر بد کو دیکھنا اسکا باعث ہو کہ جو بات تمنے نہ دیکھی ہو اسکو بیان کرو۔ قسم خدا کی اگر تم میرے اور اُس (اُم جمیل) کے پیٹ کے درمیان مین ہوتے تو بھی میرے جسم کو اُسکے جسم مین جسطرح کہ سلائی سرمہ دانی مین آتی جاتی ہے نہ دیکھتے۔

زیاد کی آنکھین ڈبڈبانے لگین اور منھ سرخ ہوگیا اور اپنا اظہار اسطرح شروع کیا۔

اظہار زیاد گواہ

بجواب سوال عدالت کہا کہ وہ اے امیر المومنین جس تحقیق سے لوگون نے بیان کیا ہے اُس مرتبہ کی گواہی میرے پاس نہین ہے لیکن مین نے مغیرہ کو ام جمیل کے ساتھ صحبت کرتے ہوئے دیکھا ہانپنے کی آواز سنی عورت کو ملزم کے شکم کے نیچے دیکھا اور دونون کے مقامات خاص کھلے ہوئے پائے۔ بجواب سوال بیان کیا کہ جیسے سلائی سرمہ دانی مین آتی جاتی ہے اُسطرح مین نے نہین دیکھا لیکن مغیرہ کو اُم جمیل کی ٹانگین اُٹھائے ہوئے اسطرح دیکھا کہ گویا وہ دونون کان گدھے کے ہین اور مغیرہ کے دونو بیضے ملتے ہوئے دیکھے اور مین نے رگڑ کی آواز (حفز شدید) اور ہانپنے کی صدا اُسنی،،

بجواب سوال جرح بیان کیا کہ مین عورت کو تو نہین پہچان سکتا مگر اُسکا مقام خاص پہچان سکتا ہون جسکو مین نے دیکھا تھا۔

اس اظہار کے ختم پر حضرت عمرؓ نے خوشی کی تکبیر بلند کی اور زیاد کا اظہار بہت پسند کیا،،

ججمنٹ

چونکہ ایک گواہ زیاد نے اس امر سے انکار کیا کہ مین نے اُس حیثیت سے وہ فعل نہین دیکھا جیسے کہ سلائی سرمہ دانی مین آتی جاتی ہے اُسکی شہادت واسطے ثبوت

طلب کیا گیا تو کیون اکابر انصار و مہاجر آئے اور مسجد مین اُسکا اظہار کیون قلمبند ہوا کہ یہ تمام امور ایسے ہین جو بہت ہی شبہہ ڈالنے والے ہین اور جنکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حضرت عمر کو ملزم کے بری کرنیکی جیسا کہ ہمنے اوپر ظاہر کیا گنجائش کا پہلو ملجاوے۔

یہ امر واقعات سے ظاہر ہوچکا ہے کہ مجرم حضرت عمر کا آوردہ تھا اس زمانہ کا تجربہ بھی ہمکو یہ اُصول بتلاتا ہے کہ حکام اپنے آوردونکا اکثر جا اور بیجا پاس و لحاظ کرتے ہین اور اُنکی بے احتیاطون کو نظر انداز کرجاتے ہین۔

گواہ کی غیر حاضری کی نسبت ہمکو شبہہ ہے کہ وہ عمداً غیر حاضر نہین ہوسکتا تھا بلکہ اُسکو ہدایت غیر حاضر ہوجانے کی کیگئی اسواسطے کہ جب حضرت عمر کو معلوم ہوا کہ تین گواہ خلاف واقعہ بیان نہ کرینگے لیکن چوتھا گواہ جو ایک نوخیز جوان ہے ممکن ہیکہ مذبذب ہوجائے اور سطوت سلطانی اُسپر اثر کرے اسواسطے پیشی مقدمہ کے روز اُسکو ہدایت عدم حاضری کی کیگئی تاکہ وہ اس اثنا مین اخبار و حالات طرفداری حضرت عمر سنکر اپنی شہادت بگاڑنے پر آمادہ ہوجاوے اور کچھ عجب نہین کہ بذریعہ بعض معتمد اشخاص کے جو اس کام کیواسطے ضرور مامور کیے گئے ہون یہ حالات اُس تک عمداً پہونچائے گئے ہون علاوہ برین تاخیر شہادت زیاد مین مقصود یہ بھی تھا کہ اور لوگون کی جو شہادت بتائید جرم دینگے پہلے شہادت ہوجائے تاکہ اُنکے بعد چوتھے گواہ کی گواہی بحق مجرم مفید ہونے پر گواہان ماسبق پر حد جاری کرنیکا موقعہ عمدہ ملے کہ جنھون نے تہدید سلطانی کی پروا نہین کی ہے اور برخلاف مرضی جج کے شہادت ثبوت جرم کی دی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جب گواہ حاضر آیا تو اُسے دیکھکر تلقین "جملہ ادی اوجہ رجلا لا یفضح اللہ بہ رجلا من المہاجرین" سے کیا گیا اور ما عندک یا سلح الحباری کے صیحہ سے اور وہ مرعوب کردیا گیا۔ اور ان باتون نے گواہ کو پورا یقین دلایا کہ جو امور اُسکے کان تک بذریعہ اُن اشخاص کے پہونچے تھے جو شہادت بگاڑنے کے لیے مامور کیے گئے تھے بالکل صحیح

ہین۔ اور بذریعہ حکم تحریری گواہ کی طلبی اور مسجد مین شہادت کا لیا جانا حضرت عمر (جج) کی ایک اعلی دور اندیشی تھی جسمین ملزم کی رعایت کا بھی نتیجہ پیدا ہوا اور جھوٹی گواہی کا جو مسجد مین لی گئی گواہ ہی مواخذہ دار رہے۔

مین اِس امر کو زور کے ساتھ کہہ سکتا ہون کہ ملزم بھی اِس راز سے آگاہ تھا اور یہی وجہ تھی کہ اُسنے بڑی جرأت اور دلیری اور قلبی اطمینان کے ساتھ گواہ سے وہ بات چیت کی جو اُسنے شہادت شروع ہونے سے پیشتر کی تھی گواہ کو ایک قسم کی تخویف تھی جس کا مقصود بجز اِس کے کچھ قرار نہین پا سکتا کہ جب ملزم کے خون کا خود (جج) محافظ ہے تو کون جج کی مرضی کے خلاف شہادت دیکر اپنے لیے مضرت کا مواد جمع کرنے پر آمادہ ہو سکتا ہے۔

آجکل کے بے رو رعایت حکام بھی اگر کسی موقع پر ایسی پاسداری کرتے ہین تو پبلک اُنکو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور ضرور ایسونسے نفرت کرنا چاہیے۔

مین نے اِس امر کی جرائت کہ ملزم بھی اِس راز سے آگاہ تھا زور کے ساتھ کہنے کی اِسوجہ سے کی ہے کہ اُسکی تائید دیگر واقعات کے قرائن بھی کرنے والے ہین۔

جسوقت کہ ابو موسیٰ انچارج گورنر بصرہ پہونچا اور مغیرہ سے عہدہ کا چارج لیکر اُسکو سبکدوش کیا تو اُسیوقت ابو موسے سے اُسکو اپنی نسبت حضرت عمر کے خیالات کی اطلاع ملی کہ اِس خوشخبری کے شکریہ مین اُسنے ایسی عورت جو اسم بامسمے تھی اپنے قائم مقام کے نذر کی جسمین اُسنے یہ دور اندیشی ضرور مضمر رکھی تھی کہ وہ عورت اپنی عاقلانہ دلفریب کارروائیون سے میری نسبت اِس اتہام کے غلط ہونیکا میرے قائم مقام کو یقین دلاویگی تاکہ کانفیڈنشل (خفیہ طور) پر کوئی ہدایت خلیفہ کی میرے چال چلن کی جانچ کی نسبت میرے قائم مقام کو اگر ہوگی تو اُسمین میرے خلاف اُسکو خلیفہ کو اطلاع دینے مین جب وہ اِس میرے تحفہ اور اُسکی میٹھی باتونپر

نظر کریگا موقع نہ ملیگا ورنہ بہ حیثیت ہم رتبہ ہونیکے ایسے شکریہ اور رشوت کی ضرورت نہ تھی جبکہ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ بہ حیثیت موقوفی کے مین پھر یہان نہین آسکتا یا میرا کوئی آیندہ تعلق ابو موسیٰ سے بہ حیثیت ماتحتی کے نہین رہ سکتا کہ یہ میرا آج کا تحفہ گُربہ کشتن روز اول کا اُسکے لئے مصداق ہو۔

علاوہ اسکے ہم سخت تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہین ایک ایسے ملزم کے اُس اطمینان قلبی کو جو تہمت زنا مین ماخوذ ہو کہ وہ قبل اِسکے کہ دربار خلیفہ مین پہونچکر اپنے الزام کی جوابدہی کی کوشش کرے راستہ مین اپنے نفس کی خوشنودی کا اور انتظام کرنیوالا ہو حالانکہ تجربہ اور قانون فطرت ہمکو یہ اشارہ کر رہا ہے کہ متالم واقعات ہر قسم کے امور سرور کے منقطع کرنیوالے ہوتے ہین۔ جیسا کہ اِس امر مین کوئی شک نہین ہوسکتا کو مغیرہ کو پہلے سے اپنی بریت کا حال معلوم ہوچکا تھا۔ وفقرہ یہ وکنت اعددت کلمتہ اقولہا۔ فلما رای عمر زیاد مقبل قال انی اری رجلا لن یخزی اللہ علی لسانہ رجلاً من المہاجرین[لہ] بھی اسی امر کا مؤید ہے ویسے ہی ان امور سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے سعی بلیغ کی کہ مغیرہ سزا جرم سے بچ جاوے اور جس مین اعلیٰ درجہ کی تدبیر گواہ کو تلقین کی تھی اور ایسا قول اور فعل اُنکا اپنی غرض کی کامیابی کے لئے سرتا پا زبون تھا کہ جسکے سبب سے وہ اپنے منصب پر برقرار نہین رہ سکتے تھے۔ جو شخص کہ ایسی طرفداری مجرم کی اور اپنی خواہش کو اسطور پر پورا کرے کیا اُسکی نسبت یہ کہنا روا ہو سکتا ہے کہ اُسنے حدود خداوندی کو جاری کیا۔؟

حضرت عمرؓ نے جیسا کہ بے بنیاد امر پر مجرم کو سزا سے چھوڑ دیا جو بیگناہ کو سزا دینے کے برابر ہے ویسے ہی اُنھون نے تین گواہون بیگناہ کو سزا دی کہ جنھون نے خلاف غرض اُنکے وہ خاص کلمہ کہا تھا کہ جسکے سبب سے وہ اپنے نزدیک بھی مغیرہ ملزم کو بری نہین کرسکتے تھے

[لہ] آغانی مؤلفہ ابو الفرج اصفہانی۔

قرآن مین بیشک یہ حکم ہے کہ جن عورتون سے بدکاری ظہور مین آوے اُنپر چار گواہ طلب کرنے چاہئین[1] جسکا مقصود یہ ہے کہ بغیر چار گواہونکے جرم کو ثابت نہین سمجھنا چاہیے اور جسکی وجہ یہ ہے کہ شرع محمدی مین زنا امر عظیم سمجھا گیا ہے اور حقیقت مین ایسا ہی ہونا بھی چاہیئے تھا کہ زنا مورث ایسی بداخلاقیونکا ہے کہ جسکے سبب سے ناحق کسی کا متروکہ کسی کی طرف چلا جاتا ہے۔

لیکن قرآن مین ایسے معاملہ کی نسبت یہ بھی حکم نہین ہے کہ صرف نصاب کے پورا نہونیکے سبب سے گواہون کو سزا دیجاے اگرچہ وہ سچے ہون۔

فرض کرو کہ کسی پر تہمت زنا کی کیجاوے اور چار سے زیادہ گواہ اُسپر شہادت دین اور درحقیقت وہ الزام بھی تہمت ہو تو کیا جھوٹے گواہون کے سبب سے جرم زنا ثابت مان لیا جائیگا۔ ہرگز نہین۔

گواہون کو سزا اُسیوقت دیجا سکتی ہے جب اُنکی شہادت کذب ثابت ہوجاوے خواہ وہ شہادت کذب اُنکے معاملہ زنا مین ہو یا کسی دوسرے معاملہ مین[2]۔

معاملہ اتہام زنا مین جو اسّی کوڑون کا قرآن مین حکم ہے وہ گواہونکے واسطے نہین ہے وہ حکم قرآن مین یہ ہے۔

آیت "والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا۔ واولٰئک هم الفاسقون"۔

ترجمہ۔ جو لوگ تہمت زنا کی لگاتے ہین پاکدامن شوہردار عورتونکو (یا مردون زوجہ والون کو) پھر نہ لائین چار گواہ پس کوڑے مارو تم اُنکو اسّی کوڑے۔

---

[1] سورہ نساء پارہ ۴ "واللاتی یاتین الفاحشة من نسائکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم"۔

[2] گورنمنٹ انگریزی نے بھی گواہ کے لئے اسی صورت مین جرم قرار دیا ہے جسکی تعریف تعزیرات ہند کی دفعہ ۱۹۳ مین لکھی ہے۔

HYDERABAD DN STATE CENTRAL LIBRARY

اور نہ قبول کرو تم اُنکی گواہی کبھی اور وہ لوگ فاسق ہین "

اس آیت سے ظاہر ہے کہ تہمت لگانے والے زنا کے علیحدہ لوگ ہین جو چار گواہ نہ لانیوالے ہین اور گواہ علیحدہ ہین اور تہمت زنا لگانے والون کے لئے اسّی کوڑے مارنیکا حکم ہے نہ گواہون کو اور اُنہین تہمت زنا لگانیوالونکے لئے حکم ہے کہ اُنکی گواہی کبھی قبول نہ کیجاے کہ جنکا افترا ظاہر ہوچکا چنانچہ اسی کی تائید آیت آیندہ سے ہوتی ہے جسمین خدا نے اُس صورت معاملہ مین قاعدہ بتایا ہے کہ جب شوہر زوجہ پر تہمت لگاے اور کوئی گواہ نہو تو ضرب تازیانہ سے بچنے کے لئے چار دفعہ خود اُس کو گواہی دینا چاہئے اور پانچوین مرتبہ لعنت خدا اپنے اوپر قبول کرنا اگر وہ (شوہر) جھوٹا ہو۔ اور ایسے ہی عورت کے لئے چار مرتبہ گواہی دینا اور پانچوین مرتبہ غضب خدا کا قبول کرنا اگر شوہر اُسکا سچا ہو "

ایک اور روایت آیندہ سے بھی صاف ظاہر ہے کہ چار گواہ نہ لانیکی حالت مین تہمت لگانیوالونکو خدا نے کاذب فرمایا ہے نہ گواہون کو۔

آیت "لولا جاؤ علیه باربعته شهداء فاذ لم یاتوا بالشهداء فاولٓئک عند الله هم الکاذبون "

" اگر نہین لائے وہ اُسپر چار گواہ پس اگر نہین لائے گواہ پس وہ لوگ نزدیک خدا وہی جھوٹھے ہین "

ان آیات سے کچھ شبہہ نہین رہتا کہ تہمت لگانیوالونکو اسّی کوڑونکا حکم دیا گیا ہے نہ گواہونکو۔

درحقیقت مدعیان کاذب کیواسطے یہ انتظام کیا گیا ہے لیکن حضرت عُمرؓ نے بحیثیت مدعیان کاذب کے اُنپر کوڑے لگائے نہ حیثیت شاہدان کاذب کے اور اُنہون نے نصاب شہادت پورا نہونیکے سبب کوڑے لگواے نہ شہادت کاذبہ کے سبب سے[له]

[له] اسلئے کہ وہ گواہونکو جھوٹا نہ سمجھتے تھے جیسا کہ ہم آیندہ بیان کرینگے۔ ۱۲ منہ

اس معاملہ مین بنظر واقعات یہ کہنا ممکن تھا کہ الزام لگانیوالا ابو بکرہ تھا اور دوسرے لوگ گواہ تھے لیکن حضرت عمر کا اُسکو منجملہ شہود کے قبول کرنا اور اُسکی شہادت سب سے پہلے لینا اور اُسکی شہادت کے بعد مغیرہ سے یہ کہنا کہ تیرا چوتھا حصہ جاتا رہا (اغانی) یہ سب ایسے امور ہین جنسے اس کہنے کی ذرا بھی گنجائش نہ رہی۔ اور اگر یہ سمجھا جائے کہ یہ چارون شخص حیثیت اتہام لگانیوالونکی بھی رکھتے تھے اور گواہونکی بھی اور یہ بات مان بھی لیجائے تو زیاد چوتھا گواہ بغیر کسی شبہہ کے قابل سزا کے تھا کہ جسنے تہمت زنا کی علانیہ لگائی اور سرمہ دانی مین سلائی کی طرح ہوجانا بیان نہ کیا۔

اصل تہمت اسی کا نام ہے کہ دعوے ہو اور شہادت مطلق نہ ہو لیکن حضرت عمر نے اُسکے کوڑے نہین لگوائے۔ کیا ہر پہلو سے غلطی کرنے اور رو رعایت سے فیصلہ کرنیکا نام اجراء حدود خداوندی ہے۔؟

پھر حضرت عمر نے کیا اس امر کا بھی امتیاز نہین کیا کہ کسی امر کا عدم ثبوت خواہ کمی نصاب گواہون کے وجہ سے ہو خواہ کسی اور وجہ سے اور چیز ہے اور کسی امر کا کذب ثابت ہوجانا اور چیز ہے۔

یہ تو مین نہین کہہ سکتا کہ حضرت عمر کو علم اس اصول کا نہ تھا یا وہ قابلیت اُسکی امتیاز کی نہین رکھتے تھے لیکن مین اس کہنے سے بھی باز نہین رہ سکتا کہ اُنکے دلمین کوئی چیز ایسی تھی کہ جسنے اُنکو عمداً اس فرق کیطرف متوجہ نہین ہونے دیا۔

ان واقعات سے جو کچھ نتیجہ پیدا ہوتا ہے اُسکو ہر ذی فہم بخوبی سمجھ سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عمر حدود خداوندی کے جاری کرنے مین عمداً رو رعایت کرتے تھے جو ایک مدعی خلافت پیغمبر کیواسطے نہایت شرم کی بات ہے۔ اور اسیقدر واقعات اور اُنپر محققانہ رائے واسطے باطل ہونے دعوے ذیعلم سائل کے کافی ہین لیکن مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مین اُس مباشرت قلبی کو بھی لکھون جو اس شہادت پر حضرت

عمرؓ (جج) کو تھی۔ تاکہ قطعی فیصلہ اس امر کا ہو جاوے کہ کیسی ظالمانہ کارروائی اس مقدمہ مین عمداً جج نے کی اور ہرگز ہرگز کوئی معزز گورنمنٹ اور اُسکے پبلک کے مہذب لوگ کبھی کسی ایسے بادشاہ وقت یا اُسکے کسی ایسے حاکم کو جسکے ایسے رو رعایت کے فیصلے ہوتے ہون سلطان عادل یا منصف نہین کہسکتے ہین؟۔

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ حج مین تھے۔ مغیرہ بھی ساتھ تھا کہ اتفاقیہ حضرت عمرؓ اور انہین ام جمیل سے حج مین چار آنکھین ہوگئین اُسے دیکھکر حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا کہ تم اسے پہچانتے ہو اوسنے جواب مین (معاذ اللہ) کہا کہ "ہان یہ ام کلثوم بنت علی ہے"[۵۱] یہ سُنکر حضرت عمرؓ نے مغیرہ سے کہا کہ تو تجاہل کرتا ہے میرا ہرگز یہ گمان نہین ہے کہ ابو بکرہ نے جھوٹی گواہی دی تھی اور مین جسوقت تجھکو اپنے پاس کھڑا دیکھتا ہون۔ خوف کرتا ہون کہ پتھر آسمان سے مجھپر نہ گرائے جائین[۵۲] ہمارے ذی علم سائل کو

---

[۵۱] کیا یہ امر قابل افسوس کے نہین ہے کہ حضرت عمرؓ کے روبرو مغیرہ نے کس بے ادبی کی جرأت کی جسکی زبان قطع کرنی چاہیے تھی نہ اس حیثیت سے کہ اُسنے دختر علیؑ کی نسبت استہزا کیا بلکہ اس حیثیت سے ہی کہ اُسنے زوجہ حضرت عمرؓ کا استہزا کیا جیسا کہ اہلسنت اس بات کے قائل ہوئے ہین کہ ام کلثوم بنت علیؑ مرتضےٰ سے حضرت عمرؓ نے عقد کیا تھا لیکن حضرت عمرؓ مین اس مذاق مغیرہ پر کسی غیرت وحمیت کا جوش مین نہ آنا اور مغیرہ کو سزا کا نہ دینا ہم جہانتک غور کرتے ہین تائید کرنے والا قول اُس قائل کا ہے جسکی یہ تحقیق ہے کہ حضرت عمرؓ کا عقد ام کلثوم کے ساتھ نہین ہوا تھا ورنہ ایک باغیرت مسلمان اپنی بی بی کی نسبت ایسا کلمہ استہزا کا نہ سُن سکتا تھا نہ کسیکو خلیفہ وقت کی بی بی کی نسبت اسطرحکے استہزا کی اُسکے روبرو جرأت ہو سکتی تھی مگر جیسے کہ اُن واقعات سے جو متعلق اس خطبہ کے روایات اہلسنت مین مذکور ہین اہلبیت پیغمبر کی توہین ثابت ہوتی ہے ویسے ہی اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے کہ اہلبیت پیغمبر کی وقعت وعزت کسقدر ان لوگون کی نگاہ مین تھی۔ لعنت خدا بر دشمنان محمدؐ و آل محمدؐ۔ مؤلف عفی عنہ

[۵۲] دیکھو تاریخ علامہ ابن خلکان ۱۲

ایمان سے بتلانا چاہیئے کہ جب حضرت عمرؓ شہادت ابو بکرہ سے اس درجہ مباشرت قلبی اور اطمینان کلی حاصل کر چکے تھے کہ دوسری شہادت کی ثبوت جرم کیواسطے گویا ضرورت بھی نہ تھی اور انتہا یہ ہے کہ بری شدہ مجرم کو اپنے پاس جب کبھی کھڑا دیکھا خوف کیا کہ پتھر آسمان سے اُنپر نہ گرین لیکن باوجود اس علم کامل اور مباشرت و اطمینان قلبی کے گواہ کو اپنی خاص عنایت آمیز تقریر سے تلقین کرنا اور یہ منشا ظاہر کرنا کہ وہ شہادت مین ایسا پہلو رکھے کہ مجرم کی بریت کا پہلو نکل آوے اور یہ چاہنا بلکہ کر گذرنا کہ ایک مجرم جو فی الواقع مرتکب جرم عظیم کا ہوا ہے اس حیلہ سے چھوڑ دیا جائے اور تین شخص اصحاب کرام رسولؐ سے جو در حقیقت بالکل بے قصور اور نہایت سچے ہون اور درد دین سے ایک سچی شہادت دینے آئے ہون سخت سزایاب کئے جائین یہ ظلم عظیم کیا ایک سچے نائب پیغمبر کا کام ہو سکتا ہے اور ایسے شخص کی نسبت قبول کیا جا سکتا ہے کہ حدود خداوندی کے اجراء مین وہ فرق و امتیاز نہین کرتا تھا۔ لا حول ولا قوۃ الا باللہ

حضرت ابوبکرؓ اور انکی اعلےٰ لیاقت والے خلیفہ حضرت عمرؓ کے یہی دو مقدمات کہ جنمین اُنہون نے حدود خداوندی کے اجراء مین فرق امتیاز نہین کیا میرے لائق اینڈ ذی علم سائل کو تحقیق کی نظر سے غور کرنیکے لیئے اور شائد انصافاً دعوے سے شرمانیکے لیئے بھی کافی ہین اور کچھ ضرورت نہین ہے کہ عہد خلافت ثالث کا بھی کوئی مقدمہ لکھا جاوے مگر ڈیر سائل کی خاطر سے اُنکے تیسرے خلیفہ صاحب کا بھی ایک مقدمہ سہی۔

اجراء حدود خداوندی بعہد حضرت عثمانؓ

ان بزرگوار کے وہ شدائد جو رسولؐ مقبول کے مقبول صحابہ کے ساتھ وہ عمل مین لائے بہت کچھ کتب تواریخ اسلام مین درج ہین اور جنکو سچے مسلمان جب

نگاہ سے دیکھتے ہین اور دیکھنا چاہئین ہمکو اُسکی تصریح کی ضرورت نہین ہے۔ یاد کرو حضرات ابوذر و عمار یاسر وغیرہ جلیل القدر صحابہ کے ساتھ اُنکا طریق عمل کہ جو اُنکے ساتھ کیا گیا۔ مجھے اسوقت تک تحقیق نہین ہوا کہ یہ بیچارے کس جرم اور گناہ پر اُن حدود کی سزاوار ثابت ہوے جو اُنپر جاری کی گئین۔ یہی نا کہ وہ اُنکو اُنکے افعال قبیح پر تنبیہ کرنیکی کوشش کرتے تھے اور جن افعال کو وہ برخلاف حکم خدا و سُنت رسُول کے جانتے تھے اور جو درحقیقت برخلاف حکم خدا و سُنت کے تھے حتے کہ جن لوگون نے جس شرط کی بنا پر اُنکو مسند خلافت پر لا بٹھایا تھا وہ بھی اُنسے اُن شرائط کی عدم پابندی پر برگشتہ ہوئے اور ان تمام موادون کا جو نتیجہ ہوا اُس نتیجہ نے بالآخر اُنکو مسلمانونکے ہاتھ سے قتل کرا دیا اور پس از قتل بھی اُنکی نعش کو تین روز تک جس مقام پر پڑے رکھا وہ ایک ایسا مکروہ مقام تھا کہ جہانپر نعش محفوظ نرہ سکی۔ اور بالآخر اُنکو مدفن بھی نصیب ہوا تو ایسے لوگونکے مقبرہ مین کہ جسکا پتہ بی بی عائشہ پیاری زوجہ پیغمبرؐ کے اس فتوے سے کہ "اقتلوا نعثلا" بخوبی ملسکتا ہے۔ بیشک جہانکا مردہ ہوتا ہے وہین دفن ہوتا ہے۔

سچ ہے کہ خاک کھینچتی ہے اپنی خاک کو۔

ان صحابہ پیغمبرؐ کے ساتھ جو سلوک اُنھون نے کیا اُسکا کنایہ مین نے صرف اس غرض کے حاصل ہونیکے لئے کیا ہے کہ جہان حدود خداوندی اُنھون نے جاری کئے وہان بلا ثبوت جرم برخلاف مرضی خدا و رسول جاری کئے اب مین ایک مقدمہ اُنکا ایسا دکھلاتا ہون کہ جہان اُنھون نے مجرم کو باوجود ثبوت کامل جرم اور خود اقبال مجرم مجرم کو کچھ سزا نہین دی ہے اور جسکا نتیجہ برخلاف دعوے سائل کے یہ ہوتا ہے کہ بیشک وہ حدود خداوندی مین خویش و بیگانہ کا لحاظ کرنیوالے تھے اور ہرگز بلا رو رعایت وہ فیصلہ نہین کرتے تھے۔

اہل سیر متفق ہین کہ "حضرت عبید اللہ سے جو حضرت عمرؓ کے ایک صاحبزادہ تھے

اُنکے باپ کے قتل کے روز صبح کو عبد الرحمن نے جو ایک صاحبزادہ حضرت ابوبکر کے تھے خفیہ رپورٹ کی کہ مین نے کل شام کو دیکھا کہ ہرمزان اور ابولولوہ بطور راز آپس مین چھپکے چھپکے کچھ سرگوشیان کر رہے تھے۔ جونہی مجھے دیکھا اُٹھ کھڑے ہوے اور گھبراہٹ مین اُنکے پاس سے ایک خنجر بھی گر پڑا۔ اُس خنجر کے دو سرے تھے اور بیچمین دستہ تھا اور مین شناخت کرتا ہون کہ یہی وہ خنجر تھا جس سے تمھارے باپ قتل کیے گئے“[1]

لیکن ہم افسوس سے کہتے ہین کہ جو خبر حضرت عبد الرحمن نے حضرت عبید اللہ کو دی تھی اور جسپر اُنہون نے قیاس قتل کیا وہ خود غلط خبر تھی اُسکی اصلیت جو کچھ ہے اُسکو بھی اہل سیر نے ہرمزان کے بیٹے عماذیان کی زبانی تحقیق کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ”عجم لوگونکا دستور تھا کہ بوقت شب ایک دوسرے کے یہان جایا کرتے تھے ایک روز فیروز عرف ابولولوہ ہرمزان کیطرف سے گذرتا تھا اور اُسکے ہاتھ مین خنجر تھا جسکے دو سرے تھے ہرمزان نے اس خنجر کو فیروز سے لیکر دیکھا اور پوچھا کہ اسے کیا کروگے اُسنے کہا کہ تیز کرونگا جسوقت یہ بات چیت ہوتی تھی ایک تیسرے شخص نے بھی ان دونونکو یہ بات چیت کرتے ہوے دیکھا تھا جب عمر قتل ہوگئے تو اُسی شخص نے عبید اللہ سے جا کر یہ کہدیا کہ یہ خنجر ہرمزان نے فیروز کو دیا تھا اور اس بنا پر عبید اللہ نے ہرمزان کو مار ڈالا“

اِس روایت سے وہ تیسرے شخص حضرت عبد الرحمن مخبر ہی پاے جاتے ہین کہ جنکو درحقیقت ہرمزان خواہ فیروز نے نہین دیکھا تھا صرف ہرمزان کے بیٹے عمازبان نے دیکھا تھا مگر اُسنے بھی پہچانا نہین تھا کہ کون ہے اور کون نہین بہرحال وہ حضرت عبید اللہ نے خود حضرت عبد الرحمن سے یہ خبر سُنکر ابولولوہ اور ہرمزان اور تیسرے ایک اور شخص کو جسکا نام جفینہ تھا اور وہ نصرانی اہل حیرہ اور پشت و پناہ سعد بن مالک تھا قتل کر ڈالا۔

ہرمزان کے جسوقت تلوار لگی ہے اُسکی زبان پر کلمہ طیب جاری تھا“ (کامل ابن اثیر)

---

[1] دیکھو کامل ابن اثیر

اُس روایت سے یہ پایا جاتا ہے کہ حضرت عبید اللہ نے ابولولوہ کو قتل کیا لیکن بخاری کی روایت اسکے خلاف ہے اور اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ “جب ابولولوہ نے حضرت عمرؓ کو مسجد مین قتل کیا تھا اور بھاگا تھا اُسیوقت لوگون نے اُسے پکڑ لیا تھا اگرچہ اُسنے اُن لوگونکو بھی مجروح کیا تھا لیکن اُسیوقت وہ اسی خنجر سے اپنے جان پر بھی کھیل گیا تھا” ہم برخلاف اس روایت صحیح بخاری کے اس روایت کو قبول نہین کرتے ہین کہ “ابولولوہ حضرت عبید اللہ کے ہاتھ سے قتل ہوا تھا”

اِسکے علاوہ یہ امر بھی بعید از عقل پایا جاتا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ ابولولوہ ایک ایسے جری بہادر شخص کے مقابلہ مین آتے جو اپنا سر ہتیلی پر لئے پھرتا ہو اور جسنے ایک ایسے پر رعب و ہیبت والے خلیفہ کو مسلمانون کے ایک مجمع عام مین بلاخوف قتل کیا ہو کہ جسکی ہیبت و صولت کا ایک گروہ کثیر مسلمانونکا قائل ہے۔ اسواسطے ہم علامہ طبری کی اس تحقیق سے تائید کرتے ہین کہ “عبید اللہ نے ابولولوہ کی ایک دختر صغیر السن کو قتل کیا تھا” اور اِسکے صحیح ہونے پر کچھ شبہ نہین ہوسکتا کہ ایسی جرأت و دلیری حضرت عبید اللہ ابن عمرؓ مین بذریعہ اثر نسلی موروث ہوسکتی ہے۔

حضرت عبید اللہ ابن عمر نے جب یہ چند پے در پے خون کئے قبل اسکے کہ مجلس شوری تعین خلیفہ کا کردے اور عام طور پر اُنکا روئے سخن مہاجر و انصار کیطرف یہ تھا کہ “قسم بخدا مین ابھی اور لوگونکو قتل کرونگا جو میرے باپ کے خون مین شریک ہین” جیسا کہ اسکی تصریح کتب مین موجود ہے[1]۔ تو سعد ابن وقاص نے اُنکو گرفتار کرکے اپنے مکانمین قید کرلیا اور اُنکی تلوار ضبط کرلی اور جب حضرت عثمانؓ خلیفہ مقرر ہوچکے اور مسجد نبوی مین آکر اجلاس کیا تو سب سے پہلے جو مقدمہ اُنکے روبرو پیش ہوا وہ اُنہین تین بیگناہونکے خونکا تھا جو گرفتار ملزم عبید اللہ ابن عمرؓ کے ہاتھ سے قتل ہوے تھے

---

[1] کامل ابن اثیر۔

اور جنمین اُنکے باپ کے قاتل ابو لولوہ کی ایک صغیر بچی تھی۔

حضرت عثمانؓ کے طلب پر گرفتار ملزم حاضر لایا گیا۔

حضرت عثمانؓ نے اُن لوگون سے جو اُسوقت موجود تھے یہ دریافت کیا کہ "ایسے شخص کے بارہ مین جسنے اسلام مین ایسا رخنہ ڈالا جو ظاہر ہے (قتل مین بنگینا ہونکا) مجھے مشورہ دو" مجھے افسوس ہے کہ یہ مقدمہ ایسا نہ تھا کہ جسمین ملزم پر شہادت ثبوت وصفائی مساوی درجہ رکھنے والی ہون ملزم خود اقراری تھا اور شہادت ثبوت اِسدرجہ پر مزید تھی کہ جو کسی طرح ملزم کو رہائی کا پہلو نہین دے سکتی تھی اطمینان قلبی حاکم کو جو کسی ملزم کے حق مین ہونا چاہیئے وہ اس ملزم کے حق مین حضرت عثمان کا یہ تھا کہ "اسنے اسلام مین بڑا رخنہ ڈالا ہے" جیسا کہ اُنکے کلمہ استصوابی حضار مین موجود ہے۔ حضرت عثمان کو اُسکے قتل کا حکم پاس کرنیمین کوئی وجہ تاخیر نہونی چاہیئے تھی لیکن چونکہ وہ مجرم کے باپ کے احسانمند تھے کہ جسکے بدولت اُنکو اِس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے موقع ملا تھا جس سے میری مراد یہ ہے کہ وہ خلیفہ مقرر ہوے تھے اُنھون نے مکروہ جانا کہ مین اُسکے بیٹے کے قتل کا حکم دون چنانچہ اُنکے دریافت پر ایک حقیقی منصف کو جو حکم اِس مقدمہ مین دینا چاہیئے تھا وہ رائے اُس شخص کی تھی جو درحقیقت اعلےٰ حاکم فیصلہ کے لئے تھا یعنے علیؓ مرتضےٰ جنھون نے یہ فرمایا کہ "اسکو قتل کرنا چاہیئے" لیکن بعض دیگر لوگون نے ایسے گھلے ہوے مجرم کے حق مین جب خلیفہ کا استصواب چاہنا دیکھا تو ما فی الضمیر سمجھکر بتائید مرضی خلیفہ مخالف صحیح رائے علیؓ مرتضےٰ کے یہ کہا کہ "کل تو عمرؓ قتل ہوئے آج اُنکا بیٹا قتل کیا جاوے"

اِسی موقع پر حضرت عمروؓ عاص نے جنکا نام اُنکی کارروائیونکی وجہ سے تاریخ اسلام مین بہت روشن ہے اور جنکو اُنکی پُر زور تدابیر آئندہ بنی اُمیّہ کے خلیفہ ثانی کا وزیر اور معتمد خاص بنا دینے والی تھین مجرم کے حق مین یہ مفید رائے

دی کہ یہ وہ مرتکب ان جرائم کا اُسوقت مین ہوا ہے کہ جسوقت مین تعین کسی خلیفہ کا نہین ہوا تھا اور اسواسطے خلیفہ مجاز نہین ہے کہ اُس سے اُن جرائم کا مواخذہ کرے کہ جو اُسکے عہد حکومت سے پہلے واقع ہوے ہون۔ لیکن ہم افسوس سے دیکھتے ہین کہ ایک وقت مین تو ایسی راے دیجاوے باوجودیکہ قاتل معین ہوا اور ثبوت جرم مین اُسکے کوئی شک نہوا اور ایک وقت مین جبکہ خود اسی خلیفہ کا قتل مسلمانونکے ہاتھ سے واقع ہوا اُسکے مابعد خلیفہ کی خلافت مین اس خیال پر کہ مقتول خلیفہ کے قاتلونسے خون کا بدلہ نہین لیا رخنہ ڈالا گیا حالانکہ خلیفہ مقتول کا قاتل معین کوئی معلوم نہین ہوا تھا اور خلیفہ موجود نے صاف طور پر نوٹس دے دیا تھا کہ دعویداران خون حاضر ہوکر شہادت پیش کرین۔ مگر کسی نے حاضر ہوکر نہ دعوے کیا اور نہ شہادت پیش کی۔

بہرحال حضرت عثمانؓ نے اس رعایت سے کہ مجھپر بھی کوئی الزام رعایت عائد نہوا اور ملزم بھی سزاے قتل سے محفوظ رہے خود یہ راے دی کہ مین ہرمزان کا ولی ہون اور اُسکے عوض لینے کو مین دیت قرار دیتا ہون اور وہ دیت اپنے مال سے ادا کی۔

مین یہ بھی نہین سمجھ سکتا کہ وہ ہرمزان کے ولی کیسے ہوسکتے تھے جبکہ خود اُسکا بیٹا عماذیان دعویدار موجود تھا اُس سے پہلے دریافت کیا جاتا کہ آیا وہ دیت لینے پر راضی ہے اگر وہ اپنی رضامندی ظاہر کرتا تو البتہ وہ دیت اُسکو قاتل کے ورثا سے دلواتے یا اپنے پاس سے دیتے لیکن کسی روایت سے یہ نہین پایا جاتا کہ اُنھون نے عماذیان پسر ہرمزان سے رضامندی اُسکے دیت لینے کے لیے حاصل کی یا نہین لیکن مین خیال کرتا ہون جبکہ وہ خود ہرمزان کے ولی بنگئے تو دیت بھی خود ہی لی ہوگی اور اس صورت مین اہل تحقیق تجویز کرسکتے ہین کہ نتیجہ اس دیت کا کیا ہوا۔

قطع نظر اس امر کے کہ کچھ نتیجہ ہوا ہو اور وہ نتیجہ موافق ہو یا مخالف

روایات سے جو کچھ پایا جاتا ہے وہ محض اُس مقدمہ مین پایا جاتا ہے جس مین عبید اللہ بمقابلہ قتل ہرمزان کے مرتکب جرم اور ملزم تھے۔ لیکن اُن مقدمات مین جن مین وہ بمقابلہ قتل جفینہ نصرانی اور معصوم دختر ابولولوہ کے ماخوذ تھے کتب تواریخ خاموش مین جسکا نتیجہ یہ ہو کہ حضرت عثمان نے اُن مقدمات مین ملزم سے قطعی مواخذہ نہین کیا۔

اِس مقام پر اُن اشعار کا ذکر بھی ایک مفید نتیجہ نکالنے والا ہے جو زیاد بن لبید بیاضی انصاری پڑھا کرتے تھے جب وہ عبید اللہ کو دیکھتے تھے اور جنھیں یہ ہے

"اے عبید اللہ تجھکو اب بھاگ جانے اور چھپ جانے کا موقع ابن اروی[1] سے باقی نہین ہے تو نے وہ خون کیے کہ جو تجھپر حرام تھے اور واللہ حلال نہ تھے اور قتل کرنا ہرمزان کا خود امر عظیم ہے تو مرتکب اس جرم کا ہوا ہے اِسلیے کہ ہرمزان کا کوئی گناہ تجھپر ثابت ہوا ہو سوا اِسکے کہ ایک شخص نے کہا چند آدمیون سے خطاب کر کے کہ کیون جی ہرمزان پر عمر کے خون کی تہمت رکھتے ہو اُن لوگون مین سے ایک بے وقوف، ایسے وقت مین جبکہ مصیبتین بہت کثیر تھین کہنے لگا کہ ہان مین تہمت رکھتا ہون کہ ضرور ہرمزان نے قتل عمر کا اشارہ کیا اور بیشک اُسکے قتل کا فرمان دیا اور ہتھیار ابولولوہ کے اُس کے گھر مین تھے کہ ان ہتھیارونکو ہرمزان اُلٹ پلٹ کیا کرتا تھا اور ہر ایک امر کا دوسرے امر پر قیاس کیا جاتا ہے"

اِن اشعار مین بہ تفصیل وہ واقعہ نظم کیا گیا ہی جو باعث قتل ہرمزان کا ہوا اور عبد الرحمن بن ابی ابکر کو بیوقوف بتلا کر اُنھین کو ہرمزان پر اتہام لگانے والا ظاہر کیا گیا ہے کہ جنھون نے محض ہتھیارون کے اُلٹ پلٹ کرنے سے جنکو وہ اپنے گمان مین ابولولوہ کے ہتھیار سمجھتے تھے ہرمزان کے ایما اور اشارہ کا قتل حضرت عمر مین قیاس کیا اور یہی قیاس باعث قتل ہرمزان کا ہوا۔

یہ ایک ایسی بات تھی جسکو عبید اللہ ندامت کیوجہ سے سُن نہین سکتے تھے اور اسی

---

[1] حضرت عثمان کی مادر گرامی کا نام ہی۔ مولف عفی عنہ ۱۲

بنا پر اُنھون نے حضرت عثمان سے کہ جنھون نے اُنکے خون کی حفاظت کر لے اُنکو بلا مواخذہ چھوڑ دیا تھا شاعر کی شکایت کی جسپر اُنھون نے زیاد کو بلا کر ممانعت کی لیکن یہ درحقیقت ایسا فعل مذموم واقع ہوا تھا کہ جسنے شاعر کو ہرگز پرواہ ممانعت خلیفہ کی نہین کرنے دی بلکہ بجاے عبید اللہ کے خود حضرت عثمان کی نسبت چند اشعار تصنیف کرنے اور پڑھنے پر برانگیختہ کر دیا جنکا ماحصل یہ ہے کہ ‘‘اے ابو عمرو[1]۔ عبید اللہ سبب قتل کرنے ہرمزان کے رہین ہے تم اِس باب مین شک مت کرو یعنی ہرمزان کو بذمہ عبید اللہ ثابت سمجھکر عبید اللہ کو قتل کرو۔ کیونکہ تمنے اگر اِس جرم کو عبید اللہ کو بخشدیا۔ اور حال یہ ہے کہ خطا کے وجوہ و اسباب مثل گھڑدوڑ کے دو گھوڑون کے ہین[2] ایسی حالت مین اگر بخشدیا تو بُرا ہوگا کیا تم بخشدوگے ناحق تمکو ہرگز یہ اختیار نہین ہے’’

اگرچہ بعض مورخین نے ایک روایت لکھی ہے کہ جسکا نتیجہ یہ ہے کہ ‘‘حضرت عثمان نے جب وہ خلیفہ ہوے تو عماذیان پسر ہرمزان کو عبید اللہ کے قتل کی قدرت دی تھی لیکن اُسنے حسبۃً للہ اور اُن لوگونکی خاطر سے جو عبید اللہ سے ہمدردی رکھتے تھے گو اُن افعال پر اُسے گالیان بھی دیتے تھے چھوڑ دیا تھا اور لوگون نے عماذیان کے اس فعل پر خوشی کے نعرہ لگائے اور عماذیان کو اُٹھا لیا اور وہ گویا اپنے گھر تک لوگونکے سرون پر پاؤن رکھتا ہوا پہونچا’’ لیکن ہم اِس معافی جرم کے واقعہ کو اگر قبول بھی کر لین تب بھی اُن بقیہ خونون کی نسبت ہم کیسے اُسکو بری کر سکتے ہین۔ حالانکہ محققین[3] مورخین کے نزدیک یہ واقعہ معافی جرم عماذیان کی نسبت بھی غلط ہے اگر عماذیان اُسکو معاف کر دیتا تو ہرگز علی مرتضےٰ اپنے عہد حکومت مین اُسکے قتل کا ارادہ نہ فرماتے کہ جسکی وجہ سے وہ معاویہ کے پاس شام کو بھاگ گیا تھا۔ بہرحال ہم اُسکو ایک واقعہ جرم سے بری سمجھین خواہ وہ بریت بر بناے دیت کے ہو یا بر بناے معافی لیکن دیگر جرائم سے اُسکی بریت کے لیے ہمکو کتب اسلام سے کوئی وجہ کافی نہین

---

[1] کنیت ہے حضرت عثمان کی [2] متواتر اُسنے خطائین کی ہین کہ کئی شخصونکو قتل کیا ہے [3] دیکھو کامل ۱۲۔

ملتی ہے اور جسکا مواخذہ اہل تحقیق جان سکتے ہین کہ کسکی گردن پر ہو سکتا ہے۔

اگر یہ واقعات مندرجہ کتب اہلسُنّت صحیح ہین کہ جنکی صحت سے انکار کرنا بہت دشوار ہوگا تو معزز سائل کو اپنے دعوے پر کسیقدر شرم کرنا چاہیے۔!!!

پھر ذی علم سائل فرماتے ہین کہ "قرآن جو مختلف اور منتشر اوراق مین تھا اُنہین حضرات کی کوشش اور سعی سے یکجا مرتب ہو کر تمام عالم مین شائع اور مشتہر ہوا اور وعدہ خدائے تعالے "انا لہ لحافظون" انھین کے ہاتھون سے پورا ہوا۔ گویا انکا یہ فعل پسندیدہ جناب کبریا ہو کر خدا کے فعل کے ساتھ تعبیر ہوا اور مقتضائے عدل خداوندی بھی یہی تھا"

یہ بہت ہی قابل افسوس فضیلت ذی علم سائل نے مرتب کی ہے جسکے بابت ہمکو واقعات مندرجہ کتب اہلسنت دکھانے مین مخالفین اسلام کے مضحکہ کا سخت غمناک خیال پیدا ہوتا ہے لیکن بنا بر ضرورت کچھ نہ کچھ لکھنا ہی ہوگا ہم نہین جانتے کہ سائل نے اُن اقوال وروایات سے جنمین عہد رسول ہی مین قرآن کے مرتب ہو جانیکا ذکر ہے کہ جسکا پتہ قول حضرت عمرؓ "حسبنا کتاب اللہ" مین موجود ہے کیون اعراض کیا حالانکہ یہ اقوال وروایات نہایت قابل قدر تھے مگر غالباً وجہ اسکی یہی ہے کہ اس بنا پر اُنکو اپنے خلفا کی کوئی فضیلت اگرچہ جُزئی بھی ہوہاتھ نہ آتی اسلئے کہ وہ صحابہ جنھون نے عہد رسول مین بامر رسول قرآن کو جمع کرکے حضرت پر پیش کیا تھا یا حضرتؐ نے دیگر مردم کو اُنسے اخذ قرآن کا حکم فرمایا تھا اُنمین کہین پتا نہین ملتا کہ ایک شخص بھی خلفائے ثلثہ سے ہو علاوہ برین یہ وجہ بھی نظر انداز ہونیکے قابل نہین ہے کہ ان روایات مین وارد ہوا ہے کہ علی مرتضےٰ نے عہد رسوؐل مین قرآن جمع کرکے جسمین تفسیر پیغمبریؐ شامل تھی حضرت پر عرض کیا جسکی نسبت ابن سیرین کا یہ خیال ہے کہ اگر وہ قرآن[1] ہاتھ آتا تو بہت سا علم اُس سے حاصل ہوتا۔

پس ہمارے ذی علم سائل سے کیونکر ہو سکتا تھا کہ وہ ایسی راہ چلتے جس سے ایک

---

[1] دیکھو تاریخ الخلفا للسیوطی۔

نہایت عظیم الشان فضیلت علی مرتضٰے کی ثابت ہوجاتی اور اُنکے خلفا بیچارے بنکم محروم ہوجاتے اُنکو تو یہی مناسب معلوم ہوا کہ عہد رسولؐ مین قرآن ابتر ثابت کرکے شرف جمع و ترتیب کو اپنے خلفا کے سر منڈھین۔ مگر مقام سخت حیرت کا ہے کہ جمع و اشاعت قرآن خصوصًا جبکہ بہت سے نسخے اُسکے عہد رسولؐ مین بھی جمع ہوچکے تھے کون ایسا دشوار کام تھا کہ جسکا سر انجام پوری طور سے نہ خلیفہ اول سے ہوسکا اور نہ ثانی سے اور ہوا تو خلیفہ ثالث سے اور پھر اُسطرح کہ جسکی حالت بنا بر روایات اہلسنّت نہایت افسوسناک ہے کہ آجتک علاوہ بے نظمی و نسق اور مقدم اور مؤخر ہونیکے اغلاط صریح اُسمین موجود رہگئے جنکو حضرت عثمانؓ نے باوصف علم دور نکیا۔

اگر ذی علم سائل یہ دعوے کرتے کہ حضرت عثمانؓ نے اس خیال سے کہ لوگونکے ہاتھون مین متفرق طور پر بھی بعض بعض حصص قرآن ہین جنمین کہ آیات منسوخ التلاوة اور بعض الفاظ تفسیری بھی شامل ہین اپنی رائے سے قرآن کو برخلاف اصل ترتیب حسب نزول کے جمع کرایا اور اُس اپنے ترمیمی مسودہ قرآن کے مقابلہ مین دیگر نقول قرآن مرتب شدہ عہد پیغمبرؐ کو کہ وہی عہد خلافت اول و دوئم مین بھی لوگونکے ہاتھ مین تھا بزور خلافت فی الارض طلب کرکے (بجز عبد اللہ ابن مسعودؓ کے کہ اُسنے اپنی جان دیدی اور جو قرآن اُسکے پاس تھا وہ نہ دیا) سب کو آگ دیدی اور اپنے مقلدین کو "انا له لحافظون" کے معنے بخوبی بتلادیے۔ تو شیعونکو کوئی موقع اس رائے پر جرح اور اعتراض کا نہین ہوتا بلکہ ہم سفارش کرتے کہ شیعہ اس رائے کو قبول کرلین۔

درحقیقت حضرت عثمانؓ نے ثقل اکبر کے جلانے مین سُنّت اپنے خلفائے ماقبل کی ادا کی کہ اُن بزرگوارون نے ثقل اصغر کے قلوب اور گھر جلا کر اپنے قلوب ٹھنڈے کئے تھے اور انھون نے نسخ قرآن۔ اور جسطرح کہ خلفائے اولین نے بغرض استقرار خلافت اور

---

٥١ دیکھو تاریخ الخلفا و استیعاب اخبار الدول۔ ٥٢ دیکھو نجات المؤمنین ملا محسن کشمیری نہایۃ العقول فخر رازی معارف ابن قتیبہ
٥٣ تاریخ کامل مطبوعہ مصر اور فتح الباری شرح صحیح بخاری مین یہ فقرہ لکھا ہے "وحرق ماسوا ذلک" مؤلف عفی عنہ

دعویداران خلافت کے کمزور کرنیکے حقوق ثقل صغیر یعنی فدک خمس وغیرہ کو ضبط کرلیا ان حضرت نے انھین حقوق کو اپنے عزیزون کو بطور معافی علی الدوام بخش دیا۔[1] بہرحال یہ سب لوگ اپنی اپنی دلیرانہ جراتون مین ایکدوسرے سے بڑھے رہے اور سب نے اپنی اپنی عملی کارروائیون سے موقع بموقع ”انا لہ لحافظون“ کی خوب تفسیر کی۔

اس مقام پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس قرآن کی جسطرح سے کہ وہ ترمیم کیا گیا تھا نہایت ضرورت تھی بمقابلہ اُس قرآن کے جو عہد پیغمبرؐ مین مرتب ہوچکا تھا اور عہد خلیفہ ثانی تک لوگون کے ہاتھون مین تھا جسمین آیات منسوخ التلاوۃ اور بعض الفاظ تفسیری آیات شامل تھے اور اندیشہ تھا کہ آیندہ نسلین اُن آیات منسوخ التلاوۃ اور الفاظ تفسیری کو جزو قرآن سمجھنے لگین اور اس وجہ سے ترمیم کی ضرورت تھی لیکن ہم نہایت قوی دلیل پیش نظر رکھکر کہتے ہین کہ ہرگز یہ خوف نہین ہوسکتا اور نہ آیندہ نسلین اُنکو جزو قرآن سمجھ سکتی تھین۔ کیونکہ اگر پیغمبرؐ نے اُس قرآن مین آیات منسوخ التلاوۃ اور الفاظ تفسیری کو شامل رکھا تھا تو اُنھون نے قرآن کے جاننے والون اور تعلیم کرنے والون کو بھی بتلادیا تھا اور یہانتک تاکید کردی تھی کہ میرے بتلائے ہوے قرآن کے عالم قرآن سے جدا نہونگے جبتک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچ جاوین۔[2]

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ حدیث پیغمبرؐ کہ ”دونون آپس سے جدا نہون گے جب تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس نہ پہونچین“ درحقیقت تفسیر ”انا لہ لحافظون“ کی ہے اب ذی علم سائل فرماوین کہ ”انا لہ لحافظون“ کی تفسیر مین ذکر کیے جانے کے مستحق کون کون لوگ قرار پاسکتے ہین۔

جسوقت خلافت فی الارض پیغمبرؐ کے بتلائے ہوے علماء قرآن کے ہاتھ سے نکال لی گئی اور عہد ثالث مین اُسی قرآن سے جو عہد ثانی تک لوگونکے ہاتھ مین تھا آیات چھانٹ

---

[1] ابو الفدا صفحہ ۷ مطبوعہ مصر۔ [2] عبقات الانوار جلد حدیث ثقلین۔ مولف عفی عنہ۔

کرکے نیا مسودہ بنا لیا گیا تو یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ جدید جامع قرآن پر گو مطاعن کی بوچھار ہو لیکن وہ بوچھار شدت طعن کی (بمقابلہ اسکے کہ کسی وقت مین بھی مخلوق کو گرویدگی قرآن کے اصلی جاننے والون اور پیغمبر کے بتلائے ہوؤن مستحقین خلافت سے نہونے پائے) گوارا کرلی گئی۔ اور جو بنیاد مخالفت ثقلین کے ساتھ خلفاے اوّلین نے قائم کردی تھی اُسی پر عمل کی کارروائی نے خلفاے اوّلین کے مابعد جانشینون بنی اُمیّہ و بنی عباس کے ظالمانہ خیالات سے اُن علمار علوم پیغمبر اور قرآن سے جدا نہونے والون یعنی ایک سے لیکر بارہ تک کہ جو سب ثقل اصغر مین شامل تھے زمانہ مین مظلوم رکھکر لوگون کی نگاہ سے غائب کردیا مگر باوجود اسکے کہ کسی وقت مین بھی کوئی خلافت موئد ان علمار کی نہین ہوئی کہ انکو موقع بحیثیت خلافت وحکومت ہاتھ مین ہونے کے اپنے سچے اصول دین کو عام طور پر شائع اور رائج کرنے کا ملتا اور باوجود اس امر کے کہ بیشمار انکی نسل والے اور انکے پیرو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کیے گئے اور زندہ دیوارون مین چنوا دیے گئے تاہم آج جو کرورون اور لاکھون دنیا کے مختلف حصّون مین اُنکے پیرو پائے جاتے ہین اگر انکا وجود صرف قدرت وحفظ ربانی نہین ہے تو اور کیا ہے۔ بہرکیف کیا یہ بات قابل شرم کے نہین ہے کہ ایک شخص جسکو مسلمانون کا ایک گروہ پیغمبر کا برحق خلیفہ مانتا ہو قرآنون کو گو اونمین آیات منسوخ التلاوۃ یا بعض الفاظ تفسیری آیات شامل ہون جلادے اگر اُس خلیفہ کے نزدیک آیات منسوخ التلاوۃ اور الفاظ تفسیری کچھ عزت کے قابل نہین تھے تو وہ آیات جو منسوخ التلاوۃ نہ تھین اُنکو تو عزت کے قابل سمجھنا چاہیے تھا کہ جو بہ شمول آیات منسوخ التلاوۃ جلا ڈالی گئین اور جو دوسرے صفحہ پر اُن آیات کی پشت پر تھین ہان اگر اُس عہد مین قرآن مانند تحریر انگریزی ایک ہی صفحہ پر لکھے جاتے ہونگے تو غیر منسوخ التلاوۃ آیات شاید نہ جلی ہون گی میرے نزدیک اب بھی جو اکثر آیات منسوخ الاحکام قرآن مین موجود ہین جیسے کہ آیت لکم دینکم ولی دین ؏ کہ بعد ہجرت پس از حکم جہاد اُسپر عمل کا حکم نہین

حضرت عثمان کی مقلدین کو بغرض زندہ رکہنے سنت عثمانیہ کے جلاڈالنے مین بہی تامل نہین کرنا چاہیئے تاکہ حدیث "اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم" کے معنے لوگ سمجھ لین ۔

ہر مسلمان کو ایسے عقیدہ رکھنے والون سے حذر اور ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیئے اور ہر کلام خدا کو قطع نظر اسکے کہ وہ منسوخ الحکم یا منسوخ ہو یا نہو ایک درجہ کی عزت مین ماننا چاہیئے کلام خدا کے منسوخ ہونے سے اوسپر عمل کی ہدایت بیشک باقی نہین رہتی لیکن اوسکی عزت و توقیر اور منزلت مین فرق نہین آسکتا ۔

ہم جہانتک اون واقعات پر نظر ڈالتے ہین جنکا تعلق بعہد حضرت عثمان قرآن کے جمع ہونے سے ہے کبہی اون واقعات کی نسبت یہ تجویز نہین کرسکتے کہ وہ خدا کی پسندیدگی کے باعث ہوسکتے ہین اور کچہ شک نہین ہے کہ اون افعال کو جو عمل مین لائے گئے ہین اور جو تاریخون مین مندرج ہین اونکو خدا کے فعل کے ساتھ تعبیر کرنا یا اوسکو عدل خداوندی بتلانا سخت بے ادبی کی بات ہے ۔

حدیث ثقلین کی پابندی پر جو کچہ تاکید پیغمبرؐ نے فرمائی تہی اور جو کچہ کہ اوس تاکید کی تعمیل کیگئی اوسکے متعلق اس کتاب مین اکثر موقعونپر ذکر آچکا ہے اور مین بہی نسبت قرآن کے کمی بیشی کی یا جو کچہ کاٹ چھانٹ ہوئی ہے اوسکی بابتہ علماے اہلسنت کی تحقیقین بہی ایک نقشہ مین بطور ضمیمہ دکھلانے کا وعدہ کر آیا تہا اوس جگہہ پر جہان کہ معزز سائل نے آیات کتاب اللہ سے فضائل خلفاء کے مرتب کرنے کا وعدہ کیا تہا لیکن کتاب "تنزیہ الفرقان" مین بہت تفصیل کے ساتھ اوسکا ذکر اوسکے عالم مصنف نے کیا ہے اسواسطے بنظر طوالت اب ہم کوئی ضمیمہ مرتب نہ کرینگے سائل اوسکو طلب[1] کرکے پس از ملاحظہ تشریح کرین یا جن کج فہم علماء نے خلیفہ رسول پر اس کاٹ چھانٹ اور قرآن کے جلادینے کا اتہام اپنی کتب مین کیا ہے اونکی نسبت ذی علم سائل اپنی رائے ظاہر کرین لیکن اون علماء کی جو عزت

---

[1] پتہ یہ ہے ۔ امروہہ ضلع مرادآباد محلہ محمد شفاعت سید غلام مہدی صاحب ۱۲

کہ مذہب اہلسنت وجماعت مین قبول کی گئی ہے اوسکے خلاف رائے اوسوقت باوقعت سمجھی جاویگی جب موجودہ علمائے فریقین کے روبرو آپ یا آپ کا ہم خیال کوئی قادح بمقابلہ اونکے مذہب اسلام مین اپنی مزید آنرز کے سارٹیفکٹ پیش کرے گا۔

ذی علم سائل اپنے ان تمام دعوؤں کا جن کی حقیقت ہم دکھا چکے ہین نچوڑا اسپر کرتے ہین کہ "خلفاء نے ہنگام وفات سلطنت خلافت پر جو عالم کی دینی ودنیاوی سرداری ہے اپنے کسی عزیز وقریب کو جانشین ومتمکن نہین کیا اور اسوقت بھی اصلاح اُمت کو ملحوظ خاطر رکھا اور دنیا سے شوائب نفسانیہ سے پاک وصاف رخصت ہوئے اور آنحضرت کے پہلوے مبارک مین دفن ہوکر مصاحبت ومرافقت کے ساتھ مشرف ہوئے اور جو قرب ومرتبہ زندگانی مین حاصل تھا وہی خدا نے بعد وفات بھی عطا کیا"

اس دعوے مین تین امر ظاہر کئے گئے ہین۔ ایک یہ کہ جب دنیا سے خلفاء تشریف لیگئے تو اپنے کسی بھائی بند کو اپنا جانشین قرار نہ دیا دوسرے شہوات نفسانی سے پاک وصاف دنیا سے گئے تیسرے بعد مرگ پہلوے آنحضرت مین دفن ہونے سے بعد بھی اونکو خدا نے رفیق پیغمبر بنایا۔

نسبت امر اول کے ہم وثوق کے ساتھ یہ امر کہتے ہین کہ حضرات شیخین نے خلاف قدیم دستور عرب کے جو پالسی اختیار کی تھی اور جس مین حضرت عثمان بھی شریک ہوگئے تھے اوس پالسی کا مقتضا یہی تھا کہ یہ حضرات بعد اپنے اپنے کسی فرزند یا کسی قریب قرابتدار کو اپنا جانشین مقرر نہ کرین اور اگر وہ ایسا کرتے تو مقتضا اونکی پالسی کا اور غرض اونکی جس بناء پر کہ وہ پالسی خلاف دستور قدیم عرب کے اختیار کی گئی تھی فوت ہو جاتا۔

اس امر کا کوئی انکار نہین کرسکتا ہے کہ حضرت اسمٰعیلؑ اور اونکی مان جب مکہ مین متصل خانہ کعبہ کے آباد ہوئے اور اونکی نسل سے ترقی اور فروانی آبادی ملک عرب کو ہوئی اور جو شخص بسبب دولت یا بوجہ کسی صفت کے تمام قبیلہ مین اعلے سمجھا جاتا تھا اور وہی وس

قبیلہ پر حکومت کرتا تھا اور صلح اور جنگ اور انفصال خصومات بالکل اوسی کے ہاتھ مین ہوتی تھی اور اسی بنا پر ہر ایک قوم اور قبیلۂ عرب پر حکومت قایم ہوگئی تھی نسل حضرت اسمٰعیلؑ سے کہ جس قبیلہ مین پیغمبر خدا صلعم تھے وہ قبیلہ قریش کے نام سے موسوم تھا اور قبائل عرب مین بڑی امتیاز کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور زیادہ وقعت کی وجہ یہ تھی کہ وہ قبیلہ مکہ معظمہ مین آباد تھا اور خانہ کعبہ اور اوسکے رسوم عبادت کے متعلق جتنے امور معزز تھے وہ اسی قبیلہ سے تعلق خاص رکھتے تھے اس قبیلہ کی اگرچہ آخر زمانہ مین متعدد شاخین ہوگئی تھین لیکن بنی ہاشم مین اوسکی تمام عزت وراثتہً جمع ہوگئی تھی اور سرداری اور مہتری اور حکومت سلسلہ کی حضرت عبد المطلبؑ جدّ امجد پیغمبرؐ اور حضرت عمران پدر علی مرتضیٰ پر کہ جن کی کنیت ابو طالب تھی منتہی ہوئی حضرت ابو طالب کی اخیر زندگی مین زمانہ اسلام کا شروع ہوا جب کہ طرز حکومت وہ ہی تھا جیسا کہ اوپر ہمنے بیان کیا اب پیغمبرؐ کے وقت مین جب کہ تمام قبائل عرب کے اسلام لا چکے اور تعداد جدا گانہ روساء قبائل کو اسلام کے توحید نے مٹا دیا اور صرف ذات آنحضرت کو کل قبائل نے اپنا سردار اور پیغمبر قبول کرلیا جیسا کہ بعد حضرت ابو طالبؑ کے وہ اپنے قبیلہ بنی ہاشم مین سردار قبول ہونے کے قابل تھے اس لئے یہ امر ضروری تھا کہ رسالت کے ساتھ کل قبائل عرب کی حکومت بموجب دستور جدیدہ عرب کے ذات آنحضرت سے منضم ہوجاوے اور ملکی اور تمدنی امور کا انتظام آنحضرت کے ہاتھ مین رہے حکومت عرب کا جو اصول تھا اوس مین کچھ فرق نہین آیا البتہ اتحاد مذہب اسلام نے جدا روسا کی تعداد حکومت کو معدوم کر کے ایک ہی قبیلہ یعنے بنی ہاشم کو سرداری یا شہنشاہی کا مرکز بنا دیا تھا۔ اس بنا پر قطع نظر قانون استخلاف شرعی جسکو شیعہ بزور اور قطعی ادلہ مین ثابت کرتے ہین حسب رواج اور دستور قدیم ملک عرب کے وہ حکومت قرابتدار رسولؐ اور نسل رسولؐ مین ہی چاہیئے تھی اور قرابت اور وراثت کے ذریعہ کا جو اصول جانشینی تھا وہ نہین ٹوٹ سکتا تھا جب تک کہ بعد پیغمبرؐ کے یہ پالسی اختیار نکیجائے کہ غیر خاندان رسول سے خلیفہ اور جانشین پیغمبرؐ کا مقرر ہو

اور یہ اصول مقرر نہ کیا جاے کہ جسکے ہاتھ مین خلافت اور سلطنت ہو اوسکا قرابتدار یا فرزند مقرر نہ ہو اور بجائے اوسکے غیر کے لیئے استخلاف ہو اور بغیر اس پالسی کے وہ اصول کہ جس کے ذریعہ سے قرابتدار حق خلافت کا رکھتے تھے اور جو عہد حضرت اسمعیلؑ سے حضرت پیغمبرؐ تک اس شاخ مین چلا آتا تھا کسیطرح زائل نہین ہو سکتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس پالسی کے اختیار کرنیوالونکو یہ امر مانع تھا کہ وہ امر خلافت کو اپنے قرابتدار یا فرزندون مین قرار دین کیونکہ مقتضے اس پالسی کا لازم کرتا ہی کہ استخلاف آپنے فرزندون اور قرابتدارونکے لیئے نہ کیا جاے اور یہی پالسی خلاف دستور قدیم عرب کے باعث نکالنے خلافت اور سلطنت کا قرابتدار یعنی نسل رسول سے ہوئی اور اسی وجہ سے علیؑ مرتضےؑ نے وقت اظہار اپنے حق کے ان لوگون سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ "خاندان رسالت سے سلطنت کو مت نکالو اسلیئے کہ ہمین اوسکے لائق اور مستحق ہین" حضرات شیخین نے جو یہ مخالف پالسی اختیار کی تھی اور جو لوگ کہ موئید اوس پالسی کے ہوگئے تھے اونکے طریقہ عمل کو تاریخ مذہب اسلام کی دکھاتی ہے۔

قطع نظر اس پالیسی کے اختیار کرنے کے حضرت ابوبکر کی چندروزہ خلافت کی نسبت کسی مورخ کو جسنے لائف آف خلفا پر نظر کی ہے خواہ وہ کسی قوم کا ہو اس امر سے انکار کرنا بہت مشکل ہوگا کہ کل خلافت اور حکومت کی اوسوقت مین بھی حضرت عمرؓ کے ہی ہاتھ مین تھی اور وہ جسطرح چاہتے تھے اوسکو مع خلیفہ کے گھماتے تھے اور جب کہ حضرت ابوبکر کے اقوال پر کہ جو اونھون نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ "مین تمھاری مرضی کے خلاف کچھ کام نہ کرونگا"[1] غور کیا جاتا ہے تو مورخین کی اس تحقیق پر کہ اون کی چندروزہ حکومت حضرت عمرؓ کے ہی ہاتھ مین رہی پورا یقین ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت مین ہم نہین سمجھ سکتے کہ اگر حضرت ابوبکر اپنی کسی اولاد کے حق مین وصیت جانشینی کرتے یا زندگی مین اوسکو ولیعہد مقرر فرماتے تو حضرت عمرؓ کسطرح اسکو پسند کرتے۔

اس مقام پر یہ شبہہ ہو سکتا ہے کہ اونھون نے بعد وفات پیغمبرؐ جبکہ سقیفہ مین اس

---

[1] دیکھو صفحہ ۲۷۳ کتاب ہذا ۱۲

امر پر کہ اب خلیفہ رسول کون قرار پاوے انصار و مہاجرین مین جھگڑا ہوا تو اوسوقت مین اگرچہ حضرت ابوبکر نے بہت اصرار اس پر کیا تھا کہ بمقابلہ میرے حضرت عمرؓ جو شخص قوی ہین خلیفہ ہون لیکن حضرت عمرؓ نے بمقابلہ اونکے اپنا خلیفہ ہونا جب کہ پسند نہین کیا تھا تو بمقابلہ اونکے کسی فرزند کے وہ اپنا خلیفہ ہونا کسطرح پسند فرماتے۔ یہ شبہہ فی الفور رفع ہو سکتا ہے اگر حضرت عمرؓ کی اس مقدمہ مین اوس پالیسی پر غور کیا جاوے جو اونھون نے بجائے اپنے خلیفہ مقرر ہونے کے حضرت ابوبکر کے خلیفہ مقرر کرنے مین سوچی تھی جسکو مین ایک جگہہ اس کتاب مین بتلا آیا ہون لیکن اس مقام پر پھر اوسکا اعادہ کیا جاتا ہے اور جسپر ذی علم سائل غور فرماوین حضرت عمرؓ واقعہ جانشینی غدیر خم کو جسے ہنوز ایک سہ ماہی بھی پوری نہ ہوئی تھی بھول نہین گئے تھے وہ اوس بزرگوار کی حالت سے بخوبی واقف تھے کہ جسکے استخلاف کی نسبت پیغمبرؐ نے اپنے زمانہ حیات مین چند مرتبہ لوگون کو نہایت واضح طور پر آگاہ کر دیا تھا ایک ابتدائے اسلام مین بوقت دعوت قریش اور یہ پہلا موقع پیغمبرؐ کو بحق علیؑ اظہار استخلاف کا تھا اور پیغمبرؐ نے جو امور اپنے اظہار استخلاف کے لئے بہ حیثیت شرط قرار دیے تھے اسوقت اونکو علی مرتضےٰ نے قبول کیا تھا جو قبول استخلاف کے لئے اقرار زبانی علی مرتضےٰ کا تھا لیکن جبکہ پیغمبرؐ نے ہجرت فرمائی اور بجائے اپنے بستر پر علی مرتضیٰ کو لٹا کر لوگونکو اونکے لئے نفس پیغمبرؐ ہونے کا یقین دلا گئے تو یہ فعل پیغمبرؐ کا اوسی اظہار استخلاف علی مرتضےٰ کو بذریعہ عمل لوگوں پر ظاہر کرنا تھا اور علی مرتضےٰؑ کا بلا خوف و خطر بستر پیغمبرؐ پر لیٹ جانا اور لوگونکو اپنی نسبت یہ یقین دلانا کہ پیغمبر بستر پر لیٹے ہین عملی اقرار اوسی ابتدائی اقرار زبانی استخلاف کا تھا جو بوقت دعوت قریش اونھون نے حسب خواہش پیغمبرؐ قبول کیا تھا۔ ما ایک اسموقع پر استخلاف کیا ہے جسکی بناء پر حدیث منزلت موجود ہے اور سب سے اخیر موقع مقام غدیر خم کا ہے جسمین پیغمبرؐ نے علی مرتضےٰؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کی امت کو سخت تاکید کی تھی اور جسکی ولایت و امارت پر اوسی وقت حضرت عمر نے یہ کہا تھا "مبارک ہو

مبارک ہو آپ کو کہ صبح کی آپ نے اوس حالت مین کہ آپ میرے اور کُل مومن اور مومنہ کے مولے ہوگئے[1]" وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر کا یہ بے اندیشہ و ناگاہ خلافت پر تقرر خلاف جانشینی یوم غدیر کے ہے۔

ایسی حالت مین اگر اوس اصلی اور حقیقی جانشین پیغمبرؐ کی طرف سے مخالفت ہوکر اگر جان جوکھم کا موقعہ آیا تو جو کچھ بلا پڑے گی وہ اوس کسی کے سر ہوگی جو مسند خلافت پر متمکن ہوگا اور مین الگ رہونگا۔ اور اگر کوئی جھگڑا پیش نہ ہوا یا مخالفت کو کامیابی نہ ہوئی اور ہماری اس تدبیر زور نے ہی کامیابی پائی تو حضرت ابو بکر جو بوڑھے ہوگئے ہین اور جن سے امید بہت جلد عہدہ خالی کرنے کی ہے بعد وفات اونکے مین خود متصرف خلافت پر بلا خوف و اندیشہ ہو جاؤنگا اور جب کہ اب بھی عنان خلافت میرے ہی ہاتھ مین رہے گی تو اونکے عہدہ خالی ہونے کے وقت مجھے اپنے خلافت پر متصرف ہوجانے مین کچھ وقت نہ ہوگی مسٹر جان ڈیون پورٹ کی بھی یہی تحقیق ہے وہ لکھتے ہین کہ "حضرت عمرؓ حضرت ابوبکر سے سب طرح کا حکم حاصل کرکے معہ آگ اور لکڑیون کے خانہ جناب سیّدہ پر گئے تو جناب سیّدہ چلائین کہ اے ابن خطاب تو ایسے ظلم قبیح اور وحشیانہ کا ہرگز ہرگز مرتکب نہ ہونا عمرؓ نے جواب دیا کہ مین ضرور ضرور کرونگا۔ تو عمر کو اس طرح کے جری بلکہ بے محابا کردار کا باعث بیشک یہ خیال ہوا کہ ابوبکر چونکہ سن رسیدہ ہین اون کا سن قریب قریب رسول کے سن کے تھا تو وہ بعد رسول کی وفات کے غالباً بہت دن زندہ نہین رہتے اونھون نے امید کی کہ ٹھیک ترکیب سے وہ خود بعد ابوبکر کے خلیفہ ہو سکتے ہین بشرطیکہ علیؑ کو خارج کرسکین کہ وہی ایک مدمقابل تھے جنسے اونکو کسیو جہ سے خوف کرنا پڑتا تھا" (دیکھو کتاب مسمیّٰ ان اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن)۔

حضرت عمرؓ کی اس پالیسی کا ظاہر کرنے والا صرف مین یا اور شیعہ یا مسٹر جان ڈیون پورٹ

---

[1] دیکھو مدارج النبوۃ صفحہ ۲۳۸ و عبقات الانوار حدیث غدیر۔ وبالخصوص سر العالمین غزالی

ہی نہین ہین بلکہ اون کی اس تہ کی بات کو اون پر خود علی مرتضےٰؑ نے اوسی زمانہ مین اپنی تقریر مین بطور پیشین گوئی ان الفاظ سے ظاہر کردیا کہ[1] اے عمر کچھ ایسا دوہ لے کہ تجھکو بھی اوسمین سے حصہ ملجاوے آج اوسے ابوبکر کے لئے مضبوط کرتا کہ وہ کل تجھے پھیر دے[2] چنانچہ یہی ہوا اور حضرت علی مرتضےٰؑ کی پیشین گوئی صادق ہوگئی ۔ یعنے جب حضرت ابوبکر کے جو بالکل کرے دھرے حضرت عمر اور اونکی مٹھی مین تھے ۔ کانین کوس الرحیل کی صدا ہو بجنے لگی تو اوس احسان کے بدلہ مین جو حضرت عمر کی طرف سے بجائے اپنے خلیفہ مقرر ہونیکے اونکے مقرر کرنے مین وہ دیکھ چکے تھے اور جنھون نے کل کاروبار سلطنت کو اونہین کی راے اور مرضی پر چھوڑ کر خود بطور ایک سفید و شفاف سنگ مرمر کی ترشی ہوئی مورت کی مسند خلافت پر صرف بیٹھا رہنا پسند فرمالیا تھا بذریعہ کتابت خاص حضرت عمر کی مرضی اور دلی خوشی کے موافق اونکو اپنا جانشین مقرر کیا ۔

ذی علم سائل غور فرمائین ۔ کیا ایسی حالت مین ممکن تھا کہ اگر حضرت ابوبکر اپنی کسی اولاد کو (جو دو اسوقت مین موجود تھین) اپنا جانشین مقرر کرنے کا انتظام فرماتے تو جب کہ اونھون نے خداے پاک کے اوس نیک و مقدس پیغمبرؐ کی بتلائی ہوئی صراط مستقیم سے علحدہ پاک ڈنڈی بناکر اور گڑھا کھود کر لوگون کو گمراہ بنایا اور ٹھوکرین کھلائین تو وہ حضرت ابوبکر کے (کہ جنکو صرف اپنے آپ سے ہی بہتر سمجھتے تھے) اوس انتظام مین خلل ڈالنے مین کب ساکت رہ سکتے تھے ۔

اسی موقعہ پر یہ امر بھی غور طلب ہے کہ جب حضرت عمرؓ کے استخلاف کے لئے کتابت لکھی گئی اور جسکے لکھنے والے عثمان بن عفان تھے تو اکابر انصار و مہاجر اونکی ولیعہدی پر ناخوش ہوکر مسلمانون کی طرف سے بطور سفیر حضرت ابوبکر کے پاس یہ پیغام لائے تھے کہ تمنے ایک مرد درشت خو اور غلیظ کو جسے تم خوب جانتے ہو ہمپر خلیفہ مقرر کیا ہے

---

[1] کتاب امامت والسیاستہ ۔ [2] دیکھو معارف علامہ ابن قتیبہ مطبوعہ مصر ۔

کل خدا کو کیا جواب دوگے تو ان باتوں کو حضرت عمرؓ جیسے درشت وسطر مزاج کے بزرگوار نے کسطرح سنا گوارا کر لیا کیا کچھ شبہ ہو سکتا ہے کہ ان سب طعن اور تشنیع کو اوسی پالیسی نے گوارا کرایا تھا جو ابتداً اختیار کی گئی تھی ورنہ کیا تماشہ کی بات ہے کہ جس مسئلہ استخلاف کو حضرت عمرؓ علی مرتضیٰؑ کے واسطے برخلاف مرضی پیغمبرؐ پسند نہ کرین مگر اوسی استخلاف کے روسے اپنے لئے حضرت ابو بکر کا جانشین بن جانا پسند کر لین۔

اسی موقعہ پر یہ امر بھی ضرور سمجھ لینا چاہئے کہ اگر حضرت ابو بکر اپنی کسی اولاد کے حق مین کتابت ولیعہدی لکھنا چاہتے تو حضرت عمر اپنی نظیر حسبنا کتاب اللہ[1] کو اوسکے مقابلہ کے لئے ضرور پیش کر کے حضرت ابو بکر کی دلی مرضی کی فوراً سے پیشتر روک ہو جاتے کہ ایسی ولیعہدی خلاف پالیسی اختیار کردہ کے تھی۔ یہ وجوہ تھے کہ حضرت ابو بکر اپنے کسی بیٹے کو مجبوراً حضرت عمر کے خوف اور خود اپنی پالیسی اختیار کردہ کے مخالف ہونے کی وجہ سے اپنا جانشین نہ کرسکے نہ وہ بات ہے کہ جسے ذی علم سائل نے اصلاح امت قرار دیا ہے یا جسے ایک فضیلت خلفاء کے لئے ظاہر کیا ہے۔

مگر مین یہ بھی کہتا ہون کہ گو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکر کے صاحبزادہ یا اونکے اہل قبیلہ نہ سہی مگر اونکے جاہلیت کے گاڑہے دوست تو تھے یاد کرو زمانہ جاہلیت مین حضرت ابو بکر کا پیشہ بزازی اور حضرت عمر کا عُکاظ کے بازار مین دلالی کرنا تھا[2] اور پھر بعد اسلام بھی اس درجہ متحد الخیال رہنا کہ جس غزوہ سے حضرت عمر بھاگے حضرت ابو بکر بھی اونکے پیچھے ہی رہے۔ ایسا پرانا میل جول اور متحد الخیالی مین جہانتک غور کرتا ہون عزیز و قریب کے درجہ سے کم قرار نہین پا سکتا اور خصوصاً اوس پالیسی کے لحاظ سے بھی جو اختیار کیگئی تھی۔

اس مقام پر مین ایک حدیث صحیح مُسلم سے لکھتا ہون اور مشکوٰۃ مین بھی اوس سے لیگئی ہے ذی علم سائل دیکھین کہ کہان تک وہ اونکے اس دعوے کی تائید کرنیوالی ہے

---

[1] دیکھو بحث اخلاق صفحہ ۱۴۸ کتاب ہذا ضمیمہ ۲ رسالہ روشنی جلد اول صفحہ ۲۸-۲۹-۳۰

[2] دیکھو صفحہ ۱۱۰ کتاب ہذا ۱۲

اگرچہ یہ حدیث کیا بحیثیت متن اور کیا بحیثیت سلسلۂ رواۃ حجت نہین ہو سکتی ہے متناً اسواسطے کہ ابتدائی حصہ حدیث کا آخر سے مخالف ہے اور سنداً اسواسطے کہ سلسلہ رواۃ مین تین راوی مقدوح ومجروح ہین مگر چونکہ کتب مقبولہ مذہب سائل مین وہ حدیث ہے اسواسطے وہ اونپر حجت ہے اور جسکے قبول کرنے مین خصم کو کچھ چون وچرا کا موقع مل نہین سکتا[سلہ] وہ حدیث یہ ہے ’’بی بی عائشہ فرماتی ہین کہ رسول خدا نے مرض موت مین مجھسے کہا کہ اپنے باپ اور بھائی (ابوبکر وعبد الرحمن) کو مجھے بلادو تا کہ مین ایک کتابت لکھدون اسواسطے کہ مجھے خوف ہے کہ کوئی آرزو کرنے والا آرزو کرے اور کہنے والا کہے کہ ہم مستحق خلافت ہین اور خدا نہین پسند کرتا ہے اور نہ مسلمان پسند کرتے ہین کہ بجز ابوبکر کے کوئی اور خلیفہ ہو‘‘ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عبد الرحمن کو پیغمبرؐ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ بلایا وہ اس کتابت کے لکھنے یا اوسپر گواہی کے واسطے نہین بلائے گئے تھے کہ اونکے ہاتھ کا کتبہ یا اوس کتبہ پر اونکی شہادت جرح سے بچ نہین سکتی تھی بلکہ مقصود پیغمبرؐ کا یہی تھا کہ مین اپنا جانشین ابوبکر اور اون کی اولاد کو جانتا ہون پس ایسی حالت مین حضرت ابوبکر کو اپنے صاحبزادہ عبد الرحمن کا ازروے نص پیغمبرؐ اپنا جانشین مقرر کرنا چاہئے تھا اور جب کہ اونھون نے ایسا نہین کیا تو مخالفت حکم پیغمبرؐ کی یا نہین اور خدا ورسول کے احکام سے مخالفت کرنے والا ہین تو اس موقعہ پر اپنی زبان سے کہہ نہین سکتا لیکن ہمارے ذی علم سائل غور فرماوین کہ مسلمانون کے نزدیک کیا قرار پانے کے قابل ہے۔

ہم قبول کرتے ہین کہ بی بی عائشہ کو اوس موقع پر جبکہ بعد پیغمبرؐ سقیفہ مین تعین جانشین پیغمبرؐ مین اختلاف واقعہ ہوا موقعہ اسکا نہ مل سکا کہ وہ اس حدیث پیغمبرؐ کو یاد دلاکر جھگڑہ کو روکدیتین اور جب کہ حضرت ابوبکر بے اندیشہ وناگاہ خلیفہ بھی مقرر ہوگئے تھے

[سلہ] دیکھو لائف علی مرتضی مولفہ مرزا نادر حسین صاحب لکھنوی ۱۲

تب اونکو کچھ ضرورت بھی اس حدیث کے بیان کرنیکی باقی نہین رہی تھی گو اونکو چاہئے تھا جب کہ علی مرتضےؑ نے مخالفت فرمائی تھی اور وجوہ اپنے استحقاق کے ہر خلافت مین ظاہر سکئے تھے تو وہ اس حدیث پیغمبرؐ کو اونکے روبرو پیش کرتین لیکن اونھون نے ضرورت نہین سمجھی ۔ مگر اس موقعہ پر جب کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کے واسطے کتابت لکھی بی بی عائشہ کا فرض تھا کہ وہ اپنے باپ کو یہ حدیث پیغمبرؐ یاد دلا کر پیغمبر کے حکم اور مرضی کے خلاف عمل کرنے سے روک دیتین اور بجاے حضرت عمر کے اپنے بھائی عبدالرحمن کو اپنے باپ کا جانشین مقرر کراتین اور جبکہ اونھون نے ایسا نہین کیا تو بیشک اپنے باپ سے برخلاف حکم پیغمبرؐ کے عمل کرانے والی بی بی عائشہ ہی ہوئین اور وہی قصوروار قرار پاسکتی ہین لیکن مین تو اس مقام پر صرف یہی کہتا ہون کہ حضرت ابو بکر قصوروار قرار پائین خواہ بی بی عائشہ مگر ذی علم سائل کو یہ حدیث پیغمبرؐ مرکوز فی الذہن کرنے کے بعد سوچنا چاہئے کہ اونکے اس دعوے کا کہ خلفاء نے کسی اپنے عزیز و اقارب کو اپنا جانشین مقرر نہین کیا کیا حقیقت ظاہر ہوتی ہے ۔

افسوس ہے کہ خلفاء کی اوسی پالیسی کیوجہ سے کہ جسکی بنا پر خلاف دستور قدیم ملک عرب کے خلافت خاندان رسالت سے نکال لیگئی اہلسنت نے بتقلید اپنے پیشواؤن کے یہ مسئلہ قرار دیدیا ہے کہ حکومت و خلافت کا وراثتًہ اصل وارث تاج و تخت کی طرف منتقل ہونا کچھ ضروری نہین ہے ۔

حضرت ابو بکر کے بعد اب مین اوسی پالیسی پر حضرت عمرؓ کا عمل دکھلاتا ہون معزز ناظرین اور ذی علم مخاطب سائل غور فرماوین کہ حضرت فاروق نے کسطرح تاویل و غیر تاویل کی حیثیت سے اوسی پالیسی کو زیر نظر رکھا ہے اور چونکہ درحقیقت یہی بزرگوار بانی مبانی اس پالیسی کے تھے اسوجہ سے بمقابلہ حضرت ابو بکر اونھون نے بہت رنگ بدلے ہین حضرت عمر کی اوس پالیسی پر بذات خاص عمل کی ابتدا چونکہ اون کے اخیر زمانہ زندگی

سے شروع ہوتی ہے بدینوجہ مجھے کسیقدر ابتدا سے اونکے حالات مقتل کیطرح لکھنا ہوگا۔

مقتل حضرت عمر

روایات کو جنکا تعلق اونکے قتل سے ہے مورخین نے جو بیشتر اونھین کے پیرو ہین اس دور اندیشی سے کہ اس پالیسی اختیار کرنے کا الزام اونپر عائد نہ ہوسکے ایسے خلط ملط حالت مین بیان کیا ہے کہ جس سے واقعات کا باسانی ذہن نشین ہونا اگر دشوار نہین ہے تو آسان بھی نہین ہے لہذا مین واقعات کو نہایت تحقیق سے سلسلہ وار بیان کرونگا تاکہ اوس پالیسی پر اونکا عمل اور اوسکا منشاء آسانی سے ایک معمولی فہم کا انسان بھی سمجھ سکے۔

صاحب تاریخ خمیس تحریر کرتے ہین کہ "وہ اپنے حج آخری مین جبکہ رمی الجمرات مین مصروف تھے (یعنے شیطان کے پتھر مار رہے تھے) کہ یکایک کسی شیطان[1] نے ایک پتھر اونکے سر مین مارا جو تڑسے لگا کہ جسنے اون کے سر کو شگافتہ کیا اور خون جاری ہوگیا لوگون نے آپس مین واقعہ سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خلیفہ اب زندہ نہین رہیگا"

اس واقعہ سے ایسے نتیجہ کی بنا اوسی اصول پر ہے کہ جب کسی ظالم یا دوسری حیثیت سے کسی نامور شخص کو کوئی افتاد دفعتاً ایسی پیش آجاوے کہ جسکے پیش آنے کا پہلے سے کچھ خیال بھی نہو تو عام مخلوق اوس خلاف امید واقعہ اور اوسکی حیثیت کے لحاظ سے اوس شخص کو بھلائی یا برائی کی نسبت نتائج قیاسی ظاہر کیا کرتے ہین اور ایسے واقعات اور اُن پر قیاسی نتائج کے نظائر میرا جہانتک خیال ہے ہر شخص اپنے عہد زندگی مین اپنی زیر نظر رکھتا ہے۔

اس روایت سے گو یہ معلوم نہین ہوتا کہ حضرت عمر نے اوس کسی کی کہ جسنے پتھر مارا تلاش بھی کی یا نہین لیکن ایک دوسری روایت سے اس امر کا پتہ ضرور چلتا ہے کہ اس واقعہ سے خود حضرت عمر کا بھی قیاس وہی ہوا جیسا کہ دیگر لوگون نے اس واقعہ کے

---

[1] مارنے والا نہ دکھائی دیا نہ تحقیق ہوا اسوجہ سے ایسے لغو اور واہیات فعل کو بجز فعل شیطانی اور کچھ نہین کہنا چاہئے ۔ مؤلف عفی عنہ

پیش آنے پر اونکی نسبت نتیجہ ظاہر کیا تھا یعنی مورخین کا اسپر اتفاق ہے کہ جب وہ اپنے حج آخری سے دار الخلافت مدینہ مین واپس آئے تو اونسے ایک کعب الاحبار نے یہ بیان کیا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اپکی زندگی مین صرف اب تین روز باقی ہین اس پر حضرت عمر نے اوس سے دریافت کیا کہ یہ تو کیونکر کہتا ہے اوسنے جواب دیا کہ کتاب خدا (توریت) سے پوچھا کیا میرا نام اوس مین ہے۔ اوسنے جواب دیا کہ نام تو نہین ہے لیکن صفات و عادات و حلیہ سے آپ ہی معلوم ہوتے ہین" (روضۃ الاحباب جلد ثانی صفحہ ۱۱۴ و تاریخ کامل جلد ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰ و تاریخ خمیس مطبوعہ مصر صفحہ ۲۴۹) انہین مورخین کی یہ بھی تحقیق ہے کہ "اوسوقت تک کوئی عارضہ حضرت عمر کو نہ تھا کہ جس سے اون کی ظرف زندگی کے چھلکنے کی امید ہوتی"

اس روایت مین یہ امر تشنہ رہتا ہے کہ اوس کعب الاحبار نے خود حضرت عمر سے آکر بلا اون کی دریافت کے یہ واقعات بیان کئے یا حضرت عمر نے خود اوسے بلاکر یہ حالات پوچھے تھے اور اوسنے حضرت عمر کے دریافت پر اونسے یہ ظاہر کیا اور مین خیال کرتا ہون کہ ان مورخین نے حضرت عمر کی رعایت کی وجہ سے یہ امر روایت سے ترک کیا ہے البتہ اعثم کوفی اپنی تاریخ مین یہ لکھتا ہے کہ حضرت عمر نے خود اوسے بلایا تھا[1]

ہم کیا کوئی ذی فہم شاید قبول کر سکے کہ حضرت عمر جیسے سخت خلیفہ کے روبرو ایک غیر مسلم کو یہ جرأت ہو کہ وہ از خود حضرت عمر کے روبرو آکر اپنے حساب کے بموجب اون کو اونکے مرگ کی خبر دے جبکہ ہم اس زمانہ مین بھی یہ دیکھتے ہین کہ اوس قوم اور پیشہ کے لوگ جو اس ملک مین بھی غیب کی خبرین دیا کرتے ہین کبھی کوئی ایسی خبر کہ جو بری ہو کبھی کسی کی نسبت اوسکے روبرو ظاہر نہین کرتے ہین ہان یہ ممکن ہے کہ کسی وسوسہ

---

[1] صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۱ھ مؤلف عفی عنہ۔

کی بنا پر خود کسی سے جو غیب کی خبرین دینے کا پیشہ رکھتا ہو جیسے کہ ہندوستان مین بھی منجم اور بالعموم جوتشی پنڈت یہ کام کرتے ہین کوئی شخص کچھ دریافت کرے اور وہ منجم اپنے حساب کے بموجب اوس وسوسہ کے لحاظ سے اوسکی نسبت کچھ جواب دیوے پس مین جہانتک غور کرتا ہون اوس کعب الاحبار کا دربار خلیفہ صاحب مین حسب الطلب آنا اور اون کی نسبت اوس خبر کا دینا جسکا ذکر روایت مین ہے اسی بنا پر تھا۔ اور چونکہ اونکے ایمان و اسلام کی بنا ہی محض اخبار کاہنین پر تھی اسوجہ سے اونکا زیادہ تر عقیدہ ایسے لوگون کی پیشین گوئیون پر تصدیق کا تھا اور اسوجہ سے مورخین نے بجز علامہ اعثم کوفی کے روایت مین کعب الاحبار کی طلبی کو اوڑا کر بجائے اوسکے اوسکا خود آنا ظاہر کیا ہے اور اس جگہ سے اوس روایت کی تائید ہوتی ہے کہ اون کے دل مین بھی اوس ناگہانی پتھر کی چوٹ نے وہی وسوسہ ڈالدیا تھا کہ جو عام مخلوق نے اُس غیبی واقعہ سے انکی نسبت نتیجہ اونکی وفات کا ظاہر کیا گیا اور اوسی وسوسہ کو وہ کاہنین سے صاف کرنا چاہتے تھے لیکن افسوس ہے کہ نتیجہ نے اونکے وسوسہ کی اور تصدیق کی کہ کسی درجہ اور عزت کا کوئی انسان بھی گو سب یہ جانتے ہین کہ آخر مرنا ہے مگر تاہم اپنا مرنا نہین چاہتا۔ بہر حال حضرت عمر اس ناگہانی واقعہ کے نتیجہ اور اوسپر کعب الاحبار کی تصدیق سے خود پریشان ہو ہی رہے تھے کہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ابولولوہ عرف فیروز جو مغیرہ بن شعبہ حاکم کوفہ کا غلام تھا اور جو مکہ سے حضرت عمر کے ساتھ ساتھ آیا تھا اوسنے حضرت عمر کے اجلاس مین اوس سنگین ٹکس کی عذرداری کی جو اوسپر حاکم کوفہ نے سو درہم ماہوار کی تشخیص کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اوس عذرداری کو ان وجوہ پر نامنظور کیا کہ عذردار ایک نامی دستکار نقاشی حدادی اور نجاری کا ہے اور ہوائی چکی بھی بے مثل بناتا ہے کہ جسکی اوسنے تصدیق کی تھی

عذرداری کے خارج کرنے کے بعد حضرت عمر نے اوس سے اپنے لئے ایک ہوائی چکی

بنا دینے کو حکم دیا جسکو اوسنے ان الفاظ سے قبول کیا کہ مین آپ کے لئے ایسی چکی بناؤنگا جسکا ذکر غرب سے شرق تک میرے اور آپ کے لئے لوگ کرتے رہین ۔ (دیکھو اسناد بالا یعنے روضۃ الاحباب وغیرہ) ۔

صاحب خمیس اس مقام پر یہ تحریر کرتے ہین کہ "اوسکے جواب کا طرز اس بات کا یقین دلاتا تھا کہ وہ حضرت عمر کو قتل کرے گا" یہ امر بیشک مترشح ہوتا ہے کہ اوسکے جواب مین بو اوس ناخوشی اور رنج کی ضرور آتی ہے کہ جو اوسکو عذرداری کی ڈسمسی سے حاصل ہوئی تھی چنانچہ عام طور پر اوسوقت اور لوگون نے بھی یہی قیاس اوس طرز جواب سے کیا اور اسیوجہ سے لوگون نے اوس جواب کو گستاخی قرار دیکر حضرت عمر کو اوسکے قتل کی راے دی جسکو اونھون نے نامنظور کیا ۔ گو مورخین نے یہ راے دی ہے کہ "قصاص قبل قتل یا سزا قبل وقوع جرم چونکہ خلاف اخلاق اور ظلم و جور ہے اس وجہ سے سفارش قتل نامنظور کی گئی لیکن ہمکو اس سے اختلاف ہے کہ یہ وجوہ اس موقعہ پر باعث نامنظوری سفارش قتل کے ہوئی ہون ۔ بلکہ درحقیقت اس موقعہ پر نامنظوری قتل کا سبب وہ جواب ابو لولوہ کا ہے کہ جو ایک اعلے درجہ بلاغت کا رکھتا ہے کہ جس مین ایک خاص دہمکی کے علاوہ تعمیل حکم کا بھی پہلو مضمر ہے اگر یہ جواب ایسا درجہ بلاغت کا نہ رکھتا ہوتا تو وہ وجہ عدم منظوری سفارش کی جو مورخین نے بیان کی ہے اوسکے واسطے کبھی سبب نامنظوری سفارش قتل کا نہ ہوتی کیونکہ حضرت عمر سے دہشت اور سخت طبیعت کا یہ مقتضے ہی نہ تھا کہ وہ کسیکو کسی گستاخی یا جرم پر معافی کا پروانہ دیتے ۔ بلکہ وہ اکثر بے گناہون کو بات بات پر عقاب کی دہمکیان دیتے تھے ۔ بالخصوص عورتون کو ۔

حضرت عمر کی سخت اور درشت خصلت اونکی بناوٹی عادت نہ تھی بلکہ ایک فطرتی مادہ تھا جسکی تائید اوس روایت سے ہوتی ہے کہ جسکو صاحب خمیس (صفحہ ۹ ۲۴۳ مصر)

اور دیگر مورخین نے بھی قبول کیا ہے کہ سفر واپسی حج مین جبکہ وہ بمقام ضجنان جو درمیان مکہ اور مدینہ کے واقعہ ہے پہونچے اور وہان پڑاؤ کیا تو اوس جنگل کو دیکھکر خدا کی حمد و ثنا کی اور کہا کہ مین اسی وادی مین خطاب (اپنے والد بزرگوار کا نام لیا) کے اونٹ چرایا کرتا تھا اور وہ ایک سخت اور درشت شخص تھا جب مین کام کرتا تھا تو وہ پیچھا لیتا تھا۔ (عرب مین یہ محاورہ ایسے موقع پر استعمال کیا جاتا ہے کہ جیسے ہندوستان مین بھی گنوارون مین چلتے بیل کی ایک مثل مشہور ہے) اور جب مین کوتاہی کرتا تھا تو مجھے مارتا تھا اور اب مین ایسی حالت مین صبح و شام کرتا ہون کہ میرے اور خدا کے درمیان کوئی شخص نہین ہے کہ جس کا مین خوف کرون۔

اس روایت مین قطع نظر اسکے کہ اونکے مزاج مین درشتی اور سختی فطرتی یا موروثی مادّہ تھا یہ امر بھی قابل لحاظ اہل نظر ہے کہ کس اعلے درجہ کی تعلیم و تربیت کا اونھون نے حصہ لیا تھا کہ جسکو اوس آداب و وقعت سے ہر کوئی جان سکتا ہے کہ جو حضرت عمرؓ جیسے خلف سعید کی زبانسے اونکی والد بزرگوار کی نسبت ظاہر ہوتی ہے۔

کوئی وجہ ہو بہر حال حضرت عمر نے سفارش قتل کی نامنظور کی لیکن اسمین کچھ شبہ نہین ہے کہ ابولولوہ کا وہ جواب اور جواب کے تیور ایسے نہ تھے کہ جسپر حضرت عمر کو برخلاف اپنی طبیعت کے کچھ کھٹکا نہ ہوتا اور یہ دوسرا واقعہ منجملہ اونہین اقسام کے ضرور وہ سمجھنے والے تھے جو مکہ مین بوقت رمی الجمرات کے پیش آیا تھا اور ضرور وہ اسی شش و پنج مین رہتے تھے کہ آثار پہلے معلوم نہین ہوتے۔ اس مین کچھ شبہ نہین ہے کہ جب کسی بادشاہ کے زوال کا زمانہ قریب آتا ہے یا اوسکی موت قریب ہوتی ہے تو قریب زمانہ زوال یا وفات مین ضرور ایسے سانحات پیش آتے ہین کہ جنسے لوگ اوس بادشاہ یا کسی دیگر نامور شخص کی نسبت اوسکے زوال یا وفات کی یا کسی سنگین سانحہ کے رونما ہونے کی پیشین گوئی کرتے ہین اور زبان خلق نقارۂ خدا مشہور ہے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ اسی غم و ہم مین تھے کہ ایک روز انھون نے خطبہ مین یہ فرمایا کہ ”مین نے خواب دیکھا کہ ایک مرغ سُرخ آیا اور اُس نے میرے دو تین ٹھونگین مارین[51] جسکی تعبیر یہ ہے کہ اجل میری قریب ہے اور مینے اس خواب کو اسماء بنت عمیس سے جو بیان کیا تو انھون نے یہ تعبیر دی کہ تمھارا قاتل کوئی مرد عجم[52] ہوگا۔ لوگون نے خواب سنکر اُن کو اطمینان دلایا“

(روضۃ الاحباب صفحہ ۱۳۹ و طبقات ابن سعد صفحہ ۳۷۲ قلمی و اعثم کوفی)

اس مقام پر مجھے خواب کے متعلق یہ امر ظاہر کرنا چاہیئے کہ اُس کی نسبت مذہب اسلام مین کیا اعتقاد کیا جاتا ہے وہ لوگ جو فلسفانہ حیثیت نہین رکھتے ہین وہ تو خواب کو ایک نوع کی گویا بشارت تسلیم کرتے ہین لیکن فلسفانہ خیالات رکھنے والے اُس کی نسبت یہ رائے رکھنے والے ہین کہ انسان جیسے منصوبے حالت بیداری مین باندھا کرتا ہے یا جو خیالات اُس کے پیش نظر رہتے ہین وہی منصوبے اور خیالات حالت خواب مین بھی ایک خاص شکل مین روبکار ہوتے ہین۔ اور نسبت خواب کی تعبیر کے ہم کو اس امر سے قطعی اتفاق ہے کہ سچی تعبیر خواب کی وہی ہو سکتی ہے کہ جو خود خواب دیکھنے والے کے ذہن مین آوے کیونکہ واقعات زندگی کا انطباق واقعات خواب سے جیسا کہ خود خواب کا دیکھنے والا کر سکتا ہے دوسرا شخص نہین کر سکتا۔

اس خواب کی تعبیر چونکہ خود حضرت عمرؓ نے فرمائی ہے اس وجہ سے اُس کو مین بہت صحیح خیال کرتا ہون بمقابلہ اُس کے جو لوگون نے عام دستور کے موافق کہدیا کہ ”نہین آپ کا خواب بہتر ہے“ اور آپ اطمینان فرمایئے“ جو محض اس سطوت شاہانہ کی داب سے تھی جو حضرت عمرؓ کو حاصل تھی اور جس کا رتبہ خوشامد سے زیادہ درجہ اگر کوئی ہو تو اُس کے واسطے اُس کا استعمال نہایت موزون ہو سکتا ہے۔

---

[51] منقار زد کا ترجمہ ہے ۱۲

[52] اعثم کوفی کی تحقیق ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے اپنے قاتل کو عجمی تبلایا تھا۔

مین جہان تک اس خواب کی نسبت خیال کرتا ہون تو یہ پاتا ہون کہ ایک تو وہ وقعہ پتھر لگنے کا اور جو کعب الاحبار نے اس کی تصدیق کی تھی حضرت عمر کے پیش نظر تھا اور وہ ہمیشہ دل مین کھٹکنے والا تھا دوسرے یہ واقعہ جس کا تعلق جواب ابو لولوہ سے تھا تازہ پیش نظر تھا انھین اتفاقیہ اور ناگہانی پے در پے واقعات کے اثر نے جس ورطہ غم مین اُن کو ڈبو رکھا تھا وہی خیالات حالت خواب مین بھی ردبکار ہوے جس کو فلسفانہ خیالات والے بھی قبول کرسکتے ہین اور وہ بھی جو خواب کو بشارت کی حیثیت سے ماننے والے ہین جب کہ وہ اس امر پر غور کرینگے کہ درحقیقت نتیجہ اون کا وہی ہوا جو خود اُنھون نے تعبیر خواب کی فرمائی تھی۔

یہ امر ہرگز قابل اعتراض کے نہین ہوسکتا ہے کہ حضرت عمر کو ان واقعات سے تردد تھا۔ ہم اپنی آنکھ سے اس زمانہ مین بھی دیکھتے ہین کہ اکثر منجم اور جوتشی پنڈت اپنے علم سے جب کسی انسان کے دریافت پر اُس کے حالات زندگی خواہ ان کا تعلق سنین ماضیہ سے ہو یا آیندہ سے بیان کیا کرتے ہین اور آخر مین وہ اپنے معمول کے موافق مشوش واقعات پیش آنے والے بھی سائل کو تبلا دیتے ہین حالانکہ ہر شخص اس عادت کو اُن کی جانتا ہوتا ہے اور پورا یقین رکھتا ہوتا ہے کہ اُن کی وجہ معاش ہی یہی ہے اور اُس کے وہ تشویش پیدا کر دینے والے واقعات "لیس لشی" سے زیادہ درجہ رکھنے والے نہین ہین تاہم انسان متردد اور متوحش ہو ہی جاتا ہے اور اس کو کفارہ جیسے صدقہ یا اُتارا بھی کہتے ہین جو وہ منجم یا پنڈت تبلاتا ہے دینے پر برانگیختہ کر ہی دیتا ہے۔ اس وجہ سے حضرت عمر کا اُن واقعات پر متردد ہو جانا خلاف فطرت انسانی کے نہین ہو سکتا بالخصوص خلاف فطرت کسی ایسے انسان کی جس کی نسبت جمہور فرقون اسلام کا اتفاق غلطی ہونے کا ہو یا یون کہو کہ معصوم ہونے کا نہ ہو۔

اس خواب کے بیان کرنے کے بعد آنھون نے اپنی وعظ کو ختم کیا اور گو روایات

سے تو یہ نہین پایا جاتا ہے کہ اُنھون نے اُس روز کچھ اور بھی وعظ فرمایا یا صرف یہی خواب بیان کیا تھا مگر واقعات جو اب تک ہم نے لکھے ہین کافی ثبوت اس امر کے لئے ہین کہ اس روز صرف یہی خواب اُنھون نے اپنا بیان کیا ہوگا اور دیگر موعظے سے وہ لوگون کو متاثر نہ کر سکے ہون گے یا خلاف اس کے ہوا ہو جس پہ مجھے اصرار کی ضرورت نہین ہے بہرحال منبر سے اتر کر حضرت ابن عباس کو ساتھ لیے ہوئے روانہ ہوئے کہ اثناء راہ مین اُنھون نے ایک ایسی ٹھری سانس بھری کہ حضرت ابن عباس کو ان کی پسلیان ٹوٹ جانے کا گمان ہوا اور وہ خاموش نہ رہ سکے اور سبب اُس افسردگی کا پوچھا جسکے جواب مین اُنھون نے فرمایا کہ بیشک سبب افسردگی کا یہ امر عظیم ہے کہ مین اپنے بعد امت محمدی کا کیا انتظام کرون۔ ،،

اُس کے جواب مین حضرت ابن عباس نے جو کچھ رائے دی ہے اُس کو تو مین بعد کو بیان کرون گا مگر اُس سے پہلے مین بڑی حیرت سے اس امر کو ظاہر کرنا اپنا فرض جانتا ہون کہ کیون حضرت عمر نے اُمت محمدی کو اپنے بعد بلا انتظام چھوڑ جانے کو ایک امر عظیم جانا اور کیون نہین تقلید کی اُس بزرگوار کی جس کو وہ نہ صرف اپنے آپ سے بلکہ حضرت ابوبکر سے بھی بہتر جاننے والے تھے اور جس کو مین اپنے اعتقاد مین تمام انبیاؑ سے بہتر و افضل جانتا ہون اور ہر ایک سچے مسلمان کو اسی عقیدہ کا پابند ہونا چاہیے اور جس کی نسبت حضرت عمر اور اُن کے پیرو اس بات پر اصرار کرنے والے ہین کہ اُس نے اپنے مابعد زمانہ کا کچھ انتظام نہین کیا تھا اور وہ اپنی امت کو ہمل چھوڑ گیا ؟

ہمل کے لفظ کا اس مقام پر مین نے اس غرض سے استعمال کیا ہے کہ عرب لوگ ہمل اہل ،، اس وقت استعمال کرتے ہین جب وہ اونٹون کو بلا چرواہے کے چھوڑ دیتے ہین جس سے میرا مطلب یہ ہے کہ بانی مذہب اسلام نے حضرت عمر اور اُن کے پیرو ہمارے سائل مخاطب کے اعتقاد کے بموجب اپنی امت کو بلا محافظ چھوڑا تھا اور جس کی

پھر بھی حضرت عمرؓ کو نہایت ضروری تھی کہ جو ان کے اعتقاد کے موافق سنت رسول تھی۔ اور ایسی حالت مین کیا وجہ ہے کہ اُن پر برخلاف عمل کرنے کا یا یون کہو کہ سنت پیغمبرؐ کو توڑنے کا یا حملہ کرنے کا الزام عاید نہ کیا جاوے؟ مگر مین اس کو تسلیم کرتا ہون کہ جب حضرت عمرؓ ایسے بے دھڑک بزرگوار تھے کہ وہ پیغمبرؐ کی زندگی مین ان پر حملہ کی پروا نہین کرتے تھے۔ یاد کرو حدیبیہ کا دن اور نبوت پر عظیم حملہ۔ اُس کارروائی پر بھی حملہ کا اقدام جو پیغمبرؐ نے کفار سے صلح کی فرمائی تھی۔ اور اگر وہ ستر و بروایتے نوّے بھی اپنے متحد الخیال اُس معاملہ مین پا جاتے تو ضرور مرتکب حملہ کے ہوتے گو کسی جرم کا اقدام برابر اُسی جرم کے ارتکاب کے ہے اور ہر مجرم بصورت اقدام کسی جرم کے بھی مستحق اُسی سزا کا ہوتا ہے جس مین وہ بصورت ارتکاب سزا پاتا۔ اور گو پیغمبرؐ کی حیات مین اُنھین ایسے حملون کے ارتکاب کا موقعہ نہ ملا ہو یا عین ہنگام وفات کسی کارروائی پیغمبرؐ پر حملہ اور اُس مین کامیابی کا موقع ملا ہو لیکن اُنھون نے اپنے عہد مین ضرور پیغمبرؐ کے قوانین نافذہ کی دفعات پر حملہ کیا ہے جس سے میری مراد ایک تو اس واقعہ زیر بحث سے ہے کہ خود حضرت عمرؓ اور اُن کے پیرو پیغمبرؐ کی نسبت یہ اعتقاد رکھنے والے ہین کہ اُنھون نے کسی کو اپنی اُمت کا محافظ نہین چھوڑا پھر برخلاف اپنے اس عقیدہ کے اُس عمل پیغمبرؐ پر یہ حملہ نہین ہے تو کیا ہے جو ایسے عمل کو وہ ایک امر عظیم جاننے والے ہوے اور دیگر حملون کا بھی بطور مختصر اسی بحث مین آئندہ ذکر ہوگا جو اُنھون نے اپنے عہد مین پیغمبرؐ کے قوانین نافذہ کی بعض دفعات پر کیے ہین۔

اب مین حصہ ابتدائی روایت کا یاد دلا کر بقیہ روایت کو بیان کرتا ہون کہ جب حضرت ابن عباس سبب افسردگی تسلیم کر چکے تو اُسکے جواب مین اُنھون نے فرمایا "یہ تو کوئی ایسا امر عظیم نہین ہے آپ مجاز ہین جسے چاہین خلیفہ مقرر کر دین مگر ہان کوئی ثقہ شخص ہو" مفصل:

حضرت ابن عباس کا جواب قیصر روم کے سوالات نہ تھے کہ جنکو حضرت عمرؓ نہ سمجھتے

فوراً ہی تاڑ گئے اور کہنے لگے "شاید ثقہ سے مراد تمہاری اپنے صاحب (علی مرتضیٰ) سے ہے انھون نے کہا بیشک اور بخدا بلحاظ سابق الاسلامی اور کیا بلحاظ قرابت قریبۂ نبویؐ اور کیا بلحاظ دامادی پیغمبرؐ اور کیا بہر حیثیت سے کوئی بھی آج اس کام کے لیے اُن سے بہتر نہین ہے۔ اِس کو سُنکر حضرت عمرؓ نے کہا ہان یہ تو سب صحیح ہے لیکن اُن کے مزاج مین مزاح ہے"

حضرت عمرؓ کا علی مرتضیٰ پر الزام مزاح کا لگانا ہماری سمجھ مین نہین آتا کہ کسقدر ایک محقق اور مہذب شخص کی نظر مین قابل وقعت ہوگا قطع نظر اس کے جو اختلاف اور کشیدگی اُنکو خاندان رسالتؐ سے تھی جو باعث اُنکی اس پالیسی کے اختیار کرنے کا ہوئی کہ خلافت خاندان رسالتؐ مین برخلاف دستور قدیم ملک عرب کے نہ جانا چاہیے یا وراثت فی النسل کوئی چیز نہین ہے جبکہ ہم اُس کراہت سے بھی واقف ہین جو علی مرتضیٰ کو حضرت عمرؓ سے تھی اور ہر سچے پیرو علی مرتضیٰ کو ضرور بہ تقلید جناب علی مرتضےٰ حضرت عمرؓ سے کراہت رکھنی چاہیے جسکا ذکر بخاری کی اُس روایت مین ہے جسمین علی مرتضیٰ کا ابوبکر کو مصالحت کے لیے بعد وفات سیدہؑ جبکہ اُنکی وجاہت لوگونکی نظرون مین نہین رہی تھی تنہا بلانا اور حضرت عمرؓ کا حضرت ابوبکر کو تنہا جانے سے ممانعت کرنا بیان ہوا ہے۔ گو یہ واقعات ایسے ہین جو ایک جائز الخطا شخص کو اس معصوم سے کہ جسنے اپنی کراہت اُس سے ظاہر کی ہو گو بطور مزاح ہی سہی ضرور اس جائز الخطا شخص کے دل مین اُس معصوم کی طرف سے تخم عداوت کو بو دینے یا کینہ دیرینہ کے تر و تازہ کر دینے کے لیے کافی ہے تاہم مجھے اس موقع پر مزاح کی حقیقت دکھانا چاہیے کہ جسکی آڑ مین علی مرتضیٰ پر حملہ کیا گیا ہے تاکہ خوش خلاق لوگ اُس حملہ کو میزان اخلاق مین تولین اور اُس کے حملہ کے وزن کا اندازہ کرین۔

فصل: مزاح کیا چیز ہے؟ وہ ایک محمود امر ہے جو واسطے تفریح طبع کے ایک نہایت ضروری

امر ہے لیکن حد اعتدال سے اُس کا تجاوز کر جانا البتہ امر مذموم ہے جو ایسے غیظ و غضب کا سبب ہو جاتی ہے کہ جس کو حکمارنے اوصاف رذیلہ مین داخل کیا ہے۔ لیکن حد اعتدال سے اُس کا تجاوز نہ کرنا ایسا امر محمود واسطے تفریح طبع کے قرار پایا ہے کہ جسکو مغز مسائل کے مذہب مین مباح اور سنت مستحبہ کے درجہ کی غرت مین شمار کیا گیا ہے جب کہ وہ اپنے مخاطب کے نفس کی خوشنودی اور اس سے ازدیاد موانست کے واسطے کیا جاوے۔

ہم کو اس امر سے انکار نہین ہے کہ علی مرتضےٰ مزاح نہین کرتے تھے بیشک وہ مزاح موقعہ پر فرماتے تھے اور اس عمل کی بھی تعلیم اُن کو پیغمبرؐ سے ہوئی تھی جیسا کہ پیغمبر خدا کی نسبت متعدد احادیث سے ثابت ہو گیا ہے کہ وہ بھی مزاح فرماتے تھے[1] لیکن علی مرتضےٰ یا پیغمبر[2] خدا کی نسبت کسی کا یہ کہنا کہ وہ بزرگوار مزاح مین حد سے تجاوز کرنے والے تھے یا اس درجہ پر مزاح فرماتے تھے جو معیوب ہو ہرگز اُس وقت تک قابل پذیرائی نہین ہو سکتا جب تک کہ الزام دہندہ کی نسبت اِس امر کا قطعی فیصلہ نہ کر لیا جاوے کہ اُسمین قابلیت بھی ایسی امتیاز کی ہے یا نہین اور مین جہان تک غور کرتا ہون کسی کو حد اعتدال اور اُس حد سے تجاوز کا امتیاز کرنا دشوار تر امر ہے۔ اور محض بلا مادّہ ایسے امتیاز کے کسی کا کسی پر الزام لگانا جہان تک ایک خوش خلق شخص غور کرے گا الزام لگانے والے کی نسبت بداخلاقی کا سارٹیفکٹ دیگا۔

مزاح معتدل ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ جس کا تجربہ میری آنکھین مین جس سوسائٹی مین جاتا ہون کرتی ہین اور جس سے شان خوشی اور خورمی کی ہویدا ہوتی ہے اور ایسے ہی اوصاف سے انسان خوش اخلاق سمجھا جاتا ہے البتہ کسی رجل مین برخلاف اُسکی عادت بد خصلت عبوس اور خشن مزاجی اور غلظت کی ایسی مکروہ ہے کہ جس کی کراہت پر قرآن مین نص جلی "عبس و تولی ان جاره الاعمی" کی موجود ہے۔

---

[1] دیکھو باب مزاح مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف جلد ۴ و شمائل ترمذی [2] دیکھو اسناد بالا ۱۲

حضرت عمرؓ سے ناممکن تھا کہ وہ الزام مزاح کا علی مرتضیٰ پر نہ لگاتے کیونکہ ایک تو علی مرتضے کو اُن سے کراہت تھی دوم حضرت عمر مین مادہ امتیاز تجاوز حد مزاح کا نہ تھا اُس پر طرہ یہ کہ وہ خود فطرتی عبوس خشن مزاج اور مرد غلیظ تھے جس کی تائید ایک تو اُس روایت سے ہوتی ہے جس کو مین نے تاریخ خمیس سے اسی سلسلہ مین اوپر بیان کیا ہے اور علاوہ اُس کے وہ کتب بھی اپنے دامن مین ایسی بہت سی روایات رکھتے ہین کہ جنمین سے بعض کو مین نے بسلسلہ اُون کے بیان اخلاق کے اس کتاب مین لکھا ہے[لہ]۔ اور اِس صورت مین علیؑ مرتضے پر الزام مزاح کا اُن کا حملہ جو برعکس اُن کے مزاج کے تھی عین اُن کی خطا ہے اور مین جہان تک غور کرتا ہون اُن کے ایسے حملہ سے علی مرتضے پر کوئی الزام عاید نہین ہوسکتا۔

علی مرتضے پر اس الزام کے بعد جب حضرت ابن عباس نے یہ سمجھ لیا کہ میری رائے برخلاف اُن کی پالیسی قرارہ دادہ کے ہے تب اُنھون نے حضرت عثمان کے لئے رائے دی جو اُنکی پالیسی مین شریک تھے اور جو کاتب دستاویز جانشینی حضرت عمر منجانب حضرت ابوبکر تھے اور جس کی نسبت ضرور حضرت ابن عباس نے سمجھ لیا تھا کہ حضرت عمر اُن کے احسان مند بھی ہین لیکن حضرت عمر نے کہ جو بہت سے زمانہ دیکھے ہوئے گرم و سرد چشیدہ جاہلیت تھے بطور مصلحت اُن کی نسبت یہ فرمایا کہ ''اگر مین نے اُس کو خلیفہ مقرر کردیا تو بخدا وہ لوگون کی گردنون پر بنی معیط (بنی امیہ) کو مسلط کرے گا۔ اور وہ لوگ اپنے کرتوتون سے درگذر نہ کرین گے عثمان اُن کی طرف داری کرے گا اور اِن سب امور کا نتیجہ سبب اُس کے قتل کا ہو جائے گا''

جب حضرت عثمان کی نسبت بھی حضرت ابن عباس کو اُن کی یہ ظاہری رائے معلوم ہوچکی تب اُنھون نے فرمایا طلحہ ابن عبید اللہ کو خلیفہ کردیجئے جس کی نسبت حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ مغرور شخص ہے اور مین مغرور شخص کو اُمت محمدی پر خلیفہ مقرر کرنا

[لہ] دیکھو صفحہ ۱۷۰ کتاب ہذا۔ مولف عفی عنہ ۱۲

نہین چاہتا پھر حضرت ابن عباس نے زبیر ابن عوام کی نسبت راے دی تو کہا وہ بخیل ہے ایک وزن صاع اور مُد جو پر باہم لوگون سے طمانچہ بازی کریگا یہ سُنکر ابن عباس نے کہا تو اچھا سعد ابن ابی وقاص کی نسبت آپکا کیا خیال ہے کہا کہ ہان وہ اس کام کے لیے موزون تو ضرور ہے مگر ایک فوجی شخص ہے اور ایسے ہی عبد الرحمن ابن عوف کی نسبت یہ جواب دیا کہ وہ کمزور شخص ہی اور آخر کار اپنی یہ راے ظاہر کی کہ مین ایسے شخص کو خلیفہ کرنا چاہتا ہون کہ جو قوی ہو مگر درشت نہو نرم ہو ضعیف نہو سخی ہو مگر مصرف نہو ممسک ہو مگر بخیل نہو جسکو سُنکر حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ یہ باتین تو سب آپ ہی مین ہین[لہ]

حضرت ابن عباس کا حضرت عمر کے اُن بیان اوصاف پر جنھین اثنا مین اُن جملہ اوصاف کا قبول کرنا بھی درحقیقت ایک مزاح کی بات تھی کہ جو اُنھون نے واسطے خوشنودی نفس اپنے مخاطب کے بطور مصلحت فرمائی تھی ورنہ حضرت ابن عباس بھلا کیون اُن اوصاف کو اُنہین قبول کرنے لگے تھے کہ جو درحقیقت اُنہین نہ تھے اور خود حضرت عمر بھی اپنی ذات مین اُن اوصاف کو قبول نہین کرتے تھے جیسا کہ اُنکے اُس خطبہ کے کلمات سے بھی اُسکی تائید ہوتی ہی جو اُنھون نے اپنی خلافت مین شاید پہلا خطبہ پڑھا تھا اور جسکو مین بہ سلسلہ اُنکے بیانِ اخلاق کے لکھ آیا ہون اور اس جگہ یاد کے تازہ کرنیکے لیے پھر لکھتا ہون -

"الھم انی شدید قلبی وانی ضعیف فقونی وانی بخیل فسخنی" الخ لیکن نہایت تعجب خیز اس موقع پر یہ امر ہے کہ حضرت عمر نے یہ جواب سنکر کسی طرح کا عذر حضرت ابن عباس سے نہین کیا مین اس بارہ مین بجز اسکے کہ اُنکے پیرون کو اُن کے حافظ کی داد دون اور کچھ راے نہین دے سکتا۔ اسی موقع پر یہ امر بھی نظر انداز نہین کرنا چاہیے کہ جن لوگون کی نسبت حضرت ابن عباس نے ووٹ دیا تھا اُن مین سے بعض کے اسماء اصحاب عشرہ مبشرہ کے لسٹ مین مندرج ہین اور جبکہ قضیہ یہ مسلم ہو کہ حیات پیغمبر مین حضرت عمر خود پیغمبر پر حملہ

[لہ] دیکھو استیعاب امام عبد البر و ازالۃ الخلفاء اعثم کوفی وغیرہ سکہ دیکھو صفحہ ۷۰ کتاب ہذا - مولفہ عفی عنہ ۱۲

خوگر ہو گئے تھے تو پھر وہ حدیث پیغمبر الصحابۃ کلہم عدول کے مستحکم پھاٹک کی چولون کو ڈھیلا کر دینے کی کب پروا کر سکتے تھے اسی موقع پر یہ امر بھی کیا قابل تعجب نہین ہی کہ جن بزرگوارون کا حضرت عمر نے حضرت ابن عباس کی رائے کے موافق واسطے آئندہ کے خلیفہ ہونا پسند نہین کیا اور ہر ایک مین ایک عیب ظاہر کیا لیکن پھر انھین مین سے بعض کو صحاب شورہ بھی قرار دیا اگر اُن مین وہ عیب خلیفہ ہونے کے لئے قابل اعتراض تھے تو بیشک واسطے شوریٰ کے بھی وہ عیوب اُن کو حضرت عمر کے منشاء کے موافق مستقیم سے بری نہین کر سکتے لیکن ناظرین کو ان تمام واقعات کے ساتھ اُس پالیسی پر ضرور نظر رکھنا چاہیے کہ جس کے بانی مبانی یہی بزرگوار تھے اور جس کی رو سے خلافت کو اصل وارث کی طرف برخلاف دستور قدیم عرب کے منتقل نہین ہونے دیا تھا اور یہ تمام باتین یا فیلسوفانہ عملی کارروائیان اُس پالیسی کے زندہ اور برقرار رکھنے کے لیے تھین۔

اُس تقریر کے بعد حضرت عمر سے ابن عباس جدا ہوئے وہ اپنے گھر گئے یہ اپنے گھر دوسرے روز صبح کو جب اُن کے کان مین "الصلوٰۃ خیر من النوام" کی دلفریب صدا پہونچی تو ہاتھ مین ہنٹر لیئے ہوئے برآمد ہوئے جس ہنگام وہ صفوف جماعت کی کجی کو سیدھا کیا کرتے تھے * جب صفین درست ہو چکین اور حضرت عمر بھی صف اول سے آگے بڑھ کر نیت باندھ چکے اور پہلی رکعت کا دوسرا سورہ شروع کیا کہ اُن کے پیچھے سے اُسی مقدمہ باندھے ہوئے ابولولوہ کاریگر کے ہتھیار کا وار چل گیا اگرچہ پہلی ضرب ہی کاری لگی تھی لیکن۔ جان دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے ٭ اور جی کے دیئے جلا دتے جاتے " کہ حضرت عمر یہ کہتے ہوئے قتلنی الکلب[2] او اکلنی الکلب فرش خاک پر گر پڑے اور فی الفور مسجد سے محل مین پہونچا دیے گئے جہانکہ وہ حضرت ابن عباس کو تفحص قاتل

---

* آجتک یہ اوسی کا اثر ہے کہ صفوف جماعت اہل سنت کے یہان بہت درستی کے ساتھ جمتی ہین۔

[1] دیکھو روضۃ الاحباب ۱۲ [2] دیکھو روضۃ الاحباب و خمیس ۱۲

کی تاکید کرکے صبح تک بیہوش پڑے رہے صبح کو جب ہوش ہوا تو ابن عباسؓ سے دریافت کیا آخر تحقیق ہوا کہ یہ کون شخص تھا انھون نے کہا کہ ہان وہی ابولولوہ ہوائی چکی والا جس کو سنکر انھون نے کہا کہ قاتله الله[1] یہ لفظ اس محاورہ مین استعمال ہوتا ہے کہ جس موقع پر ہندوستان کے محاورہ مین کسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ خدا اُسے غارت کرے یا اُس کا ستیاناس ہوجاوے۔

اس موقعہ پر ان تمام یادداشتون کو ذہن مین تازہ کرنا چاہئیے جہان سے کہ مین نے حالات مقتل کو شروع کیا ہے یعنے بوقت رمی الجمرات غیبی پتھر کا لگنا۔ لوگون کا اُس سے اُن کی موت کا قیاس اس کی تائید مین کعب الاحبار کی وہ خبر پھر ابولولوہ کا وہ بلیغ جواب اور اس سے بھی لوگون کا وہ خیال پھر حضرت عمر کا وہ خواب دیکھنا اور اُس کی خود تعبیر دینا اور حضرت اسماء بنت عمیس کی تائید تعبیر۔ اور ہماری ہر امر کے متعلق محققانہ رائے۔ اور پھر غور کرنا چاہئیے کہ نتیجہ ان سب امور کا زبان خلق اور نقارۂ خدا کی مشہور مثل کا مصداق ہوا یا نہین اور ہر مذاق کا مسلمان خواہ وہ فلسفی ہو یا نہو اپنے اپنے مذاق کے بموجب ہماری تحقیق کا موئد ہوگا۔

• الغرض جب صبح ہوئی اور لوگ عیادت کو آنے جانے لگے اُسی وقت ایک تجربہ کار طبیب قبیلہ بنی حرث ابن کعب کا بلایا گیا جس نے اگر دودھ اور نبیذ کا استعمال کرایا مگر افسوس ہے کہ زخم کے کاری ہونے کی وجہ سے دونون چیزین مضروب سے ہضم نہو سکین اور زخم سے خارج ہوگئین۔ اور مجبوراً ڈاکٹر نے مضروب کے پاس سے اُٹھکر لوگون سے کہدیا کہ اُن کو وصیت آخری کر دینا چاہئیے[2]

ڈاکٹر نے جن چیزون کا استعمال کیا یہ حیثیت فن طب ان پر اگر غور کیا جاوے تو وہ دونون کسی مضروب کے زخم کے لئے فائدہ مند نہین ہوسکتین البتہ دودھ اُس وقت مین ضرور

---

[1] دیکھو طبقات ابن سعد ۱۲ [2] دیکھو کامل صفحہ ۲۱ جزو ثالث و اعثم کوفی ۱۲

مفید ہوتا ہے کہ جب ضرب بند ہو یعنی جس سے خون جاری نہ ہوا ہووے لیکن مین خیال کرتا ہون تو یہ سبب پایا جاتا ہے کہ ڈاکٹر نے یہ عمل صرف اس تشخیص کے واسطے کیا تھا کہ آیا یہ دونون چیزین زخم سے خارج ہوتی ہین یا نہین تاکہ بصورت نہ خارج ہونے کے دوا تجویز کی جاوے کہ جس سے مریض کی صحت کی امید ہو لیکن جب کہ وہ زخم سے خارج ہوگئین اور طبیب کو مایوسی ہوئی تب اُس نے وصیت آخری کی ہدایت کی لیکن اسی موقعہ پران چیزونکا استعمال بھی ضرور ڈاکٹر کے تجربہ کار ہونے کے لئے ایک عمدہ شہادت ہے کیونکہ گو یہ چیزین جیسا کہ مین ظاہر کرچکا ہون کہ کسی مضروب کی ضرب کو فائدہ پہونچانے والی نہ ہون تاہم ڈاکٹر نے ضرور یہ سوچ لیا تھا کہ بصورت ہضم ہوجانے کے دودھ تو مضروب کو خاص قوت بخشے گا اور نبید کلوروفارم (داروئے بیہوشی) کا کام دیگی اور دونون چیزون کے اثر سے بخوبی مضروب کے زخم سی دیئے جائینگے اور مضروب کو ہرگز درد محسوس نہ ہوگا۔ بیشک یہ عملی کارروائی طبیب کی ضرور مریض کے حق مین مفید ہوتی لیکن افسوس ہے کہ مضروب کی رشتہ درازی عمر کی ابو لولوہ کے خنجر سے کٹ چکی تھی۔

اس مقام پر یہ امر تشنہ رہتا ہے کہ تفحص قاتل کے لیے حضرت عمر نے ابن عباس کو کیون مامور کیا تھا شاید اُس کی وجہ حضرت عمر کا یہ خیال ہوا کہ علی مرتضیٰؑ مجھسے کراہت رکھنے والے تھے اور مین نے بوقت بنیاد اُس پالیسی کے کہ جس کی رو سے دستور قدیم ملک عرب یعنی وراثت فی النسل کو توڑا گیا ہے علی مرتضےٰؑ اور دیگر بنی ہاشم اور نیز جناب سیدہؑ سے دل دکھانے والے سلوک کئے ہین عجب نہین کہ میرے قتل مین بنی ہاشم کا اشارہ ہو تاکہ بنی ہاشم کے اشارہ معلوم ہونے پران کو سزائے قتل دیجاوے اور بالخصوص بنی ہاشم کے سردار کو کہ وہ اُس موقعہ پر بھی جب کہ واسطے بیعت ابوبکر کے لائے گئے تھے اُن سے صاف کہہ چکے تھے کہ "اگر بیعت نہ کروگے تو قتل کئے جاؤگے" علاوہ اس کے اسماء بنت عمیس نے اُنکے قاتل کو عجمی بتلایا تھا اور بعد وفات ابوبکر اسماء بنت عمیس علی مرتضیٰؑ کی ازدواج

مین آگئی تھین اس وجہ سے ان کو پورا یقین تھا کہ بنی ہاشم میرے قتل مین رازدار ہین بلکہ قاتل تک بھی سوچ لیا گیا ہے لیکن جبکہ بدعا کے خلاف ابولولوہ قاتل معلوم ہوا تب انھون نے مکرر حضرت ابن عباس کو بدین حکم مامور کیا کہ وہ مدینہ مین منادی کرادین کہ ابولولوہ نے یہ جرأت ایا بوقوف و استصواب تمھارے تو نہین کی؟ جب یہ منادی ہوئی تو حضرت عمر کے سطوت شاہی نے تمام اہل مدینہ کو ہلادیا اور چارون طرف سے پکار نکلی کہ اس حرکت قبیحہ و شنیعہ سے ہم لوگ بے خبر ہین[1]!! جب لوگون نے ڈاکٹر کے جواب دیدینے پر یہ یقین کرلیا کہ حضرت عمر اب زندہ نہ رہینگے تب ان سے کہا گیا کہ آپ اپنا جانشین مقرر کیجیے جسے سنکر نہایت افسوس سے فرمایا کہ "اگر ابوعبیدہ آج زندہ ہوتا تو اسی کو خلیفہ کرتا اور خدا مجھسے پوچھتا تو کہدیتا کہ تیرے رسول ص نے اس کو اس امت کا امین کہا ہے۔

اس مقام پہ ناظرین کو تعجب نہین کرنا چاہیے بلکہ ہر وقت اس پالیسی پر حضرت عمر کی نظر رکھنا چاہیے کہ جسکو انھون نے قائم کیا تھا اور جسکے برقرار رکھنے کے لیے یہ تمام انکی باتین اسی کی عملی کارروائیان ہین ورنہ جس صفت کے ہونے کی وجہ سے حضرت عمر نے ابوعبیدہ کو یاد کیا ہے یہ صفت علی مرتضی کی ذات پر ختم ہوگئی ہے۔

رسول خدا کا کسی کی نسبت امین امت کہدینا اس شخص کے لیئے بمقابلہ اس شخص کے کہ جس سے امانت کی عملی کارروائی بھی اپنی حیات مین لی ہو باعث فضل و شرف نہین ہوسکتا۔ فریقین کا اس پر اتفاق ہے کہ جس وقت آنحضرت نے ہجرت فرمائی ہے اس وقت تمام وہ امانتین کہ جو لوگون کی پیغمبر کے پاس تھین پیغمبر نے سپرد علی مرتضی کے فرمادی تھین اور نیز انھین کو اپنے اہلبیت کا امین چھوڑا تھا اور نیز بوقت وفات تمام راز اپنے بطور امانت علی مرتضی کے سپرد فرمائے تھے کہ جن کی بابتہ زین الفتی مین عاصمی نے ایک طولانی حدیث لکھی ہے اور جس کو مین پہلے اس کتاب مین ایک موقع پر لکھ آیا ہون ایسی حالت

---

[1] دیکھو روضۃ الاحباب۔ مولف عفی عنہ ۱۲۔

مین ابو عبیدہ ایک مردہ شخص کو واسطے انتخاب خلافت کے بمقابلہ علی مرتضیٰ کے یاد کرنا مین نہین جانتا کہ کس درجہ ہوشیاری کی بات ہے پھر حضرت عمر نے سالم مولے ابوحذیفہ کو یاد کرکے کہا کہ وہ زندہ ہوتا تو بلا مشورہ اس کو اپنا جانشین بناتا اور خدا پوچھتا تو کہدیتا کہ اُسکی نسبت پیغمبر سے مین نے یہ سنا تھا کہ سالم خدا کی محبت مین بہت قوی ہے[1]"

یہ یاد بھی اُسی وقعت کی ہے جیسی کہ پہلی یاد تھی اور ہم افسوس کرتے ہین حضرت عمر کی اس یاد پر جبکہ ہم نظر کرتے ہین خیبر مین حضرت عمرؓ کی دو دن کی واپسی پر پیغمبر کے اُس ارشاد کو کہ کل مین علم اس کو دونگا کہ جو کرار غیر فرار ہے خدا اُس کو دوست رکھتا ہے اور وہ خدا کو" حدیث طیر تو وہ حدیث ہے کہ جس نے ثابت کر دیا کہ خدا کی تمام خدائی مین خدا کی محبوبیت کا سب سے زیادہ فخر رکھنے والا بجز علی مرتضیٰ اور کوئی تھا ہی نہین۔ اور جب ہم نظر کرتے ہین پیغمبر کے اُس ارشاد کو کہ جب بعد واقعہ صلح حدیبیہ کے چند مشرکین نے پیغمبر سے اگر اپنے غلامون کو مانگا تھا اور انھین حضرت عمر اور انکے برادر اعلیٰ حضرت ابوبکر نے بھی ان کفار کی سفارش کی تھی جس پر پیغمبر کو غصہ آیا اور جھڑک دیا اور کہا کہ اپنی نفسانیتون سے باز آوین ورنہ مین ایسے شخص کو مامور کرونگا کہ خدا جس کے قلب کا امتحان کر چکا ہے۔ دل وجانم فدائے نامش باد۔ وہ کون بزرگوار تھا؟[2] علیؑ

یہ بھی غور طلب امر ہے کہ سقیفہ مین حدیث الائمہ مین قریش حجت مین بمقابلہ انصار پیش کرکے خلافت حضرت عمر نے حاصل کی تھی یہ سالم بھی انصار مین سے ایک غلام تھا تو کیا حضرت عمر کے خیال مین جو صفت اُسمین اُنھون نے بتلائی تھی وہ یہ مقابلہ اُس حدیث کے زیادہ مرتبہ رکھنے والی تھی اگر صحیح ہے تو افسوس ہے کہ سقیفہ مین کیون ایسا جھگڑا کیا گیا اور کیون نہین سالم کو خلافت کے لئے حضرت عمر نے قبول کرلیا لاحول ولا قوۃ۔

پھر حضرت عمر نے معاذ ابن جبل کو جانشینی کے لیے یاد کرکے خدا کے دریافت پر یہ جواب

---

[1] دیکھو کامل و استیعاب و تاریخ الخلفاء و اعثم کوفی - ۱۲ منہ

[2] دیکھو مناقب اخطب خوارزم و سنن ترمذی مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۳۴-

دینے کو کہا کہ مین نے تیرے رسول سے اُس کی نسبت سنا ہے کہ بروز قیامت جب علمار اُمت جمع ہونگے تو وہ اُن سب سے ایک قدم آگے خدا کے نزدیک ہوگا۔[1]

علی مرتضیٰ کے فضل و شرف گھٹانے کے لیے جس مین پہلو اُس اپنی ابتدائی پالیسی کے مضبوط کرنے کا تھا وقت والپسین تک حضرت عمر نے کوشش کی ہے۔ ورنہ حضرت عمر خود علیم مرتضیٰ کے علم فضل کے مقر تھے اُن سے مسئلہ حل کراتے تھے۔ ہم نے تو کسی کتاب مین یہ نہین دیکھا کہ ایک سے زیادہ جگہ کہین یہ آیا ہو کہ اگر معاذ نہ ہوتا تو عمر ہلاک ہوجاتا ہان ۶۰ یا ۷۰ مقام پر یہ موجود ہے کہ علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا۔ ہم نے تو کوئی حدیث ایسی نہین دیکھی جس مین پیغمبرؐ نے اپنے بعد معاذ کو وہ اقضے بتایا ہو" یا یہ کہا ہو کہ انا مدینۃ العلم و معاذ بابہا" معاذ اللہ۔ افسوس ہے کہ اگر وہ معاذ کو جو انصار پیغمبرؐ سے تھا اس درجہ کی عزت مین سمجھتے تھے تو جیسا کہ ہم نے اوپر سالم کے لیئے کہا ہے وہی معاذ کے لئے بھی کہتے ہیں کہ سقیفہ کے روز جبکہ انصار اپنے مین سے کسی کو امیر مقرر کرنا چاہتے تھے کیون نہین معاذ کی نسبت ووٹ دے دیا حالانکہ اُسکی نسبت وہ پیغمبرؐ سے ایسی حدیث کا علم رکھتے تھے اور کیون حدیث الائمہ من قریش سے استدلال کرکے خلافت کو انصار مین جانے سے روک دیا۔ اور اگرچہ ہم کو ضرورت نہین ہے کہ ہم علی مرتضےٰ مین اس صفت کے لیئے اور شہادت پیش کرین جبکہ کافی ہے حضرت عمر کا وہ علم جو وہ علی مرتضے کی بابتہ رکھتے تھے اور جس کی تائید اُنکے اقوال سے ہوتی ہے جس کو مین نے لکھا لیکن مین ایک حدیث پیغمبرؐ اور لکھتا ہون کہ جس کو امام احمد حنبل نے اپنے مناقب مین بسند صحیح لکھا ہے جو یہ ہے کہ حشر مین لوائے حمد علی مرتضےٰ کے ہاتھ مین ہوگا۔ علی میرے اور حضرت ابراہیم میرے جد کے درمیان مین کھڑے ہونگے اور اُنکے چپ و راست میرے نور نظر ہونگے۔ علیؑ ایک حلۂ نور پہنے ہونگے منادی تخت عرش سے مجھے ندا کریگا کہ یا محمدؐ کیا خوب آپ کے جد حضرت ابراہیم ہین اور کیا خوب آپ کے

---

[1] دیکھو طبقات ابن سعد و تاریخ الخلفا و اعثم کوفی ۱۲

بھائی علیؑ ہین "۔ علی مرتضیٰ کا دوسرون سے مقابلہ کرنا یا دوسرون کے مقابلہ مین اُنکو کسی صفت مین برابر سمجھنا علی مرتضیٰ کے لیے درحقیقت موجب منقصت ہے مثلاً یہ کہنا کہ پیغمبر حضرت ابوبکر اور عمر سے افضل تھے تو پیغمبر کی کیا شان پیدا ہوگی۔ معاذ کی یاد کے بعد حضرت خلیفہ صاحب نے کہا کہ کاش خالد زندہ ہوتا تو اُسی کو خلیفہ مقرر کرتا اور اگر خدا مجھ سے دریافت کرتا تو کہہ دیتا کہ تیرے رسول سے مین نے اُس کی نسبت سنا تھا کہ خالد سیف اللہ[1] ہے "

حضرت عمر کی نسبت معصوم ہونے کا چونکہ کوئی قایل نہین ہے اس وجہ سے اِس امر سے کسی کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہین ہوسکتی کہ ابولولوہ کے خنجر کے گہرے جرحون نے اُن کے حواسون کو مختل کر دیا تھا گو غزوات پیغمبر مین اُن کی کارگذاریان اس بات کا پتہ دیتی ہین کہ اُن کے حواس موت کی صورت دیکھکر ہمیشہ کھوئے جاتے تھے لیکن غزوات مین عمداً حواسونکا گم ہونا اور سبب سے ہوتا تھا جس مین جان کی حفاظت مضمر ہوتی تھی اور اس موقعہ پر جان کی حفاظت سے چونکہ مایوسی ہوچکی تھی اس وجہ سے حقیقتاً کرب جراحت سے اُن کی یہ باتین بعینہ اسی مرتبہ مین شمار کرنے کے لائق ہین جیسے کبھی کبھی مریض کو حالت تپ یا قرب موت مین ہذیان ہوجاتا ہے۔ لیکن چونکہ یہ وقت ایسا نہین ہے کہ جو اُن کی جانکنی کا تصور کیا جاوے اس واسطے یقین کرنا چاہیئے کہ عمداً یہ باتین بطور ہذیان اس غرض سے تھین تاکہ اپنی اس حالت مین اُن کو بقول اُن کے پیغمبر سے اسوہ ہو جاوے اور وہ مصداق اس کے نہین انچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران ہم مپسند۔ اور اس لیے ہم کو ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اُن کی اِس ہذیان کی بھی حقیقت ظاہر کر دین تاکہ ذی فہم بزرگوارون کو موقع اُن کے اِس ارشاد پر بھی غور و فکر کا ملے اور وہ خود اندازہ اُن کے اِس ارشاد کا کر سکین "

خالد کو اس لقب کے ہونے کی وجہ سے حضرت عمر نے خلافت کے لیے یاد تو کیا مگر یہ

---

[1] دیکھو تاریخ یافعی بروایت ابن حبان ۱۲

خیال نہین کیا کہ مجرد سیف اللہ ہونا بیکار ہے جب تک سیف اللہ کے واسطے ید اللہ نہو اور کسی مسلمانون کو انکار نہین ہوسکتا کہ علی مرتضٰےؑ کا لقب ید اللہ ہے اور انھین کے لیے خدا نے لقب سیف اللہ کو بھی مخصوص کردیا جسکی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے جو علامۂ حموینی ایک مستند اور جید عالم اہل سنت نے اپنی کتاب فرایض السمطین مین لکھی ہے جو یہ ہے کہ "یہ لقب مخصوص علی مرتضٰےؑ کا ہے" اور جسکی تائید ایک اُس مشہور روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جس کو بدرجہ تواتر قبول کرنا چاہیے کہ اُنکے واسطے ایک غزوہ مین جبکہ پیغمبرؐ کے اصحاب میدان سے فرار کر گئے تھے اور صرف علی مرتضٰےؑ کارزار مین جوش کے ساتھ مصروف تھے تو یہ صداے غیب کانون مین آتی تھی "لا فتےٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار"[1]

علی مرتضٰےؑ کے مقابلہ مین خالد پر اس لقب کا مرتب ہونا نہ ہونا ایک تو اس امر سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ جب وہ حالت کفر مین تھا تو قریش مکہ کے ساتھ پیغمبرؐ کے مقابلہ مین آتا تھا مگر کبھی اُس نے علی مرتضٰی سے مقابلہ کرنے کی جرأت نہین کی دوسرے اُس کے دل و جگرا ور دلاوری کی حقیقت بمقابلہ علی مرتضٰے کے احد کی روز سے بھی معلوم ہوسکتی ہے کہ جب وہ گھاٹی والون کو مغلوب کرکے بمعہ اپنے ساتھیون کے لشکر اسلام پر حملہ آور ہوا ہے اور تمام لشکر اسلام فرار کر گیا ہے تو علیؑ مرتضٰی کے مقابلہ مین نہ ٹھہر سکا اور اپنے ساتھیون کو اُنکے ہاتھ سے قتل کرا کے خود جان چورا کر بھاگ گیا اور جب اسلام لایا تو حنین کی بھاگڑ مین سب سے پہلے اپنے زیر کمان ترپ کو لیکر یہی فراری بھاگا تھا۔

افسوس ہے کہ حضرت عمر اس یاد کے وقت خالد کی اُس ظالمانہ خونریزی کو بھی بھول گئے۔ جس کا تعلق قبیلہ بنی جذیمہ سے ہے اور جس پر پیغمبرؐ کو ہاتھ بلند کرکے خالد نے جو کچھ اُس قبیلہ کے ساتھ کیا تھا خدا سے اپنی بے قصوری ظاہر کرنے کی ضرورت ہوئی تھی اور علیؑ مرتضٰی کو اُس ظلم کی مکافات کے لیے روانہ کیا تھا۔ (تاریخ ابن ہشام و تاریخ ابن اثیر و تاریخ

---

[1] طبری صفحہ ۱۴۰۲ و سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۹۲ و مطالب السئول صفحہ ۱۳۱ و فواتح میبذی ص ۲۱۲ و ۲۱۳ اشعار علی مرتضٰی و مدارج النبوہ صفحہ ۱۵۳ وغیرہ ۱۲

طبری جلد ٣ و تنقید الکلام صفحہ ١٢٣) حضرت عمر کی اس یاد کی حقیقت کو ایک وہ واقعہ بھی کھولنے والا ہے کہ انھون نے اسی خالد کی معزولی خواہ قتل و سنگساری کے لیے حضرت ابوبکر پر زور ڈالا تھا جبکہ اس سے ایک فعل و مذموم و مکروہ متعلق مالک بن نویرہ اور اُس کی زوجہ و دیگر قوم کے واقع ہوا تھا اور جس کا ذکر زور شور کے ساتھ عہد خلافت اول مین بالاتفاق محققین نے لکھا ہے اور جسے مین بھی ایک موقع پر لکھ چکا ہون۔ اور جب اُن کی سفارش قتل و سنگساری خواہ معزولی کو حضرت ابوبکر نے پس پشت پھینکدیا تو انھون نے اُسے دل مین رکھا اور جب وہ خود حضرت ابوبکر کے جانشین ہوے تو اسی بنا بر خالد کو عہدہ جرنیلی سے معزول کر دیا اگر ایسے ہی لوگ واسطے مسند خلافت پیغمبر کے انتخاب ہونیکے لائق سمجھے جاوین تو نہایت قابل شرم بات ہی لاحول و لا قوۃ الا باللہ جب خالد کی یاد کے بعد کسی اور کو یاد نہین کیا تو لوگون نے شاید اس خیال سے کہ مقصود اُن کا اپنے فرزند کو جانشین کرنے کا ہے اور اسی وجہ سے وہ ایسے لوگون کی یاد کرتے ہین کہ جو بوجہ مرجانے کے مسند خلافت حاصل نہین کر سکتے اور مرکوز یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص اُن کے فرزند کے لیے اُنھین صلاح دے تب لوگون نے اُن سے کہا کہ آپ اپنے صاحبزادہ کو کیون نہین خلیفہ کرتے یہ سنکر حضرت عمر غضبناک ہوے اور کہنے لگے کہ خدا انھین غارت کرے اور مین کبھی ایسے شخص کو مقرر نہین کر سکتا کہ جسے اپنے زوجہ کو طلاق بھی دینا نہ آتی ہو اور خدا اپنے دین کی حفاظت کریگا اور مین کسی کو خلیفہ بناؤنگا کہ نبی نے بھی کسی کو خلیفہ نہین بنایا اور پھر اگر مین کسی کو خلیفہ کرونگا تو بھی کچھ عیب نہین ہے کہ ابوبکر نے جو مجھ سے افضل تھے خود خلیفہ قائم کیا ہے (صحیح مسلم جلد دوم و تاریخ کامل) اس ارشاد حضرت عمر سے بھی اگرچہ صاف بو اُسی پالیسی کی آرہی ہے کہ جس کے وہ ہادی تھے لیکن اس کو تاویل اور غیر تاویل کی حیثیت سے ظاہر کیا ہے لیکن مین یقین دلاتا ہون کہ حضرت عمر استخلاف اُسی کے لیے کر سکتے تھے کہ جس کی نسبت اُن کا رجحان یہ ہوتا کہ وہ اُن کی پالیسی کو قائم رکھے گا ایسے انداز اور

شان سے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ جاسکے اور یہ امر اُنکی پالیسی کے مخالف تھا کہ خلافت خاندان رسالت مین چلی جاوے اور حضرت عمر اپنے صاحبزادے کی نسبت بوجوہ مطمئن نہین تھے کہ وہ اُنکی پالیسی کو کامل طور پر برقرار رکھیگا اولا یہ کہ ۔

علامہ تفتازانی نے شرح عقدی مین تین چیزین گنائی ہین کہ جن کو حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت مین اکٹ نافذہ پیغمبر سے منسوخ ہی نہین کیا تھا بلکہ اسکو حرام کر کے عمل پر نہی کی نہایت سخت تاکید فرمائی تھی اور منجملہ اُن کے ایک یہ کلمہ بھی ہے "حیّ علی خیر العمل" جو عہد پیغمبر مین اذان مین پکارا جاتا تھا اور وہی اذان اول تھی ۔ یہ امر ظاہر ہے کہ حضرت عمر اپنے عہد خلافت مین وہ سطوت رکھتے تھے کہ جو سلطان وقت کو حاصل ہوتی ہے چنانچہ اُن کے اس حکم کی تعمیل ہوئی کہ لوگون نے اُن کے خوف سے اس کلمہ کو اذان مین پکارنا حرام سمجھ کر ترک کیا لیکن حضرت عمر کے صاحبزادہ بلند اقبال نے اپنے والد بزرگوار کے حکم کی تعمیل نہین کی اور وہ اس کلمہ کو برابر اذان مین کہتے پکارتے رہے (دیکھو کتاب انسان العیون نور الدین علی حلبی شافعی و سنن کبری امام بیہقی ۔) اور ترک امر واجبی مین اپنے والد صاحب قبلہ کے حکم کی کچھ پروا نہین کی اور جیسے کہ اُن کے اس حکم کی اُنھون نے تعمیل نہین کی اُسی طرح اُنھون نے "کلمہ الصلوۃ خیر من النوم" کو بھی اذان مین پکارنا حرام جانا کہ جسکو اُن کے قبلہ کونین نے اذان مین شامل فرمایا تھا ۔ (موطا امام مالک)

اب مین اس امر کو ظاہر کرتا ہون کہ کلمہ حی علی خیر العمل کو حضرت عمر نے کیون اذان سے نکالدیا ۔ اس کی وجہ کو اگرچہ مورخین اسلام نے پوشیدہ نہین رکھا ہے ظاہر کیا ہے اور کم و بیش ذی فہم لوگ ضرور اُس سے واقف ہین اور جو کوئی واقف نہو اُس کو واقف ہونا چاہیئے کہ جب بروز غدیر خم پیغمبر خدا نے علی مرتضٰے کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اور لوگون کو جمع کیا ہے تو منادی کرنے والون نے لوگون کو یہی کلمہ حی علی خیر العمل پکار پکار کر جمع کیا تھا (حبیب السیر) چونکہ یہ کلمہ واقعہ جانشینی علی مرتضٰے کا پتہ دینے والا

اور لوگون کو اُس دن کا یاد دلانے والا تھا اس وجہ سے حضرت عمرؓ اپنے ایام خلافت مین وقت اذان کے ناممکن تھا کہ اُس کلمہ کا اذان مین پکارا جانا گوارا فرماتے کہ اس کی یاد اُن کی خلافت کی بنیاد کو ہلا دینے والی اور اُسے جڑ سے گرا دینے والی تھی اور اسی وجہ نے اُن کو اذان مین اس کلمہ کے پکارنے اور اُس کے حرام کر دینے اور اُس پر عمل کی نہی فرمانے پر مجبور کیا تھا اب تک مین نے دو واقعہ دکھلائے کہ جن مین حضرت ابن عمر اپنے باپ کے خلاف تھے اور اُن کے حکم کی تعمیل کی پروا نہین کرتے تھے اور علی مرتضےٰؑ سے وہ اِن مسائل مین برخلاف اپنے باپ کے موافق تھے اب مین تیسری ایک شہادت اور پیش کرتا ہون کہ جس سے حضرت ابن عمر کا اپنے باپ سے مخالف ہونا اور علی مرتضےٰؑ سے فی الجملہ موافق ہونا ثابت ہوگا۔ اور وہ شہادت اُن کا عمل مسئلہ متعہ پر ہے جیسا کہ منقول ہے کہ جب راوی نے اُن سے حکم تمتع دریافت کیا تو اُنھون نے جواز کا حکم دیا اُس پر سائل نے کہا کہ تمہارے باپ تو منع کرتے تھے انھون نے کہا کہ اگر ایک کام پیغمبرؐ نے کیا ہو اور میرے باپ نے اُس کام سے منع کیا ہو تو مجھے تبلاؤ کہ اتباع رسول کے حکم و عمل کا کرنا چاہیئے یا اپنے باپ کا واضح ہو ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح کہا ہے (دیکھو شرح صحیح مسلم مطبوعہ لکھنو صفحہ $\frac{۳۹۳}{۳۹۴}$ و زرقانی شرح موطا امام مالک مطبوعہ مصر صفحہ ۸۴ اور ترمذی شریف مطبوعہ دہلی صفحہ ۱۳۴ و ظفر المبین مطبوعہ لاہور صفحہ ۵۵ و ۵۶ -) چونکہ حضرت عمر نے متعۃ النساء و متعۃ الحج سے ایک ساتھ ہی منع کیا ہے اور جرأت کے ساتھ اس کا بھی اقرار کیا ہے کہ دونون متعہ عہد آنحضرت مین تھے لہذا ہم اس کے متعلق بھی ایک لطیف مکالمہ نقل کرتے ہین جو قابل ملاحظہ ہو اور جسکو راغب اصفہانی نے اپنی محاضرات (مطبوعہ مصر جلد ۳ صفحہ ۱۲۵) مین لکھا ہے قال یحیی بن اکثم لشیخ البصرۃ بمن اقتدیت فی جواز المتعۃ قال بعمر ابن الخطاب قال کیف و عمر کان اشد الناس فیہا

قال لان الخبر الصحیح انه صعد الی ممبر فقال ان الله و رسوله قد احلا لکما متعتین و انی محرمهما علیکم واذا اعاقب علیهما فقبلنا شهادته ولم تقبل تحریمه

جس کا ترجمہ یہ ہے کہ قاضی یحیی ابن اکثم نے شیخ بصرہ سے کہا کہ جواز متعہ مین تم نے کس کی پیروی کی ہے کہا عمر خطاب کی انھون نے کہا یہ کیونکر وہ تو اس معاملہ مین شدید تھے انھون نے کہا کہ ہان یہ خبر صحیح ہے اور بے شک وہ ممبر پر گئے اور کہا کہ خدا و رسول نے تمھارے لیے دو متعہ حلال کئے ہین اور مین دونون کو تمھارے لیے حرام کرتا ہون اور تم پر (بصورت عدم تعمیل حکم) عقاب کرون گا پس ہم شہادت کو اُن کی جواز متعہ مین قبول کرتے ہین اور اُن کی تحریم کو قبول نہین کرتے'' اور نیز صاحب سیرۃ الفاروق بھی صفحہ ۲۱۷ مین بحوالہ کتب معتبرہ یہ قول حضرت عمر کا قبول کرتے ہین کہ دونون متعہ عہد آنحضرت مین تھے ایک متعہ الحج اور ایک متعۃ النساء مگر مین دونون کو حرام کرتا ہون'' اب غور کرنا چاہیے کہ کلمہ حی علی خیر العمل جو یادگار واقعہ جانشینی علے مرتضےٰ کا تھا حضرت ابن عمر کا اس کو برخلاف حکم اور خوشنودی اپنے باپ کے اپنی اذان مین برابر پکارنا اور مسئلہ متعہ پر عمل کرنا اور اُس کلمہ اضافی مجوزہ حضرت عمر کو جس کو انھون نے صرف اذان صبح مین اضافہ فرمایا تھا حضرت ابن عمر اور علی مرتضیٰ کا متحد الخیال ہونا حضرت عمر کے لیے کافی ثبوت اس قیاس کے واسطے تھا کہ ابن عمر کا رجحان علی مرتضےٰ کی طرف ہے ایسا نہ ہو کہ بنا بنایا کھیل بگڑ جائے اور وہ خلافت کو اُس کے اصلی مرکز پر قرار دیوے اور اسی پس و پیش نے اُن کو مجبور کر دیا کہ وہ اُس تحریک کو جو ان کے صاحبزادے کے سے ہوئی تھی اس کو نامنظور کر کے تحریک کرنے والون کو بھی قاتلک اللہ سے یاد کرین۔ وہ کبھی اس امر کو گوارا نہین کر سکتے تھے کہ کسی وقت مین بھی خلافت کہ جس کو کن کن محنتون سے اور مشقتون سے خلاف دستور قدیم عرب کے خاندان رسالت سے نکالکر اپنے ہوا و ہوس دیرینہ کا سرمایہ بنایا ہے پھر خاندان رسالت مین لوٹ جاوے اِس

واسطے انھون نے پسند نہ کیا کہ وہ اپنے مخالف اور مخالف کے متحد الخیال لوگو خلافت ان کے گھر مین بھی رہے یا نہ رہے مگر اُس کو خلیفہ مقرر کرین۔

؎ شادم کہ از رقیبان دامن کشان گذشتی۔ گو مشت خاک ما ہم بر باد رفتہ باشد

یہ وجوہ تھے جو حضرت عمر نے اپنے کسی عزیز و فرزند کو اپنا جانشین نہین بنایا نہ وہ وجہ جس کو سائل مخاطب نے بحیثیت ایک وصف منجملہ اوصاف خلفا کے ظاہر کیا ہے۔ جس مین مضمر اُسی پالیسی کی بنیاد ہے کہ جس کو اُنھون نے قرار دیا تھا اور جس کو تازہ بتازہ نو بنو حیثیت سے چلایا گیا ہے۔

اور جب ہم اُس خط پر نظر ڈالتے ہین جو بعد واقعۂ کربلا انھین حضرت ابن عمر نے یزید کو لکھا تھا۔ (جس مین واقعۂ قتل امام حسینؑ کو اسلام مین ایک مصیبت بزرگ اور حادثۂ عظیم ظاہر کیا تھا اور جس کے جواب مین یزید نے اُن کو لفظ احمق سے خطاب کر کے صاف یہ لکھا تھا کہ بانی اس مصیبت بزرگ اور حادثۂ عظیم کا مین نہین ہون بلکہ مین تو پگڑی بکائی باندھی اور بچھے بچھائے ہوئے دسترخوانون اور چنے چنائے ہوئے کھانون پر آ بیٹھا ہون بلکہ تیرا باپ اول وہ شخص ہے کہ جو بانی اس مصیبت بزرگ اور اسلام مین حادثۂ عظیم کا ہوا (دیکھو تاریخ بلاذری)

تو ہم کو یقین ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے زمانہ مین اگر واقعۂ قتل حضرت امام حسینؑ کا ہوتا اور حضرت ابن عمر قاتلان حضرت امام حسینؑ کو ایسا خط لکھتے تو قطعی وہ اپنے اُس قیاس کو جو وہ اپنے بیٹے کی نسبت رکھتے تھے یقین سے بدل دیتے۔ لیکن درحقیقت حضرت ابن عمر خود متلون مزاج اور کمزور طبیعت کے آدمی تھے۔ کبھی وہ ایک سمت دوڑتے تھے کبھی دوسری سمت کو جاتے تھے اور اسی امر کے اندیشہ نے اُن کو اُن کے باپ سے امر خلافت کے لیے عاق کرا دیا۔

حضرت ابن عمر کی تلون مزاجی اور کمزور طبیعت کی نسبت بے شک یہ کہا جا سکتا ہے

کہ وہ جس وقت جیسی مصلحت دیکھتے تھے اسی راہ پر چلنے لگتے تھے۔ لیکن اُن کو کامیابی کسی سمت نہین ہوتی تھی ایک سمت کا حال تو ہم نے کسی قدر لکھا دوسری سمت کے حالات کو بخوف طوالت مفصل ظاہر نہ کر کے ہم صرف یاد دلاتے ہین ذی علم ناظرین اور مخاطب سائل کو وہ واقعات جن کا تعلق حضرت ابن عمر کے انکار بیعت جناب امیرؑ و بیعت بایزید و قصۂ حجاج سے ہے اور جن سب کا نتیجہ یہ ہے کہ فاضل شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل مین بہ سلسلۂ اعتزال بست خوارج مین ان ابن عمر کو فرقہ اول ۱۲ بسٹ نمبر مین لکھا ہے اس مین کچھ شبہہ نہین کہ وہ اپنے باپ حضرت عمرؓ کی دانائی کو کسی طرح پہونچ نہین سکتے تھے باوصف اِس کے کہ وہ بھی پیغمبرؐ سے موانست اور مخالفت کے امور ظاہر کرتے تھے کبھی ایمان کا اظہار۔ کبھی نبوت مین شک کرنا کبھی پیغمبر کے ساتھ جہاد مین جانا۔ کبھی میدان جنگ مین پیغمبر کو چھوڑ کر بھاگ جانا۔ کبھی پیغمبرؐ کی نگاہ مین اس قابل آپ کو دکھانا کہ پیغمبرؐ سرداری لشکر اسلام کی اُن کو دیدین کبھی دشمنون کی ہیبت سے ان کے مقابلہ کے لیے نہ نکلنا۔ یا معہ لشکر اسلام کے بھاگ آنا۔ کبھی اپنے تصور کی معافی مانگ لینا۔ لیکن خلافت کے لیے اپنے آپ کو اس قابل رکھا کہ آخر کار اُس کو حاصل کر لیا۔

اس شان کی دانائی حضرت عمر اپنے فرزند دلبند مین نہین دیکھتے تھے اور اسی وجہ سے انھون نے فرمایا کہ جو اپنی زوجہ کو طلاق نہ دے سکے وہ خلافت کیا کریگا۔ ورنہ محض جاہل مسائل ہونے کی نسبت جب کہ خود حضرت عمرؓ کے علم پر نظر ڈالی جاتی ہے تو آنکے صاحبزادہ کو بعینہٖ ''الولد سرٌ لابیہ'' کا مصداق پاتے ہین۔

اس مقام پر میرے فاضل سائل یزید کے خط کے اُس فقرہ کی جو اُس نے حضرت ابن عمر کو لکھا کہ ''تمھارا باپ اول وہ شخص ہے جو بانی اِس مصیبت اور حادثہ بزرگ کا اسلام مین ہوا'' مجھے حقیقت ظاہر کرنے کی اجازت دین۔ اور ایمان سے تبلائین کہ کیا مقصود اُس کا یہ نہین تھا کہ ان کے باپ ہی اول وہ شخص ہین کہ جنھون نے

برخلاف دستور قدیم ملک عرب کے خلافت کو خاندان رسالت اور اُس کے حقیقی مستحق سے نکال کر غیر خاندان رسالت اور غیر مستحق کے قبضہ مین قرار دیا اور مستحق خلافت کو جس طرح اور جس پہلو سے ہو الگ زور کیا فدک جو خاص مقبوضہ دختر پیغمبرؐ کا تھا اُن کے قبضہ سے نکال لیا خانہ رسالت پناہ مین جس مین فرشتے بغیر اذن داخل ہونے کی جرأت نہین رکھتے تھے اس مین آگ لگائی۔ گھر مین گھس گئے۔ دختر پیغمبر کو وہ صدمہ پہونچایا کہ جس کی بنا پر وہ مرتی مر گئین لیکن حضرات شیخین اپنے غضبناک اور ناخوش کرنے والون سے کلام نہین کیا اور اسی ایک پالیسی کو جس کی بنیاد حضرت عمر ہی قائم کر گئے تھے اُن کے تمام جانشین اپنے اپنے عہد حکومت مین برابر کام مین لایا کئے اور بالاخر اُن کا آخری جانشین (یزید) اُسی پالیسی کو بمقابلۂ امام حسین ایسا کام مین لایا کہ جس کے نتیجہ نے خاندان رسالت کا بالکل تباہ کر دیا اور یہی وجہ ہے کہ بعض علمآ اہل سنت (امام غزالی وغیرہ) نے واقعۂ قتل امام حسین کا مجالس مین پڑھنا حرام بتلایا ہے اس وجہ سے کہ بیان اُن واقعات کا طرف بغض صحابۂ اولین کے ہیجان مین لاتا ہے۔۔

کیا کچھ شبہ ہو سکتا ہے کہ حسین ابن علی کشتہ سقیفہ و شوریٰ نہین ہے؟ اگر نہین ہے تو ذی علم سائل بتلائین کہ وہ کون صحابہ اولین ہین کہ جن کے بغض کی طرف واقعات شہادت امام حسینؑ کے ہیجان مین لانے والے ہین اور غزالی وغیرہ کا جن سے مقصود ہے اور یزید نے جو حضرت عمر کو اسلام مین اول شخص بانی اس مصیبت بزرگ کا قرار دیا تو کیون؟ مین زیادہ اس بحث کو اب طول دینا نہین چاہتا اور حضرت عمر کے اس ارشاد کی کہ اگر کسی کو خلیفہ مقرر کرونگا تو بھی کچھ عیب نہین کہ ابوبکر نے جو مجھ سے افضل تھے خود خلیفہ مقرر کیا ہے اور اگر خلیفہ مقرر نہ کرونگا تو بھی کچھ اعتراض نہین ہو سکتا کہ پیغمبر نے جو مجھ سے اور ابوبکر سے بہتر اور افضل تھے کسی کو خلیفہ

مقرر نہین کیا ہے حقیقت اور دکھانا چاہتا ہون کہ جو دراصل اُنہی پالیسی اختیار کردہ کی تاویلین ہین ۔

جس وقت حضرت عمر سے لوگون نے یہ سنا تو لوگ مجبور ہو کر چلے گئے ۔ پھر دوسری وقت پر مجمع عبادت کرنے والون کا ہوا ۔ اور اس وقت پھر اُن سے واسطے تعین کرنے جانشین کے کہا گیا تو فرمایا کہ ”بعد تم لوگون کے چلے جانے کے مین نے یہ مصمم قصد کرلیا تھا کہ مین اپنا جانشین تم لوگون پر ایسے شخص کو کردن گا کہ جو تم کو راہ حق پر لے جاوے اور جو اس امر کے لیے درحقیقت سب مین لائق تر ہے اور یہ فرما کر اشارہ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف کیا (کامل جزو ثالث صفحہ ۲۷ ذکر قصہ شوری) لیکن جب ہی کہ مین یہ رائے اپنی مستقل قرار دے چکا کہ دفعتاً مجکو غشی طاری ہوگئی اُسی حالت مین مین نے دیکھا کہ مین بہشت مین پہونچا ہون اور ایک شخص اور وہان وارد ہوا کہ اُس نے تر وتازہ پھل توڑ توڑ کر اپنے پاس جمع کئے اس سے مین نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خدا اپنے حکم پر غالب ہے (یعنی موت آنے والی ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہوگا جب حالت غشی رفع ہوئی تو مین نے اپنی اُس رائے کو واپس لے لیا اور اب مین نے یہ ارادہ مستقل کرلیا ہے کہ سواء اُن اشخاص کے جن کو پیغمبر نے اہل جنت فرمایا ہے ۔ اور کسی کو خلیفہ نہ کرون چنانچہ مین اُن اشخاص مین سے علیؑ ۔ عثمان عبدالرحمن ۔ سعد ۔ زبیر اور طلحہ کو صرف نامزد کرتا ہون اور تقرر منجملہ اُن کے ایک کا انھین کے شوری پر چھوڑتا ہون ۔ یہ لوگ اُن شرائط پر جو مین قرار دیتا ہون کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرینگے“ (کامل ابن اثیر)

واقعات اس انتظام کے جن کا تعلق طریقہ تعین جانشینی حضرت عمر سے ہے اور جن کا ذکر آگے ہوگا اس امر کی طرف اشارہ کر رہے ہین کہ حضرت عمر کا دلی مقصود حضرت عثمان کو دکہ جنھون نے کتابت جانشینی حضرت عمر کی منجانب حضرت ابوبکر

لکھی تھی اور جس کے وہ بہت ہی ممنون احسان اُن کے تھے) خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے مگر چونکہ بتائید پالیسی اختیار کردہ کے یہ فرما چکے تھے کہ اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کرونگا تو بھی کچھ عیب نہیں ہے کہ ابوبکر نے جو مجھ سے افضل تھے خلیفہ مقرر کیا ہے اور نہ مقرر کرونگا تو بھی مجھ پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا کہ نبیؐ نے جو مجھ سے اور حضرت ابوبکر سے بہتر و افضل تھے کسی کو خلیفہ نہیں کیا ہے اس واسطے وہ یہ سوچتے تھے کہ جو کچھ میں کہہ چکا ہوں اس کے مخالف بھی کوئی بات نہ ہو اور خلیفہ بھی میرے بعد ہوں تو حضرت عثمان ہی ہوں چنانچہ درحقیقت حضرت عمر نے جو کچھ سوچا تھا وہی کیا کہ چھ شخصوں کو ایسے قواعد کی پابندی سے کہ جس میں لامحالہ حضرت عثمان ہی خلیفہ مقرر ہوں منتخب واسطے خلافت کے کر کے اور اپنے حق میں چند وصیتیں اپنے صاحبزادہ کو فرما کے اس عالم کو سدھارے[1]۔

---

[1] وہ وصیتیں حضرت عمر نے حضرت ابن عمر سے یہ کی تھیں کہ جب میرا وقت احتضار ہو تو مجھ کو دبا لینا اور اپنے دونوں زانو میری پشت میں ملا دینا اور اپنا داہنا ہاتھ میرے پہلو پر یا جبین پہ اور بایاں ہاتھ میری ٹھوڑی پر رکھنا اور بعد مرنے کے میری آنکھیں بند کر دینا۔ اور میرے کفن میں میانہ روی کرنا کیونکہ اگر میرے لیے نزدیک خدا کے کوئی خیر ہو گی تو مجھے اس سے اچھا لباس بدلے میں عنایت کریگا ورنہ مجھ سے چھین لیا جائیگا اور جلد چھین لیا جائیگا اور میری قبر میں بھی میانہ روی کرنا کہ اگر میرے لیے نزدیک خدا کے خیر ہے تو میری حد نگاہ تک وسیع ہو جاویگی اور اگر میں اس قابل نہیں ہوں تو ایسی تنگ ہو جاویگی کہ میری پسلیاں ایک دوسرے سے مل جائیں گی اور کوئی عورت میرے جنازہ کے ساتھ نہ نکلنے پائے اور میری تعریف اُن صفات سے نہ کرنا جو مجھ میں نہیں ہیں کیونکہ خدا میری حالت سے بخوبی واقف ہے اور جب تم میرا جنازہ لیکر نکلنا تو چلنے میں جلدی کرنا اس لیے کہ اگر میرے واسطے خدا کے نزدیک خیر ہے تو تم مجھے اس خیر تک جلد پہنچا دوگے اگر میں اس قابل نہیں ہوں تو تم اپنی گردنوں سے ایک اس شر کو کہ جسکو اٹھائے ہوئے ہو جلد ڈال دو۔ (دیکھو طبقات ابن سعد) جو وصایا حضرت عمر نے فرمائے ہیں ان کے آخری حصہ کے وجوہ انہوں نے خود فرمائے ہیں لیکن ابتدائی حصہ وقت احتضار کے متعلق جو وصیت اپنے نور چشم کو کی ہے اس کی نسبت کیا تماشہ کی بات ہے کہ کچھ توجیہ نہیں ظاہر کیا اس سے اُن کا کیا مقصود تھا۔ مولف عفی عنہ

لیکن اپنے مقصود حقیقی پر کامیابی کے واسطے جس مین حق تلفی علی مرتضیٰ کی اور خلیفہ کرنا عثمان کا مضمر تھا اُن کو چارہ نہ تھا کہ ایک راہ گریز حالت غشی کی جو ایک شاخ اسی پالیسی کی تھی جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اختیار نہ کرین۔ حالت غشی اور اس مین جنت اور میوہ ہاے جنت کا معاینہ اور مشاہدہ درحقیقت حیثیت خواب کی رکھتی ہے جس کی تعبیر صاف ہے یعنے جب اُنھون نے اپنے دل مین یہ قصد مصمم کر لیا کہ مین اپنا جانشین ایسے شخص کو کرونگا کہ جو لوگون کو راہ حق پر لے جاوے اور جو اس امر کے لیے سب سے اولے ہے اور اشارہ علی مرتضےٰ کی طرف کیا اور اس کے بعد ہی قبل اس کے کہ اُن کے دل مین اُس کے خلاف خیالات پیدا ہون فوراً ہی وہ غش ہو گئے اور جنت و میوہ ہاے جنت کو مشاہدہ فرمایا تو درحقیقت یہ ایک بشارت اُن کو اُس قصد مصمم کے صلہ مین تھی جو علی کے واسطے ظاہر کیا تھا جس مین اس بات کا اشارہ تھا کہ تم نے جو علیؑ کو جانشین اپنا مقرر کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے اس کے صلہ مین یہ جنت و میوہ ہاے جنت سب تمھارے واسطے موجود ہین لیکن جبکہ وہ غش سے چونکے تو مت اُن کی پلٹ گئی لہذا وہ صلہ بھی جو اُس ارادہ کے ساتھ لازم وملزوم تھا پلٹ گیا اور تازہ رائے چونکہ ضد اُس ابتدائی قصد مصمم کی تھی بس صلہ بھی اُسکا ضرور ہے کہ ضد اُس ابتدائی ارادہ کے صلہ کی ہو۔ ایسی صورت مین نہایت افسوس کے ساتھ مین ذی علم سائل سے پوچھتا ہون کہ حضرت عمر بشارت کے رد کرنے والے صلۂ بشارت سے مردود ہوے یا نہین؟

اور فلسفانہ حیثیت سے اگر ہم اس حالت غشی کو غور کرتے ہین تو سواے اس کے کچھ نہین پاتے کہ حضرت عمر گہرا زخم کھا ہی چکے تھے ڈاکٹر معالجہ سے دستکش ہو ہی چکا تھا اور اُس کی اس ہدایت پر کہ وصیت آخر کر دو حضرت عمر کی آنکھون مین موت کی تصویر کھنچ ہی چکی تھی وہی تصویر موت اس غشی مین بھی روبکار ہوئی جس سے چونک کر اُنھون نے خود کہدیا کہ خدا اپنے حکم پر غالب ہو موت آنے والی ہے اور بہشت و میوہ ہاے

بہشت وحور وقصور کے شگوفے تو ایک ڈھکوسلے اُنکے تھے لیکن مین قبول کرتا ہون اس بات کو کہ جنت ایسی چیزون کی کان ہے مگر دسترس اُس پر اُسی کا ہو سکتا ہے جو بید اللہ کا تخم محبت مزرعہ دل مین بوئے ہو ورنہ یاد رکھنا چاہیئے کہ حضرت عمر تو بر طرف وہ شخص بھی کہ جو نوحؑ پیغمبرؐ کی برابر تو عمر مین ہو اور کوہ سفید کے برابر راہ خدا مین اُس نے سونا محتاجین ومساکین کو دیا ہو اِس کے علاوہ اور بھی ہر ایک نیکی دین کی اُس نے کی ہو و ہزار حج پیدل کئے ہون حتی کہ درمیان صفا مروہ راہ خدا مین وہ مظلوم شہید بھی ہوا ہو مگر خوشبو بہشت کی اُس وقت تک ہرگز نہین سونگھ سکتا جب تک کہ اُس کے دل مین علیؑ مرتضیٰ کی محبت نہو[1] محبت ہی علیؑ مرتضیٰ کی ایسا عمل حسنہ ہے کہ جس کو کوئی گناہ ضرر نہین پہونچا سکتا اور بغض اُن کا ایسا گناہ ہے کہ جس کو کوئی نیکی رد نہین کر سکتی[2] انھین احادیث کے مضامین کو جنھین مین نے مناقب اخطب خوارزم سے لکھا ہے خواجہ حافظ نے بطور نتیجہ کیا خوب نظم کیا ہے۔

آنرا کہ دوستیِ علیؑ نیست کافر است
گو زاہد زمانہ و گو شیخ راہ باش
امروز زندہ ام بولائے تو یا علیؑ
فردا بروح پاک امامان گواہ باش

بہر حال اُن چھ اشخاص کا منتخب کرنا اور پھر اُن مین سے ہی ایک کا از روے قواعد مقررہ اُن کے خلیفہ ہونا اُن کے اُس ارشاد کے دونون پہلوون پر حاوی ہے اس طرح پر کہ اُن کا اُن چھ مین سے کسی کو بالتخصیص واسطے خلافت کے نامزد نہ کرنا مطابق اُس ارشاد کے ہے کہ اگر کسی کو خلیفہ نہ کرون گا تو پیروی پیغمبرؐ کی کرون گا لیکن بموجب قواعد قرارداده کے انھین اشخاص مین سے ایک کا مقرر ہونا چونکہ ایک امر لازمی تھا پس اُس کا تقرر موافق اُن کے اِس ارشاد کے ہو گیا کہ اگر کسی کو خلیفہ کرون گا تو پیروی حضرت ابو بکر کی کرون گا۔

---

[1] ترجمہ حدیث ہے ۱۲ [2] ترجمۂ حدیث ہے ۱۲

اور دونون طرح اپنے خیال کے موافق الیسی کارروائی سے وہ بڑا غیب خدا کے گھر کو سدھارے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اس انتظام سے حضرت عمر کا لامحالہ مدعا پورا ہونا مین اس حیثیت سے بیان کرتا ہون کہ عبدالرحمٰن جو حضرت عثمان کے بہنوئی تھے وہ بمقابلہ حضرت عثمان کے خلیفہ مقرر ہونے کے نہ اپنا خلیفہ مقرر ہونا پسند کر سکتے تھے اور نہ کسی اور کا اور سعد کینہ علی مرتضیٰ سے رکھتا تھا وہ کسی طرح علی مرتضیٰ کی امارت پر راضی نہین ہو سکتا تھا جیساکہ خود علی مرتضیٰ نے بھی یہی پیشین گوئی کی ہے جس کو مین ابھی آئندہ بیان کرون گا۔ ایسی حالت مین کیا ہمارا یہ بیان غلط قرار پا سکتا ہے کہ سواے حضرت عثمان کے کوئی اور خلیفہ ہو سکتا تھا؟۔ چنانچہ یہی ہوا۔ اور حضرت عمر کی یہ دوراندیشی اور انتظام ایسا نہ تھا کہ جس مین کوئی دھوکا کھاتا علی مرتضیٰ نے اُسی وقت حضرت عباس عم پیغمبرؐ سے صاف کہدیا تھا کہ یہ پھر ہم سے خلافت نکل گئی۔ (کامل ابن اثیر) اور جب حضرت عباس نے پوچھا کہ کیونکر تب آپ نے نہایت تشریح کے ساتھ فرمایا کہ میرے ساتھ عثمان کو شریک کیا ہے اور یہ وصیت کی گئی ہے کہ کثرت آرا پر عمل کیا جاوے اگر مساوی الراے ہون تو اُس کو خلیفہ کرنا جس کی طرف عبدالرحمٰن کی راے ہو۔ اور حضرت عثمان عبدالرحمٰن کے سالے ہین وہ اس کی مخالفت نہ کرے گا اور سعد مجھ سے ذاتی کینہ رکھتا ہے وہ بھی حضرت عثمان کی مخالفت نہ کرے گا جب یہ دونون طرفدار عثمان کے ہین تو بقیہ اصحاب شوریٰ طلحہ اور زبیر نے لو فرضاً اگر میری نسبت ووٹ بھی دیا جس کی مجھے ظاہرا امید نہین ہے تو بھی مین کامیاب نہین ہو سکتا کیونکہ عبدالرحمٰن کی راے کو ترجیح دی گئی ہے یہ سُن کر حضرت عباس غمدیدہ ہوے اور فرمایا کہ مین نے اُسی وقت جب کہ عمر نے تمہارا نام شوریٰ مین داخل کیا تھا تم کو منع کیا تھا کہ تم شریک نہ ہونا اور اب بھی یہ قوم (اصحاب شوریٰ) جو کچھ تم سے کہین انکار کرنا مگر یہ کہ تم سے بیعت کرین۔

اور ان لوگون سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہیئے کہ ہمیشہ ہم سے امر خلافت کو دفع کرتے رہے ہین یہان تک کہ ہمارا غیر اُس پر متصرف ہوا۔ اور پھر تبسم فرمایا کہ امر خلافت کو کوئی ہم سے نہین لیگا مگر شر سے ایسا شر کہ جسکو کوئی نیکی نفع نہین پہونچا سکتی[لہ] اس حقیقت کے معلوم ہونے کے بعد کون وجہ مانع اس یقین کی ہوسکتی ہے کہ حضرت عمر کا خاص اور دلی منشاء حضرت عثمان کے ہی ولیعہد اور جانشین مقرر ہونے کا نہین تھا۔ اور انھون نے وہ انتظام اور اہتمام اسی لیے نہین کیا تھا کہ بجز حضرت عثمان کے اور کوئی خلیفہ مقرر ہی نہو سکے۔ اور جن کا خلیفہ ہونا سطابق اُن کی اُسی پالیسی اختیار کردہ کے تھا۔ اور زیادہ مصلحت یہ تھی کہ اس خاندان مین کہ جس مین حضرت عثمان تھے خلافت جانے سے اُن کی اُس اصلی غرض مین بھی کہ جس پیش بینی سے خلافت کو خاندان رسالت سے اُنھون نے نکال لیا تھا انھین کامیابی کی قطعی اُمید تھی کہ بنی امیہ کے تعصب دیرینہ کا مقتضی یہی تھا کہ خاندان رسالت کا قلع وقمع ہو۔ گو اس مین شک نہین ہے کہ حضرت عثمان کے عہد مین ہی بموجب اُن قواعد قرار دادہ کے جو حضرت عمر نے متعلق انتخاب خلیفہ کے قرار دے تھے مخالف پارٹی کا قتل واجب تھا اور علے مرتضےٰ کی نسبت حضرت عمر جانتے والے تھے کہ وہ ابتداء سے ان خلافتون سے مخالف رہے ہین اب بھی مخالفت کرین گے لیکن گو اس حکم کی تعمیل کی جرأت اُس وقت خواہ اُس عہد مین نہوئی ہو لیکن اس حکم کی تعمیل عہد معاویہ جانشین حضرت عثمان مین ہوگئی کہ اُوسی پالیسی پر عمل نے علی مرتضیٰ کے خون سے محراب مسجد کوفہ کو رنگین کر دیا اور پھر اُسی پالیسی کے عمل کا نتیجہ ان کے فرزند اکبر کی شہادت سے تعلق رکھتا ہے اور آخر کار یزید ان کے جانشین کے عہد مین قتل حسینؑ پر اُسی پالیسی کے عمل نے قطعی قلع و قمع خاندان رسالت کا کر دیا اور یہی شرح ہے یزید کی اُس فقرہ کی جس کو ہم اوپر

[لہ] ابوالفداء و کامل ابن اثیر جزو ثالث بسلسلہ حالات شوریٰ ۱۲

ظاہر کرائے ہین۔

اب مین یہ ظاہر کرتا ہون کہ حضرت عمر نے جو عبد الرحمن کی راے کو خاص ترجیح دی تھی وہ اُن کی ایک نہایت ہوشیاری کی بات تھی جو حضرت عثمان کے حق مین بہر طور مفید ہونے والی تھی۔ بلکہ واقعات طریقہ انتخاب شوریٰ یہ بھی اشارہ کر رہے ہین کہ حضرت عمر کو اپنی حیات مین ہی غالباً بعد مجروحی اور قبل اُس واقعہ خواب کے جبکہ برابر لوگ اُنکی عیادت کو آتے جاتے تھے عبد الرحمن اور زبیر سعد سے جو علے مرتضےٰ سے کینہ رکھتا تھا اندرونی سازو باز کا موقع ملا تھا اور وہ خواب درحقیقت اُس سازش کے حصول نتیجہ کے لیے ایک راہ گریز تاویل کی حیثیت سے تھی۔

شرائط شوریٰ حسب ذیل قرار دیے گئے تھے۔

یہ کہ ١ منجملہ اشخاص نامزد ایک شخص کا بروئے انتخاب تقرر مسند خلافت پر ہوگا۔

یہ کہ ٢ تین روز کے اندر خلیفہ مقرر ہو جاوے گا۔

یہ کہ ٣ اگر ممبران مساوی الراے ہون تو جس سمت عبد الرحمن کی راے ہوگی وہ خلیفہ ہوگا۔

یہ کہ ٤ اگر اس انتخاب سے مخالف راے والے اتفاق کرنے والے نہون گے تو قتل کر دیے جائین گے۔

یہ کہ ٥ اگر چھون ممبران مختلف الارا ہون گے تو سب قتل ہون گے۔

واضح ہو کہ ابو طلحہ انصاری کی ماتحتی مین حضرت عمر نے ٥٠ نفر بدین ہدایت دیے تھے کہ وہ اصحاب شوریٰ کو عہدہ خالی ہونے کے بعد ایک مکان مین جمع کر کے عملی کارروائی شوریٰ شروع کرا دین اگر دیکھین کہ تین روز کے اندر فیصلہ نہین ہوا یا جملہ ممبر مختلف الآرا ہین تو بذریعہ اپنی ماتحت مختصر فوج کے سب کو قتل کرا دین۔

جب حضرت عمرؓ اپنا عہدہ خالی کر چکے تو ممبران نے پس از دفن و کفن بموجب وصیت[۵۱] واسطے انتخاب خلیفہ کے اجلاس کیا جو ابوطلحہ انصاری کی مسلح فوج کے محاصرہ مین تھا۔ سب سے پہلے مسٹر چیرمین عبد الرحمٰن نے کھڑے ہوکر سب ممبرون سے راے ظاہر کرنے کی خواہش کی۔ پھر سعد نے اپنی راے کو چیرمین کے تفویض کیا۔ اُنکے بعد حضرت عثمان کھڑے ہوے اور ایک تقریر کے بعد اپنا ووٹ اپنے بابت دیا۔ جس پر طلحہ نے کھڑے ہوکر اپنی رائے کو حضرت عثمان کے تفویض کیا اور قبل اس کے کہ علی مرتضیٰ[۵۲] اپنی جگہ کھڑے ہوے اور بتردید اُن تقریرون کے جو اُن کے مخالف تھین ایک پر زور فصیح اور بلیغ اسپیچ دی جس مین اپنے سب سے وِلے اور لائق تر اور سب سے مستحق ہونے کا ممبران شورے سے استشہاد چاہا جس سے کسی نے انکار نہین کیا۔ اِس حالت مین مسٹر چیرمین عبد الرحمٰن کی ذاتی راے ایک تو بوجہ مرجح ہونے کے ڈبل تھی ہی سعد کی مفوضہ راے سے اور وزنی ہوگئی۔ اب اگر عبد الرحمٰن علی مرتضیٰ کیلیے راے دیتے تو وہ اس وجہ سے کہ اُن کے اور عثمان کے ووٹ مساوی تھے خلیفہ ہوتے اور اگر عثمان کے نسبت راے دیتے تو عثمان خلیفہ ہوتے اور اگر اپنی نسبت راے دیتے تو وہ خود خلیفہ ہوتے کیونکہ اُن کی ذاتی راے اور سعد کی مفوضہ راے درجہ مساوات کا بمقابلہ علی مرتضیٰ اور عثمان کے رکھتی اور رہ اختیاری راے حضرت عمرؓ کی عطا کی ہوئی اپنے سلیئے راے ظاہر کرنے مین بمقابلہ علی مرتضیٰ اور عثمان برابر کے ووٹ رکھنے والون کے اُن کو خود منتخب کرا دیتی لیکن اُنھون نے ابھی سکوت کیا اور کسی کی نسبت ووٹ نہین دیا۔

آسانی سے ایک شخص اُن کے تامل کیوجہ شاید یہ ظاہر کرے کہ وہ بنظر دوراندیشی کسی کے فرمان قتل کا نفاذ بحالت انکار مکروہ جاننے والے ہون گے لیکن مین یہ کہتا

زبیر نے اپنی راے کو علیؑ مرتضےٰ کے تفویض کیا اسکے بعد علیؑ مرتضےٰ اپنی تقریر شروع فرمائیں

---

[۵۱] روضۃ الاحباب ۱۲

[۵۲] علی مرتضےٰ علیہ السلام ۱۲

ہون کہ اس وقت تک تو عبد الرحمن نے کسی کی نسبت ووٹ ہی نہین دیا تھا تاکہ معلوم ہوتا وہ کون لوگ ہین جو ان کے نفاذ حکم سے انکار یا اختلاف رکھنے والے ہین۔ یا اگر اُس تقریر علے مرتضےٰ کا جو اُنھون نے فرمائی تھی نتیجہ حد قتل کا سمجھ لیا گیا تھا تو بھی یہ غلط فہمی تھی۔ اُن کے ارشاد کی شان صرف اس قدر ہے کہ وہ بمقابلہ اپنے کسی دوسرے کو مستحق اور اولی تر اس کام کے واسطے نہین جانتے تھے جیسا کہ خود حضرت عمر نے بھی خواب دیکھنے سے پہلے اُن کو اسی امر کے لائق تسلیم کیا تھا۔ اُن کی تقریر کا یہ نتیجہ نہین ہو سکتا ہے کہ وہ تقرر عثمان کی بعد اُن کی خلافت مین رخنہ انداز ہو کر امن عامہ خلائق مین نقص ڈالنے کے باعث ہون گے اُنھون نے پہلی خلافتون مین بھی کوئی رخنہ نہین ڈالا تھا اور یہ ایک عام قاعدہ کی بات ہے ہر وہ شخص جو درحقیقت مستحق خلافت نہ ہو مگر کسی وجہ سے جب بادشاہ ہو جاتا ہے تو تمام لوگ جو زیر حکومت رہتے ہین گو اعتقاد ان کا مخالف اعتقاد حکومت ہو مگر اُس سلطنت کا اتباع کرنے والے ہوتے ہین گو وہ اس بادشاہ یا خلیفہ کو برحق خلیفہ یا بادشاہ قبول کرنے والے ہون یا نہ ہون کیونکہ خلیفہ برحق ہونا اور چیز ہے اور اتباع قوانین خلافت اور بات ہے اگر میری یہ راے قبول نہ کی جاے اور عبد الرحمن کی وجہ سکوت وہی کراہت قتل مانی جاے تو مین افسوس کرتا ہون کہ انھون نے اُسی وقت جبکہ یہ شرائط داخل شورے کیے گئے تھے اپنی راے ظاہر کی ہوتی اور اگر حضرت عمر اُسے قبول نہ کرتے تو شورے مین داخل ہونے سے انکار کر دیا ہوتا مگر شاید اُن کو حضرت عمر کی خشن مزاجی سے خوف ہوا ہو اور یہ خیال کیا ہو کہ قبل اس سے کہ وہ اپنا عہدہ خالی کرکے تہ خاک ہون عدول حکمی کے جرم مین مجھے ہی کہین زندہ در گور نہ کر دین۔ بہر حال کچھ ہو مین اس امر کو قبول نہین کر سکتا کہ وجہ تامل اور تردد کی نفاذ حکم تقرر خلیفہ مین اُن کو کراہت قتل سے اُن لوگون کے تھی جو مخالف راے

ہوتے اور جن کی نسبت حضرت عمر باوجود اُن کے اہل بہشت قبول کرنے کے بھی قتل کا حکم دے گئے تھے اور کچھ پروا اُس جرم کی سزا کی نہین کی تھی جسکی تعریف خدا نے اپنے قانون کی اس دفعہ مین کی ہے جسکا تعلق کسی مومن کے قتل عمد سے ہے۔

مین جہان تک غور کرتا ہون وجہ تردد اور تامل عبدالرحمٰن کی یہ پاتا ہون کہ حقیقت مین وہ بھی علی مرتضیٰ کو (کیا برنباے اُن حجتون کے جو اُس وقت علی مرتضیٰ نے بطور اشہاد بیان فرمائی تھین اور کیا برنباے اُن حجتون کے جن کی رو سے بمقابلہ انصار و مہاجر خلافت کے اوچک لینے مین سقیفہ کے روز کامیاب ہوئے تھے اور جن کو علی مرتضیٰ نے دربار خلیفہ صاحب مین ظاہر کیا تھا اور جن کو سنکر اُس وقت لوگون نے یہ کہا تھا کہ اگر آپ کی یہ حجتین قبل اس کے کہ ابوبکر پر انعقاد خلافت ہو سُنی جاتین تو ایک شخص کو بھی آپ سے اختلاف نہوتا اور کیا برنباے دستور قدیم ملک عرب کے کہ جسکی رو سے وہ موروثی سردار اور شہزادہ مکہ اور محافظ خانہ کعبہ کے عہد حضرت ابراہیم سے چلے آتے تھے اور جس سرداری و امارت کے اپنے گھر مین برقرار رکھنے کے لیے پیغمبر نے اپنے زندگی کے ہر حصہ مین اُن کو اپنا جانشین اور ولی عہد قرار دیا تھا اور وہ واقعات جانشینی اور ولی عہدی اُن کی امارت و خلافت پر نص ہین) اسی کا مستحق جانتے تھے کہ زمام خلافت علی مرتضیٰ کے ہی ہاتھ مین ہو لیکن دنیا طلبی اور اُسکی چاٹ نے جو حضرت عمر کے عہد سے زبان کو پڑ گئی تھی[الف] بمقابلہ اپنی عزیز زوجہ کے بھائی کے اُنکو گوارا نہین کرنے دیا کہ حق اپنے ٹھیک مرکز پر قائم ہوا اور یہ کھٹکا ہو کہ اگر علی مرتضیٰ خلیفہ ہو گئے تو وہ عیش مجھے حاصل نہین ہو گا جو سالہ کے عہد حکومت مین ہو سکتا ہے اسواسطے اُنھون نے تامل کر کے اُس سازش کی بنا پر کہ جسکا اشارہ اوپر ہو چکا ہے علی مرتضیٰ سے خلافت شرائط شوریٰ کے ایک نئی شرط سیرت شیخین پر عمل کرنے کی لگا کر خلافت قبول کرنے

[الف] یہ اشارہ ہے اُس طریقہ تقسیم غنائم کیطرف جسکو حضرت عمر نے برخلاف طریقہ پیغمبر کے قرار دیا تھا ۱۲

گو کہا جسمین صحیح یہ پہلو مضمر تھا کہ علی مرتضیٰ کبھی اس شرط کو تسلیم نہین کرینگے کیونکہ علی مرتضیٰ سوائے قرآن اور سنت رسول کے تیسری چیز سیرت کسی غیر معصوم کی کسی طرح قبول نہین کرسکتے تھے جو خلاف دین اسلام تھا اور علی مرتضیٰ کی اس سیرت کو ہر کوئی جانتا تھا اور بالفرض اگر تسلیم کرلیا تو اُنکے اس تسلیم سیرت شیخین سے استدلال خلافت حقہ شیخین کا لازم آجاویگا اور وہ مثل ہمارے اور برابر ہمارے ہوجاوینگے اور یہ امر برخلاف اُن تمام واقعات کے ہوگا جنمین اُنھون نے انکا برحق خلیفہ ہونا قبول نہین کیا ہے اور یہی وہ بات ہے کہ جسکو مین سازشی کارروائی کہتا ہون کہ یہ اُمور مین تنہا عبدالرحمٰن کے دماغ کے قبول کرنے والا نہین ہون آپکے ساتھ عبدالرحمٰن نے یہ بھی سوچا تھا کہ علی مرتضٰے نے اگر سیرت شیخین پر عمل کرنیکی شرط منظور کرلی تو عزیزی عثمان سے اُس امر کے قبول کرنے کو پوچھون گا اور وہ بھی قبول کریگا اور ایسی حالت مین پھر درجہ مساوات کا رہیگا اُسوقت مین ووٹ اپنے سالے کے لیے دونگا۔ لیکن افسوس ہے کہ عبدالرحمٰن کو اگر یہ کارروائی اُن کی ذکاوت طبع قبول کیجائے کامیابی اپنے خیال کے موافق نہوئی کہ علی مرتضٰے نے صاف انکار کردیا کہ مین سیرت شیخین پر عمل نہ کرونگا بلکہ قرآن اور سنت رسول کا عامل ہون اور رہونگا کہ اسی کی توقع علی مرتضٰے سے ہوسکتی تھی کہ وہ سیدھی راہ مستقیم پر چلنے والے تھے تب عبدالرحمٰن نے حضرت عثمان سے پوچھا وہ راز دار تھے ہی اُنھون نے فوراً قبول کرلیا اور عبدالرحمٰن کی مرجح رائے نے ابتدا از سکوت کیوجہ سے فائدہ حاصل نہ کرکے اُنھین کے حق مین فیصلہ خلافت کا کردیا اور وہ نا واجب طور پر خلیفہ مقرر ہوگئے اور علی مرتضیٰ کی وہ پیشین گوئی صادق نکلی کہ ،،خلافت پھر ہم سے نکل گئی،، جس کو اُنھون نے اپنے چچا عباس سے حضرت عمر کی حیات مین ہی کہدیا تھا اور ایک دوسرے موقع پر بھی اُس کا ذکر خطبہ شقشقیہ مین فرمایا ہے۔

لیکن مین دریافت کرتا ہون کیا اس عملی کارروائی سے حضرت عثمان کی بنار خلافت پر کوئی نکتہ چینی نہین ہوسکتی ؟ —

یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے بموجب شرائط مقررہ موصی کے عمل کی حالت مین کسی مسئلہ پر کوئی سقم عائد نہین ہوسکتا ہے ویسے ہی موصی کی کسی ایک شرط مقررہ کے خلاف بھی کس مسئلہ پر عمل اس مسئلہ کے صحیح واقع ہونیکی پاسداری نہین کرسکتا۔

اس مسئلہ مین جو زیر بحث ہے ہم صرف دو ہی غلطیان اُسکی عملی کارروائی مین دکھاتے ہین اولاً یہ کہ جب اصحاب شوریٰ مساوی الرائے تھے تو عبدالرحمن کو بلا کسی پس وپیش اور سکوت کے کسی کی نسبت ووٹ دیدینا چاہیے تھا اُنھون نے سکوت کرکے شرط شوریٰ کی عدم تعمیل کی۔۔ دوم یہ کہ۔ برخلاف شرائط شوریٰ کے عبدالرحمن نے سیرت شیخین کی ایک جدید شرط لگائی اور اُسی پر تقرر خلیفہ کا انحصار رکھا جسکا اُنھین کوئی اختیار باضابطہ حضرت عمر کی طرف سے حاصل نہین تھا۔

پس برخلاف شرائط شوریٰ کے وقوع اُمور بالا کا صحت انتخاب حضرت عثمان کو مجروح کرتا ہے اور اسی بنا پر مین نے اُنکا خلیفہ ہوجانا ناواجب طور پر ظاہر کیا ہے۔ اور جب خود حضرت عثمان نے سوائے عمل قرآن اور سنت رسول کے سیرت شیخین پر کہ جو معصوم نہین تھے عمل کا اقرار کیا اور وہی اقرار انکا باعث اُنکے خلیفہ ہونیکا ہوا تو صریح ہے کہ خود اُنھون نے اپنا ناحق خلیفہ ہونا قبول کرلیا کیونکہ سوائے قرآن اور سنت رسول کے سیرت شیخین جو غیر معصوم تھے اُسپر عمل کرنا ناجایز اور اُنکی سیرت پر عمل کا اقرار ناواجب تھا۔

ذی علم سائل اور اُنکے ہم خیال اُن واقعات کو جس حیثیت سے کہ مین نے ظاہر کیے کوئی سقم بنائے خلافت حضرت عثمان کے لیے قبول نہ کرین گے تو مین بہت خوش ہونگا اگر وہ کسیوقت مین اسکے خلاف رائے ظاہر فرمائینگے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک تو شروع سے ہی تمام کارروائی شوریٰ ہی نہین بلکہ بنائے شوریٰ تک غلط اصول پر مبنی ہے ہان موافق اہل سنت کے

ضرور ہی کہ جسکی رو سے خلاف دستور قدیم ملک عرب کے قانون وراثت وامارت فی النسل کو حضرت عمر نے منسوخ کر کے خلافت کو حاصل کیا تھا اور تبقلید حضرت عمر یہ ایسی شیلہ دہنی کی معیار دکھانیوالی ہی کہ شیعہ تو وہ لوگ ہین جو امارت اور وراثت فی النسل کے مؤید ہین اور سُنّی وہ ہین جو اس کے خلاف اس بات کے قائل ہین کہ جسے دوچار آدمی ملکر خلیفہ کر دین بس وہی بادشاہ ہوگا۔ یہانتک تو مین نے شرائط شوری کی عدم تعمیل کی بناپر حضرت عثمان کے صحیح خلیفہ قبول کرنے مین نقائص دکھلائے جو مسٹر چیرمین کی عملی کارروائی سے متعلق تھے اور اب مین یہ امر ظاہر کرتا ہون کہ شروع سے ہی تمام کارروائی شوری غلط اصول پر حضرت عمر نے قرار دی تھی اور اسوجہ سے بھی حضرت عثمان صحیح خلیفہ قبول نہین کیے جاسکتے ہین۔

حضرت عمر نے چھ شخصونکو واسطے امر خلافت کے بشرائط نامزد کیا تھا جسمین ایک شرط یہ تھی کہ اگر چھوٴن شخص مختلف الآرا ہون تو سب قتل کر دیے جائین۔

اصول انتخاب کا یہ ہے کہ جو شخص واسطے کسی امر کے نامزد کیے جاتے ہین تو انتخاب اُنکا دوسرے شخصون کے ہاتھ مین ہوتا ہے کہ اُن دیگر اشخاص کی رائے فیصلہ اُس نامزدگی کا کر دیتی ہی جیسا کہ یہی اصول اس زمانہ مین بھی ہماری آنکھین دیکھ رہی ہین اگر یہ اصول خلافت قرار نہ دیا جاوے تو کبھی کوئی امر طے نہو اور وہ امر معطل رہے لیکن حضرت عمر نے جو یہ خلاف اصول عمل کیا تو مین پوچھتا ہون کیا وہ اس اصول سے ناواقف تھے اور کیا وہ نہین جانتے تھے کہ ہر شخص نامزد کے لیے خواہش ہوگی کہ مین ہی اس امر کے لیے منتخب ہون اور وہ اپنا ووٹ اپنے ہی لیے دینے والا ہوگا؟

بیشک وہ سب کچھ جاننے والے تھے لیکن ایسا کرنے مین انکو بھروسا اور اطمینان اپنے مفید مطلب نتیجہ برآنیکا نہین تھا اسواسطے وہ مجبور تھے کہ انھین اشخاص کو انتخاب کے لیے بھی نامزد کرین اور ایک ایسی شرط لگا دین جو سب کی غرض ذاتی کی جڑ کاٹنے والی ہو۔ کیونکہ کوئی شخص بھی ایسی صورت مین اپنی جان کو ہلاکت مین ڈالنا گوارا نہین کرسکتا تھا

فضل حم

اور آیت ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ اِسیطرف اشارہ کرنیوالی تھی۔

کچھ شبہہ نہین ہے کہ جب ممبران کمیٹی ابوطلحہ اور اُسکے مسلح ساتھیون کو دیکھتے ہونگے اپنی موت کی تصویر آنکھون مین پھر جاتی ہوگی۔ اِس شرط کا بجز اسکے اور کچھ نتیجہ نہین ہو سکتا تھا کہ یا دو دو شخص مساوی الراے ہون یا تین ایک طرف اور تین ایک طرف یا سب ایک طرف اور علی مرتضیٰ تنہا۔

پہلی دو صورتون مساوی الراے کی حالت مین انتخاب کسی کا نہین ہو سکتا تھا جبتک کہ منجملہ اُنھین اشخاص کے ایک شخص کی راے کو حضرت عمر وہ عزت عطا نہ فرمانے جو ایک چیئرمین کمیٹی کی راے کو عزت ہونی چاہیئے۔ چنانچہ حضرت عمر نے سب پہلو پر نظر کر کے وہ عزت اُس شخص کی راے کو دی جو اُن کے مطلوب کا بہنوئی تھا اور جسکی بابت وہ اطمینان کرنے والے تھے کہ وہ بجز اپنے عزیز سالہ کے نہ اپنا خلیفہ ہونا پسند کریگا اور نہ کسی دوسرے کا۔

یہین سے تائید ہماری اُس راے کی ہوتی ہے کہ عبد الرحمن اور سعد سے اُنھون نے شوریٰ کر کے انکو داخل شوریٰ کیا تھا اور وہ شرائط دلنخواہ قرار دیے تھے جیسا کہ شرائط کا انضباط ضرورتون زمانہ کے لحاظ سے ہوا کرتا ہی جیسے کہ ہر ملک کے قوانین اُسی ملک کی ضرورتون پر نافذ ہوتے ہین۔ جو شرط بحالت مختلف الآرا ہونیکے قرار دی گئی تھی اُسکا اثر جہان حضرت عمر جانتے تھے کہ کوئی بمقابلہ اپنی عزیز جان کے اپنا قتل گوارا نہین کریگا وہان یہ بھی اطمینان رکھتے تھے کہ مجھے خدا کی عدالت مین قتل عمد مرد مومن کے جرم مین جوابدہی کیلیے جانیکی نوبت ہی نہ آئیگی۔

کچھ شبہہ نہین ہے کہ یہ سب کارروائی بالکل اُسی پالیسی کی بنا پر تھی کہ جسکی رو سے قانون وراثت خلافت فی النسل کو حضرت عمر نے برخلاف دستور قدیم ملک عرب کے توڑا تھا۔ ورنہ ہمکو کوئی بتادے کہ بحالت مختلف الآرا ہونیکے اُنھون نے سب کے قتل کی شرط کیون لگائی۔ اور سب کی آزادی کو کیون قطع کیا؟

اور اگر شرط لگائی تھی تو پھر اسکے بعد کے لیے کیون نہین کوئی انتظام کیا؟۔ اور اگر وہ پیغمبر کی نسبت یہ عقیدہ صحیح رکھتے والے تھے کہ اُنھون نے اپنے مابعد زمانہ کا کچھ انتظام نہین کیا تھا تو یہ انتظام شورے کر کے حضرت پیغمبرؐ کی رائے پر فوقیت کیون ڈھونڈھی ہے؟۔

اس تمام تقریر کے بغور ملاحظہ کے بعد جو کچھ نتیجہ حاصل ہونا چاہیے اُسکی رو سے کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر نے اُس منشاء اور غرض سے جسکو سائل۔ نے ایک فضیلت اُنکے لیے قرار دی ہے اپنے کسی عزیز و قریب کو اپنا جانشین نہین کیا؟۔

ہرگز نہین۔ بلکہ وہ وجوہ تھے جو ہماری تحقیق سے کافی طور پر ظاہر ہوتے ہین

یہانتک مین نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی نسبت اپنی محققانہ رائے ظاہر کی کہ کیون نہین اُنھون نے اپنے کسی عزیز و قریب کو اپنا جانشین قرار دیا۔

اب مین حضرت عثمان کی نسبت اُس دعوے کی تطبیق خود اپنے محترم سائل سے چاہتا ہون اور نہایت ادب سے دریافت کرتا ہون۔ فرمائیے کہ اُن بیچارہ کو اُنکے افعال و کردار کے سبب سے کہ جنکا تعلق اُنکے زمانۂ خلافت سے ہی کب اِس امر کا موقع ملا کہ جو خواہش اُنکی تھی وہ پوری ہو جیسا کہ صاحب تاریخ کامل کے علاوہ دیگر مورخین نے بھی بہت تفصیل سے اُنکے قابل افسوس حالات کو جو حد سے تجاوز کر گئے تھے اور جو بہت ہی قابل شناعت کے ہین قلمبند کیے ہین اور جنکا مآل یہ ہوا کہ وہ اپنے گھر مین قید ہو گئے اور بالآخر اسی حسرت و افسوس مین کہ کسی کو اپنا جانشین کرتے۔ مسلمانون کے نہین نہین خود اصحاب پیغمبر کے ہاتھون سے قتل کیے گئے۔

مین نے بالتخصیص اُن صحابہ کے جو قتل حضرت عثمان مین شریک تھے اور جنھون نے حضرت عثمان کو قتل کر کے الصحابۃ کلھم عدول کے معنی آشکار کر دیے ہین نام نہین گنائے ہین۔ اُنکے نام پوشیدہ نہین ہین۔ صاحب تاریخ کامل نے بہت تفصیل سے واقعات قتل اور قاتلون کی فہرست کو درج کیا ہے۔ اِسواسطے مجھے

ضرورت نہین معلوم ہوتی کہ مین بھی اس مقام پر اُن کے نام لکھون مگر منجملہ اُن کے مین حضرت محمد بن ابی بکر خال المومنین (صاحبزادہ حضرت ابوبکر خلیفۂ اول و برادر حضرت عائشہ) کا نام ضرور ظاہر کرونگا جنکی نسبت صاحب تاریخ الخلفا کی تحقیق ہے کہ حضرت عثمان کی ڈاڑھی انھین نے پکڑی تھی۔ افسوس!!!

مگر مین یہ ضرور کہونگا کہ اگر وہ استخلاف کرنیکا موقع پاتے تو مجکو اُنکی گذشتہ کارروائیون کی نظر سے یقین ہے کہ وہ اپنے سابقین کے قدم بقدم ایسی پالیسی اختیار کرتے کہ خلافت خاندان رسالت مین نہ جاسکے اور اُنکی قوم کے قابو مین ایسی شان سے رہے کہ جسکے مقابلہ مین خاندان رسالت تباہ ہوجاے اور جسکے آثار اُن کے بعد موجود رہے اور جسکی وجہ سے تباہی خاندان رسالت کی ظہور مین آئی۔

یہانتک مین اپنی دانست مین ذیعلم سائل نے جو دعوے کیا تھا اُسکے امر اول کی حقیقت کو اچھی طرح دکھا چکا۔ اب مین دوسرے امر کی کہ وے خلفا شہوات نفسانی سے پاک و صاف اس عالم سے اُس غفار کو تشریف لے گئے، حقیقت ظاہر کرتا ہون۔

ہمارے ذی علم سائل نے یہ دعوے مکرر کیا ہے ایک موقع پر وہ خلفا کی نسبت یہ ظاہر فرما چکے ہین کہ وے خلفا دم واپسین تک صراط مستقیم پر ثابت رہے[1] اس دعوے کی حقیقت مین یہ امر قابل اطمینان کے ہم دکھا چکے ہین کہ دعوی ذی علم سائل کا محض غلط ہے اور اُن واقعات کی جو اسکی تائید مین اُس موقع پر لکھے گئے ہین اس مقام پہ اعادہ کی ضرورت نہین ہے یہان مین صرف یہ سوال کیے بغیر نہین رہ سکتا کہ جو شخص تادم واپسین خدا و پیغمبر کی ہدایتون کے خلاف عمل کرنے والے ہون اور جنکو پیغمبر مخاطب کرکے اپنی متعدد احادیث مین یہ فرما چکے ہون کہ وے مین تم لوگون کی نسبت نہین جانتا

---

[1] دیکھو صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳۔ کتاب ہذا۔

کہ میرے بعد کیا کیا احداث کر دینگے[1]"۔

اور نیز وہ آرا امام غزالی و امام فخرالدین رازی اور امام تفتازانی کے بھی اس موقع پر یاد کرنے کے قابل ہین جنکو ہم اس کتاب مین لکھ چکے ہین اور انکا یہان اعادہ طوالت کی غرض سے نہین کیا جاتا ہے لیکن اُنکا مقصود صاف و صریح یہ ہے کہ پیغمبر ہنوز دفن ہونے نہ پائے تھے کہ یہ بزرگوار ہوا و ہوس نفسانی مین پڑ گئے اور دین مین احداث ڈالکر پیغمبرؐ کی پیشین گوئیون کی صداقت کر دی۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے۔ ؎

امت احمد مین حق ناحق کا جھگڑا رہ گیا ۔
ہے غدیر خم کا قائل اور سقیفہ کا کوئی

پس ایسی حالت مین کیا اُنکی نسبت یہ کہنا روا ہو سکتا ہے کہ وہ شہوات نفسانی سے پاک و صاف اس عالم سے اُس عالم کو سدھارے؟ کبھی نہین۔ کبھی نہین۔

اگرچہ مجھے چندان ضرورت نہین ہے کہ مین اور احادیث پیغمبرؐ جنکا تعلق مد دعین مسائل سے ہے اِس مقام پر لکھون مگر کچھ حرج بھی نہوگا اگر مین حضرت ابوبکر کے اُس خطبہ کے علاوہ جو اُنھون نے اپنی خلافت مین پہلا خطبہ پڑھا ہے اور جس مین شیطان کو اپنے اوپر مسلط ہونے کو فرمایا ہے۔ ایک حدیث پیغمبرؐ اور ایک فتویٰ حضرت امام ابوحنیفہ صاحب کا بھی کہ جنکا تعلق فیعلم مسائل کے شیخ اول سے ہے اِس مقام پر لکھکر اپنی تقریر کو اُن کی نسبت ختم کرون۔

حضرت ابوبکر کا وہ خطبہ تو جسکا مین نے ابھی اوپر ذکر کیا اِس کتاب کے صفحہ ۱۲۹ بحث اخلاق حضرت ابوبکر مین دیکھنا چاہیے جسکو مین نے تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی اور صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی سے لکھا ہے اور وہ حدیث اور فتویٰ امام ابوحنیفہ صاحب کا یہ ہے۔

"وہ حدیث"

"عن حذیفۃ الخیرۃ ابوبکر ان النبی حذیفہ سے روایت ہے کہ اطلاع کی آن

---

[1] دیکھو موطا امام مالک صفحہ ۱۷۳ ۔

صلعم قال الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل قال قلت يا رسول الله ص وهل الشرك الا ما عبد من دون الله قال ثكلتك امك يا صديق الشرك فيكم اخفى من دبيب النمل " ازالۃ الخلفا مقصد دوم از مسند ابو یعلی۔	ابوبکر نے کہ رسو لخدا نے فرمایا شرک ہے تم مین زیادہ تر پوشیدہ چال سے چیونٹی کی کہا مین (ابوبکر) نے رسول اللہ سے اور اہل شرک وہ ہین جو پرستش کرین سوائے اللہ کے فرمایا پیغمبر نے تمہاری مان تمہارے ماتم مین بیٹھے اے صدیق شرک تم مین ہے پوشیدہ تر رینگنے چیونٹی سے "

"وہ فتوی امام اعظم صاحب کا"

"ان ايمان ابي بكر الصديق وايمان ابليس واحد " دیکھو مختصر تاریخ بغداد	"تحقیق کہ ایمان ابوبکر صدیق اور ایمان ابلیس کا ایک ہی"

مولفہ ابن جزلہ۔

قول حضرت ابوبکر اور نیز اس حدیث اور فتوائے امام ابوحنیفہ صاحب سے ظاہر ہے کہ حضرت ابوبکر کے ساتھ اُنکا ایک شیطان رہتا تھا اور اُن مین شرک تھا اور وہ ابلیس لعین کے ایمان سے کم ایمان رکھنے والے نہین تھے اور جس بزرگوار مین کہ پیغمبر نے شرک ظاہر فرمادین اور ایک ایسا عالم اہلسنت کہ جسکے اسوقت دنیا مین کئی کروڑ سنی مقلد ہین اُن کے اور ابلیس کے ایمان کو میزان عدل مین برابر تولتا ہو اور جس کی تائید خود اُن کے قول مندرجہ خطبہ مذکورۃ الصدر سے ہوتی ہو تو کیا ایسے بزرگوار کی نسبت یہ قبول کرنا کہ "وہ مومن مسلمان تھا اور شہوات نفسانی سے پاک و صلاحت اس دنیا سے سدھارا" قابل افسوس کے نہین ہے؟۔

حضرت عمر کی بابت ہم ایک موقع پر بہت تفصیل سے اس امر کو ثابت کر آئے ہین کہ جو کچھ اعمال حسنہ اگر تھے وہ سب بموجب قانون قدرت کے اُنمین مقدمین نظیر

جسکو ہمنے اُسی موقع پر لکھا ہے[1] نابود اُسی وقت ہو گئے جب کہ اُنھون نے حیات پیغمبر مین نبوت مین شک کیا اور پیغمبر سے سختی اور درشتی سے بات چیت کی اُن کو بخیل بتلایا اور پیغمبر خدا کے مرض موت مین شور و غل مچا کر اُنکی آواز پر اپنی آواز کو ایسا بلند کیا کہ جسپر پیغمبر نے ناخوش ہو کر اپنے پاس سے اُنھین نکال دیا اور بعد پیغمبر اہل بیت کو اذیت پہونچانا اور دین اسلام مین بدعتون کا قائم کرنا ایک طومار ہے اور جسکے قول کی نسبت امام ابو حنیفہ صاحب نے مثل حضرت ابو بکر کے ایمان کے قول شیطان ظاہر فرمایا ہے[2]

اِس موقع پر اُنکی اُس غبن کو بھولنا نہین چاہیے جسکا اظہار بعد اُنکے قتل کے ہوا جبکہ جائزہ بیت المال کا ہو کر کئی ہزار کی کمی ہوئی تھی اور جسکو وہ ہضم کر گئے تھے۔ اسکے علاوہ اُن کی نسبت قابل یقین کے یہ بھی تحقیق ہو گیا ہے کہ اُنھون نے پیغمبر خدا سے کہا کہ جو احادیث ہم یہود سے سُنتے ہین ہمکو اچھی معلوم ہوتی ہین اگر آپ بھی اُن کو ملاحظہ فرما کر رائے زنی اُنمین فرمائین تو ہم لکھ لائین یہ سنکر پیغمبر خدا نے فرمایا کہ اے عمر آیا تم متحیر ہوتے ہو (دین اسلام مین یا اُسکے کامل اور پورا ہونے مین) جیسے کہ متحیر ہوئے یہود اور نصاریٰ تحقیق کہ مین ایسا دین روشن اور پاک لایا ہون کہ اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو بجز میری پیروی کے اُنکو چارہ نہوتا (دیکھو مشکوۃ بروایت احمد و بیہقی)۔

یہ بھی روایت ہے کہ وہ آنحضرت کے پاس ایک نسخہ توریت کا لائے اور آنحضرت سے کہا کہ مین ایک نسخہ توریت کا لایا ہون آنحضرت سنکر چپ ہو رہے کہ حضرت عمر نے اُسکی تلاوت شروع کی اور خوب روئے پیغمبر کا چہرہ متغیر ہو گیا کہ حضرت ابو بکر نے حضرت عمر کو سمجھایا اور اُنھون نے پناہ غضب خدا و رسول سے بھی مانگی مگر پیغمبر نے اِس طرح فرمایا کہ قسم ہے اُس خدا کی کہ جان محمد کی جسکے دست قدرت مین ہے اگر موسیٰ

---

[1] دیکھو صفحہ ۲۲۴ کتاب ہذا [2] دیکھو توضیح انور و کتاب منتظم فی تاریخ الملوک و الامم مولفہ ابن جوزی

ظاہر ہوا اور تم اُنکی متابعت کرو تو بیشک تم گمراہ ہو جاؤگے اور راہ راست سے دور جاؤگے اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے اور میرے زمانہ نبوت کو پاتے تو ضرور میرا اتباع کرتے" دارمی سے یہ روایت مشکوٰۃ مین لی گئی ہے۔

ایک یہ بھی روایت ہے حضرت عمر سے وہ خود فرماتے ہین کہ مین نے ایک کتاب اہل کتاب سے لکھی اور آنحضرت کے پاس آیا آنحضرت نے پوچھا کہ یہ کیا ہے حضرت عمر نے کہا کہ یہ کتاب ہے کہ مین نے اُسکو اسواسطے لکھا ہے تاکہ زیادہ ہو علم ہماری طرف یہ سنکر پیغمبرؐ خدا اسقدر غصہ ہوے کہ چہرہ سرخ ہو گیا"

اسکے علاوہ حضرت عمر خود اپنی حالت کو خوب جاننے والے تھے اور حضرت حذیفہ جو رازدار پیغمبرؐ تھے اُن سے پوچھا کرتے تھے کہ آیا میرا ذکر تو منافقون مین پیغمبرؐ خدا نے نہین کیا جسکا جواب وہ یہ دیا کرتے تھے کہ مین پیغمبرؐ کا راز افشا نہین کرتا اور تم خود اپنے نفس کے زیادہ عالم ہو یہ سنکر وہ فرمایا کرتے تھے "باللہ یا حذیفہ انا من المنافقین (مغنی امام ذہبی)

ایسی حالت مین مین نہین سمجھ سکتا کہ کس طرح سے ایک ایسے شخص کی نسبت جسنے باوجودیکہ خدا نے حکم دیا ہو کہ پیغمبرؐ کی آواز سے بلند آواز کر کے اُس سے گفتگو نہ کرو اُس شخص نے پیغمبرؐ سے سختی اور درشتی کے ساتھ کلام کیا ہو۔ پیغمبرؐ کو بخل سے نسبت دی ہو۔ مرض موت مین برخلاف مرضی اور خوشنودی پیغمبرؐ کے ایسا غل اور شور مچایا ہو کہ جسپر پیغمبر نے ناخوش ہو کر اُسے اپنے پاس سے اُٹھا دیا ہو۔ جس کے قول کو امام اعظم صاحب شیطان کا قول بتلاتے ہون۔ جو خود اپنے آپکو منافق سمجھتا ہو۔ جسکی نسبت پیغمبرؐ یہ ارشاد کرتے ہین کہ بیشک اگر موسیٰ کو تم دیکھو تو مجھے چھوڑ دو اور موسیٰ کی پیروی کرو جن کی نسبت یہ بھی ارشاد کرتے ہون کہ مین دین روشن اور کامل لایا ہون لیکن تم اُسکو روشن اور کامل کچھ نہین سمجھتے بمقابلہ توریت کے اور اُسی سے اپنے

علم کے زیادہ ہونے کے معتقد ہوں یہ قبول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ اس عالم سے اُس عالم کو گیا تو شہوات نفسانی سے پاک و صاف تھا۔

اب رہے حضرت عثمان بن عفان۔ اُنکی حالت کا اندازہ اُس اثر سے ہو سکتا ہے کہ جو اُنکا اثر اُنکے پیروی کرنے والون تک پہونچا ہے اور جسکی خبر پیغمبر خداؐ نے حدیث ذیل مین دی ہے جسکو علامہ ذہبی نے بہت تحقیق کے ساتھ لکھا ہے اور جسپر کوئی نکتہ چینی نہین ہو سکتی۔

"وہ حدیث"

"عن حذیفہ انہ قال رسول اللہ صلعم اذا خرج الدجال تبعہ من کان یحب عثمان"

"حذیفہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا دجال جب خروج کریگا اُسکی پیروی وہ لوگ کرینگے جو عثمان کو دوست رکھتے ہین"

اس دعوے پر یکجائی رائے

جبکہ احادیث صحیحہ کتب صحاح جنکو اکثر موقع بموقع اس کتاب مین لکھا گیا ہے اور امام اعظم صاحب کے فتوونسے ہر سہ ممدوحین سائل کی حالت جیسی ہے ویسی اور وہ جیسے تھے ویسی بخوبی ظاہر ہو رہی ہے کہ جسکی کوئی تاویل کرنا بہت ہی دشوار بات ہوگی ایسی حالت مین ہم نہین سمجھتے کہ اُس دعوے کا انطباق جو ذی علم اور معزز سائل نے فرمایا ہے اُن حضرات کی ذات انجب و اشرف پر کسطرح ہو سکتا ہے اور کیونکر یقین کیا جاسکتا ہے کہ وہ شہوات نفسانی سے پاک و صاف اس عالم سے اُس عالم کو گئے۔

ذی علم سائل کے اس دعوے مین یہ فقرہ کہ "بعد وفات بھی خلفاء کو خدا نے رفیق پیغمبرؐ بنایا" عجب عاقلانہ فقرہ ہے۔ عاقلانہ مین اسلیے بتاتا ہون کہ پیغمبرؐ کی زندگی

ہی ہین اِن حضرات نے کب اور کون سی اور کس جگہ پیغمبرؐ کی رفاقت فرمائی تھی جو اتنے عرصہ کے بعد پیغمبرؐ کا اکیلا بلا رفیق و غمگسار قبر مین پڑا ہونا گوارا نہ کر کے حضرت ابو بکر اُنکی رفاقت کے لیے اُنکے پہلو مین جا لیٹے۔

مین اُن تمام زمانون کو جو پیغمبرؐ پر مصیبت کے گذرے ہین دکھا آیا ہون یاد کرو زمانہ محصوری شعب ابیطالبؑ اور غور کرو کہ اُس موقع پر یہ حضرات کہان تشریف شریف رکھتے تھے اور کیا رفاقت پیغمبرؐ کی اُنھون نے اُس بے انتہا مصیبت کے وقت مین فرمائی تھی باوجودیکہ مسلمان ہو چکے تھے (دیکھو صفحہ ۱۱۷ کتاب ہذا)

دیکھو اُن جنگ کے میدانون کو کہ جہان سخت معرکے پڑے جنکے مین نقشے کھینچ چکا ہون[لہ] ممدوحین سائل سے کوئی مقام عریض کو منھ اُٹھائے ہوئے مال بغل مین دبائے ہوئے بے تحاشہ بھاگا چلا جاتا ہے۔ کوئی پہاڑ پر قلانچے مارتا اوچکتا کُدکتا پھرتا ہے۔ کوئی کہین مفقود ہے۔ اور کوئی کہین روپوش ہے۔ اگر پیغمبرؐ کو دشمنون مین یکہ و تنہا چھوڑ کر بھاگ جانے کا نام رفاقت پیغمبرؐ ہے تب تو ذیعلم سائل کو شرم کرنا چاہیے اور اگر نہین ہے تو بتانا چاہیے کہ کہان اور کب اور کیا رفاقت پیغمبرؐ کی فرمائی۔؟

اور اگر اُنکی مراد رفاقت سے غار کی یاری کا معاملہ ہے تو اُس یاری و مددگاری کی حقیقت مجھسے سُنیے!۔

پیغمبر خداؐ نے جب ہجرت کا عزم کیا اور وہ تمام امانتین جو لوگون کی پیغمبرؐ کے پاس تھین اُن لوگون کو دیدینے کے واسطے علی مرتضےٰؑ کے حوالہ کر کے اور اُنکو اپنے بستر پر اپنی سبز ردا اوڑھا کر تشریف لے گئے۔ تو راستہ مین حضرت ابوبکر بھی مل گئے۔

[لہ] دیکھو از صفحہ ۱۲۵ لغایت ۱۳۰ - کتاب ہذا۔

حضرت ابوبکر کی صاحبزادی بی بی عائشہ سے اس زمانہ مین پیغمبر کا عقد ہوچکا تھا۔[1] اور اُس سفر کے واسطے پیغمبر خدا نے حضرت ابوبکر ہی سے دو اونٹ خرید کیے تھے جسکی قیمت بھی حضرت ابوبکر نے پیغمبر خدا سے بہت زیادہ وصول کرلی تھی[2] وہ پیغمبر کے ہجرت فرمانے سے خبردار تھے اور تاک مین رہتے تھے بالآخر جس وقت کہ پیغمبر روانہ ہوچکے اتفاقیہ راستہ مین ابوبکر پیغمبر خدا کو مل گئے۔ تو اس مقام پر مین تمام ذی فہم اور قابل بزرگوارون سے یہ امر دریافت کرنا چاہتا ہون کہ اگر کوئی شخص کسی جگہ کو تمام لوگون سے ایسا پوشیدہ سفر مین جائے کہ اُسے اُسکا سایہ بھی نہ دیکھ سکے اور پھر ایسے شخص کو کوئی راہ مین ایسا شخص ملجائے جیسے کہ حضرت ابوبکر پیغمبر کو مل گئے تو ایسے موقع پر اُس شخص مسافر کو کیا انتظام کرنا چاہیے؟۔

مین جہان تک غور کرنا چاہتا ہون تو اُس شخص کو کہ جسکو اس قسم کے واقعات پیش آئین وہی عمل کرنا چاہیے جو اس مقام پر پیغمبر خدا نے خود کیا۔ یعنی اُس شخص کو بھی اپنا ہمسفر کرلیا کیونکہ اُسکے چھوڑ دینے مین اندیشہ یہ رہتا ہے کہ پوشیدہ جانے مین جو راز قرار دیا ہے وہ شاید افشا ہوکر اُسکا مذموم نتیجہ روبکار نہو جائے۔

اور ساتھ لے لینے مین بھی اگرچہ ایک گونہ بے اطمینانی رہتی ہے تاہم یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اگر شخص ہمراہی کی وجہ سے راز کے افشا کی نوبت پہونچی یا اندیشہ ہوا کہ راز اُسکی وجہ سے فاش ہونے والا ہے تو فوراً اُسکی روک تھام خود کرلیجائے گی اور اسی دوراندیشی کو پیش نظر رکھکر پیغمبر خدا نے حضرت ابوبکر کو اپنے ساتھ لے لیا ورنہ جیسا کہ وہ رفاقت مین کامل تھے یا اُن کی رفاقت مین پیغمبر کو نفع پہونچنے والا تھا اُس کو پیغمبر خوب جاننے والے تھے اور جیسا کچھ کہ وہ جاننے والے تھے ہمیشہ اُسکی تصدیق وتائید واقعات مابعد سے جسکا تعلق لائف آف خلفا سے ہے ہوا کی۔

---

[1] دیکھو صفحہ ۱۱۳ کتاب ہذا [2] دیکھو صفحہ ۱۱۹۔ کتاب ہذا۔

اور اس مقام خاص پر بھی جو زیر بحث ہے جیسا کہ پیغمبرؐ خدا نے سوچا تھا وہی بالآخر روبکار ہوا۔ یعنی جب آنحضرت غار میں تشریف رکھتے تھے اور کفار آنحضرت کی تلاش میں چلتے پھرتے سر غار تک پہونچے اور اُنکی کھڑبڑاہٹ کی آواز حضرت ابوبکر کے کان میں پہونچی تو خوف اور ہیبت کفار سے اُنکا کلیجہ ہاتھوں اُچھلنے لگا اور اُس سے جو حزن اُن کو پیدا ہوا اُس کو پیغمبرؐ نے رفع کیا جس کا نتیجہ ہے کہ حضرت ابوبکر کی رفاقت سے کچھ فائدہ پیغمبر کو نہیں پہونچا اگر پیغمبرؐ روک تھام حضرت ابوبکر کی نہ کرتے تو ضرور از فرط حزن حضرت ابوبکر سے کفار آگاہ ہو جاتے کہ یہاں کوئی ہے اور پیغمبرؐ قتل ہو جاتے اور گو ممکن تھا کہ بعد قتل پیغمبرؐ کے حضرت ابوبکر بھی قتل ہو جاتے اگر الحاح وزاری اُن کی حسیر ہوتی تاہم یہ رفاقت اور قتل حفاظت پیغمبرؐ کا نتیجہ نہیں پیدا کر سکتا ہاں اگر حضرت ابوبکر راہ میں نہ ملتے تو پیغمبرؐ جیسے گھر سے تنہا نکلے تھے ویسے تنہا غار میں رہتے اور بیشک پیغمبرؐ نے صرف اپنی تنہائی کو ذریعہ اپنی حفاظت کا قرار دیا تھا اور حضرت ابوبکر نے درحقیقت اپنی حفاظت کا وسیلہ ہمراہی پیغمبرؐ کی سمجھی تھی حضرت ابوبکر کی شان رفاقت کی اس سے زیادہ کسی طرح نہیں ہو سکتی کہ جو حالت پیغمبرؐ کی ہو وہ حالت اُنکی بھی ہو برخلاف اُس کے نشان حالت علی مرتضٰے کی تھی کہ جنھوں نے بستر پیغمبرؐ پر لیٹ کر یہ دکھا دیا ہو کہ پیغمبرؐ کی حفاظت ہو اور میں قتل ہو جاؤں۔

حقیقت میں جب حضرت ابوبکر مشرکوں سے ہی خوف زدہ ہو کر بدحواس ہوئے تھے تو میں بڑے زور کے ساتھ قہقہہ لگا کر اپنے معزز اور محترم دوست ذیعلم سائل سے یہ بات پوچھتا ہوں کہ کیا ڈرپوک شخص اپنی رفاقت سے کسی کو نفع پہونچا سکتا ہے۔

بس کن حدیث غار کہ عارست نزد عقل
آن حزن و بیقراری شیخ معمرم

میر من آن امام کہ فرمانش برده مار
من این امام مار گزیده کجا برم

اس مقام پر اس امر کو بھی خوب غور کرنا چاہیے تعصب کی عینک آنکھون سے اُتار کر۔ کہ ایک شخص کے پاس اُسکا پیغمبر خود موجود ہے۔ اُس کو تسکین دے رہا ہے کہ تم خوف مت کرو کچھ پرواہ نہین ہے اگر دشمن آپہونچے ہین وہ ہمارا کچھ نہین بنا سکتے خدا ہمارا محافظ اور ہمارے ساتھ ہے اور باوجود اسکے پھر دل مین ڈر کپکپی بدستور رہے تو ایسی حالت مین اُس شخص کی رفاقت سے بجاے اسکے کہ پیغمبرؐ کو کوئی فائدہ پہونچتا پیغمبر کو اذیت تردد کی پہونچی کچھ شک نہین ہے کہ اگر اس موقع پر خدا اپنے محبوب خاص کے ساتھ نہوتا جس سے میری مراد یہ ہے کہ محافظ اُسکا نہوتا تو حضرت ابوبکر کا خوف باعث پیغمبرؐ کے قتل کا بھی ہوتا اور وہ دین بھی برباد جاتا جو پیغمبرؐ کے سینہ مین تھا۔ جس کے جاری اور روشن کرنے کے لیے خدا نے اُن کو مامور کیا تھا ہمنے بعد قتل ہوجانے پیغمبرؐ کے جو حضرت ابوبکر کی الحاح وزاری کو اُنکی ذات کی حفاظت کے لیے کفار کے ہاتھ سے جو سبب ظاہر کیا اُسکی بنا اس نظیر پر ہے۔ کہ اسلام جبکہ

حاشیہ صفحہ گزشتہ ــ تیسرے و چوتھے مصرعہ کا واقعہ مشہور ہے تیسرے مصرعہ کی یہ تشریح ہے اربعین اسعد بن ابراہیم اربلی یہ قبول کرتے ہین کہ ایک مرتبہ علی مرتضی کوفہ مین مصروف وعظ تھے کہ ناگاہ ایک شور و غل ہوا دیکھا کہ ایک اژدہا چلا آتا ہے لوگ خوفناک ہوئے لیکن علی مرتضی نے فرمایا کہ کوئی خوف نہ کرے اور اس کو راستہ دیدو اس کو مجھسے کام ہے چنانچہ وہ اژدھا علی مرتضے کے قریب بالاے منبر پہونچا اور اپنا منھ جناب علی مرتضیٰ کے گوش مبارک پر لگایا پھر حضرت نے اُسکے منھ کے قریب کچھ کلمات فرمائے اور وہ سنکر واپس چلا گیا دریافت پر حضار سے آپنے فرمایا کہ مین جسطرح تمہارا امام ہون اُسی طرح میری امامت کی معتقد تمام مخلوق خدا ہے یہ فلان شاہ جن کا بیٹا تھا اُس کے باپ نے آج قضا کی اور یہ اُس کا جانشین ہوا ہے مجھسے بعض اُمور انتظامی سلطنت کے متعلق بعض حکم چاہتا تھا چنانچہ اُسکو حکم دیا گیا کوفہ مین جو ایک باب ثعبان ہے اُسکی وجہ تسمیہ یہی ہے کہ اُسی دروازہ کو وہ اژدہا ثعبان آیا تھا اور اُسی زمانہ مین یہ معجزہ دور دور مشہور ہو گیا تھا دیکھو صفحہ ۱۱۴ کتاب ہذا۔

حضرت ابوبکر نے حبشہ کی ہجرت کے واسطے پیغمبرؐ خدا سے اجازت چاہی اور آپ نے بھی اجازت دیدی اور وہ روانہ بھی ہو گئے لیکن راہ مین سے اُن کو ایک سردار کسی قبیلہ کا اپنے حفظ و امان مین واپس لے آیا تو کیا ایک قریشی دشمن پیغمبرؐ کا کسی مسلمان کو اپنی حمایت مین لے لینا اور اُس کا سبب معاندین پیغمبرؐ کو یہ فہمائش کر دینا کہ اُن سے کوئی مزاحمت نہ کی جاے یہ ہماری امان مین ہین اس بات پر دلالت نہین کرتا ہی کہ اگر پیغمبرؐ کو کوئی جان جوکھم کا موقع پیش آتا تو اُن کے ڈرپوک ساتھی کو اُسی طرح کوئی نہ کوئی اپنی امان مین اس موقع پر بھی ضرور لے لیتا۔

اور یہی واقعات کسی مرد مسلمان کے لیے اس بات کی بھی کافی دلیل ہین کہ اُس نے محض اپنا رسوخ اور اطمینان پیغمبر کے دل مین جتلانے کے واسطے ہجرت حبشہ کی اجازت چاہی تھی ورنہ درحقیقت منشا اُس کا ہجرت کا نہین تھا ورنہ اُس مرد مسلمان کا پس از ہجرت بلا استمزاج پیغمبرؐ واپس آجانا کیون اور کس بنا پر تھا۔؟

اب مجھے اس امر کا موقع ہے کہ مین اِس مقام پر حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت ابوبکر کی رفاقتون اور جرأتون کا موازنہ کرون۔ اگرچہ مجھے یہ مصرع "چہ نسبت خاک را با عالم پاک" اس موازنہ کرنے کی اجازت نہین دیتا مگر ایک بلاتعصب محقق کے لیے یہ موازنہ خالی فائدہ سے نہین ہو سکتا ہے۔

مین اوپر اس امر کو ظاہر کر چکا ہون کہ پیغمبرؐ جب ہجرت کے واسطے تشریف لے چلے ہین تو علی مرتضیٰؑ کو تمام امانتین سپرد کر کے اپنے بستر پر اُنکو اپنی چادر اوڑھا کر گئے تھے اور مقصود اُن کا یہ تھا کہ جب کفار میری چادر دیکھین گے تو یہ سمجھین گے کہ پیغمبرؐ ہی اپنی جگہ سو رہا ہے اور اس یقین پر جو وہ ارادہ قتل کا کرنے والے ہین وہ علی مرتضیٰؑ پر وقوع مین آئیگا اور علی مرتضیٰؑ بھی یہ واقعات جانتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ مشرکین پیغمبرؐ کو قتل کرنا چاہتے ہین اور ارادہ قتل ہے مجھ پر بھی حملہ کیا جائیگا۔ وہ اس پر کامل

یقین رکھنے والے تھے اور اسی یقین پر بدلے نفس پیغمبرؐ کے ہمہ تن آمادہ قتل ہو گئے۔

چنانچہ جب کفار نے یہ جانکر کہ پیغمبرؐ ہی اپنے بستر پر اپنی ردا اوڑھے ہوے سوے ہین بغرض قتل حملہ کیا تو علی مرتضےٰ تڑپ کر مردانہ وار کھڑے ہو گئے اور کفار بجاے پیغمبرؐ علی مرتضیٰ کو دیکھکر جھجک گئے اور حیران رہ گئے اور دریافت پر حضرت علی مرتضےٰ نے بڑی دلیری اور استقلال کے ساتھ فرمایا کہ کیا تم پیغمبرؐ کو مجھے سونپ گئے تھے جو پوچھتے ہو۔ تو سوچنا چاہیے کہ ان تمام موقعون پر علی مرتضےٰ اکیلے تھے اور کفار کی پارٹی مسلح تھی لیکن۔ دل و جانم فداے نامش باد۔

علی مرتضےٰ نے کسی طرح بھی کچھ خوف نہین کیا۔ ذرا بھی تیور میلے نہ ہوے جبین پر چین بھی نہ پڑی۔ اور پھر یکہ و تنہا معاندین کے گروہ مین تمام وہ امانتین جو پیغمبرؐ انکو دے گئے تھے جن جن کی تھین سب کے سپرد بھی کین اور آخر کار نہایت جرأت و استقلال سے پیغمبرؐ کی خدمت مین حاضر بھی ہو گئے اور کبھی اور کسی جگہ بھی حزن و ہراس نہوا۔ اور حضرت ابوبکر کے ساتھ باوجودیکہ پیغمبرؐ تھے اور کفار کو یہ معلوم بھی نتھا کہ اس غار مین پیغمبرؐ پوشیدہ ہین مگر حضرت ابوبکر کے خوف و حزن پر پیغمبرؐ اُن کو تسکین بھی دیتے تھے کہ دیکھو ڈرو مت خدا ہمارے ساتھ ہے ہمارا بال بیکا نہوگا مگر باانیہمہ حضرت ابوبکر کے جو دل مین دھڑ پکڑ تھی وہ نہ جاتی تھی اور نہ گئی اور خدا نے بھی حضرت ابوبکر کے حزن اور علی مرتضےٰ کی جان نثاری اور جانفروشی کا ذکر اپنے مقدس کلام مین فرمایا جس مین کسی کے خوف و حزن کا ذکر ہے اور کسی کی جان بازی اور جان فروشی کا اور گو

لہ روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و ابوالفدا و معارج النبوۃ و مدارج النبوۃ و کامل ابن اثیر و کتاب روح الاسلام مولفہ مسٹر امیر علی صاحب از صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۸ و حبیب السیر و کتاب مطالب السئول از امام محمد بن طلحہ شافعی صفحہ ۱۲۲ و ۱۲۳ و خمیس از امام دیار بکری ورق ۱۹۰ و مواہب لدنیہ و تفسیر کبیر تحت تفسیر و من الناس من یشری الخ۔

ان واقعات سے کوئی متحد الخیال ہمارے معزز سائل کا بجز سائل کے انکار کرنے والا نہین ہے مگر مین خصوصًا ذی‌علم سائل سے اور عمومًا بے تعصب اور آزادراے رکھنے والون سے صرف اسقدر دریافت کرتا ہون مجھے ایمان سے بتایئن کہ کیا آنکے نزدیک ڈرنیوالا نہ ڈرنے والے سے افضل اور اولی اور قابل قدر قرار پا سکتا ہے؟

یہ واقعات مین نے اس امر کی تائید مین دکھاے ہین کہ جس حالت مین یہ بزرگوار حیات پیغمبری مین اُنکی رفاقت کرنے والے ثابت نہین ہوتے تو بعد ممات کیا ایسون سے کسی رفاقت کی کسی کو امید ہو سکتی ہے؟ - کجا مقام پیغمبر اور کجا جاے صحابہ - ایسے صحابہ کی نسبت کہ وہ میرے بعد دین مین کیا احداث کرین گے اور آخرت مین وہ کہان جگہ پائین گے خود پیغمبرؐ نے خبر دی ہے اور جن کو ہم بسلسلۂ فتوحات لکھ آئے ہین اور جن مین پیغمبرؐ نے اپنے حوض کوثر پر وارد ہونے اور لوگون کو پانی پلانے اور کچھ لوگون کو گرفتار عذاب ہونے اور اُن کو اپنے صحابہ بتاکر یہ ظاہر فرمایا ہے کہ خدا مجھسے اُسوقت کہے گا کہ تم ان لوگون کو نہین جانتے ہو کہ تمھارے بعد کیا کیا اُنھون نے احداث دین مین کر دی اور دین کو پس پشت پھینک دیا اور اُس وقت مین کہونگا کہ دوری ہو اُنکے لیے دوری ہو اُنکے لیے[سلہ]"

بہرحال اب مین یہ امر دکھاتا ہون کہ حضرت ابوبکر یا حضرت عمر کا قریب پیغمبرؐ دفن ہونا اُن کے حق مین کیا فائدہ پہونچانے والا ہوگا؟ اور وجہ اُن کے دفن کی وہان کیا ہوئی اور اس امر کے ظاہر کرنے کے واسطے میری تقریر کا عنوان حضرت ابوبکر کی اس حدیث سے شروع ہوتا ہے "لانورث ماترکناہ صدقۃ"

اے میرے معزز ناظرین!!

یہ وہی حدیث ہی جسکی رو سے حضرت ابوبکر نے دعوے ترکۂ پدری جناب سیدہؑ

[سلہ] دیکھو صفحہ ۲۵۲ و ۲۵۳ و ۲۶۶ لغایت ۳۶۹ - کتاب ہذا ۱۲

کا فسخ کر دیا تھا۔ اگرچہ الفاظ حدیث کے متعدد طور پر وارد ہوئے ہین مگر سب کا مقصود یہی ہے کہ حضرت ابوبکر نے پیغمبر خدا کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاؑ کا کوئی وارث نہین ہوتا اور جو کچھ ہم چھوڑتے ہین وہ صدقہ ہے!!

اس حدیث کے بموجب جو کچھ ترکۂ پیغمبرؐ قرار پاویگا وہ سب صدقہ ہوگا۔

اب ہم کو اس امر کی تنقیح کرنی منظور ہے کہ آیا وہ جگہ جہان کہ ممدوحین سائل قریب پیغمبرؐ دفن کیے گیے متروکہ پیغمبرؐ تھی یا نہین؟ تاکہ اگر وہ متروکہ پیغمبر نہو تو ان حضرات کا وہان دفن ہونا صحیح قرار پاجاوے۔

اس امر کی تنقیح کے واسطے ہم زمانہ ہجرت آنحضرت کا پیش نظر رکھکر جب آنحضرت کا قریب مدینہ پہونچنا اور شرفاے مدینہ کا (کہ جنکے قلوب مین روشنی دین اسلام کی شعاعین پہونچ چکی تھین اور آنحضرت سے بمقام مکہ ملتجی ہوئے تھے کہ آپ مدینہ کو تشریف لے آوین ہم آپ کی نصرت کرینگے) استقبال کر کے حضرت کو مدینے مین لانا اور ہر شخص کا یہ آرزو کرنا کہ آنحضرت میرے ہی مہمان ہون لیکن اس خیال سے کہ کسی شخص خاص کے گھر مہمان ہونا باعث دوسرون کی دلشکنی کا مبادا نہ ہو آنحضرت کا ازروے خلاق سب سے یہ ارشاد فرمانا کہ مین اُس کسی کے گھر مقیم ہونگا کہ جس کے دروازہ پر میرا ناقہ ٹھہریگا اور بالآخر آپ کے مرکب کا بنی نجار کے دو یتیمون کی ایک اراضی مین ٹھہرنا اور آنحضرت کا اُس اراضی کو خرید فرمانا[1]۔ اور وہان مسجد نبوی کا جو آج تک موجود ہے مع مہاجرین کے اردگرد مکانون کے (جنکے دروازے ابتداءً مسجد کے اندر تھے مگر بعدہ بحکم خدا بجز دروازہ۔ دروازہ شہر علم نبوت کے سب کے دروازے بند ہوگئے)۔ تعمیر ہونا یاد کرتے ہین تو یہ صاف اکشف و منجلی ہوتا ہے کہ یہ زمین جس مین مسجد نبوی اور مکانات مذکورہ تعمیر ہوئے زرخرید پیغمبرؐ خدا کی تھی جو بموجب اُس حدیث کے جس کے راوی حضرت

---

[1] دیکھو کامل ابن اثیر مطبوعۂ وطبری مطبوعۂ جرمن واعبر ابن خلدون مطبوعۂ مصر و روضۃ الصفا ۱۲

ابوبکر ہین پس از وفات پیغمبر صدقہ قرار پائی ہی کہ جس کا کوئی شخص خاص وارث قرار نہین پاسکتا مگر یہ کہ جملہ مسلمان اُسکے حقدار ہین۔

اور اسی بنا پر جناب فاطمہ کا دعوی ڈگری نہین کیا گیا اگر وہ صدقہ نہوتا تو متروکہ پیغمبرؐ قرار پاکر ضرور از روے وراثت کے دختر پیغمبرؐ کو وہ متروکہ حضرت ابوبکرؓ دلواتے اور آٹھوان حصہ بموجب مذہب اہلسنت کے اُس مین سے ازواج پیغمبرؐ کو ملتا۔ گو بعد مین جناب سیدہ کی دلیلون اور حجتون سے ساکت ہوکر حضرت ابوبکرؓ نے (جو اس فیصلہ کے واسطے قاضی بھی بنے تھے) ایک کتاب لکھی تھی کہ جناب سیدہ کو فدک ترکہ پیغمبرؐ مین دیدیا جاوے لیکن حضرت عمر اس وقت موجود نہ تھے کہ جن کے ساختہ پرداختہ حضرت ابوبکرؓ تھے۔ مگر قبل اس کے کہ فاطمہؑ اس سند کو لیکر اپنے گھر مین جائین جس کا دروازہ مسجد کے اندر تھا جہان کہ حضرت ابوبکر اجلاس فرما رہے تھے کہ حضرت عمر آگئے اور یہ معلوم کرکے کہ حضرت ابوبکر نے ایک سند سیدہؑ کو تعلقہ فدک کی واگذاری کی لکھدی ہے وہ سند سیدہؑ سے چھین کر چاک کر دی[1]۔

یہ واقعات اس بات کی تائید کرتے ہین کہ وہ اراضی جہان کہ حضرات شیخین دفن ہوئے وہ زرخرید پیغمبرؐ کی تھی اور بموجب "لا نورث ما ترکناہ صدقہ" کے بعد وفات پیغمبرؐ وہ بھی صدقہ پیغمبرؐ تھی نہ ترکہ پیغمبرؐ۔ اور جو حق عام مسلمانون کا تھا نہ خاص کسی ایک شخص عمرو۔ بکر۔ زید کا۔

ایسی حالت مین حضرت ابوبکر خواہ حضرت عمر کا یکے بعد دیگرے اس مقام پر دفن ہونا جب تک کہ تمام مسلمانون سے اجازت کا لے لینا ثابت نہ کر دیا جائے درست قرار نہین پاسکتا۔

ہم کو کسی کتاب تاریخ یا حدیث سے قابل اطمینان کوئی ایک روایت بھی ایسی نہین

---

[1] دیکھو حصہ اوّل ضمیمہ رسالہ روشنی جلد اول ۱۲

ملی جس سے یہ معلوم ہو جاتا کہ جملہ مسلمانون کی رضامندی اور اجازت لے لینے کے بعد حضرت ابوبکر ہون یا بعد انکے انکے جانشین حضرت عمر دونون بزرگوار اُس جگہ دفن کیے گئے تھے اور اندرین صورت انکا وہان دفن ہونا صحیح نہین ہی لیکن جب ہم کو وہ واقعہ یاد آتا ہے کہ سعد بن عبادہ اور اُنکے متحد الخیال جو حضرات ابوبکر و عمر سے ناخوش ہوکر سقیفہ سے چلے گئے اور تا بہ عمر اُنکی بیعت نہین کی اور ہمیشہ سعد نے یہ کہا کہ جتنے تیر میرے ترکش مین ہین جب تک کہ مین انکو اُنکے خون سے رنگین نہ کرلون بیعت نہین کرونگا[1] اور بالآخر اُنکی جماعت مین شریک نہین ہوئے اور سعد نے مدینہ کی سکونت بھی ترک کردی تھی تو ایسی حالت مین ایسے انکے مخالف لوگون کی نسبت کیسے قبول ہو سکتا ہے انھون اپنی رضامندی دیدی ہوگی کہ اُس مشترکہ زمین مین وہ لوگ دفن کیے جائین اور ایسی حالت مین مین یہ تو نہین کہہ سکتا کہ مُردون کے واسطے ایسا دفن آیا کچھ مضرت رسان ہے یا نہین لیکن یہ ضرور کہونگا کہ بلا امتزاج اور رضامندی دیگر شرکا کے کسی ایک شریک کا مشترکہ اراضی مین کسیکو دفن کردینا صرف نادرست ہی نہین ہے بلکہ وہ مدفن جاے مغصوبہ مین قرار پائینگے۔

خدا مسلمانون کو مغصوبہ زمینو نمین دفن ہونے سے بچائے۔ اسی قسم کی پس و پیش نے قاضی القضاۃ کو مغنی مین یہ راے ظاہر کرنے پر مجبور کیا ہے کہ "خانہ ازواج ملکیت پیغمبرؐ نہ تھے بلکہ ملکیت ازواج ہی تھے" جس سے مقصود قاضی کا یہ ہے کہ ایک روایت سے پیغمبرؐ کا چونکہ حجرۂ بی بی عائشہ مین دفن ہونا پایا جاتا ہے تو اُس روایت کی رو سے حضرت ابوبکر کا پیغمبرؐ کی کروٹ مین دفن ترکۂ پیغمبرؐ مین جو صدقہ ہے قرار نپائے بلکہ اپنی صاحبزادی کی ملکیت مین۔

لیکن قاضی نے غلطی کی ہے۔ اگر خانۂ ازواج ملکیت رسول نہوتے اور ملکیت ازواج ہوتے تو ضرور تھا کہ بعد وفات ازواج اُنکے مکانات کو مسلمان مسجد نبوی مین شامل نکرتے

---

[1] دیکھو کتاب الامامۃ والسیاسۃ ۱۲

بلکہ اُن پر ورثاے ازواج کا قبضہ ہوتا اور ایسے ہی عمل ازواج کے نفقہ کا ہوا کہ وہ بھی ورثاے ازواج کو نہین ملا۔

ہماری یہ راے ایسی نہین ہے کہ جس سے شیعہ ہی اتفاق کرنے والے ہین بلکہ علامہ ابن حجر مکی نے فتح الباری شرح صحیح بخاری مین یہی راے دی ہے اور نیز علامۂ موصوف نے یہی راے صاحب تاریخ طبری کی لکھی[1] ہے۔ اور کرمانی نے بھی اپنی شرح صحیح بخاری مین اسی راے کو قرآنی آیات سے استدلال کرکے قبول کیا ہے مثلاً "لا تدخلوا بیوت النبی" سے وہ استدلال کرتے ہین کہ وہ خانۂ ازواج ملکیت پیغمبر تھے نہ ملکیت ازواج اور "وقرن فی بیوتکن" مین جو ضمیر تانیث ہے جس سے اس امر کی طرف خیال ہو سکتا ہے کہ وہ گھر ازواج کے تھے۔ لیکن کرمانی نے اس کو صاف کر دیا ہے یعنی وہ اس جملہ کا مطلب یہ بتاتے ہین کہ "بوجہ سکونت ازواج کے اُن مکانات کی نسبت ازواج کی طرف سمجھی جاتی تھی ورنہ درحقیقت یہ بات نہین ہے کہ وہ گھر ملکیت ازواج کے تھے اور ملکیت رسول نہ تھے۔

مین اس امر کے ظاہر کرنے سے بھی خاموش نہین رہ سکتا کہ جب متقدمین علما کی یہ کوشش کہ کسی طرح اُن حضرات کا وہان دفن ہونا جائز قرار پا جاے کارگر نہوئی تو متاخرین علما نے بھی بہت کچھ ہاتھ پیر مارے مثلاً شاہ عبدالحق صاحب دہلوی نے مدارج النبوۃ مین یہ راے دی ہے کہ "جب آنحضرت مدینہ مین داخل ہوے تھے اور زمین خریدی تھی تو اُس کا زر ثمن حضرت ابوبکر نے اپنے پاس سے دیا تھا" لیکن افسوس ہے کہ شاہ صاحب بہت جلد اپنی تحقیق کو فراموش کر گئے کہ جو بوقت روانگی مکہ کے خرید ناقہ کے متعلق ظاہر فرمائی تھی۔ اور جو یہ ہے کہ "تحقیق خرید کرنے مین اُس ناقہ کے حضرت ابوبکر سے باوجود نہایت صدق و وداد اور اتحاد کے حکمت یہ تھی کہ آنحضرت نے نہ چاہا کہ راہ خدا مین کسی

---

[1] دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری کتاب الخمس "باب ما جاء فی بیوت ازواج النبی" ۱۲

سے استمداد اور اعانت ڈھونڈھین[له] ۱۲

مین افسوس کرتا ہون کہ ناقہ کی قیمت دیدینے مین پیغمبر خدا کی یہ حکمت اور مصلحت ہو کہ راہ خدا مین حضرت ابو بکرؓ کی اعانت اور استمداد نہ چاہین یا یون کہو کہ اُن کا احسان نہ لین حالانکہ جب حضرت ابو بکر خود ساتھ تھے اور ہجرت کرکے ہمیشہ کے لیے آے تھے اور بالآخر مکہ سے مدینہ کو اُنکے اونٹ کبھی نہ کبھی آتے ہی ہو سکتا تھا کہ پیغمبرؐ خدا ایک اونٹ پر سوار ہو کر چلے آتے اور مدینہ آکر انکا اونٹ اُنھین واپس دیدیتے مگر اُنھون نے اسکو گوارا نہ کیا اور مدینہ مین پہونچکر زر ثمن زمین کا حضرت ابو بکر سے دلوانا گوارا کر لیا کہ جہان اپنا اور خدا کا گھر بنا کر ہمیشہ کے لیے رہنے آتے تھے۔ اور اس موقع پر کچھ بھی راہ خدا مین اُن سے استمداد لینے مین پس وپیش نہ کیا۔

کیا پیغمبرؐ اس موقع پر اپنی اس حکمت اور مصلحت کو بھول گئے تھے یا زمین کا خریدنا اور مسجد نبوی کی تعمیر یہ کام راہ خدا کے نہ تھے جو حضرت ابو بکر کا اپنے پاس سے زر ثمن زمین کا دلوانا گوارا کر لیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔

مین فاضل سائل سے باادب پوچھتا ہون کہ ایک صورت واقعہ پر ایک ہی شخص کا مختلف راے ظاہر کرنا توجہ کو ڈانوان ڈول کرتا ہے یا نہین۔ یا کیا وجہ ہے کہ ایسے اشخاص کو حافظہ نباشد کا مصداق نہ کہا جاے۔

یہ بالکل صحیح بات ہے کہ امور راہ خدا مین پیغمبرؐ کسی مسلمان سے مدد نہین لیتے تھے یہ امور تو بھلا ابتداے زمانہ اسلام کے ہین پیغمبرؐ نے اپنے اخیر زمانہ زندگی بلکہ زمانہ قرب وفات مین بھی جبکہ تجہیز جیش اسامہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے کسی مسلمان سے قرض نہین لیا بلکہ اُسکے سر انجام کے لیے ایک یہودی سے قرض لیا اور جسکے زر قرضہ کے ادا کے لیے اپنے حقیقی جانشین علی مرتضیٰؑ کو وصیت کی تھی۔

[له] دیکھو صفحہ ۱۱۹ کتاب ہذا ۱۲

بہر حال اگر بموجب اُس حدیث کے غور کیا جاتا ہے تو متروکہ پیغمبرؐ سے جو صدقہ تھا حضرت ابو بکر کے حصہ مین اُس حالت مین جبکہ اُس زمانہ کی مردم شماری کے حساب سے مسلمانون کی تعداد ٹھیک دریافت ہو سکتی تو میرے خیال مین اُس جگہ کی کچھ خاک ہی اُن کے حصہ مین آتی تو آتی اور اگر وہ صدقہ قرار نہ پائے اور ترکہ قرار پائے تو بموجب ترکہ کے ورثائے پیغمبرؐ کو ترکہ ملے گا بعد آٹھوین حصہ ازواج کے۔ اور جبکہ پیغمبرؐ خدا نے وفات پائی ہے اُسوقت ان کی نو ازواج تھین اس حساب سے منجملہ آٹھوین حصۂ ازواج کے نوان حصہ بی بی عایشہ کا ہوتا ہے اور اسی قدر بی بی حفصہ دختر حضرت عمر کا۔

اور اندرین صورت مین جہانتک غور کرتا ہون اُس اراضی مین سے جس مین کہ یہ دونون بزرگوار دفن ہوئے اُن کی صاحبزادیون کے حصہ مین اراضی اسی قدر شاید آتی تو آتی کہ اُنگلی ٹک[1] سکتی۔

بہر حال کیا بہ حیثیت میراث اور کیا بہ حیثیت صدقہ دونون صورتون مین ثابت ہوگیا کہ یہ دونون بزرگوار مغصوبہ زمین مین دفن کیئے گئے پس اگر کسی مردہ کا مغصوبہ زمین مین دفن ہونا اُسکے لیے قبر مین فشار اور حشر مین عذاب کا باعث نہین ہے تب تو ذیعلم سائل کو خوش ہونا چاہیے کہ اُن کا دعوے صحیح ہے اور اگر مغصوبہ زمین مین دفن ہونے سے اُسی وعید کا انسان مستحق ہے جس کو ہم نے اوپر لکھا تب ہم ذیعلم سائل سے نہایت افسوس اور افسردگی کے ساتھ یہ دریافت کرنا چاہتے ہین کہ آپ کے دعوے کا کیا نتیجہ ہوا۔؟

مائی ڈیر ولایت حسین!!

مین اس دعوے کی حقیقت دکھانے کے واسطے اسی حد تک تیار نہین تھا جو ظاہر

---

[1] یہان شرع کے قاعدۂ تقسیم کو بھی نظر انداز نہین کرنا چاہیے اور نہ اس امر کو کہ بی بی عائشہ کے حجرہ کی کیا وسعت تھی

ہوا بلکہ مین اب اس امر کو بھی ظاہر کرتا ہون کہ اصلی وجہ خلفاء کے دفن ہونے کی وہان کیا ہوئی ۔؟

اور وہ وجہ اصلی دفن ہونے حضرات شیخین کی پیغمبرؐ کے پاس یہ ہے کہ جب سقیفہ مین حضرات شیخین کی کوشش اور تدبیر سے امر خلافت اور نیابت رسولؐ خلاف دستور قدیم ملک عرب اور مخالف مرضی خدا اور رسولؐ کے کہ جسنے اُس دستور کو قبول کرکے تازہ کر دکھایا تھا خاندان رسالت سے نکل کر قابو مین حضرات شیخین کے آیا اور بمقابلہ علی مرتضےٰؑ اور اہلبیت رسولؐ کے خلافت نو ایجاد کے استحکام کے لیے جو جو شدائد اُنکے حق کے کم زور اور زائل کرنے کے لیئے وقوع مین آئے اُس کو کتب فریقین اور جدید تحقیقاتین آئینہ کی طرح دکھا رہی ہین خواہ وہ علی مرتضیٰؑ کی طلبی سے بیعت کے لیئے متعلق ہون یا اُن لوگون سے کہ جو خانہ جناب سیدہ مین موجود تھے اور جس طور سے اُنکو خانہ جناب سیدہؑ سے نکالا اور خواہ معاملۂ فدک اور حق خمس سے متعلق ہو جسکی وجہ سے علمائے اہل سنت کو اُس الزام کے رفع کرنے پر بہت حیرانی اور پریشانی ہوئی ہے ۔

جہان یہ تمام واقعات پیش آئے اُسی کے متعلق یہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر کی صحت خلافت کے اظہار کی غرض سے کہ لوگون کی نگاہ مین وہ نائب رسول سمجھے جائین حضرت عمر نے جنکے لیے حضرت ابو بکر استخلاف کر چکے تھے پیغمبرؐ کے پاس دفن کیا اور ایسے ہی حضرت عمر کہ جنکی پالسی مین حضرت عثمان شریک تھے اور جو بموجب ہدایت حضرت عمر کے خلیفہ مقرر ہوئے کوئی امر مانع دفن ہونے حضرت عمر کا نزدیک حضرت ابو بکر کے پیش نہین آیا لیکن حضرت عثمان جب قتل ہوئے تو حضرت امیر معاویہ جو انکی جانشینی کا اور اُن کے طلب خون کا دعوے کرنے والے تھے وہ ملک شام مین تھے اور مدینہ مین

کسی کی نسبت حضرت عثمان استخلاف نہین کر سکے اور خلافت کے لیے لوگون نے علی مرتضےٰ ع کو قبول کیا تو دفن حضرت عثمان کی یہ حالت ہوئی کہ مدینہ کے ایک خاص مکروہ[1] مقام پر کہ جسکو کسی طرح لوگ پسند نہین کرتے تھے تین روز تک اُن کی نعش بلا حفاظت پڑی رہی اور آخر کار وہ حش کوکب[2] یہود مین دفن کیے گئے اور جسکی دیوار احاطہ بعہد معاویہ توڑ کر گورستان بقیع کے شامل کر لیا گیا[3]۔

ان واقعات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرنے والے کے بعد جب حکومت اُس کے موافق ہوگی تو اُسکی تجہیز و تکفین ایسے مقام پر کی جائیگی جو سب سے عمدہ جگہ سمجھی جاے اور اگر حکومت اُسکی دشمن ہوگی تو اُسکو ایسی جگہ دیجائیگی جو لوگون کی نگاہ مین بد ترین جگہون مین سے ہو یا مرنے والے کے ورثاء اُسکو بطور راز کے دفن کرین گے اور مقام دفن اُس کا لوگون کی نگاہ مین مشتبہ کر دینگے اس اندیشہ سے کہ مخالف کوئی امر اہانت یا سوء ادب کا نہ کر سکین۔

چنانچہ جب جناب سیدہ ع نے انتقال فرمایا تو غور کرنا چاہیے کہ فاطمہ ع سی پیاری پیغمبر ص کی دختر اپنے عاشق باپ کے پہلو مین دفن ہونے کی کیا خواہش نہین رکھتی ہوگی لیکن اُسی اندیشہ کی بناء پر جو ہم نے ظاہر کیا علی ع مرتضےٰ ضرور جانتے تھے کہ جناب سیدہ بر بناے اُن واقعات کے جن کا تعلق امر خلافت کو خاندان نبوت سے نکال لینے فدک اور خمس کی ضبطی اور احراق خانہ رسالت[4] وغیرہ سے ہے کہ جن کا اس کتاب مین اکثر ذکر آچکا ہے خلفا سے ناخوش تہین حتے کہ قریب وفات جبکہ وہ واسطے معافی قصور کے آئے تھے اُسوقت بھی اُن کا قصور معاف نہ کیا۔

---

[1] تاریخ واقدی و صواعق خواجہ نصر اللہ [2] کوکب نام جگہ کا ہے حش اُس زمین کو کہتے ہین جہان لوگ بیت الخلا کو جاتے ہین [3] دیکھو تاریخ اعثم کوفی صفحہ ۱۵۹ و ۱۶۰ مطبوعہ بمبئی سنہ ۱۳۰۵ھ [4] تاریخ عروج و زوال سلطنت روم مصنفہ گبن صاحب صفحہ ۲۹۹ و تاریخ خلفاء واقعہ خلافت اول مؤلفہ انبر ناصاحب و تاریخ خلفاء مصنفہ ارونگ صاحب صفحہ ۴۱۔

اور حدیث پیغمبر یاد دلا کر کہہ دیا تھا کہ تم نے مجھے غضبناک کیا ہے مین خدا و رسول سے تمھاری شکایت کرون گی اور اپنے اُن ناخوش کرنے والون کے حق مین وصیت بھی فرما گئی ہین کہ میری تجہیز و تکفین مین شریک نہ کیے جائین اور نہ میری وفات کی اُن لوگون کو خبر کی جاے۔ لیکن خبر وفات کا پوشیدہ رہنا چونکہ ممکن نہین تھا غضبناک کرنے والون کے گھر قریب قریب ہی تھے سب سے پہلے بی بی عائشہ دختر حضرت ابو بکر ہی تشریف لائی تھین۔ لیکن دروازہ پر اُن کو اسماء بنت عمیس نے روک دیا تھا اور صاف کہہ دیا تھا کہ حسب وصیت معصومہ کے تمکو اجازت نہین ہے کہ تم شریک ہو اور اس پر وہ غم و غصہ مین لوٹ کر اپنے باپ کے پاس گئی تھین[1]۔ اور اُن کے خوب کان بھرے تھے کہ جس بنا پر وہ بھی بنفس نفیس تشریف لائے تھے اور دریافت پر اُن کو بھی یہ معلوم ہوا تھا کہ کچھ نورچشمی عائشہ ہی پر منحصر نہین ہے بلکہ ہم سب لوگ حسب وصیت سیدہ شریک نہین ہو سکتے ہین۔ غیر معلوم ہین مجھ سے عداوت رکھنے والے ہین غصہ کی آگ دونی ہو گئی ہو گی اور اُس کے شعلہ سینہ سے نکلنے لگے ہونگے۔

ایسی حالت مین کب یہ لوگ گوارا کرین گے کہ اُن کی ایسی مخالف اور قلبی اُنسے رنج رکھنے والی سیدہ۔

وہ سیدہ کہ جو ان ہر دو خلفاء سے غضبناک مری کہ جس کی تصریح روایات صحیحین کرتی ہے۔

وہ سیدہ کہ جس نے ان لوگون کی نسبت وصیت کر دی تھی کہ میرے جنازہ پر ہرگز نہ آنے پائین۔

---

[1] درحقیقت وہ ان امور کو ضرور برخلاف اپنے منصب کے کہ حسب تحقیق جان ڈیون پورٹ دلاری بی بی پیغمبر کی تھین اور اپنی حقارت اور کسر شان کا باعث سمجھی ہونگی۔ مؤلف عفی عنہ

Checked 1987

وہ سیدہ کہ مرتے مرگئیں مگر ان خلفا سے کلام نہ کیا۔
وہ سیدہ کہ جسنے اپنے ان ناخوش کرنے والونکا قصور معاف نکیا۔
وہ سیدہ کہ جسنے اپنے ان غضبناک کرنے والون کو حدیث پیغمبرؐ یاد دلا کر کہدیا کہ مین خدا سے تمھاری شکایت کرونگی۔
وہ سیدہ کہ جسکا دروازہ حضرت عمر نے اُسکی آنکھون کے سامنے جلا دیا۔
وہ سیدہ کہ جسکا سبب وفات بوجہ شکستہ ہونے اُسکے پہلو کے ہوا۔
وہ سیدہ کہ جنکی تعظیم اُسکا باپ پیغمبرؐ کرتا تھا۔
وہ سیدہ کہ پیغمبرؐ جس سے بوے بہشت سونگہتے تھے۔
وہ سیدہ کہ جو سردار نسوان بہشت ہے۔
وہ سیدہ کہ جو مادر سرداران جوانان بہشت ہے۔
وہ سیدہ کہ جو شفیعۂ روز جزا ہے۔
وہ سیدہ کہ جسپر اُسکے باپ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد وہ مصائب گذرے ہین کہ اگر دنون پر گذرتے تو راتین ہو جاتین۔) اپنے باپ کے پہلو مین دفن ہو؟

اس مقام پر غور کرنا چاہیئے کہ جناب سیدہ کو کس قدر ان لوگون نے رنج دیا تھا اور کس قدر صدمہ پہونچایا تھا کہ اُس معصومہ نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ یہ لوگ میرے جنازہ مین بھی شریک ہون اگرچہ خود وہ لوگ اُس رنج سیدہ کا اندازہ کرنے والے تھے لیکن ساتھ ہی اس کے اُنکو کچھ پروا بھی محرومی ثواب شرکت تجہیز و تکفین کی نہین ہو سکتی تھی اور وہ جانتے تھے کہ جب ہم اپنے اغراض ذاتی کے حصول کے مقابلہ مین اُسکے باپ ہی کے ثواب شرکت دفن وکفن پر خاک ڈال چکے ہین۔ تو یہ تو اُنکی بیٹی کے جنازہ کی شرکت ہے اُسکی کب پروا کرتے ہین۔

بہر حال کچھ بھی ہو۔ علی مرتضیٰؑ سمجھ گئے کہ سیدہؑ کو اُنکے باپ کے پہلو مین

جگہ نہین مل سکتی اور میری وجاہت جسکی زندگی تک تھی جبکہ وہی باقی نہین ہی تو کب مجھے کامیابی ہوگی۔

علاوہ ازین اُن لوگون کو یہ بھی خیال ہوگا کہ ہنوز ان لوگون کے دماغون سے ہواے ادعاے وراثت و قربت پیغمبرؐ کی نہین گئی ہے اس لیئے بھی مزاحمت دفن مین بغرض کمزور کرنے ہماری قوتون کے ضرور کرین گے جیساکہ بمقابلہ دفن حضرت امام حسنؑ کے نہایت سختی سے یہ پالیسی عمل مین لائی گئی[1]۔ اور یزید نے تو بمقابلہ امام حسینؑ خاتمہ ہی کردیا۔ اور اس ابتدائی پالیسی کی تقلید نے اپنا رنگ ایک زمانہ مین اس درجہ پر جما لیا تھا کہ عہد بنی اُمیّہ مین جب ایک شخص متوطن شام بغداد مین آیا خواہ شام ہی مین اُسکو معلوم ہوا کہ اہلبیت نبیؐ سے مراد بنی ہاشم ہین ورنہ وہ قسم سے بیان کرتا ہے کہ مین نے اسوقت تک سُنا ہی نہ تھا اور نہ جانتا تھا کہ سواے بنی اُمیّہ کے کوئی اور شخص بھی قربت دار پیغمبرؐ ہے۔ (دیکھو صفحہ ۶۵ کتاب ہذا)۔

جب دفن جناب سیدہؑ مین مخالفونکی طرف سے ممانعت اور اہانت کا اندیشہ ہوا تب علی مرتضیٰؑ کی یہ مصلحت ہوئی کہ جناب سیدہ کی قبر کو لوگون کی نگاہ مین مشتبہ کیا جاے اسی وجہ سے جناب نے شب مین سیدہؑ کو بطور راز دفن کرکے اُن کے مدفن کو مشتبہ کردیا۔

چنانچہ جو لوگ زیارت مدینہ سے مشرف ہو آئے ہین وہ کہہ سکتے ہین کہ تین یا چار مقام پر جہان جہان اُن کا دفن پایا جاتا ہے زیارت پڑھی جاتی ہے۔ ایک درمیان منبر و قبر رسول کے دوسرے خود حجرۂ جناب سیدہ مین جسکی نسبت بھی زیادہ احتمال ہے اور وہ حجرہ توڑ کر اب شامل مسجد نبوی کر لیا گیا ہے۔ تیسرے جنۃ البقیع مین جسمین لوگ ظاہر کرتے ہین کہ جناب سیدہ اسی جگہ دفن ہوئی ہین۔

---

[1] حد تحقیق بمشرب سنی در روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب و تذکرہ خواص الامہ و روض المناظر و تاریخ اعثم کوفی۔ ۱۲

جناب سیدہ کو پیغمبرؐ کے پاس دفن نہونے دینے کے صحیح خیال ہونے کی اُس واقعہ سے بھی تائید ہوتی ہے کہ جو وقت دفن حضرت امام حسنؑ علیہ السلام کے پیش آیا تھا جیسا کہ علماے اہل سنت نے تیرون کی بوچھار کا اُن کے تابوت پر ہونا قبول کیا ہے[1] اور آخر کار اُنکا جنازہ بھی روضہ نبوی سے بنی ہاشم کو اُٹھانا پڑا تھا۔ اور جنۃ البقیع مین جہان قبر جناب سیدہ کی سمجھی جاتی تھی وہان دفن کئے گئے اور ایسے ہی بخوف دشمنون کے کیفیت دفن علی مرتضےٰ کی ہوئی کہ پوشیدہ ایک مقام خاص پر دفن کئے گئے اور ایک تابوت بنا کر مدینہ کیطرف روانہ کیا گیا۔ جسکی نسبت بعض رواۃ کا خیال یہ ہے کہ اسکا پتہ نہین معلوم ہوا لیکن ۔

صاحب تاریخ الخلفاء سیوطی نے ابن عساکر سے روایت کی ہے کہ جب اُن کا تابوت اونٹ پر بار کر کے لئے جاتے تھے اثناے راہ مین شب کو اونٹ ایسا بھاگ گیا کہ کسی کو پتہ نہ معلوم ہوا کہ کہان گیا ہے۔ پس اسی وجہ سے اہل عراق کہتے ہین کہ آسمان پر جب گھٹا اُٹھتی ہے اور گھڑگھڑاہٹ ہوتی ہے تو وہ حضرت ہی کی[2] ہے۔ (صفحہ ۱۱۹ — تاریخ الخلفاء)

لیکن بعد ایک عرصۂ دراز کے جب وہ حالت خوف باقی نہین رہی تھی تب نشان قبر علی مرتضےٰ کا جو بطور راز کے تھا ظاہر کیا گیا جہان کہ اب روضۂ اقدس ہے۔

ان واقعات پر نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ مجرد نزدیک قبر رسول کے دفن ہونا نہ کچھ قابل فخر کے ہوسکتا ہے اور نہ نزدیک پیغمبرؐ کے دفن ہونا کچھ فائدہ پہونچا سکتا ہے۔ بالخصوص ایسی حیثیت سے کہ جس حیثیت سے حضرات شیخین دفن ہوئے اور ایسی حالت مین کہ جنکی زندگیان اس عنوان سے ختم ہوئین کہ زندگی پیغمبرؐ مین کوئی رفاقت جس سے منزلت قرب حاصل ہوسکے عمدگی سے

---

[1] حد تحقیق بمشرب سنی در روضۃ الصفا و روضۃ الاحباب [2] غالباً یہ کنایہ غالیوں کی طرف ہے ۱۲

ساتھ وقوع مین نہین آئی اور بعد وفات رسولؐ کے علانیہ وہ امور سرزد ہوے جو باعث اذیت اہلبیت رسولؐ اور از حد موجب آزردگی پیغمبرؐ تھے جن کی اُن حضرت صلعم پیشین گوئیان فرما چکے تھے۔

اس صورت مین حضرات شیخین کا نزدیک رسول کے دفن ہونا صرف یہی نہین ہے کہ اُنکو کچھ فائدہ نہ دے بلکہ جن لوگون نے اپنی سطوت سے نزدیک پیغمبرؐ اُن کو دفن کیا کہ جس سے روح رسولؐ کو صدمہ پہونچا بوجہ اس کے کہ یہ امر باعث آزردگی پیغمبرؐ کا ہے وہ لوگ آزردگی رسولؐ کے مواخذہ مین تا روز قیامت مشغول الذمہ رہین گے اور مین امید کرتا ہون کہ ڈپٹی سائل میری محققانہ راے پر کافی غور کرنے کے بعد اپنے دعوے کی حقیقت کو خود سمجھین گے۔

ان تمام دعوؤنکے بطور کنایہ اظہار کے بعد جسکی حقیقت ہم دکھا چکے ذی علم سائل بدرجۂ آخر یون فرماتے ہین کہ "علاوہ ازین ہزارہا واقعات ہین جو بشرط انصاف ان حضرات کے کمال ایمانی اور فضائل و مناقب پر بالبداہت دلالت کرتے ہین۔ چنانچہ مخالفان اسلام اور دشمنان دین نے مجبور ہو کر بلحاظ واقعات تاریخی داد انصاف دی ہے اور ان حضرات کو آن حضرت صلعم اور دین اسلام کا سچا خیر خواہ قرار دیا"

اسکی تائید مین معزز سائل توجہ دلاتے ہین کہ ڈاکٹر گبن اور جان ڈیون پورٹ اور کارلائل سیل کی تصنیفات دیکھی جائین اور اس شعر پر دعوون کا خاتمہ کرتے ہین

تروی مناقبہم بہا اعدائہم
والفضل ما شہدت بہ الاعداء

افسوس ہے کہ یہ دعوی بھی مہمل اور مجمل ہے کہ جسکے متعلق بجز اسکے اور ہم کچھ نہین کہہ سکتے کہ لاکھون واقعات مقبولہ کتب اہل سنت مین اور ایسے موجود ہین

کہ جن سے برخلاف دعوے معترض سائل کے یہ نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ ان حضرات کے ایمان مین خلل صریح تھا اور انھون نے آنحضرتؐ اور مذہب اسلام کی کچھ حمایت نہین کی اور کوئی واقعہ اُن کے فضائل اور مناقب پر دلالت نہین کرتا بلکہ غیر کاملیت ایمان پر اور معائب اور مثالب پر دلالت کرتے ہین۔

ہمنے ابتک ہر دعوے کی حقیقت کے سلسلہ مین بتائید اپنی محققانہ رائے کے ایسے ایسے احادیث بیان کیے ہین کہ جنکی صحت پر نکتہ چینی ذیعلم سائل نہین کر سکتے اور اگر وہ کوئی نکتہ چینی فرمائین گے تو اپنی ایسی کتب مقبولہ کی کہ جن کے رتبے بعد کتاب باری اعتقاداً قبول کیے گئے ہین تحریف کرین گے۔

دیکھو اُن احادیث کو جو بسلسلۂ فتوحات ہمنے لکھی ہین کہ جن مین ائمہ اشرار کا جو حریص ملک و مال ہون جو ایسے ہون کہ جنکی نسبت پیغمبرؐ یہ اطمینان نہین رکھتے ہون کہ بعد وفات کے وہ کیا کیا احداث دین اسلام مین کرین گے ذکر ہے اور جب انطباق واقعات سے کیا جاتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ ائمہ اشرار اور ائمہ ضلالت کون تھے کہ پیغمبرؐ کے مرتے ہی جنھون نے احداث دین مین کر دی اور دین کو پس پشت پھینک دیا اور جبکہ مخاطب ان احادیث کے خود یہی حضرات ہین تب وہ ارشاد آنحضرت مخاطب ہی سے قبول کیے جا سکتے ہین اور وہی مخاطب مصداق اُن احادیث کے قرار پا سکتے ہین۔

البتہ اسکو ہم قبول کر سکتے ہین کہ ایک غیر مذہب اسلام والا بعض مسلمانون کی مدبرانہ کارروائیون کی جنکا اثر بہت بُرا مذہب اسلام پر پڑا اور جنھون نے دوستی کے پردہ مین درحقیقت مذہب اسلام کے ساتھ دشمنی کی بیشک توصیف کر سکتا ہے۔

اسکے علاوہ خود ان بزرگوارون کے وہ اقوال جو اپنی ذات کے متعلق ظاہر فرمائے ہین کیا اس بات کی تائید کرنے والے ہین کہ اُنکو بڑے بڑے جامون اور

عمامون سے مزیب کر کے اُنکو اپنا پیشوا مانا جاے۔ ؟

ہر وہ شخص جو چشم بصیرت رکھتا ہے ضرور اُن احادیث پر غور کر سکتا ہی اُور اُسکے بعد وہ کہہ سکتا ہی کہ دعوے ذیعلم سائل کا صحیح ہی یا ہماری محققانہ راے۔

ہمارے ذیعلم سائل بڑی کوشش کر کے اپنے ممدوحین کو فضائل و مناقب کے زرہ جامہ سے چاق چوبند کر کے میدان مین لاے لیکن افسوس ہے کہ جو تلوار مقابلہ کے لیے اُنکے ہاتھ مین دی تھی وہ مقابلہ کے وقت ظاہر ہو گیا کہ تلوار نہ تھی صرف خالی نیام تھا تاکہ حریف خوف کر کے گریز کر جاتا۔ مگر خود ذیعلم سائل ملاحظہ فرما سکتے ہین کہ کون میان کو پھینک کر بھاگا جاتا ہے۔

ہم بچپن سے اِس مثل کو سنتے تھے مدعی سُست اور گواہ چُست اور اکثر کتابون مین بھی وہ مواقع دیکھے کہ جہان اِس مثل کا انطباق دکھایا گیا ہے۔ لیکن درحقیقت یہ مثل ممدوحین سائل کے حال اور اقوال سے مطابقت رکھتی ہے۔ ممدوحین سائل نے کبھی اور کسی جگہ بمقابلہ علی مرتضیٰؑ اپنے فضل و کمال کا دعوے نہین کیا اور کچھ اُنھین کے مقابلہ مین منحصر نہین ہے بلکہ کبھی بھی برخلاف اِسکے مداح اُن کے بمقابلہ علی مرتضےٰ اُنکے ایسے فضائل و مناقب ظاہر کرتے ہین جنکا کسی کتاب تاریخ خواہ حدیث سے پتہ نہین چلتا اور ایسی حالت مین ممدوحین سائل سُست مدعی کے اور سائل مداح چست گواہ کے مصداق ہین۔

علماے یورپ کی تحقیقاتون کو اِستدلال مین پیش کرنا پراے کاندھے پر بندوق رکھکر چھوڑنے کے برابر ہے۔

بعض علماے یورپ نے اپنی کمی معلومات کی وجہ سے دھوکا کھا کر یا اپنے شدید تعصب سے کہ جو پیغمبر خدا کی نسبت رکھتے تھے افعال خلفاے ثلاثہ کیوجہ سے الزام آنحضرت تک پہونچایا ہے لیکن حقیقت مین اِن الزامات سے نہ مذہب پاک

اسلام پر دھبہ لگ سکتا ہے اور نہ اُسکی بانی پر۔

اُنھون نے بالکل امتیاز نہین کیا کہ مذہب اسلام اور چیز ہے اور مسلمان اور چیز اگر کوئی شراب پیے جیسے کہ حضرت عمر اور دیگر صحابہ بعد نزول آیت حرمت مرتکب اس عمل کے ہوتے رہے اور جسکا ہم ایک موقع پر اس کتاب مین ذکر کر آئے ہین تو اس سے مذہب پاک اسلام شرمندہ نہین ہوسکتا بلکہ اسکا اثر صرف اشخاص مرتکبین کی ذات پر محدود ہے۔ اور اگر اُنسے بعض امور اچھے سرزد ہوے یا بعد پیغمبر کے مسلمانون کے لیے ملک گیری کی وسعت ہوئی تو اُنکی شان مصداق اس شعر کی ہوئی۔

گویند ز شیخین بدین نفع رسید   قل اثمهما اکبر من نفعهما

جہان تک ہمکو معلوم ہے یورپ اور امریکہ غیر مذہب اسلام کے علما نے تقریبًا تیس کتابین متعلق حالات مذہب اسلام کے لکھی ہین جن مین سے کچھ نے استحقاق امر خلافت کے متعلق تو صرف اسی قدر لکھکر چھوڑ دیا ہے کہ شیعون کا یہ مذہب ہے کہ حضرت امیرؑ کا حق اولی تھا اور بہت سے مصنفون نے حضرت علی مرتضےٰ کی بزرگی اور خلق اور بردباری اور شجاعت اور نیک دلی کے ظاہر کرنے پر اکتفا کی ہے اور بعض نے صاف لکھدیا ہے کہ خلافت حق علی مرتضیٰؑ کا تھا اور اس جگہ بعض تحقیقاتین ہم لکھتے ہین۔

اس کتاب مین ہمنے ایک موقع پر جان ڈیون پورٹ کی ایک تحقیق دکھائی ہے جس سے اُس کینۂ دیرینہ کا پتہ ملتا ہے جو بی بی عائشہ کو علی مرتضےٰ کے ساتھ تھا اور اس مقام پر ہم خاص طور پر متعلق امر خلافت کے جو کچھ تحقیق علامہ جان ڈیون پورٹ کی ہے لکھتے ہین۔ وہ تحریر فرماتے ہین کہ سنی فرقہ نے ابوبکر سُسرے کو رسول کے رسول کا جانشین مانا۔ اور شیعہ فرقہ نے علیؑ چچازاد بھائی اور داماد آنحضرتؐ سے جیسا کہ مقتضائے مزید انصاف اور حمیت دین ہی تو لا رکھی۔ بااین نظر

کہ آن حضرت ہمیشہ اُنسے محبت اور الفت علانیہ رکھتے تھے اور چند مرتبہ اُنکو اپنا جانشین بھی ظاہر کیا تھا۔ علی الخصوص دو مقامون مین۔ ایک جب آن حضرت نے اپنے گھر مین قبیلہ بنی ہاشم کی ضیافت کی تھی اور علی نے باوصف تمسخر اور توہین کفار اپنا ایمان لانا ظاہر کیا آن حضرت نے اپنی بانہین اُس جوان کے گلے مین ڈال کے چھاتی سے لگا کے بآواز بلند کہا دیکھو میرے بھائی میرے وصی اور میرے خلیفہ کو۔ اور دوسرے جب آنحضرت نے ایک برس قبل اپنے انتقال کے خطبہ پڑھا تھا بحکم خدا جسکو جبرئیل آنحضرت کے پاس لائے تھے اور یون کہا تھا کہ آپ پر اے پیغمبر صلوات اور رحمت خدا سے مین لایا ہون مع اُسکے حکم کے آپکے پیرو ون کے نام جسکو آپ اُنسے کہیے بے تاخیر کے اور بے خوف کے شریر آدمیون سے اسواسطے کہ وہ خداوند توانا ہے اور بچاوے گا آپکو کہ اُسکے بندہ ہین بموجب اِس حکم کے آن حضرت نے انس سے کہا کہ لوگون کو جمع کرے جس مین آن حضرت کے پیرو اور یہودی اور نصرانی اور مختلف رہنے والے وہان کے بھی حاضر ہون۔ یہ جمعیت ایک گاؤن پاس ہوئی جسکا نام خمّ غدیر ہے نواحی مین شہر جحفہ کے درمیان مکہ اور مدینہ کے واقع ہے پہلے یہ مقام کل موانع سے صاف ہو رہا تھا۔ ۱۰۔ اپریل سنہ ۶۳۱ء مین آنحضرت ایک بلند منبر پر گئے جو وہان اُنکے لیے نصب کیا گیا تھا اور جبکہ ہزارون حضار نہایت توجہ سے سنتے تھے ایک خطبہ حضرت نے بڑی شان و شوکت اور فصاحت اور بلاغت سے پڑھا مگر ہمکو افسوس ہے کہ یہ کتاب سوائے خلاصہ مذکورۃ الذیل کے گنجائش خطبہ کی نہین رکھتی ہی“

اِسکے بعد مورخ موصوف نے خطبہ کا خلاصہ لکھا ہے اور جس مین آنحضرت نے علی مرتضیٰ کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اور لوگون کو ہدایت کی ہے کہ وہ میرے بعد علی کو میرا جانشین قبول کرین۔

اِسکے بعد مورخ لکھتے ہین کہ ”اِس خطبہ کے تمام ہونے پر ابو بکر اور عمر اور

عثمان اور ابوسفیان اور دوسرے لوگون نے علی کے ہاتھ چومے اور اُن کے جانشین آنحضرت مقرر ہونے کی مبارکبادا دی اور اقرار کیا کہ تمام احکام کو سچّے طور سے بجالائین گے ۶۳۲ء صرف تین دن قبل اپنے انتقال کے اُن حضرت نے پھر اپنے تابعین کو وقت ترخیص اِن الفاظ سے سمجھایا کہ اے میرے شاگردو آیا تم خوب یقین کرتے ہو کہ ایک ہی خدا ہے اور مین محمدؐ اسکا رسول ہون اور حقیقت مین بہشت اور دوزخ ہین اور موت اور بعد موت کے حشر حق ہے اور ایک وقت مقرر ہے کہ اُس وقت تمام انسان اپنی قبرون سے اُٹھ کے داور اور قادر مطلق کے حضور مین حاضر ہون گے ساری جماعت نے یک زبان جواب دیا کہ ہان اِن سب چیزون کا خوب یقین رکھتے ہین اُسکے اوپر اُنکے رسولؐ نے اُنکو قسم اِن عقیدونکی بمزید تاکید اِس بات پر دی کہ اُنکی آل سے زیادہ تر خاص کر کے ہمیشہ محبت رکھین اور اُنکی عزت و توقیر کرین۔ بڑے شدّ و مد سے یون کہا کہ جو مجھسے محبت رکھتا ہو وہ علیؑ کو اپنا دوست سمجھے۔ اللہ تائید کرے اُنکی جو دوستی رکھتے ہین علیؑ سے اور غضب کرے اُن سب پر جو اُسکے دشمن ہین۔ ایسے مکرر اور مصرح بیانات سے جو خود رسولؐ کے لبون سے ہوے تھے ایک وقت تک تو شک و شبہہ امر خلافت سے دور رہا مگر آخر بعض کو مایوسی ہوئی کہ بی بی عائشہ ابوبکر کی بیٹی آن حضرت کی زوجۂ دوم نے کچھ سازو باز کر کے اپنے باپ کو پہلا خلیفہ لوگون سے مقرر کروالیا۔ ملک الموت کے انتظار مین آن حضرت کا عائشہ کے حجرہ مین جانا خواہ آن حضرت کے حکم اور مرضی سے ہوا ہو خواہ بی بی کے ہوا ہو۔ بہر صورت یہ بات بھی ایسی ہے کہ خاصکر اُن کے مفید مطلب تھی اِس واسطے کہ بس یہ یقینی ہے کہ آن حضرت کا کہنا دربارہ جانشینی علی کے کانون تک لوگون کے نہ پہونچنے پائے پس علی العموم یہ سمجھا گیا کہ جیسے جناب رسولؐ نے بدون بیان کرنے اپنی آخری وصیت کے دربارہ جانشینی کے

انتقال کیا اور اسی سبب سے یہ بات ہوئی کہ تین خلیفون نے بہم رائج کیا قبل اس کے کہ علی اپنے حق کو پہونچین جس کے وہ اس قدر مستحق تھے نہ صرف بلحاظ قرابت و زوجیت فاطمہؑ دختر رسولؐ کے بلکہ نیز بہ لحاظ اُن بے شمار اور بڑی خدمتون کے جو اُنھون نے مذہب اسلام کی کین۔ توقع تھی کہ شاید بی بی عائشہ کے اس کردار کے باعثون مین سے ایک خدمت فرزندی ہو کہ اپنے باپ کے خلیفہ ہونے مین اعانت کی مگر بیشک وشبہہ نہایت قوی باعث اس کا بغض کینہ دیرینہ علیؑ کی طرف سے تھا" (دیکھو کتاب آپالوجی فار اینڈ قرآن مترجم مظاہر حق)۔

فاضل مسٹر گبن اپنی تاریخ عروج و زوال سلطنت روم مین بصفحہ ۹۲۸ جو تحریر فرماتے ہین اُس کا لفظی ترجمہ یہ ہے "علی کا نسب اور تقرب اور سیرت جن اوصاف نے اُسکو سب ملک والون سے اعلی درجہ پر پہونچایا عزت کے تخت خلافت کے لیے اُس کے دعوون کو قرین انصاف ٹھہرا سکتے تھے۔ ابو طالب کا بیٹا اپنے خاص استحقاق سے سردار خاندان ہاشمیہ اور موروثی شاہزادہ شہر مکہ اور محافظ خانہ کعبہ کا تھا۔ نور رسالت تمام ہو گیا تھا مگر فاطمہ کا شوہر اُس کے باپ کی توریث اور دعا کی بہت کچھ امید کر سکتا تھا۔

اہل عرب سلطنت نسائی کو قبول کر چکے تھے اور دو نواسے رسولؐ کے اُسکی کنار مین پرورش پاتے تھے اور اُسکے منبر پر بطور ثمرۂ زندگانی جلوہ افروز ہوتے تھے اور سردار جوانان بہشت تھے۔

علی جو سابق الایمان تھا پورا حوصلہ کر سکتا تھا کہ سب کا سردار اور پیشوا اس عالم اور عالم جاودانی مین ہو اور اگرچہ بعضے سنجیدہ اور استوار طبع تھے لیکن جوش ایمان اور زہد مین کوئی خلیفہ اُس سے بڑھ نہ سکا علیؑ مین اوصاف شاعری بہادری اور دینداری کے مجتمع تھے۔ اُس کے مذہبی اور اخلاقی اقوال مین اُسکی فراست

STATE CENTRAL LIBRARY
HYDERABAD DN

اب تک زندہ ہے۔ جو شخص اُسکی زبان یا اُسکی تلوار کے مقابل مین آیا وہ اُسکی شجاعت اور فصاحت سے مغلوب ہوا۔ ابتدائے زمانہ بعثت سے تا تجہیز و تکفین یہ سچا دوست جسکو رسولؐ خوش ہو کر اپنا بھائی اپنا نائب اور اپنا معتقد ہارون موسیٰ ثانی کہتا تھا رسول سے کبھی جدا نہوا۔

ابوطالب کے بیٹے پر آخرمین لوگون نے یہ الزام لگایا کہ اُسنے اپنے طلب حق مین غفلت کی اگر ابتدا ہی مین طلب حق کرتا تو مقابل کے سب دعویدار ٹھنڈے ہو جاتے اور فیصلۂ قدرت سے اُسکی خلافت مستحکم ہو جاتی لیکن یہ بے خوف جوانمرد اپنے نفس پر قانع رہا۔

حاسدون کے حسد اور غالبًا خوف اختلاف نے محمدؐ کے ارادون کو روکا اور اُسکا بستر مرض عائشہ[1] سے جو ابوبکر کی بیٹی اور علیؑ کی دشمن تھی محاصرہ مین تھا۔"

پروفیسر آئی۔ ایچ۔ پامر اپنی تصنیف مطبوعہ لندن سنہ ۱۸۸۱ء صفحہ ۱۳ کتاب موسوم بہ ہارون الرشید مین بسلسلہ تحقیق مسئلہ خلافت لکھتے ہین کہ "چار شخص دعویدار خلافت تھے حضرت علی علیہ السلام آنحضرت صلعم کا چچازاد بھائی جنکے ساتھ فاطمہؑ کا نکاح ہوا تھا۔ ابوبکرؓ پیغمبر کی بی بی عائشہ کے والد۔ عمرؓ جن کی بیٹی حفصہ

---

[1] فاضل مسٹر گبن نے بی بی عائشہ کو یہان ایک ایسے مکروہ لفظ سے یاد کیا ہے جس کو ہم ازروے اخلاق نقل کرنا پسند نہین کرتے اگرچہ خدا نے ایک موقع پر اپنے آپ کو خیر الماکرین کہا ہے مگر ہم تعجب کرتے ہین کہ ایک غیر مذہب اسلام کو علی مرتضےٰ کی حق تلفی پر علی مرتضےٰ کے ساتھ ہمدردی کا کیون ایسا جوش ہوا کہ علی مرتضےٰ کے دشمن کو ایک نہایت ہی کریہ لفظ سے موصوف کرنے پر مورخ ممدوح کو اُس جوش نے برانگیختہ کیا۔ حالانکہ بوجہ غیر مذہب اسلام ہونے کے وہ جانتے ہونگے کہ نہ کوئی فائدہ ہمدردی علی مرتضیٰ سے ہوگا اور نہ اُنکے دشمن کو بصفت رذیلہ یاد کرنے سے۔ مصنف عفی عنہ

تھی کہ جو ازواج مین سے تھی اور چوتھے عثمان جو خاندان اُمیہ سے تھے[1] اِس مین شبہہ نہین ہے کہ علیؑ قانوناً آن حضرت کے جانشین تھے لیکن عائشہ اُن سے ناخوش تھین اُنھون نے علیؑ کو خلیفہ نہونے دیا۔"

واشنگٹن آرونگ کتاب موسوم بہ محمدؐ و جانشینان کے صفحہ ۱۶۵ باب ۲۶ مین یون لکھتے ہین کہ "وہ سب سے زیادہ ممتاز مستحق خلافت حضرت علیؑ علیہ السلام تھے جن کا حق فطرتی طور پر قوی ترین تھا کیونکہ محمدؐ کے چچازاد بھائی تھے اور داماد تھے اور حضرت فاطمہ علیہا السلام سے جو اولاد تھی وہی آن حضرت کی نسل مین تھی حضرت علی علیہ السلام شریف نسل قریش کی افضل شاخ مین سے تھے اُن مین وہ تین صفات جو عرب نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہین موجود تھین یعنی شجاعت۔ فصاحت اور سخاوت ہمت اور دلیری کی وجہ سے آن حضرت نے اُن کو شیر خدا کا لقب دیا تھا۔ اُن کی فصاحت کے نمونہ اشعار اور امثال کی شکل مین ابتک عرب مین محفوظ ہین۔ اور سخاوت اِس سے ظاہر ہوتی ہے کہ ہر جمعہ کو جو کچھ خزانے مین رہتا تھا وہ سب مین تقسیم کر دیتے تھے اور اُنکی شجاعت اور دریا دلی کی ہم بہت سی مثالین بیان کر چکے ہین ہر ایک غلط اور کمینہ بات سے نفرت کرتے تھے اور اُنکے مزاج مین خود غرضی کے لیے سازش کرنیکا مادہ بالکل نہ تھا۔"

لکچر محمڈن لا امیر علی انگریزی صفحہ ۳۴ و اُردو صفحہ ۲۸ نوٹ ۲ فیصلہ مشہور بمقدمہ خوجہ مسٹر جسٹس آرنولڈ نے یہ لکھا ہے "مسلمانون کو عموماً یہ توقع تھی کہ حضرت علیؑ جو اول شاگرد اور عزیز رفیق رسول اللہؐ کے اور جو خاوند اُنکی تنہا[2] اولاد یعنی فاطمہؑ کے

---

[1] اہل سنت یہ جو ظاہر کرتے ہین کہ پیغمبرؐ کی دو بیٹیون کا نکاح حضرت عثمان کے ساتھ ہوا اُسکو اِس محقق نے بھی اپنی تحقیق مین قبول نہین کیا اور اسیوجہ سے حضرت عثمان کو داماد پیغمبر نہین لکھا ہی مولف عفی عنہ

[2] تنہا اولاد سے مراد یہ ہی کہ سوا حضرت فاطمہؑ کے اور کوئی اولاد پیغمبرؐ کی نہین تھی۔ مولف عفی عنہ

سمجھے خلیفہ اول ہون گے لیکن ایسا نہوا عائشہ کہ جو جوان اور عزیز زوجۂ رسولؐ کی تھی دشمن قلبی فاطمہؑ اور علیؑ کی تھی اپنے باپ ابوبکر کے خلیفہ منتخب ہونے کا باعث ہوئین۔ حضرت علی کو سب لوگ دل سے دوست رکھتے تھے اور وہ اِسی قابل تھے۔ اُس زمانہ مین بھی جبکہ شجاعان عرب شہرۂ آفاق تھے ضرغام آل ابوطالب اسد اللہ الغالب اُن کا لقب تھا اور اشجع عرب اُن کو کہتے تھے۔ شجاعت حکمت ہمت عدالت سخاوت اور زہد و تقوی مین حضرت علی کا عدیل و نظیر تاریخ عالم مین کمتر نظر آتا ہے علاوہ اِس کے وہ زوج بتول یعنی بضعۃ الرسول حضرت فاطمہؑ کے شوہر تھے جو رسولؐ اللہ کی اکلوتی اور پیاری بیٹی تھین۔ اور ابو الحسنین تھے جنکے عاشق وزار خود اُنکے نانا رسولؐ اللہ تھے اور خود رسولؐ اللہ نے اُنکو مجمع صحاب مین سردار جوانان بہشت فرمایا تھا“

اب مین ایک شہادت اور ایک ایسے نیٹو کرسچین عالم کی لکھتا ہون کہ جو پہلے مسلمان اور بڑے پکے سنی المذہب تھے اور مذہبی بحثون سے بڑی دلچسپی رکھتے تھے اور بالآخر تحقیق دین و مذہب کرتے کرتے عیسائی ہو گئے ہین۔ اُنکا نام مولوی صفدر علی صاحب ہے۔ یہ بزرگوار پہلے سنٹرل پراونسیز مین ڈپٹی انسپکٹر مدارس تھے اور پھر ترقی پاتے پاتے عہدہ اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنری سے رٹایرڈ ہو گئے ہین اور اب مقام بھنڈارا مین صحیح و سلامت تشریف رکھتے ہین۔

صاحب ممدوح ہمارے ایک بزرگ قوم خان بہادر مولوی سید غلام حیدر صاحب آنریری مجسٹریٹ و رٹائرڈ سب جج رئیس جائس ضلع رائے بریلی کے بہت بڑے دوست ہین اُن کو ایک خط کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ ”مخدومی مکرمی۔ مجھسے آپ نے خلافت خلفا مین استفسار کیا ہے ہرچند بقول جناب اب مجھے اِن امور سے سروکار نہین رہا مگر حسب الارشاد جس قدر اِس وقت فرصت

پاتا ہون اور خود جانتا ہون بلا رو رعایت احدے مختصر عرض کرتا ہون اسمین کچھ شک نہین کہ علی بن ابی طالب کے روبرو کسی دوسرے شخص کا رتبہ نہ تھا کہ خلافت کا مستحق شمار کیا جاے اس بات مین اگرچہ دریافت اُن روایات کی صحت اور اصلیت کی جانب ملتفت نہون جو اہل تشیع اثبات خلافت بلا واسطہ علی مین پیش کرتے ہین بلکہ اُن سے قطع نظر کرکے محض اُنھین احادیث اور روایات کو بانصاف دیکھین جو صحاح ستہ یا دیگر کتب سیر مین اب تک باقی ہین اور جو اہل تسنن کے نزدیک معتبر ہین وہی ہمارے اس دعوے کی صداقت کے واسطے کافی شہادت دیتی ہین۔ اول وہ حدیث جو فضائل و مناقب علی صاحب مین محمد صاحب نے بکثرت بیان کین بمقامات وحالات و ازمنہ مختلفہ جن کا مطلب اور مدعا ایک بچہ بھی جان سکتا ہے کہ بلاشبہہ محمد صاحب کا ارادہ تھا کہ سب صحابی خود بخود قدر اور مرتبہ علی صاحب کا جان جاوین اور میری مرضی جان لین کہ بعد میرے وہی خلیفہ ہون بھلا کون شخص ہے جن کے حق مین یہ کہا کہ انت منی بمنزلة ھارون موسی الا انہ لا نبی بعدی جیسا کہ صحیح بخاری اور مسلم دونون مین بالاتفاق لکھا ہے وہ تو خلیفہ نہو اور ابوبکر ہو مین جانتا ہون کہ یہ حدیث اس باب مین اُتنی ہی کامل ہے کہ اگر محمد صاحب ایسا کہتے کہ میرے بعد علی خلیفہ ہون تو اُسکو بھی کچھ مناسبت نہوتی باقی رہے یہ عذرات کہ ہارون تو موسی کے روبرو مر گئے تھے یہ محض بناوٹ کی بات ہے اور پردہ ڈالنا ہے حق پر۔

ایسا تو دنیا مین کوئی تشبیہ نہین کہ مشبہ اور مشبہ بہ ہر بات مین متحد اور موافق ہون اگر کسی کے چہرہ کو کہین کہ چاند سا ہے تو اُس سے مراد یہ نہین ہوتی کہ ویسا ہی گول اُتنا ہی بڑا اور ویسا ہی کلف دار اور سب طرح بلکہ تشبیہ جس بات مین ہوتی ہے اُسی امر مین مناسبت دیکھی جاتی ہے پس اس حدیث مین صاف

صاف تشبیہ نیابت کی ہے کہ جیسے موسیٰؑ کے نائب اور قائم مقام ہارون تھے اُسی طرح علیؑ صاحب محمدؐ صاحب کے نائب ہون گے اور پھر لفظ بعدی سے کنایہ امر ثابت ہوتا ہے کہ بعد محمدؐ صاحب کے علیؑ صاحب نائب ہون گے۔ الا یہ کہ وہ نبی نہون گے وگرنہ سب طرح امر خلافت کے مستحق ہین پھر اس کے سوا جو جو حدیثین دربارہ یکتائی ویکجہتی منقول ہین اُن سے بھی صاف صاف ظاہر ہی کہ گویا محمدؐ صاحب وعلیؑ صاحب ایک روح دو قالب تھے اور کسی کو ایسا اتحاد اور محبت اور یگانگی نہ تھی۔ اور منظور ایسے اُمور کے بیان سے کیا تھا یہ کہ لوگ ارادہ اور منشا محمدؐ صاحب سے واقف ہو جائین مگر کون سنتا تھا۔ دوم محمدؐ صاحب کی وہ روایات جو حال مرض الموت مین مسطور ہین جبکہ ابو بکر کو نماز پڑھنے کو بلایا اُس سب حال کے پڑھنے سے بھی صاف صاف معلوم ہوتا ہی کہ بیشک محمدؐ صاحب کا ارادہ علیؑ صاحب کا نائب بنانا منظور تھا اور یہ بات لوگون کو معلوم بھی تھی مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضرور دریافت ہوتا ہے کہ برعایت عائشہ صاحبہ اظہار الی الاعلان نہ کیا بلکہ ابو بکر کو امام بنایا[1]۔ اِس سبب سے حال یہ بھی دریافت ہوتا ہی کہ اُس وقت تک امر دائر اسی مین تھا کہ علیؑ صاحب خلیفہ ہون یا ابو بکر۔

سوم معاملہ قرطاس سے بھی دریافت ہوتا ہے کہ گو محدثین نے اس قصہ کو مختصر لکھا ہے اور چاہے اُس تحریر کو جو محمدؐ صاحب کرنا چاہتے تھے اخراج یہود اور نصاریٰ کا مدینہ سے مراد بتلاؤ مگر وہ کسی طور پر درست نہین ہو سکتی ہے کہ ایسی جزوی اور چھوٹی باتون کے واسطے تحریر ہو شرائع الاسلام اور احکام ضروری وغیرہ کے لیے تو ممانعت تحریر ہو اور ایسی جزوی باتون کے واسطے اس لفظ کے ساتھ کہ کہین تم میرے بعد گمراہ نہو جاؤ حکم تحریر ہو اور پھر شور وشغب اور

---

[1] حضرت ابو بکر کے امام بنانے کی حقیقت ہم پہلے بہت اچھی طرح ظاہر کر چکے ہین۔

لوگون مین جھگڑا اور فساد اِس تحریر کے واسطے ہوے اور پھر یہ کہ صحابی کہین کہ بیماری کا کرب زیادہ ہے اور ہذیان بکتا ہے اور یہ مرد تھوڑی دیر مین گذر جاے گا۔ ہرگز وہم مین بھی آسکتا ہے کہ مراد اُس تحریر سے ایسی چھوٹی باتین تھین بلکہ جب وہ تحریر ناموافق طبع عمر و خیر خواہان ابوبکر و عمر کے تھی جنہون نے رد کی۔ اور کلام نالائق اُس شخص کی نسبت کہا کہ جس کو وہ رسول جانتے تھے اور اُس سے پہلے بھی امر خلافت ہی کے باب مین گفتگو و اصرار و طنز و کنایہ ہوا ضرور وہی معاملہ خلافت علی صاحب کا تھا اور ضرور محمد صاحب کا ارادہ خلافت علی کا تھا اور عائشہ اور عمر وغیرہ بہت سے صحابی اِس سے ناراض تھے۔ پھر موت محمد صاحب کے بعد کے حالات کے ملاحظہ سے بھی بخوبی تمام واضح ہے کہ ابوبکر اور عمر اور بہت سے صحابیون نے جو کچھ کہا اور کیا ہرگز ہرگز کوئی ایماندار بلکہ بھلا مانس جو ظاہرداری ہی کا ہو ایسا نہ کرے گا جو جو معاملات اور مشاجرات اور دنگا اور فساد اِن لوگون نے بطمع دنیا کیے اُس سے کیا خیال کیا جاے کہ ہرگز ہرگز کبھی کوئی شخص جو محمد صاحب کو نبی جانتا ہو ایسا نہین کر سکتا ہے مگر علی صاحب نے اِسوقت بہت کچھ صبر کیا اور تحمل اور برداشت کی تو اِسوجہ سے بھی وہ لائق خلافت تھے نہ کہ یہ لوگ۔

چہارم اور صحابیون یعنی خلفا کے حالات اور علی صاحب کے حالات کے ملاحظہ سے بھی جو محمد صاحب کے وقت یا اُن کے بعد ہوے عبادات مین یا معاملات مین اُن سے بھی واضح ہے کہ تقلید اور اتباع اسلام و فرمانبرداری محمد صاحب کی اِن امرون مین کسی صحابی کو رتبہ نہین کہ علی صاحب کے پاسنگ بھی شمار کیا جاے اور اگر سچ سچ طور پر دیکھو تو اِن سب مین ایک ہی انسان تھے سو اِس وجہ سے بھی خلافت اُنکے شایان تھی۔

پنجم اگر اُن وجوہات کو دیکھین جو ابی طالب کے سلوک پرورش و حفاظت و ہر گونہ خاطر داری اور محبت و رافت و خیر خواہی مین محمدؐ صاحب کے ساتھ بکثرت تمام ہوئے اور پھر علی صاحب کی جانفشانی اور محبت اِس کے علاوہ بھائی اور پھر داماد رشید اِس کے سوا فاطمہؓ صاحبہ کے حالات اور اُنکی نسبت جو کچھ محمدؐ صاحب نے فرمایا جن کے یہ شوہر تھے۔ اِس کے علاوہ حسنین کے باب مین جو کچھ فرمایا اور جیسا کہ اِن سب باتون کے غور کرنے سے مدعا اور مطلب نکلتا ہے اُن سب سے بھی بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ بلا ریب علیؑ صاحب مستحق خلافت کے تھے اور کوئی نہین۔ باقی رہا اہل تسنن نے جو وجوہات خلافت بیان کیے ہین وہ بالکل من سمجھوتی اور ایک طرفی معاملہ ہے تفصیل اُس کی اِس جگہ دشوار ہے مگر اِن وجوہات کو اِن سب وجوہات کے ساتھ ملا کر دیکھنا اور غور کرنا ضروری ہے۔ ہان البتہ دو بات ضرور قابل عرض ہین۔

اول یہ کہ انتظام سلطنت اور بند و بست اور جہاد و قتل غیر مذہبون کا جیسا دونون اول خلیفون نے کیا نہ عثمان صاحب سے ہوا نہ علی صاحب سے بلکہ علی صاحب کے وقت مین بہت کچھ بربادی اور تباہی ہوگئی اور امر خلافت اِن سے نہ سنبھلا اگرچہ بعض مجازی حالات ایسے بھی ضرور تھے کہ امر خلافت اسوقت بہ نسبت خلفاے اول کے مشکل بھی تھا۔

دوم یہ کہ یہی ابوبکر اور عمر اور عثمان اور معاویہ عشرہ مبشرہ وغیرہ بہت سے صحابی تھے جن کے دلون کے حال اُن کی چال و چلن سے صاف ظاہر تھے خصوصاً بعد فوت ہونے محمدؐ صاحب کے بخوبی تمام ظاہر ہو گئے کہ جو کوئی ذرا بھی غور سے دیکھے معلوم کرے گا کہ یہ لوگ مطلق ایمان دار نہ تھے محض دنیا کا لالچ تھا ایسے ایسے کام کیے کہ اُنکا ذکر فضول ہے۔ والسلام۔ ۷۔ جون سنہ ۱۸۶۵ء

جو شعر کہ سائل نے لکھا ہے اگر وہ واقعہ تاریخی پر نظر کرتے تو کبھی اُس شعر کو حضرات خلفاے ثلاثہ پر منطبق نہ کرتے مگر حضرات اہل سنت نے یہ وتیرہ اختیار کر لیا ہے کہ جو اُمور مدح علی مرتضٰے کے وارد ہوے ہین اُن کو وہ خلفاے ثلاثہ کے واسطے لینا چاہتے ہین۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک روز معاویہ کے پاس یزید اور عمرو عاص کہ جسکو ابن نابغہ بھی کہتے ہین بیٹھے ہوے تھے معاویہ کے روبرو کچھ مال رکھا ہوا تھا جو اُسی وقت بعض اطراف سے آیا تھا۔ معاویہ نے کہا کہ اِس وقت اگر تم یہان موجود نہوتے اور کوئی ہوتا تو مین اِس مال کو خزانہ مین داخل کر دیتا لیکن تمہاری موجودگی مین اب مین اِسے داخل نہ کرون گا بلکہ تم مین سے اُس کسی کو یہ سارا مال دیدون گا جو کوئی اِس وقت عمدہ شعر کہے حضرت معاویہ کے ولی عہد حضرت یزید نے اور نیز عمرو عاص وزیر معاویہ نے کہا کہ پہلے حضور ہی کوئی شعر کہین اِسپر معاویہ نے یہ شعر پڑھا۔

خیر البریة بعد احمد حیدر
فالناس ارض والوصی سماء

جسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ ”بہترین خلقت بعد احمد علی مرتضٰے ہین۔ تمام لوگ بمنزلۂ زمین کے ہین اور وہ بمنزلۂ آسمان کے“ یہ شعر سُنکر یزید نے اُسپر یہ شعر کہا۔

وملیحة شہدت لہا ضراتہا
والحسن ما شہدت بہ ذرّاء

جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ”بعض عورات حسینہ ایسی ہین کہ جن کے حسن کی اُن کی سوتین مقر ہے۔ اور حسن وہی ہے کہ جسکی سوتین تعریف کرین“

یہ شعر سُنکر ابن نابغہ وزیر نے وہ شعر فی البدیہہ کہا جس کو سائل نے فضائل خلفا سے منسوب کیا ہے۔

یروی مناقبہم لنا اعدائہم
والفضل ما شہدت بہ الاعداء

جسکا حاصل مطلب یہ ہے روایت کرتے ہین مناقب (علی مرتضیٰؑ) کے ہمارے لیے اُن (علی مرتضیٰؑ) کے دشمن ۔ اور افضل وہی ہی کہ در حقیقت جسکا دشمن بھی اقرار کرین۔

یہ واقعہ بھی ایک صُول پر منجملہ درخواست سائل کے علی مرتضےٰ کی افضلیت اور کاملیت کے واسطے دلیل قطعی ہے بمقابلہ اُن لوگون کے جن کی طرفداری پر معزز سائل نے علی مرتضیٰ کی کاملیت اور افضلیت کو شیعون سے طلب کیا ہی۔

اِس کے بعد معزز سائل نے آیات قرآنی سے خلفا کی منقبت ظاہر کرنیکا قصد کیا ہی لہذا اُسکی حقیقت تو ہم مجلد آئیندہ مین انشاء اللہ دکھائین گے۔

اِس مقام پر چند وہ شرف اور فضائل ذات علی مرتضیٰؑ مین حسب خواہش واستدعاے سائل تحریر کیے جاتے ہین کہ جو بجز ذات علیؑ کے اُن کے غیر کی ذات مین دیکھے اور جو اُن کی افضلیت کے لیے ایسی روشن دلیلین ہین جو محض اُنکی ذات کے لیے محدود ہین ۔ اور جن سے دلائل قطعی اُنکی کاملیت ایمان کے پیدا ہوتے ہین اور جو نتائج ایسے واقعات کے ہین جن سے انکار نہین ہو سکتا اور جن سے بعد پیغمبرؐ علی کو جانشین پیغمبرؐ قبول کرنا لازم آتا ہے جیسے کہ حضرت محمدؐ کو پیغمبرؐ ماننا لازم آیا ہے۔

علی مرتضیٰؑ کو خدا نے اپنے اُسی نور سے پیدا کیا کہ جس اپنے نور سے نبی کو پیدا کیا تھا یعنی پیدائش پیغمبرؐ اور علیؑ مین قوت ملکوتیہ ایک ہی تھی۔

علی مرتضیٰؑ کا اسم گرامی بھی پیغمبرؐ خدا کے نام کے برابر ساق عرش پر رقم ہی۔

علی مرتضیٰؑ کی ولادت خانہ کعبہ مین ہوئی۔ کیا خوب اِس مضمون کو لطافت سے ایک اہل زبان نے نظم کیا ہی۔

مطلب از انشاے کعبہ خاص میلاد تو بود
ورنہ تخصیص لامکان را خانہ کی باشد روا

قبل اسلام بھی خدمت کعبہ اُسی افضل شاخ قریش مین ہونے کی وجہ سے کہ

جس مین نبیؐ و علیؑ تھے جو نبیؐ کو کعبہ مین حق تھا وہی علیؑ کو۔

حضرت ابو طالب اور اُن کے آبار جو سردار اور مہتر قوم اور مہتمم خانہ کعبہ اور افضل شاخ قریش مین اور جانشین حضرت ابراہیم و اسمعیل کے تھے اُن کو خاص استحقاق کعبہ مین یہ تھا کہ ہر ایک حالت مین کعبہ مین ٹھہرین اور رہین۔ اور اُسی حق کی بنا پر کعبہ علی مرتضیٰؑ کا مولد ہے۔ اس پیدائش مین حکمت خدا کا یہ اشارہ ہے کہ یہی مولود بتون سے خانہ کعبہ کو پاک کریگا اور جو عمل مخالفت توحید ہے اُسکو یہی مولود نیست و نابود کریگا۔

جو حق حضرت ابو طالب کو کعبہ مین حاصل تھا اُسی حق کے قائم اور برقرار رکھنے کے لیے اُصول کے بموجب پیغمبر نے اپنے اہل بیت کا کہ جنکے سردار علی مرتضےٰ تھے دروازہ مسجد نبوی مین کھلا رکھا۔

اُسی اپنے موروثی استحقاق کے بموجب مثل پیغمبر علیؑ بھی ہر حالت بلکہ حالت جنب مین بھی کہ اُن کے لیے وہ مسجد حیثیت گھر کی رکھتی تھی جانے کا حق رکھتے تھے اور جاتے تھے جہان عملاً مسئلہ توحید کا اظہار کیا جاتا تھا۔

علیؑ کو بچپن سے مثل اپنے فرزند کے پیغمبر نے اپنا لعاب دہن چُسا چُسا کر اُسی گھر مین پالا تھا کہ جس مین وہ خود پلے اور بڑھے تھے اور اسی وجہ سے لحمک لحمی و دمک دمی کے خلعت سے پیغمبر نے علی مرتضیٰؑ کو سرفراز کیا ہے جسکا نتیجہ ہے کہ کوئی عمل خلاف اخلاق و شرع علیؑ سے سرزد نہین ہوسکتا جیسے پیغمبر سے۔

علیؑ کی تعلیم و تربیت ہر قسم کی پیغمبر نے اپنے علم خداداد سے فرمائی ہے۔

علی مرتضیٰؑ کے رگ و ریشہ مین تربیت و تعلیم نبی کے ذریعہ سے وہی چیز پہونچی تھی کہ جو نبی کے دل و دماغ مین قدرت الٰہی نے ودیعت فرمائی تھی۔

علی مرتضیٰ مکلف ہونے کے وقت سے پہلے اُسی دین پر تھے کہ جس دین

Checked
1987

پر خود پیغمبرؐ تھے۔

جیسے انبیا اور اوصیا کی اولاد قبل بلوغ تابع دین انبیا اور اوصیا کے ہوتی ہے اور بعد بلوغ جب تک کہ وہ تازہ امور ظاہر نہ کرین تب تک وہ تابع دین اپنے آبا ہی کے سمجھے جاتے ہین ایسے ہی علی مرتضیٰؑ بچپن سے تابع طریقہ محمدیؐ رہے اور وقت مکلف ہونے کے انھون نے اسی دین محمدیؐ کو قبول رکھا۔

علی مرتضےٰؑ نے کیا بزمانہ غیر مکلف ہونے کے اور کیا بزمانہ مکلف ہونے کے کبھی کسی بت کو سجدہ نہین کیا جسکی وجہ سے اُن کو ذی علم سائل کے یہان کرم اللہ وجہ کی دعا سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہین اُن کے بقدر چشم زدن بھی کفر اختیار نہ کرنے کے۔ اور اسی بنا پر جیسا کہ حضرت عمر روایت کرتے ہین پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اگر ساتون طبق آسمان کے اور ساتون طبق زمین کے ترازو کے ایک پلہ مین رکھے جائین اور علیؑ کا ایمان دوسرے پلہ مین تو بھی ایمان علیؑ کا پلہ ہی وزنی ہوگا۔ (اخطب فصل ۱۳)

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنھون نے سب سے پہلے طریقہ محمدیؐ پر پیغمبرؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ (خصائص نسائی)

نبیؐ کی خاص تربیت ہونے کی وجہ سے علی مرتضیٰؑ کی فصاحت و بلاغت مین ویسا ہی معجزہ ہے کہ جیسا قرآن کی فصاحت و بلاغت مین معجزہ ہے یعنی جیسے قرآن کے مثل فصاحت و بلاغت مین کوئی ایک ٹکڑا نہین لاسکتا اُسی طرح علی مرتضیٰؑ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کے مثل کوئی کلام نہین لاسکتا اور نہین لاسکا[1] اور مصنفین علماے اہل سنت نے بھی اُن کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو کلام مخلوق سے زیادہ اور کلام خالق سے کم تسلیم کیا ہے۔

---

[1] علامہ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ کہ جنکی توثیق شد و مد سے علماے اہل سنت نے فرمائی

علی مرتضیٰؑ کی فصاحت اور بلاغت دلالت کرتی ہے کہ اُنسے بہتر کوئی قرآن کو نہین سمجھ سکتا اور یہی معنی ہین کہ مصحف ربانی قرآن صامت ہے اور علیؑ مرتضیٰ قرآن ناطق ۔ علیؑ ہی شہر علوم نبی کا دروازہ ہی ۔

کیا بجز علی مرتضیٰؑ اور دیگر اہل بیت کے بنظر اُسی اپنی خاص تعلیم وتربیت اور کامل الایمانی کے پیغمبر نے کسی اور کو بھی اپنا علم نبوت کا لینے والا ۔ اور اپنے اسرار کا خازن ۔ اور سرداران اہل زمین[1] ۔ صدق وراستی کی کان ۔ حق کی طرف دعوت کرنے والے ۔ راستی کی خبر دینے والے ۔ کبھی شک نہ کرنے والے[2] کبھی اُنھین ریب عارض نہونے والا ۔ کبھی راہ حق سے قدم پیچھے نہ ہٹانے والے ۔ اور کبھی خدا کے عہد کو نہ توڑنے والے[3] کتاب وسنت کو اُمت مین زندہ رکھنے والے ۔ اور الحاد وبدعت سے بچانیوالے اور حق کے ذریعہ سے اہل باطل کو پست کرنیوالے ۔ کسی جاہل کیطرف میلان نہ کرنیوالے ۔ لوگون کو بتایا ہے[4] اور یہی امور اور اوصاف ذات علیؑ سے ظاہر ہوے ۔

آیا بجز علی مرتضےٰؑ کے کوئی ایسا اور بھی اعلم مقدس ہے کہ جس کے چہرہ مبارک وانور کو دیکھنا داخل عبادت ہوئے[5] کہ اُنکا ہر عمل دلالت کرنے والا طرف توحید ہے اپنی کتاب مناقب آل ابی طالب مین باسناد تحریر فرماتے ہین کہ علی مرتضےٰؑ کے پوتے امام زین العابدین کے صحیفۂ کاملہ کا بصرہ کے ایک بلیغ کے سامنے ذکر ہوا اُسنے کہا کہ ایسا ہی مجھسے اخذ کرو اور مین لکھتا ہون لکھو یہ کہکر قلم اُسنے ہاتھ مین لیا اور سر جھکایا مگر ایک حرف بھی نہ لکھ سکا اور نوبت سر اُٹھانے کی نہ آئی کہ اُسی مین مر گیا ۔

---

[1] یہ ارشاد نبوی وتعلم سائل غور سے پڑھین [2] حضرت عمر کو نبوت پر جو شک ہوا تھا ۔ اُسکی طرف اشارہ ہی [3] بد بیعت جو لوگ بیعت توڑکر اور پیغمبر کو چھوڑکر میدان جنگ سے فرار کر جاتے تھے اُنکی طرف اشارہ ہی [4] کتاب توضیح الدلائل [5] دیکھو مستدرک ۱۲

کے اور اُسکا مستحکم کرنے والا تھا۔

علیؑ جامع اُس قرآن کے ہین جو بترتیب نزول مع تفسیر اور توضیحات بتائی ہوئی پیغمبرؐ کے لکھ لیتے تھے اور پیغمبرؐ کو سنا دیتے تھے اور اُسکو جمع کر کے خلافت اول مین پیش کیا تھا اور جو نہ لیا گیا اور جس کی نسبت ابن سیرین جیسے عالم بزرگ علماے تابعین اہل سنت کی یہ راے ہے کہ وہی مفید ہوتا اور اُس سے علم حاصل ہوتا۔ اور یہی وہ ثقل اکبر ہے کہ جو ثقل اصغر کے ساتھ حوض کوثر پر پیغمبرؐ سے ملاقات کریگا۔ اور اسی وجہ سے پیغمبرؐ نے اُن کے معرکون کو ٹھیک تاویل قرآن کی بنا پر بطور پیشین گوئی ظاہر فرمایا ہے۔

کیا علی مرتضیٰؑ کے سوا کسی اور کو یہ فضیلت حاصل ہوئی ہے جسکے سینہ پر پیغمبر نے ہاتھ پھیر کر یہ ارشاد کیا ہو کہ خدا ہدایت اور ارشاد کو خلق مین تیرے ہاتھ سے چمکاے گا۔ تیری زبان پر ہمیشہ کلمہ حق جاری رہے گا اور بعد میرے تو ہی قاضی ہے اور اسی بنا پر علی مرتضیٰؑ ہی مین وہ قابلیت تسلیم کی گئی ہے کہ وہ اہل توریت کا بروے توریت اہل انجیل کا بروے انجیل اہل زبور کا بروے زبور اہل فرقان کا بروے فرقان فیصلہ فرما سکتے ہین۔ اور واقعات مین اُسکے نظائر موجود ہین۔

کیا علی مرتضیٰؑ کے اُس علم سے مقابلہ کرنے کا کوئی دعوے کر سکتا ہے کہ جسکی رو سے اُس بزرگوار نے بنظر اُس اعلی تعلیم پیغمبرؐ کے یہ ارشاد فرمایا اگر سب پردے اُٹھ جائین تو بھی جو مجھے باطنی علم و یقین (بہ نسبت وجود باریتعالی) اب ہے وہ کچھ بھی اُن تمام پردون کے اُٹھ جانے سے بڑھ نہین سکتا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پوچھو مجھسے اُس چیز کو جو زیر عرش ہے۔ تحقیق کہ میرے قلب مین ہے علم کثیر۔ اس وجہ سے کہ چوسا ہے مین نے لعاب رسول سیر ہو ہو کر یا چوس چوس کر۔ اور یہ بھی فرمایا کہ قسم خدا کی نہین نازل ہوئی کوئی آیت مگر تحقیق کہ

جانتا ہون کہ کس چیز کی بابت اور کب اور کس جگہ وہ نازل ہوئی ۔ اور یہ بھی فرمایا کہ پوچھو مجھ سے کتاب اللہ مین ۔ نہین ہے کوئی آیت مگر یہ کہ جانتا ہون مین کہ وہ رات مین نازل ہوئی یا دن مین زمین ہموار پر کہ پہاڑ پر۔ دعاصمی زین الفتی وتفسیر درمنثور سیوطی تحت تفسیر آیۂ قل کفی باللہ الخ ۔ اور ایسا عالم ہونا آپ کا اُن واقعات سے ثابت ہوتا ہے جن جن موقعون پر آپکا وہ علم ظاہر ہوا ہے۔

علیؑ ہی منجملہ اُن خاص خدا کے بندون کے ہین جنکو پیغمبرؐ نے اپنی عبا مین لیکر خدا سے اُن کے پاک و پاکیزہ کردینے کی دعا مانگی تھی اور جن کے عمل خلاف شرع سے بربنائے دعاے پیغمبرؐ پاک و پاکیزہ ہونے پر قرآن پاک مہر کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ کبھی اُن سے کسی امر مین خطا نہین ہوئی اور اُنکا ہر فعل خطا سے منزہ سمجھنا چاہیے جیسے پیغمبرؐ کا۔

صلحنامہ حدیبیہ خود پیغمبرؐ کو اپنے ہاتھ سے لکھنا یا اُسپر خود دستخط کرنا چاہیے تھا بجائے پیغمبرؐ کے علیؑ نے وہ صلحنامہ اپنے ہاتھ سے لکھا اور پیغمبرؐ کے دستخط اپنے ہاتھ سے کیے۔ فعل پیغمبرؐ کی تکمیل علیؑ کے فعل سے ہوئی۔

کیا بجز علی مرتضیٰؑ کوئی اور بھی مثل باب حطہ کے ہے۔ بعد پیغمبرؐ ہدایت ونجات کا وہی مرجع ہے اور واقعات نے ایسا ہی اُسکو دکھایا۔

وہ علیؑ ہی ہے کہ جسنے بوقت دعوت قریش سب سے پہلے حمایت پیغمبرؐ کا اقرار کیا اور جیسے پیغمبرؐ نے اپنا بھائی اور خلیفہ اور وصی اور وزیر فرمایا۔ اور جیسے پیغمبرؐ نے اظہار رسالت اپنی کا منجانب اللہ کیا ویسے ہی علیؑ نے اُسیوقت پیغمبرؐ کی نصرت پر آمادگی ظاہر کی کہ جو کار امامت و ولایت ہے۔ اور جسوقت پیغمبرؐ نے اپنا مبعوث ہونا ظاہر کیا اُسی وقت علیؑ نے کھڑے ہوکر وہ امر ظاہر کیا جو امام اور ولی کو ظاہر کرنا لازم ہوتا ہے۔

شعب ابی طالب مین جبکہ پیغمبرؐ تشریف رکھتے تھے پیغمبرؐ کی حمایت کا بمقابلہ اُن غیر لوگون کے جو اُسوقت تک مسلمان ہو چکے تھے علی مرتضیٰ ہی فخر رکھنے والے ہین۔

وہ علی مرتضیٰ ہی ہین کہ جنکو پیغمبرؐ نے شب ہجرت اپنی ردائے خاص اوڑھائی اور اُن کو اپنے فرش خواب پر سلا کر اور لوگون کو اُن کی نسبت خاص نفس پیغمبرؐ کے بستر پر موجود ہونیکا یقین دلا کر ہجرت فرمائی جو عملی استخلاف ہے۔

علیؑ ہی وہ حقیقی جان نثار پیغمبرؐ ہین کہ جنھون نے بجائے پیغمبرؐ قتل ہونے کے لیے بستر پیغمبرؐ پر آرام فرما کر اور بلا حزن و خوف رہکر اسلام اور بانی اسلام دونون کی ہر حیثیت سے سچائی ظاہر کردی۔

علی مرتضیٰ ہی وہ بزرگوار ہین کہ جو خدا و رسولؐ کی خوشنودی مین بستر پیغمبرؐ پر بجائے پیغمبرؐ قتل ہونے کے لیے ایسے نازک وقت مین جبکہ مکہ مین کفار قریش کی سخت یورش تھی با طمنیان تمام لیٹے رہے۔

وہ علی ہی ہین کہ جنھون نے بستر خواب پر آرام فرما کر پیغمبرؐ کو قتل ہو جانے سے بچایا۔ اگر کچھ بھی اُنسے اِس خطرناک موقع پر کہ کفار تیر اور پتھر پھینک رہے تھے خلل اُن کے غیرون کے جیسا کہ اُن غیرون کا بخوف کفار دیگر موقعون پر اضطراب و فرار ظاہر ہوا ہے کہ جنکی روک تھام پیغمبرؐ نے اُس موقع پر موجود ہونیکی وجہ سے خود فرمائی تھی اور اسی وجہ سے کوئی نتیجہ بد ظاہر نہین ہوا حزن و بیقراری ظاہر ہوتی تو ضرور پیغمبرؐ بدست کفار گرفتار ہو جاتے اور جو کچھ اُنکے سینہ مین تھا وہ بھی برباد جاتا اور بنظر اِس اعلیٰ خدمت کے علی مرتضیٰ کی نسبت یہ فضیلت قبول کی جاتی ہے کہ اگر وہ نہوتے تو دین اسلام ہی ہلاک ہو جاتا۔

علی مرتضیٰ پر تمام شب کفار کا تیر اور پتھر پھینکتے رہنا اور اُنکا بلا خوف حزن

شب بھر بستر پیغمبرؐ پر باطمنان رہنا بدین کم سنی اور نیز ایسی حالت مین کہ کوئی مدد و معاون اُنکا یا کسی حیثیت کا بھی کوئی مسلمان اُس وقت اُن کے پاس موجود نہ تھا علی مرتضیٰؑ کی اکمل الایمانی کے لیے ایک ایسی اعلیٰ شہادت ہے کہ جسکے مثل و مانند کوئی اُنکا غیر اپنی کامل الایمانی کے لیے شہادت پیش ہی نہین کر سکتا اور اِس موقع پر جس امر عظیم پر وہ مامور کیے گئے اُسکا بلا خطا انجام دینا کاملیت ایمان کی وجہ سے ہے۔

علی مرتضیٰؑ کا قتل ہو جانے کے لیے بستر پیغمبرؐ پر خوشی سے بلا پس و پیش لیٹا رہنا گو اُن کا قتل واقع نہوا لیکن زندگی مین رتبہ ثواب شہادت حاصل کر لینا ہے کہ اقدام کسی فعل کا برابر ارتکاب فعل کے ہوتا ہے۔ اور یہ ایسا وصف ہے کہ جو کسی نے بجز اُن کے حاصل نہین کیا۔

ایک درجہ شہادت کا تو وہ ہے کہ جو مسلمان جنگ مین بمقابلہ کفار قتل ہو جاے لیکن اِس سے بھی بالاتر وہ درجہ شہادت کا فضیلت رکھنے والا ہے جو کوئی بدلے نفس بانیِ اسلام کے بہ نیت حقیقی اپنا قتل ہو جانا بخوشی گوارا کرے گو قتل واقع ہو یا نہو اور اِسی درجہ شہادت کے اجر کو زندگی مین علی مرتضیٰؑ نے حاصل کیا ہے کہ جس وجہ سے گویا وہ ذو الشہادتین ہین۔

علی مرتضیٰؑ نے شب ہجرت پیغمبرؐ اپنے فعل سے بطفیل پیغمبرؐ حضرت ابوبکر کی بھی جان بچا کر اُنپر احسان کیا تھا جسے اُنھین بھولنا نہین چاہیے تھا۔ اگر علی مرتضیٰؑ سے افشاے راز ہو جاتا تو پیغمبرؐ کے ساتھ حضرت ابوبکر بھی گرفتار اور قتل ہو جاتے۔

حضرت علی مرتضیٰؑ کے اِس وصف پر کہ بدلے نفس پیغمبرؐ کے اُنکے بستر پر قتل ہونے کے لیے شام سے صبح تک لیٹے رہے اور کسی طرح کا حزن و اضطراب

اُنسے ظاہر نہین ہوا خدا نے بھی مباہات کی ہین[1]

اوصاف خاص علیؑ کا موازنہ پیغمبرؐ کا وہ فعل بھی کرا سکتا ہے جو اُنھون نے بجز علیؑ کے اپنا صیغۂ اخوت اور کسی کے ساتھ نہین پڑھا اور اُنھین کو دُنیا و آخرت مین اپنا بھائی ظاہر فرمایا جس سے ثابت ہے کہ وہ تمام اوصاف فضیلت مین مشابہ و نظیر آنحضرتؐ کے تھے جس سے بڑھکر کوئی مرتبہ نہین ہو سکتا۔

فاطمۂ زہراؑ کے ساتھ جو اپنے والد کی اکیلی ہی بیٹی اور اسوجہ سے نہایت ہی اُنکو پیاری تھین جب بزرگ صحابہ نے اپنی اپنی شادی کی درخواست کی تو آنحضرتؐ نے سب سے انکار کر دیا وہ جانتے تھے کہ حبیبۂ الٰہ کے زوج ہونے کی قابلیت ہی ان کسی مین نہین ہے اُسکی شادی اُسی کے ساتھ زیبندہ ہو سکتی ہے کہ جو ہر حیثیت سے اُسکا مثل و نظیر ہو چنانچہ خدا نے بھی اپنی محبوبہ خاص کا شوہر اُسی کو بنایا کہ جو اُسکے بندون مین بعد نبیؐ اُسکو محبوب تر تھا۔ اس مقام پہ اُن متعلقات خاصۂ تزویج کو فراموش نہین کرنا چاہیے جنکا ذکر بدرجۂ تواتر بالاتفاق کتب اسلام مین موجود ہے۔

یہ علیؑ ہی کے صلب کو فخر حاصل ہے کہ جس سے نسل محمدی کا وجود قیامت تک روے زمین پر باقی رہے گا[2]

حسنین علیہما السلام اولاد علیؑ ہی فرزندان رسولؐ اور سرداران جوانان بہشت ہین۔

یہ وصف علیؑ ہی مین تھا کہ وہ کارزار کے میدانون مین اُس وقت جبکہ

---

[1] دیکھو مطالب السئول مصنفۂ امام طلحہ شافعی و خمیس دیار بکری و معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و تفسیر کبیر و دیگر تفاسیر ذیل تفسیر آیت ومن الناس من یشری الخ۔ و مواہب لدنیہ۔

[2] اخطب خوارزم۔

لوگ پیغمبرؐ کو چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے پیغمبرؐ سے دشمنون کو دفع کرتے تھے اور اُنکے حملون کو روک کر اُن کے حوصلون کو پست کرتے تھے اور اُن کی جماعت کو پراگندہ کرکے فتح حاصل کرتے تھے اور ایسے ہی کٹھن اور مشکل اوقات مین اُنکی یہ خدمت اسلام مسلمانون کی جان بچالیتی تھی اور اسی وجہ سے اُن کا لقب مشکل کشا ہوگیا ہے۔

یہ ہمت بوجہ کامل الایمانی علیؑ ہی کی تھی کہ جنھون نے خندق مین کہ جو موقع جنگ مین ایک سخت تر روز پیغمبرؐ پر تھا[1] اُس عمرو بن عبدود کو کہ جو تمام کفر تھا قتل کرکے فتح حاصل کی کہ جسکی ہیبت کے مقابلہ مین حضرت عمر مسلمانونکو کانہم علی رؤسہم الطیر کا مصداق بنا چکے تھے۔

اور اِس عملی کار رسالت یعنی توحید کے عملاً قائم کرنے کے صلہ مین اُن کی اِس عملی کارروائی کو پیغمبرؐ نے اپنی تمام اُمت کے اعمال سے جو قیامت تک وہ کرنے والے ہونگے افضل فرمایا ہے اور بے شک جو عمل کہ اصل توحید کے قائم کرنے کے لیے کیا جاوے اُسکے ہم پلہ دیگر اعمال جو فروع ہین نہین ہو سکتے اور جیسے پیغمبرؐ نے اِس عمل علی مرتضیٰؑ کو افضل من اعمال امتی الی یوم القیمتہ[2] فرمایا ہے ویسے ہی خدا نے آیہ وکفی اللہ المومنین القتال (بعلی بن ابیطالبؑ) وکان اللہ عزیزاً حکیما[3] کو بطور سند اس عمل کے اُنکی شان مین اِس واقعہ کے متعلق نازل کیا ہے۔

یہ صفت علیؑ ہی کی تھی کہ قلعہ خیبر کو بغیر فتح کیے مثل دیگر بزرگ صحابہ جو بڑے عزم کے ساتھ متواتر علم لے لے کر گئے تھے پیغمبرؐ کے پاس بغیر فتح لوٹ کر نہین آئے جسکے اس عمل سے حدیث

---

[1] خمیس دیار بکری [2] حیاۃ الحیوان دمیری [3] روض الانف و نزل الابرار و لسان المیزان و مستدرک علی الصحیحین و روضۃ الاحباب و مناقب خطب خوارزم وغیرہ۔

[4] معارج النبوۃ و روضۃ الصفا و تفسیر درمنثور تحت آیۃ مذکور۔

خیبر کے انجام ونتیجہ کی سچائی ظاہر ہوگئی جب انجام ونتیجہ کی حضرت عمر کو ایسی خواہش تھی کہ پھر ویسی خواہش انکو کبھی نہین ہوئی۔ جیسا کہ خود انھون نے اقرار کیا ہے[1]

علی مرتضیٰ کے سب مین اولی ہونے کے لیے یہ واقعات کیا کم ہین کہ جب وہ خیبر کے قلعہ سنگین کو فتح کرکے آنحضرت کی خدمت مین واپس آئے ہین تو پیغمبر نے خیمہ سے نکل کر انکا استقبال کیا گلے سے لگایا۔ آنکھون پر بوسہ دیا اور فرمایا کہ تمہاری سعی مشکور سے مین خوش ہون خدا خوش ہے اور جبرئیل ؑ و میکائیل وتمام فرشتگان خدا خوش ہین[2]

وہ علی مرتضیٰؑ ہی ہین کہ جن سے پیغمبرؐ نے جب وہ قلعۂ خیبر کو فتح کرکے واپس آئے فرمایا کہ یا علی اگر تمہارے بارے مین میری اُمت کے لوگ وہ باتین کرنے نہ لگتے جو نصاری ابن مریم کی نسبت کرتے ہین تو مین آج تمہاری شان مین ایک وہ بات کہتا کہ تم جدہر سے مسلمانون کی طرف ہو کر نکلتے لوگ تمہارے زیر قدم کی مٹی تک نہ چھوڑتے اور بچے ہوئے آب طہارت سے شفا حاصل کرتے تاہم اتنا کافی ہے کہ تم مجھسے ہو مین تمسے ہون۔ تم میرے وارث ہو مین تمہارا وارث ہون۔ تم میرے وہی ہو جو ہارون موسیٰؑ کے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبیؐ نہوگا۔ تم میرا قرض ادا کروگے۔ تم میری سنت پر جہاد کروگے۔ تم روز آخرت سب مین مجھسے قریب ہوگے۔ تم حوض کوثر پر سب سے اول میرے پاس پہونچوگے۔ تم وہان بھی میرے خلیفہ ہوگے۔ منافقون کو وہان سے دور کروگے۔ تم تمام اُمت سے پہلے جنّت مین جاؤگے۔ تمہارے دوستون کو نور کے منبرونپر جگہ ملے گی۔ وہ سیر و سیراب ہونگے اُن کے چہرے نورانی ہونگے۔ وہ سب میرے گرد ہونگے مین انکی

---

[1] مدارج النبوۃ و کنز العمال و خصائص نسائی و طبری صفحہ ۹، ۱۵۷ [2] معارج النبوۃ رکن ۴ صفحہ ۲۱۶

شفاعت کرونگا۔ وہ جنت مین میرے ہمسایہ مین رہین گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے ہون گے۔ چہرے اُن کے کالے اور قبیح ہون گے۔ آتشین تازیانون سے پیٹے جائین گے۔ تمہاری لڑائی میری لڑائی ہے۔ تمہاری صلح میری صلح ہی۔ تمہارا راز میرا راز ہی۔ تمہارا اعلان میرا اعلان ہی۔ تم میرے شہر علم کے دروازہ ہو۔ تمہاری اولاد میری اولاد ہی۔ تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔ تمہارا خون میرا خون ہی۔ حق تمہارے ساتھ ہی۔ حق تمہاری زبان پر ہی۔ حق تمہارے دل مین ہے۔ حق تمہاری آنکھون مین ہی۔ اور ایمان تمہاری ہر رگ وپے مین اُسی طرح مخلوط ہی جیسے کہ میری رگ وپے مین۔ اے علیؑ مین تمکو بشارت دیتا ہون کہ تم اور تمہاری عترت جنتی ہین اور تمہارا دشمن دوزخی ہے اور کبھی وہ حوض کوثر پر نہین پہونچ سکتا اور کوئی دوست تمہارا حوض کوثر سے محروم نہین رہ سکتا۔ (ینابیع المودۃ ومناقب خطب خوارزم ودیباچہ فواتح میبدی ابن مغازلی کتاب مناقب ووسیلۃ المتعبدین وکفایت الطالب وکتاب اکتفاد وکتاب الشفا ابن سبع الاندلسی وتوضیح الدلائل وروضۃ ندیہ وغیرہ۔

آیا کوئی ایسا ہے جسکی ماتحتی مین پیغمبر نے کسی سریہ مین علی مرتضیٰؑ کو بھیجا ہو اور علیؑ کو اُسکی اطاعت اور فرمانبرداری کا حکم دیا ہو؟ ہرگز نہین بلکہ وہ ہی ہی کہ جسکی ماتحتی مین تمام بزرگ صحابہ سرایا مین جاتے تھے اور اُس کی اطاعت وفرمانبرداری کرتے تھے۔

یہ علیؑ ہی مین صفت تھی کہ بغیر فتح جنگ کبھی لوٹ کر نہین آئے اور نہ کبھی کسی جگہ سے منھ پھیرا اور نہ فرار کیا چنانچہ بعد فتح اُحد جب پیغمبر نے اُنسے یہ پوچھا کہ تمنے فراریونکا کیون نہین ساتھ دیا تو عرض کیا آیا کافر ہو جاؤن نہین بعد ایمان لانیکے بتحقیق کہ مجھے آپسے پیروی ہی مدارج النبوۃ ومعارج النبوۃ وروضۃ الاحباب و روضۃ الصفا)

جبکہ ایک گروہ قریش نے بعد تحریر صلحنامہ حدیبیہ پیغمبرؐ سے اپنے بعض غلامون کو واپس مانگا جنکی سفارش بعض بزرگ صحابہ نے بھی فرمائی تھی تو پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی نفسانیتون سے باز آؤ ورنہ ایسے شخص کو تمپر مقرر کرونگا جو تمہاری کجی کو سیدھا کردیگا۔ یہان غور کرنا چاہیے کہ جب چند صحابہ نے اس کنایہ کو اپنے حق مین ظاہر کیا تو پیغمبرؐ سے کیا جواب پایا اور پیغمبرؐ نے اپنے ارشاد کی مراد مین کسکو ظاہر کیا اور پیغمبرؐ کا مقصود اصلی بمقابلہ اُن صحابہ کے کسکے حق مین ثابت ہوا۔ بابی انت وامی ۔ وہ پیغمبرؐ کا قوت بازو اور اسلام کا سچّا ہمدرد علی ابن ابی طالبؑ ہی تھا جو پیغمبرؐ کی اُسوقت نعلین درست فرما رہا تھا

اُس پانچ تن کی جماعت مین نفس رسُول کون تھا جو نصارے نجران سے مباہلہ کے لیئے گئے تھے؟

کیا اُن چارون صحابہ (ابوذر غفاری۔ مقداد بن اسود۔ سلمان فارسی۔ علی ابن ابی طالب) مین کہ جنکی دوستی رکھنے کا پیغمبرؐ کو خدا نے حکم دیا ہے علی مرتضیٰؑ فرد اکمل نہین ہین؟۔ لیکن افسوس ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے اسمائے گرامی اس فہرست مین نہین ہین؟۔

(اخطب خوارزم وصواعق محرقہ صفحہ ۷۷)

کیا سوا علی مرتضیٰؑ کے بقسم شرعی پیغمبرؐ نے کسی اور کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ وہ راہِ خدا اور حق خدا مین مضبوط ہے؟۔ (حاکم)

یہ علیؑ ہی ہین وصف تھا کہ جبکا حصّہ حاضر وغائب سب مین برابر لگایا جاتا تھا۔

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنھون نے تمام اُمور تبلیغ رسالت پیغمبرؐ کو اپنے عمل سے جاری کیا اور صرف اپنے عمل سے اُنکو جاری نہین کیا بلکہ بحکم خدا و رسولؐ بعض اُمور تبلیغ رسالت کو مثل پیغمبرؐ مخلوق پر پہونچایا ہے جیسے احکام سورہ برارت کو کفار مکہ پر پڑھنا یا اہل یمن کو بلا کسی جنگ کے اپنی فصیح و بلیغ وعظون سے بلا اکراہ و اجبار برضا و رغبت دلی مسلمان کرنا۔

علیؑ ہی نے اجرائے مسئلہ توحید کے عمل کے وقت بیدھڑک اور بے جھجک بُت شکنی

کی اور پیغمبرؐ نے علی مرتضیٰؑ ہی کو اپنے کاندھے پر چڑھا کر اُنکے ہاتھ سے بام کعبہ کے بتونکو تڑوایا ہے طائف کی بت شکنی کا عمل بھی علی مرتضیٰؑ ہی کے ہاتھ سے جاری ہوا ہے۔

جسوقت علی مرتضیٰؑ کا مقام دوش پیغمبرؐ پر تھا اور وہ اپنے مولد کو بتون سے پاک وصاف کر رہے تھے تو پیغمبرؐ نے اُنسے اُنکی حالت کو پوچھا علی مرتضےٰؑ نے عرض کیا کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام پردہ ہاے حجاب مکشوف ہو گئے ہین اور گویا میرا سر ساق عرش تک پہونچا ہوا ہے اور جسطرف ہاتھ بڑھاتا ہون وہ چیز میرے ہاتھ مین آجاتی ہے اُسپر رسولؐ نے فرمایا کہ خوشا حال تمہارا اور میرا کہ تم کار حق کر رہے ہو اور مین بار حق اُٹھاے ہوے ہون۔ (روضۃ الاجاب و مدارج النبوۃ شاہ عبد الحق دہلوی)

جب علی مرتضیٰؑ بتونکو بام کعبہ سے گرا کر توڑ چکے تو دوش مبارک پیغمبرؐ سے کود پڑے اور تبسم فرمایا جب آنحضرتؐ نے سبب تبسم دریافت کیا تو عرض کیا کہ مین اسقدر بلندی سے کودا لیکن کچھ صدمہ نہین پہونچا آنحضرتؐ نے یہ سُنکر فرمایا کہ کیا اُس شخص کو کچھ الم پہونچ سکتا تھا کہ جسکا اُٹھانیوالا امین ہون اور اُتارنیوالا جبرئیلؑ ہو۔ (مدارج النبوۃ)

بت شکنی مین علی مرتضیٰؑ ہی نمونہ اپنے دادا ابراہیمؑ کے ہین۔ بیدھڑک بت شکنی اُس کبھی سے نہین ہو سکتی تھی کہ جسنے بتونکو سجدہ کیا ہو اُسی کسی سے ہو سکتی تھی جو بتون کی طرف کبھی جھکا نہو اور یہ اعلیٰ دلیل کاملیت ایمان کی ہے۔

یہ صفت علیؑ ہی مین تھی کہ ازواج رسولؐ کو شرف زوجیت رسولؐ سے دور کر دینے کا اختیار رکھتے تھے (روضۃ الاجاب و تاریخ اعثم کوفی)

کوئی خدا کی خدائی مین بجز علیؑ سب سے زیادہ تر خدا کی محبوبیت کا فخر رکھنے والا ہے کہ جسے خدا نے نبیؐ کی دعا پر نبی کا شریک تناول طعام طیر مین کیا ہو۔

پیغمبرؐ خاص طور پر علیؑ کو دوست رکھتے تھے اور دیگر صحابہ پیغمبرؐ کو۔ اسکا فرق سمجھنا چاہیے جسقدر ان دونون امر مین فرق ہے اُسی قدر علیؑ اور غیر علیؑ کے درجہ

ایمان اور بوجہ اُسکے استحقاق خلافت مین — علی مرتضےٰؑ اُن بزرگوار ونمین شامل ہین کہ جنکی مودت ہی بحکم خدا اجرت رسالت پیغمبرؐ نے قرار دی ہے۔

وہ علیؑ ہی ہے کہ جسکو پیغمبرؐ نے سردار عرب فرمایا ہو (حاکم وبیہقی وعمدۃ المناقب) آیا بجز علی مرتضیٰؑ ایسا کوئی اور بھی ہے کہ جسکی نسبت پیغمبرؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ وہ آدم علم مین ہے نوح فہم مین ہے اور ابراہیم حکمت مین ہو یا یہ فرمایا کہ آدم علم مین ہے نوح غم وہم مین ہے ابراہیم خلق مین ہے موسی مناجات مین ہے عیسی راہ ہدایت مین ہے اور مثل میرا میری سیرت وحلم مین ہے جسے سنکر حضرت ابوبکر نے اولاً تعجب کیا ہو لیکن آخرکار علی مرتضیٰؑ کے اِن فضائل پر مبارکباد دیکر یہ اقرار کیا ہو یا ابو الحسنؑ آپکا مثل ونظیر کب ممکن ہے اور یہ اُمور سیرت علیؑ کے واقعات سے ظاہر ہو گئے ہین۔ (مناقب خطب خوارزم ومعجم الادبا یاقوت حموینی)

یہ شان صفت علی ہی مین تھی کہ جنھون نے حالت نماز مین سائل کے حاجت روائی کرکے خدا سے بہ نص انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الخ کا معزز لقب حاصل کیا۔

یہ علیؑ ہی مین انسانی ہمدردی کا کامل طور سے وصف تھا کہ اپنا اور اپنی بی بی اور بچونکا گرسنہ رہنا پسند کرتے تھے اور مسکین ویتیم واسیر کو سیراب فرماتے تھے اور اپنے اِس عمل سے اُنھون نے خدا کو اپنا ثنا خوان بنایا اور فرمان بشارت نشان ہل اتی کا پایا جو جبتک قرآن موجود مین موجود ہی اور تا قیامت پڑھا جائیگا۔

علی مرتضیٰؑ مین وصف کرم کے غور کے واسطے کافی ہے یہ امر کہ جب عمرو بن عبد وُد کو وہ قتل کرچکے تو مقتول کی زرہ وجامہ کو جو قیمتی تھی اُسکے جسم سے نہین اوتارا حالانکہ اُس زمانہ مین دستور تھا کہ قاتل مقتول کا لباس وتار لیتے تھے اور برہنہ کردیتے

تھے چنانچہ جب مقتول کی بہن بھائی کی لاش پر آئی اور اُسنے مقتول کے جسم پر اُسکا لباس و زرہ پایا تو کہنے لگی کہ بیشک تیرا قاتل کفو کریم تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو مین ہمیشہ تجھ ایسے شیر افگن بھائی کے لیے رویا کرتی (تاریخ خمیس)

اس مقام پر ہمکو ایک اور بہن کا اپنے بھائی کی لاش پہ آنا یاد آگیا اور جسنے ہم کو نہایت مغموم کر دیا۔ اور وہ بہن بھی اپنے مانجائے کی لاش پر رونے نہین پائی ہے لیکن عمرو عبد وُد کی بہن تو اس بنا پر نہین روئی تھی کہ قاتل اُسکے بھائی کا کفو کریم تھا اور مین جس بہن کا ذکر کرتا ہون اُسے خود اُسکے بھائی کے قاتلون نے نہین رونے دیا تھا کہ وہ کفو کریم نہ تھے بلکہ کفو لئیم تھے۔ جنھون نے وہ تبرکات کہ جو وہ بزرگوار اپنے بزرگون کے اپنے زیب تن کیے ہوے تھے لوٹ لیے تھے اور جسم کو عریان چھوڑ گئے تھے حتی کہ ایک ملعون نے جب انگشتری اُس سے نہ اُتر سکی تو انگلی انگشتری کے لیے کاٹ لی۔ اُسکی بہن جب اپنے مانجائے کی لاش کو اس حالت مین دیکھکر رونے کا ارادہ کرتی تھی تو وہ ملعون نیزہ کی نوکین اُسکی آنکھون کے پاس لیجاتے تھے۔ اگرچہ اہل ایمان ناظرین ان بہن بھائی کو جان چکے ہین لیکن مین سائل مخاطب کی کہ جو فضیلت علی مرتضیٰ اور اُنکے ایمان کا خدا کی شان ہے کہ جسے ثبوت طلب فرماتے ہین آگاہی کے واسطے ظاہر کرتا ہون کہ اُسی کریم النفس و کفو کریم علی مرتضیٰ کی اولاد یہ دونون مظلوم بہن بھائی تھے جنکا ساتھ مسافرت مین بمقام کربلا جو اُس زمانہ مین ایک ریگستان دریاے فرات سے قریب تھا چھوٹا ہے اور جو واقعات غم انگیز ان دونون بہن بھائی اور اُنکے عیال و اطفال و دیگر ہمراہیون پر گزرے ہین وہ تاریخ عالم مین کم نظر آتے ہین۔ اور جنکی بابت مسٹر جسٹس آرنولڈ اپنے فیصلہ مشہور مقدمہ آغا خواجہ مین یہ ترقیم فرماتے ہین کہ "جو مصائب و شدائد معرکہ کربلا مین اہل بیت پر گزرے زبان زد خلائق ہین صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ اس واقعہ جانگزا نے اسلام کو تہ و بالا کر دیا"

مقتول کے ساتھ تو علی مرتضیٰ کا وہ وصف کرم ہم دکھا چکے ہین جو کہ عین مقتضائے اخلاق تھا اب اُن کے اُس وصف کرم کو ایک مخمس مین دکھاتے ہین جو انھون نے اپنے قاتل کے ساتھ کیا تھا۔

یا علیؑ ہے ترے کرم کی دھوم
اِس عنایت سے ہوگیا معلوم
بھیجا شربت برائے قاتل شوم
دوستان را کجا کنی محروم
تو کہ با دشمنان نظر داری

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنکے حق مین پیغمبرؐ نے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ ارشاد فرمائی مقام خم غدیر پر۔ اور یہ مقام اُس واقعہ عظیمہ کی وجہ سے مشہور ہوگیا جیسے کہ ہمیشہ واقعات عظیمہ کے سبب سے شہرت مقامات ہوجاتی ہے مقام خم غدیر کی شہرت پایا جانے سے اشہر ہے کہ اُس مقام پر مذہب اسلام کا ایک واقعہ عظیمہ ظہور مین آیا ہو اور اُس واقعہ عظیمہ سے سوائے امر استخلاف اور کچھ نہین پایا جاتا۔

علیؑ ہی وہ بزرگوار ہین کہ جنکی خدمات اسلام پیش پیغمبرؐ اِس درجہ پہونچ چکی تھین جنکی بنا پر پیغمبرؐ نے اُنکی نسبت یہ بھی فرمایا ہے "ان علیا منی وانا من علی وھو ولی کل مؤمن بعدی" (صحیح ترمذی باب مناقب)

علی مرتضیٰ کی اِس فضیلت مین بھی کوئی کب برابری کرسکتا ہے کہ جنکی نسبت پیغمبرؐ یہ ارشاد فرمائین کہ کوئی شخص پل صراط سے عبور نہ کرسکے گا جبتک کہ علی مرتضیٰ کی دستخطی سند (پاس) اُسکے پاس نہو[1] اور وہ سند کیا ہے اُنکے ساتھ ولائے کامل اور اُنسے کیسکو افضل اور برتر نہ جاننا کہ بغیر افضل اور برتر نہ جاننے کے وہ ولائے کامل نہین ہوسکتی جبتک نفی باطل نہ کرلیجائے اثبات حق نہین ہوسکتا جیسے لا الہ الا اللہ۔

وہ علیؑ ہی کے مراتب ہین کہ جنکی بنا پر پیغمبرؐ نے اُنسے عہد فرمایا ہے کہ تمہارے ساتھ

---

[1] صواعق محرقہ صفحہ ۲۳۰۔

RARE BOOK NOT TO BE ISSUED

دوستی نہین رکھیگا مگر مومن اور بغض نہین رکھیگا مگر منافق۔ (جامع ترمذی)

بجز علیؑ کے کوئی اور بھی ایسا خدا کا پیارا ہے کہ جسکی ولیعہدی سے نارضامندی کی پر خدا نے اُس شخص کو کہ جسنے اس ولیعہدی سے بظاہر نارضامندی ظاہر کی تھی اُسکی استدعا کے موافق فوراً عذاب نازل کرکے اُسے ہلاک کیا ہو؟۔ ؎۱

وہ علیؑ ہی ہین جنکو پیغمبرؐ نے بوقت وفات اپنے اسرار سپرد کیے۔

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنھون نے اپنے ہاتھ سے پیغمبرؐ کو غسل دیا کفن دیا اور زیر زمین دفن کیا۔ ایمان کامل والا ہی ایسا کرسکتا ہی۔

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنھون نے بوقت غسل رسولؐ وہ پانی جو حلقہ گوش نبی مین جمع ہوگیا تھا نوش فرمایا جسکا ہر قطرہ حسب تحقیق صاحب معارج النبوۃ و مدارج النبوۃ اور اعتقاداً اہل سلمان کے نزدیک دریاے معرفت و ولایت تھا۔

وہ علیؑ ہی ہین کہ جنھون نے حسب وصیت رسولؐ بعد وفات رسولؐ اُنکا دین ادا کیا۔

یہ علیؑ ہی کے برحق جانشین رسولؐ ہونے اور کاملیت ایمان کی دلیل تھی کہ بعد وفات پیغمبر وہ رسولؐ کی نشانیان کہ جو نشان خاص نائب رسولؐ ہونے کا ہے یا یون سمجھو کہ وہ نشانیان پیغمبرؐ کے جانشین کے پاس رہنا اُس کی خلافت حقہ کے لیے سند تھین حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے علی مرتضیٰؑ کو ملین کہ جنکے دیے بغیر اُن حضرت کو بھی کچھ چارہ نہو سکا۔

وہ علی مرتضیٰؑ ہی ہین کہ جنھون نے آیت نجویٰ کی تعمیل کی اور صدقہ دیکر پیغمبرؐ سے راز کی باتین کین۔

حضرت ابن عباس گواہی دیتے ہین کہ چار خصائل علی مرتضیٰؑ مین ایسے ہین کہ جو بجز اُنکے کسی مین نہ تھے اور جنکی تائید واقعات کرتے ہین اول یہ کہ تمام عرب و عجم سے

؎۱ تفسیر ثعلبی و کتاب اکتفاء معارج الوصول و عبقات الانوار جلد حدیث غدیر ۱۲

Checked 1987

STATE CENTRAL LIBRARY HYDERABAD